سسپنس ڈائجسٹ کا
مقبول ترین سلسلہ
دیوتا
حصہ
46

ہنگاموں رنگینیوں اور تحیر کے اس بے تاج بادشاہ کی سحر انگیز کہانی جس نے اپنی بھرپور زندگی میں کبھی شکست کا ذائقہ نہیں چکھا وہ جب اور جس کے ذہن میں چلتا جھانک لیتا اور یہی اس کا مہلک ترین ہتھیار تھا دو نسلوں پر محیط وہ طلسم ہوش ربا جسے قارئین کی دوسری نسل بھی بہت شوق سے پڑھ رہی ہے۔ اپنے اور ملک و قوم کے دشمنوں کو خیال خوانی کے نرم و نازک ہتھیار سے خاک و خون میں نہلا دینے والے فرہاد علی تیمور کی لازوال اور بے مثال داستان عبرت جس میں وہ لہو کے سارے رشتوں کے ساتھ حریفوں سے برسرپیکار ہے۔

اردو زبان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا طویل ترین سلسلہ

اب تک یہی ہوتا آیا تھا کہ عدنان کو آگاہی حاصل ہوتی تھی اور وہ کہا کرتا تھا کہ اس کی ممی اس کے پاس آتی ہیں۔ اس سے بولتی ہیں اور وہ جو بولتی ہیں۔ وہ اسی کے مطابق عمل کرتا رہتا ہے۔ اس کی ممی پُراسرار بنی ہوئی تھیں۔ سب ہی کے اندر یہ تجسس پیدا کیا ہوا تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟ کیوں چھپ کر رہتی ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تو اپنے بیٹے کے سامنے کیوں نہیں آتی؟

اب ایک طویل اور تھکا دینے والے انتظار کے بعد اس کے وجود کا کچھ سراغ مل رہا تھا۔ اس بار وہ آئی تھی لیکن اس طرح کہ جھلک دکھا کر اپنے بیٹے کو لے گئی تھی۔ اس طرح تجسس اور پریشانیوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

پہلے کسی کو یقین نہیں آیا تھا کہ شیوانی زندہ ہے لیکن اس کی زندگی کے آثار کبھی کبھی یوں ملتے تھے کہ کسی نہ کسی خاص موقع پر عدنان کی آنکھوں سے شیوانی کی آنکھیں جھانکنے لگتی تھیں۔ اس بچے کی آنکھیں پہلے سے زیادہ پرکشش اور غضب ناک ہو جاتی تھیں پھر پورس کو فون کے ذریعے دلربا سے بات کرنے کے دوران میں شیوانی کی آواز اور اس کا لب ولہجہ صاف طور سے سنائی دیا تھا۔ وہ اسرار کے پردوں میں رہنے والی رفتہ رفتہ کھل رہی تھی۔ کسی دن کسی وقت بھی سامنے آنے والی تھی۔

پورس ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ چلی سے روم کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے وقت وہ پہلی بار ایک طویل عرصے کے بعد شیوانی کی جھلکیاں دیکھ رہا تھا۔ جب بھی آنکھیں بند کر رہا تھا تو وہ عدنان کے ساتھ اسے نظر آنے لگتی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ بالکل شیوانی تھی۔ سر سے پاؤں تک بالکل وہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ شیوانی شادی شدہ تھی۔ کچھ بھاری بھرکم کچھ عمر والی دکھائی دیتی تھی اور یہ جو جھلکیوں میں نظر آ رہی تھی۔ وہ بہت کم سن تھی۔ شیوانی اپنی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے وقت جیسی نوخیز تھی وہ ویسی ہی نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ذہن تسلیم کر رہا تھا کہ وہ شیوانی ہے پھر سے اس دنیا میں آئی ہے۔

پورس جہاز کے اندر اپنی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے گہری سوچ کے دوران میں جب آنکھیں بند کی تھیں تو پہلی بار اسے وہ نظر آئی تھی پھر اس نے آنکھیں کھول لی تھیں۔ آنکھ کھلتے ہی شیوانی اور عدنان گم ہو گئے تھے۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کیں تو وہ دوبارہ نظر آنے لگے تھے۔ ایسا کئی بار ہوا تو پورس کو یقین ہو گیا کہ اسے آگاہی مل رہی ہے اور شیوانی اس کے پاس آ کر اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔

تب اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ لیا کہ جب تک

شیوانی نظر آتی رہے گی۔ وہ آنکھیں نہیں کھولے گا۔ اس بار وہ عدنان کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر چوم رہی تھی اور ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی ''آؤ! میں نے بہت انتظار کیا ہے۔ آ جاؤ۔''

پورس نے اس کی طرف ایک ایک قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا ''تم کون ہو؟ کیا شیوانی ہو؟ میرے بیٹے کی ماں ہو؟''

وہ گہری سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی ''میں نہیں جانتی کہ شیوانی کون ہے؟ تم کسے پوچھ رہے ہو؟ لیکن یہ جانتی ہوں کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کی ماں ہوں اور تم میرے بیٹے کے باپ ہو۔''

''تمہاری باتیں کچھ عجیب سی ہیں۔ جب تم شیوانی نہیں ہو تو پھر میرے بیٹے کی ماں کیسے ہو؟''

وہ بولی ''یہی سوال میرے ماں باپ کرتے ہیں۔ میرے خاندان کے اور میری سوسائٹی کے لوگ پوچھتے ہیں کہ میری شادی نہیں ہوئی پھر میں کیسے کہتی ہوں کہ میرا شوہر ہے اور میرا ایک بیٹا ہے؟ میں انہیں قائل نہیں کر سکتی جو میں جانتی ہوں وہ دوسرے نہیں جانتے اور افسوس کی بات یہ ہے کہ تم بھی نہیں جانتے۔''

پورس یہ سب سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میں نے اپنا تن من سب تمہارے حوالے کر دیا۔ ہم کتنی محبت بھری زندگی گزارتے رہے پھر آج سے تین برس دس ماہ پہلے میرے پاؤں بھاری ہو گئے۔ میں نے تمہیں خوش خبری سنائی کہ میں تمہارے بیٹے کی ماں بننے والی ہوں۔ ہم سب بہت خوش تھے۔''

پورس نے حیرانی سے کہا ''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تین برس دس ماہ پہلے شیوانی نے مجھے ماں بننے کی خوش خبری سنائی تھی۔''

وہ بڑے دکھ سے بولی ''خوش خبری میں نے سنائی تھی میں ماں بننے والی تھی۔ تم شیوانی کا نام کیوں لے رہے ہو؟''

پورس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ وہ بولی ''جب میرے پورے دن ہوئے اور میں ماں بننے والی تھی تو میرے ہونے والے بچے کی دادی میرے ساتھ تھی۔ ایک اسپتال میں میری ڈلیوری ہونے والی تھی۔ ایسے وقت کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا میرے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔''

پورس حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس سے چپ نہ رہا گیا۔ بولا ''تم تو بالکل وہی داستان سنا رہی ہو جو شیوانی کے ساتھ گزر چکی ہے۔ شیوانی جب میرے بیٹے عدنان کو جنم دینے والی تھی۔ تب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا راسپوٹین میرے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میری مما یعنی عدنان کی دادی نے عدنان کی حفاظت کی تھی۔

وہ بولی ''ہاں...... جب میں نے عدنان کو جنم دیا تو اسے میرے پہلو میں لا کر رکھا گیا تھا۔ میں بہت بیمار تھی۔ ڈلیوری نارمل نہیں ہوئی تھی۔ میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ ایسے میں کوئی ظالم ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا پھر اس کی دادی اسے میرے پہلو سے اٹھا کر لے گئی۔ اسپتال کے میٹرنٹی وارڈ میں اس بچے کو کسی دوسری عورت کے پہلو میں لے جا کر رکھ دیا۔''

''ہاں...... بالکل یہی بات ہے۔ اس دوسری عورت کا نام لیزا تھا۔ اس نے جڑواں بچے پیدا کیے تھے۔ ایک بچہ زندہ رہ گیا تھا۔ دوسرا مر گیا تھا۔ میری مما نے اس مردہ بچے کو لا کر تمہارے پہلو میں رکھا۔ اس طرح وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا راسپوٹین دھوکا کھا گیا کہ تم نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ جبکہ تمہارا زندہ بچہ اس یہودی عورت لیزا کے پاس تھا۔''

وہ پورس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی ''میرے ساتھ بہت برا ہوا تھا۔ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے راسپوٹین سے تو نجات مل گئی تھی میرا بچہ بچ گیا تھا۔ وہ یہودی عورت لیزا اپنے شوہر بنجامن کے ساتھ اسے وہاں سے لے گئی تھی۔ میں کچھ نہ کہہ سکی۔ کیونکہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہ کر مر گئی تھی۔''

پورس نے اسے چونک کر دیکھا پھر حیرانی سے پوچھا ''جب تم مر گئی تھیں تو اب زندہ کیسے ہو؟''

وہ الجھی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے، پھر اس نے کہا ''میں اس وقت کوما میں تھی۔ پتا نہیں کتنے دن بے حس و حرکت پڑی رہی تھی۔ ایسے وقت ہی میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا کہ میں تمہارے بیٹے کی ماں بن گئی ہوں اور میرا بیٹا مجھ سے چھین لیا گیا ہے اور میری موت واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد ہی میں کوما سے نکل آئی تھی۔ یہ میرے والدین کا بیان ہے۔

میرے والدین ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ میں بچپن سے ابنارمل ہوں۔ ایسی حرکتیں اور باتیں کرتی ہوں جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ میں نیم پاگل ہوں یا کوئی غیر معمولی لڑکی ہوں۔ خوابوں خیالوں اور نہ جانے کس دنیا کی باتیں کرتی رہتی ہوں۔

''انہوں نے مجھے ذہنی مریضہ سمجھ کر کتنے ہی ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ کتنے ہی ماہرین نفسیات سے رجوع کیا۔ میرا نفسیاتی ٹریٹمنٹ جاری رکھا لیکن میں بچپن سے جیسی تھی

ویسی ہی رہی۔

''میں بچپن سے ہی گم صم رہنے کی عادی تھی۔ جہاں بیٹھتی تھی وہیں بیٹھی رہتی تھی۔ مجھے دیکھ کر میرے والدین کہتے تھے کہ میں کند ذہن ہوں۔ نہ کچھ بولتی ہوں نہ کچھ سمجھتی ہوں۔ جبکہ میں اندر سے بہت کچھ سوچتی تھی سمجھتی تھی لیکن ظاہر نہیں کرتی تھی۔

''میں نے چھ یا سات برس کی عمر میں محسوس کیا کہ مجھے پردوں کے پیچھے یا دیواروں کے پیچھے کچھ نظر آتا ہے۔ میں اپنے بیڈ روم میں تھی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے دیوار کے اس پار کوئی موجود ہے۔ کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں۔ برف باری کی وجہ سے میں نے کھڑکی دروازے بند رکھے تھے۔ باہر اتنی برف جمی ہوئی تھی کہ کھڑکی کے پٹ نہیں کھل سکتے تھے۔ میں بیڈ سے اتر کر دروازہ کھول کر باہر جانا چاہتی تھی۔ میری ممی نے پوچھا ''ایسے وقت کہاں جا رہی ہو؟''

میں نے کہا ''باہر کوئی موجود ہے۔ وہ چوری کرنے آیا ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ کھڑکی دروازے بند ہیں۔ باہر برف باری ہو رہی ہے۔ اندھیرا ہے اور اس لڑکی کو وہاں کوئی نظر آ رہا ہے۔ یہ خود تو پاگل ہے اب ہمیں بھی پاگل بنانا چاہتی ہے۔''

''میں چھوٹی تھی۔ ان سے بحث نہیں کر سکتی تھی۔ چپ چاپ آ کر بستر پر لیٹ گئی۔ دوسرے دن ڈیڈی باہر گئے۔ جانوروں کے باڑے میں جا کر دیکھا تو وہاں صرف تین بھیڑیں رہ گئی تھیں۔ کوئی دو بھیڑیں چرا کر لے گیا تھا۔

''انہوں نے ممی سے کہا کہ یہ لڑکی درست کہتی تھی۔ اس نے کسی کی آہٹ سنی ہوگی۔ تب ہی کہہ رہی تھی کہ کوئی چور آیا ہے اور ہم نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا۔

''میں نے کہا کہ میں نے آہٹ نہیں سنی تھی۔ بلکہ اسے دیوار کے پیچھے صاف طور سے دیکھا تھا۔

میری اس بات کا یقین نہیں کیا گیا کہ میں نے کسی کو دیوار کے پیچھے دیکھا تھا۔ اسے میرا بچگانہ پن سمجھا گیا تھا۔ یہی سوچا گیا کہ میں نے باہر کسی کی آہٹ سنی تھی۔

وہ بات آئی گئی ہو گئی۔ کسی نے میری غیر معمولی صلاحیت کا یقین نہیں کیا۔ ہمارے مکان کے پیچھے گھنی جھاڑیوں اور درختوں کا سلسلہ تھا۔ دس برس کی عمر میں میں نے دیکھا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے کچھ لوگ زمین کھود رہے ہیں اور وہاں چمڑے کا ایک بڑا سا بیگ دفن کر کے جا رہے ہیں۔ میں نے ڈیڈی کے پاس آ کر کہا ''ڈیڈی! فوراً چلیں۔ وہاں

ہمارے مکان کے پیچھے جو گھنی جھاڑیاں ہیں وہاں کچھ لوگ بہت بڑا چمڑے کا بیگ دفن کر کے جا رہے ہیں۔ میں نے اس بیگ میں نوٹوں کی گڈیاں دیکھی ہیں۔''

ڈیڈی نے ڈانٹ کر پوچھا ''تم نے کیسے دیکھ لیا؟ تم تو یہاں کمرے میں تھیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد گھر سے باہر نہیں گئی ہو پھر جھاڑیاں بھی یہاں سے فاصلے پر ہیں۔ تم نے اپنے کمرے سے اتنی دور کیسے دیکھ لیا؟''

ممی نے بھی سخت لہجے میں پوچھا ''تم ایسی بے تکی باتیں کیوں کرتی رہتی ہو؟''

''ممی! یہ بے تکی باتیں نہیں ہیں۔ آپ باہر جا کر دیکھیں تو سہی۔''

''ہمارا دماغ تمہاری طرح خراب نہیں ہے۔ جاؤ اور جا کر ٹی وی دیکھو یا پھر سو جاؤ۔ ہمیں پریشان نہ کرو۔''

''مجھے ہمیشہ بچی سمجھ کر یا ایب نارمل سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک بینک سے تقریباً پچاس لاکھ ڈالرز چرائے گئے ہیں۔ پولیس بڑی سرگرمی سے ڈاکوؤں کو تلاش کر رہی ہے۔

ڈیڈی اپنے سامنے اخبار کھول کر بیٹھے ہوئے تھے اور ممی سے کہہ رہے تھے کہ یہ بہت بڑی ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ڈاکو گرفتار کر لیے جائیں گے۔ پتا نہیں وہ پچاس لاکھ ڈالرز لے کر کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہوں گے؟

''میں ان کے قریب بیٹھی ناشتا کر رہی تھی۔ ان کی باتیں سن کر بولی ''میں نے کل رات ہی کہا تھا کہ وہ لوگ چوری کا مال یہاں چھپا رہے ہیں لیکن آپ لوگوں نے میری ایک نہ سنی۔''

ڈیڈی نے مجھے گھور کر دیکھا پھر پوچھا ''تم کیا جانتی ہو؟ کیا تم ڈاکوؤں کو پہچانتی ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جھاڑیوں کے پیچھے نوٹوں کی گڈیاں چھپا رہے تھے؟ تم ایسی احمقانہ باتیں کیوں کرتی ہو؟ تم اب بڑی ہوتی جا رہی ہو۔ فار گاڈ سیک! اگر عقل کی باتیں نہیں کر سکتی ہو تو احمقانہ باتیں بھی نہ کرو۔ خاموش رہا کرو۔''

''تقریباً تین یا چار دن کے بعد ڈیڈی کا اس جھاڑی کے پیچھے سے گزر ہوا۔ وہ ایک جگہ پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ انہوں نے قریب جا کر دیکھا تو ایک گڑھا کھدا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے پہلے وہاں کوئی چیز دفن کی گئی تھی پھر وہاں سے نکال کر لے جائی گئی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک کھڑے وہاں سوچتے رہے پھر ان کی نظر مٹی کے ڈھیر پر گئی تو وہاں سے نوٹ جھلک رہے تھے۔ انہوں نے لپک کر مٹی ہٹائی تو دیکھا وہ دس ہزار ڈالرز کی گڈی تھی۔ انہوں نے پھر تمام مٹی کو اِدھر اُدھر ہٹا کر دیکھا تو اور کچھ نہ تھا۔ وہ ڈاکو وہاں سے اپنا مال واپس لے جاتے وقت جلد بازی میں ایک گڈی وہیں چھوڑ گئے تھے۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے گھر میں آئے۔ انہوں نے ممی کو وہ گڈی دکھاتے ہوئے کہا ''مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔''

ممی نے نوٹوں کی گڈی دیکھ کر پوچھا ''یہ کہاں سے لائے ہو؟ اور تمہیں کس بات کا یقین نہیں ہو رہا ہے؟''

''یہی کہ ہماری بیٹی نے جو کہا تھا وہ درست ثابت ہو رہا ہے۔ ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک گڑھا کھدا ہوا ہے۔ وہاں مٹی کے ڈھیر میں یہ گڈی پڑی ہوئی تھی۔ یقیناً وہ ڈاکو وہاں مال چھپا کر گئے تھے اور تین دن کے بعد موقع ملتے ہی اپنا مال نکال کر لے گئے ہیں اور جلد بازی میں یہ گڈی وہاں پڑی رہ گئی۔''

وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ ممی نے پوچھا ''کیا پولیس کو اطلاع دی جائے؟''

''کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ہم پولیس کے مسئلے میں نہیں پڑیں گے۔ وہ تو یہی سمجھیں گے کہ ہم نے گڑھا کھود کر ڈاکوؤں کو وہاں مال چھپانے دیا تھا اور جب وہ چلے گئے ہیں تو ہم پولیس کو اطلاع دے رہے ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں پولیس عدالت کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔''

ڈیڈی نے کہا ''میں اکثر اپنی بیٹی کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں کہ آخر یہ ایسی کیوں ہے؟ اس کی بعض باتیں بے تکی لگتی ہیں لیکن وہی باتیں بعد میں درست ثابت ہوتی ہیں۔ تمہیں یاد ہے جب یہ سات برس کی تھی تو اس نے کہا تھا کہ گھر کے باہر رات کے اندھیرے میں کوئی آیا ہے۔ ہم نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا پھر دوسرے دن پتا چلا کہ واقعی کوئی آیا تھا اور ہماری دو بھیڑیں چرا کر لے گیا تھا۔''

وہ دونوں سر جھکا کر سوچنے لگے پھر ممی نے مجھے بلایا اپنے پاس بٹھا کر پیار کیا پھر کہا ''بیٹی تمہیں کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ باہر جہاں تم دیکھ نہیں رہی ہو وہاں کچھ ہو رہا ہے؟''

میں نے کہا ''پتا نہیں مجھے کبھی کبھی کیا ہو جاتا ہے؟ میں بے اختیار دیوار کے آر پار دیکھنے لگتی ہوں اور مجھے بہت کچھ دکھائی دینے لگتا ہے پھر جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ نگاہوں کے سامنے سے مٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد.... خالی دیوار دکھائی دینے لگتی ہے۔''

''کیا تم ہمیشہ اسی طرح دیکھتی ہو؟''

''میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں۔ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ہاں جب امتحانات کے پرچے میرے سامنے آتے ہیں تو میری آنکھوں کے سامنے کئی سوالوں کے جواب آ جاتے ہیں۔ جیسے کتاب کھل جاتی ہے سارے جوابات لکھے ہوتے ہیں اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر کاپی میں لکھ دیتی ہوں۔ اسی لیے تو ہر سال اپنی کلاس میں اول آتی ہوں۔''

''یہ تو بڑی عجیب سی بات تھی تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا؟''

''آپ دونوں میری کسی بات کا یقین نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے میں چپ رہتی ہوں۔ بہت سی باتیں کہنا چاہتی ہوں مگر نہیں کہتی ہوں۔''

''تم دس برس کی ہو۔ جب سے اسکول جانے لگی ہو۔ تب سے اب تک کی تمام باتیں تمہیں یاد ہیں۔''

''ہاں۔ مجھے ایک ایک بات یاد ہے۔ میں کبھی کوئی بات نہیں بھولتی۔''

''میں انہیں ہر سال ہر مہینے کی ایک ایک گزری ہوئی بات بتانے لگی۔ وہ حیرانی سے سننے لگے۔ انہیں یاد آنے لگا کہ واقعی پچھلے برسوں میں ایسا کچھ ہو چکا ہے۔ وہ ایسی باتیں بھول چکے تھے لیکن وہ سب مجھے یاد تھیں۔

ڈیڈی نے حیرانی سے پوچھا ''مائی گاڈ! تمہارا دماغ تو کمپیوٹر ہے۔ تمہارے دماغ میں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی باتیں محفوظ ہیں۔''

''اس دن سے ممی ڈیڈی میری ایک ایک بات اور ایک ایک حرکت پر توجہ دینے لگے۔ مجھے پہلے سے زیادہ چاہنے لگے۔ اپنی سوسائٹی میں فخر کرنے لگے کہ میں بہت ذہین ہوں لیکن انہوں نے کسی سے یہ بات نہیں کہی کہ میرے اندر غیر معمولی صلاحیت ہے اور میں پردوں کے پیچھے اور دیوار کے آر پار دیکھ لیتی ہوں اور ایسی ڈھکی چھپی باتیں معلوم کر لیتی ہوں۔ جسے دوسرے معلوم نہیں کر سکتے۔

''میری غیر معمولی صلاحیت کے باعث مجھے امتحانات میں ڈبل پروموشن ملتی تھی۔ میں پانچویں میں تھی چھٹی کلاس جمپ کر کے ساتویں میں پہنچ گئی۔ ساتویں کا امتحان دیا تو آٹھویں کلاس جمپ کر کے نویں میں پہنچ گئی۔ ڈیڈی نے گیارہ سال کی عمر میں مجھے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ادارے میں داخل کر دیا۔ وہاں میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگی۔ میں نے پندرہ برس کی عمر میں صرف جاسوسی کے ہی ہتھکنڈے نہیں سیکھے۔ بلکہ کمپیوٹر کے ذریعے ہیکنگ بھی سیکھ لی۔

''ہیکنگ کے معنی ہیں کمپیوٹر کے ذریعے بڑے سے بڑا جرم کرنا اور گرفت میں نہ آنا۔ ہماری دنیا میں چند ہی ہیکنگ کرنے والے ہوں گے۔ وہ بھی عمر رسیدہ ہوں گے لیکن میں نے صرف پندرہ برس کی عمر میں یہ سب کچھ سیکھ لیا تھا۔ میرا ذہن واقعی کمپیوٹر کی طرح کام کرتا تھا۔

''سولہ برس کی عمر میں میرے اندر ایک انقلاب پیدا ہوا۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا۔ ہماری پہلی ملاقات لندن میں ہوئی تھی۔ تم میری آنکھوں سے متاثر ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ میری آنکھیں تمہیں اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔''

پورس اس کی باتیں حیرانی و توجہ سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا ''بے شک۔ شیوانی سے میری پہلی ملاقات لندن میں ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں مقناطیسی قوت رکھتی تھیں اور میں اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔''

''وہ شیوانی نہیں تھی۔ میں تھی۔''

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا ''میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''میرا نام انا میریا ہے۔ تم مجھے انا کہہ کر بلایا کرتے تھے اور میں تمہاری طرف کھنچی چلی آتی تھی۔''

''کیا تم واقعی جسمانی طور پر میرے پاس آتی تھیں؟ اور میرے گلے لگ جایا کرتی تھیں؟''

''ہاں ایسا اکثر ہوا کرتا تھا پھر میری آنکھ کھلتی تو تم گم ہو جاتے تھے۔''

پورس نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''یوں کہو ناں کہ تم مجھے خواب میں دیکھا کرتی تھیں۔''

''نہیں۔ میں کبھی نہیں مانوں گی کہ یہ سب کچھ خوابوں یا خیالوں میں ہوتا تھا۔ تم حقیقتاً مجھ سے ملتے تھے۔''

''انا! کیسی باتیں کرتی ہو؟ جاگتے رہنے کے دوران میں تم میرے قریب نہیں ہوتی تھیں۔ میں کہاں ہوں؟ اور کہاں نہیں ہوں؟ یہ نہیں جانتی تھیں لیکن آنکھیں بند کرنے کے بعد پھر مجھے پالیا کرتی تھیں۔ یہ تو خواب ہوا ناں؟''

''نہیں۔ یہ خواب ہوتا تو پھر میں تمہارے بچے کی ماں کیسے بنتی؟ میں تھوڑی دیر پہلے کہہ چکی ہوں کہ اب سے تین برس دس ماہ پہلے میں نے تمہیں خوش خبری سنائی تھی کہ میرے پاؤں بھاری ہو رہے ہیں۔ میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔''

''اوہ گاڈ! میں کیسے سمجھاؤں کہ یہ خوش خبری شیوانی نے سنائی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا بھید ہے؟ تم جو کچھ کہہ رہی

ہو۔ ایک ایک بات درست ہے۔ واقعی شیوانی جب میرے بیٹے کو جنم دے رہی تھی تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے راسپوٹین نے ہم سے دشمنی کی تھی۔ وہ میرے اس بچے کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ میری مما نے اس بچے کو چالاکی سے بچایا۔ راسپوٹین کو دھوکا دیا۔ شیوانی کے پہلو میں ایک مردہ بچے کو لاکر رکھا تو راسپوٹین نے سمجھا کہ شیوانی نے مردہ بچے کو جنم دیا ہے۔ اس طرح میرا بیٹا ایک یہودی عورت لیزا کی گود میں پرورش پانے لگا۔ وہ اور اس کا شوہر بنجامن اسے اپنا دوسرا بیٹا سمجھتے رہے۔ ادھر اسے جنم دینے والی شیوانی ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں سوگئی۔"

انا میریا نے کہا "ممتا کبھی نہیں مرتی جس دن سے میرے بچے کو مجھ سے جدا کیا گیا ہے۔ میری ممتا اس کے لیے تڑپ رہی ہے۔ میرے ماں باپ مجھے پھر سے ایب نارمل سمجھنے لگے ہیں۔ وہ کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ میں حاملہ ہوگئی تھی اور میں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے اور وہ بیٹا مجھ سے جدا ہوگیا ہے۔

"وہ میرا علاج کرانے کے لیے ایک بہت مشہور ماہر نفسیات سے ملنے اور اس سے میرے علاج کے لیے وقت مقرر کرنے گئے تو میں نے ان سے کہا کہ نہ جائیں آج گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

ڈیڈی نے گھور کر کہا "کیوں نہیں نکلنا چاہیے؟ کیا تمہارا علاج نہ کروائیں؟"

ممی نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "بیٹی! تم علاج کروانے سے کیوں کتراتی ہو؟ ہماری بات مان لو۔ ہم اس ڈاکٹر سے ملنے اور وقت مقرر کرنے جارہے ہیں۔ وہ جو وقت دے گا۔ ہم تمہیں اس وقت لے جائیں گے۔ تمہیں ہمارے ساتھ ضرور چلنا ہوگا۔"

میں نے کہا "ممی! آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتیں؟ آپ دونوں کو اس وقت گھر سے باہر نکلنا نہیں چاہیے۔ آپ دونوں باہر نہ جائیں۔"

"کیوں نہ جائیں؟ تم ہمیں کیوں روک رہی ہو؟"

"اس لیے کہ آپ دونوں واپس نہیں آسکیں گے۔ مجھے آگاہی مل رہی ہے فار گاڈ سیک! نہ جائیں۔ میری بات مان لیں۔"

ان دونوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا پھر ڈیڈی نے کہا "یہ چور ڈاکوؤں کے مال و دولت کے بارے میں پیش گوئی کرتی رہی۔ ہم اسے درست سمجھتے رہے لیکن اب یہ ہماری زندگی اور موت کی پیش گوئی کرنے لگی ہے۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ کون کس وقت جیتا ہے اور کب مرتا ہے؟ یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ کم آن ڈارلنگ! ہمیں اپائنٹ منٹ کے مطابق ڈاکٹر کے پاس پہنچنا ہے۔"

"انہوں نے میری بات نہیں سنی اور وہاں سے چلے گئے ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہی ایک پولیس افسر نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس نے بری خبر سنائی کہ ممی اور ڈیڈی کار ایکسیڈنٹ میں مر گئے ہیں اور ان کی لاشیں اسپتال میں پڑی ہوئی ہیں۔

"میں اس دنیا میں تنہا رہ گئی۔ یوں تو میرے دور کے رشتے دار ہیں۔ دوست احباب بھی ہیں لیکن میں بچپن ہی سے تنہا رہنے کی عادی ہوں۔ ایسے وقت تم نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ جب سے میرا بیٹا گم ہوا تھا۔ تم بھی گم ہوگئے تھے۔ میں تم دونوں کو تلاش کر رہی تھی۔

"ایک روز میں غسل کرنے کے بعد قد آدم آئینے کے سامنے آئی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے سامنے آئینے میں، میں نہیں ہوں۔ میری جگہ کوئی دوسری کھڑی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کا چہرہ اس کا ناک نقشہ سب کچھ میری طرح تھا لیکن وہ عمر میں مجھ سے کچھ زیادہ لگ رہی تھی اور اس کی آنکھیں اتنی پرکشش تھیں کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ اگرچہ میں بھی پرکشش آنکھیں رکھتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے ناں تم آنکھوں کی کشش سے ہی کھنچے چلے آئے تھے؟"

پورس نے ہاں کے انداز میں سر ہلا کر پوچھا "کیا تم نے اس روز آئینے میں شیوانی کو دیکھا تھا؟"

"تم بار بار شیوانی کا نام لے رہے ہو۔ ہوسکتا ہے وہ شیوانی ہو۔ چلو میں اسے شیوانی کہوں گی۔ میں نے پہلی بار اسے آئینے میں دیکھا تو اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی۔ وہ آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ آؤ میرے اندر ڈوب جاؤ۔ تب ہی تم ہمارے بیٹے کو پاسکو گی۔"

"میں بے اختیار ان آنکھوں کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی۔ تب مجھے تین برس کا ایک بچہ دکھائی دیا۔ وہ بہت ہی خوب صورت تھا۔ دل اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ لیزا اور بنجامن اسے اپنا بچہ سمجھ کر لے آئے تھے۔ اس وقت وہ سمندر کے کنارے تھے اور عدنان ایک عمودی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ وہاں کچھ ہے میں ابھی لے کر آتا ہوں۔

"وہ چھوٹا سا بچہ اس عمودی چٹان پر چڑھتا چلا گیا تھا۔ بنجامن اور لیزا حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ چٹانیں ایک دوسرے پر تہ در تہ تھیں۔ وہ ایک چٹان کے پیچھے جاکر جب باہر آیا تو اس کے ہاتھوں میں اک بڑا سا تھیلا تھا۔ اس

نے وہ تھیلا نیچے پھینکا اور جب بنجامن نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔

آئینے میں نظر آنے والی شیوانی نے کہا "تم جب بھی میری آنکھوں کی گہرائیوں میں اترنے لگو گی تو ہمارے بیٹے کے پاس پہنچ جاؤ گی۔"

میں نے اس سے پوچھا "تم! اسے ہمارا بیٹا کیوں کہہ رہی ہو؟ وہ تو صرف میرا بیٹا ہے۔"

وہ بولی "نہیں۔ وہ ہم دونوں کا ہے۔ یہ ایک قدرتی راز ہے۔ ازل سے یہ سننے میں آیا ہے کہ ایک جسم میں ایک روح ہوتی ہے۔ اس ایک جسم میں دو روحیں سما نہیں سکتیں۔ اسی طرح ایک روح ایک جسم میں ہوتی ہے۔ دو جسموں میں نہیں رہتی لیکن یہاں اس کے برعکس ہے۔"

"میں اس کی باتیں حیرانی سے سن رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میرا اور تمہارا جسم الگ الگ ہے لیکن ہماری روح ایک ہے۔ ایک ہی روح جو میرے اندر تھی اب وہ تمہارے اندر ہے۔ میں اس دنیا میں واپس نہیں آسکتی۔ تم یہاں موجود ہو۔ تمہارا ایک بھرپور وجود ہے۔ میری ممتا بھری روح بھی تمہارے اندر رہے گی تو تم میرے بیٹے کو اور بھی زیادہ شدت سے چاہو گی اور اسے تلاش کر کے اپنی ممتا کے سائے میں رکھو گی۔"

"میں اس کی باتیں سن کر اس نتیجے پر پہنچ رہی تھی کہ میں اور وہ جسمانی طور پر الگ ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ تمہارے ساتھ محبت بھری زندگی اس نے جسمانی طور پر گزاری اور میں وہی زندگی تمہارے ساتھ روحانی طور پر گزارتی رہی۔ خوابوں میں، خیالوں میں اور آگاہی کی بھول بھلیوں میں تم سے ملتی رہی اور خود کو حاملہ سمجھتی رہی۔ جبکہ وہ حاملہ تھی۔ اس نے بچے کو جنم دیا تو مجھے لگا جیسے میں نے اسے جنم دیا ہے۔ وہ بچہ چھوڑ کر اس دنیا سے جاچکی ہے تو اب وہی بچہ جسے میں نے آگاہی کی بھول بھلیوں میں جنم دیا تھا۔ اب میرا ہے۔ میرا اپنا ہے۔ یہ بات کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ میں فخر سے کہتی ہوں کہ میں نے عدنان کو جنم دیا ہے۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے میں اسے یہاں لے آئی ہوں اور تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ آؤ...... میں بہت انتظار کرچکی ہوں...... آجاؤ......"

پورس نے آنکھیں کھول دیں۔ اسے اپنی طرف بلانے والی گم ہوگئی۔ وہ تمام نظارے بھی ایسے گم ہوگئے جیسے وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ اب وہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ خواب تھا۔ وہ نیند بھری آنکھوں سے جہاز کے اندرونی ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ طیارے کی فضا میں یوڈی کلون کی خوشگوار مہک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک ائر ہوسٹس مسکراتی ہوئی پاس سے گزر رہی تھی۔ اس نے بند آنکھوں کے پیچھے اس نوخیز شیوانی کی جو مسکراہٹ دیکھی تھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ذہن میں ایسے نقش ہوگئی تھی جیسے دل کی کائنات میں جھنڈے گاڑ دیے ہوں۔

طیارہ اپنی مخصوص رفتار سے پرواز کرتا ہوا اسے شیوانی کی پرچھائیں انا میریا کی طرف لے جارہا تھا۔

☆☆☆

مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ چنڈال جوگیا اچانک ہی ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارا گیا ہے۔ اگرچہ یوگا جاننے والے افسران ہر طرح سے یہی تاثر دے رہے تھے کہ وہ اپنے واحد ٹیلی پیتھی جاننے والے سے محروم ہوگئے ہیں۔ مجھے یوں بھی یقین کرلینا چاہیے تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں دو یوگا جاننے والے افسران مارے گئے ہیں اور اب صرف چار رہ گئے ہیں۔ اس کے باوجود میرا ذہن یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ مرچکا ہے۔

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ چنڈال کو یوں مارنے کے لیے اتنی زبردست پلاننگ کرنے والا کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے فرمان کے پاس پہنچا تو وہاں انیتا اپنے باپ کا ماتم کر رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ فرمان اسے سمجھا رہا تھا۔ اس کے آنسو پونچھ رہا تھا مگر دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "خس کم جہاں پاک۔ شیطان کا بچہ مجھے اپنا غلام بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ میری قسمت اچھی تھی کہ اس کے شکنجے سے بچ نکلا۔ ورنہ پتا نہیں آج میرا انجام کیا ہوتا؟"

میں نے اسے مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا "یس سر! فرمائیے......؟"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ چنڈال مرچکا ہے؟"

"سر! ایک دن تو سب کو مرنا ہی ہے۔ اس کی موت اس طرح آنی تھی آگئی۔"

"لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔ ویٹو مارکس سے تمہاری اچھی دوستی ہے۔ وہی ایک بھارتی اکابرین کا دشمن ہے۔ کیا اس نے چنڈال کو مارا ہوگا؟"

"نہیں سر! میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور میں اس سے پوچھ چکا ہوں۔ اس نے ایسی حرکت نہیں کی ہے۔"

"پھر تو اور کوئی ایسا دشمن نہیں ہے۔ جو ایسی زبردست پلاننگ کے بعد اسے ہلاک کرے۔ کیا تمہارا دھیان کسی کی طرف جاتا ہے؟"

"نو سر! واقعی مجھے کوئی ایسا زبردست دشمن سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ آپ کا شبہ درست ہے۔ ان یوگا جاننے والے افسران نے کسی خاص حکمتِ عملی کے تحت ایسا کیا ہے۔ خوامخواہ

اس کی جھوٹی موت کی خبر اڑائی ہے۔''

''انہیں مجھ سے خطرہ تھا۔ وہ پاکستان کے خلاف سازشیں کررہے تھے اور میں نے دھمکی دی تھی کہ انتقامی کارروائی کروں گا اور چنڈال کو نہیں چھوڑوں گا۔ شاید اسی لیے انہوں نے چنڈال کی فرضی موت کا ڈراما پلے کر کے مجھے یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مرچکا ہے۔''

''بے شک...... وہ یہی کررہے ہوں گے۔ ہمیں کسی طرح حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔''

''اسی لیے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم پھر اس تاش کی کھلاڑی بیلا اوبرائے سے رابطہ کرو۔ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے بتا سکے گی۔''

''سر! وہ کہتی ہے کہ جو اپنی قسمت کا حال معلوم کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے سامنے بیٹھ کر تاش کے پتے اٹھائے اور اس کے حوالے کرے۔ تب وہ ان پتوں کے ذریعے اس کی قسمت کا صحیح حال بتاتی ہے۔ چنڈال تو اس کے پاس پتے اٹھانے نہیں جائے گا پھر بات کیسے بنے گی؟''

''تم! اس سے کہو کہ اس کی بیٹی انیتا پتے اٹھائے گی۔ اسے یہ معلوم کرنا ہے کہ انیتا یتیم ہوچکی ہے یا نہیں؟ اس طرح ہمیں انیتا کے حوالے سے چنڈال کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔''

فرمان نے بیلا سے فون پر رابطہ کیا پھر اسے کہا ''میں...... نجومی بسواس چٹرجی بول رہا ہوں۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''چٹرجی صاحب! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ آپ کا شکریہ۔ فرمائیے میں آپ کے لیے کیا کرسکتی ہوں؟''

''میں ابھی تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تمہارے تاش کے پتوں کے ذریعے اپنا ایک مسئلہ حل کروانا چاہتا ہوں۔ کیا میں ابھی انیتا کے ساتھ آسکتا ہوں؟''

''ضرور آپ ابھی آجائیں۔ میری کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔''

اس نے فون بند کر کے انیتا کو ساتھ چلنے کو کہا تو وہ بولی۔ ''میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ میرا دل صدمے سے پھٹا جارہا ہے۔''

''میں تمہارے باپ کے بارے میں ہی معلوم کرنے جارہا ہوں۔ ہمیں یقین نہیں ہے کہ ان کی موت ہوگئی ہے۔ کیا تم سچ معلوم کرنا نہیں چاہوگی؟''

اس نے چونک کر دیکھا پھر آنسو پونچھتے ہوئے اٹھ کر بولی ''ہاں۔ میں ابھی چلوں گی۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ پتاجی کی موت کی خبر غلط ہوسکتی ہے۔ وہ زندہ ہوسکتے ہیں۔ بھگوان کرے وہ زندہ ہوں۔''

وہ دونوں بیلا اوبرائے کے بنگلے میں آگئے۔ بیلا نے ان کا استقبال کیا۔ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا پھر کہنے لگی ''آج میں ممبئی جانے والی تھی۔ وہاں ایک سہاگن دیوی کا بہت نام سنا جارہا ہے کہ وہ اپنی آتما شکتی سے دلوں کے بھید بتا دیتی ہے۔''

فرمان نے مسکرا کر پوچھا ''تم کس کے دل کا بھید معلوم کرنے کے لیے جانا چاہتی ہو؟''

''اپنے ہی دل کا حال معلوم کرنا چاہتی ہو۔ میرے تاش کے پتے مجھے میرے آئیڈیل کے بارے میں کچھ کچھ بتاتے ہیں جبکہ میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر ممبئی کیوں نہیں گئیں؟''

''پتا چلا ہے کہ سہاگن دیوی کچھ دنوں کے لیے گجرات گئی ہوئی ہیں۔ وہ واپس آئیں گی تو میں ان سے ملنے جاؤں گی۔ بائی داوے۔ آپ کی پرابلم کیا ہے؟''

''پرابلم یہ ہے کہ ایک اطلاع کے مطابق انیتا کے پتاجی کا دیہانت ہوچکا ہے لیکن ہمیں شبہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ کیا تم تاش کے پتوں کے ذریعے بتا سکتی ہو کہ ہمارا شبہ درست ہے یا غلط ہے؟''

''سوری میں اسی کی قسمت کا حال بتا سکتی ہوں۔ جو میرے سامنے آکر میرے پھینٹے ہوئے تاش کے پتے اٹھاتا ہے۔''

''اس کے پتاجی تو آنے سے رہے۔ یہی تو ہمیں معلوم کرنا ہے کہ وہ اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ انیتا پتے اٹھائے تو آپ اس کی قسمت کا حال بتائیں کہ یہ یتیم ہے یا اس پر ابھی باپ کا سایہ ہے؟''

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی ''ہاں۔ یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ میں انیتا کے بارے میں بتا سکتی ہوں کہ یہ یتیم ہوچکی ہے یا نہیں؟''

وہ وہاں سے اٹھ کر تاش کی گڈی اٹھا کر لے آئی پھر انہیں اچھی طرح پھینٹ کر انیتا کے سامنے میز پر رکھا پھر کہا ''اسے کاٹو۔''

انیتا نے آدھی گڈی کاٹ کر ایک طرف رکھی۔ وہ آدھی گڈی اٹھا کر اسے پھینٹنے کے بعد انیتا کے سامنے ایک ایک پتا ایک قطار میں رکھنے لگی۔ اس کے بعد بولی ''اب اپنی مرضی سے ایک پتا کہیں سے بھی اٹھا کر مجھے دو۔ پتے کو دیکھنا نہیں۔''

انیتا نے تمام پتوں کی طرف دیکھا پھر سوچ کر وہاں سے

ایک پتا اٹھایا اور اسے بیلا کو دیا۔ بیلا نے اسے دیکھے بغیر کہا ''اب تم دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

انیتا نے پھر پتوں کو ادھر سے ادھر تک دیکھا۔ اس کے بعد ایک پتا اٹھا کر پھر اسے دیا۔

بیلا نے وہ دونوں پتے ایک ساتھ پلٹ کر دیکھے پھر انہیں اتنی توجہ سے دیکھتی رہی جیسے ان پتوں پر بہت کچھ لکھا ہوا اور وہ تحریر کسی کو نظر نہ آتی ہو لیکن وہ پڑھ رہی ہو پھر اس نے گھور کر فرمان کو دیکھا اور کہا ''میرے بائیں ہاتھ میں پتا ہے۔ اس کا تعلق مردوں سے ہے اور دائیں ہاتھ میں جو پتا ہے اس کا تعلق عورتوں سے ہے۔ یہ بائیں ہاتھ والا پتا بتاتا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ والا دھوکا دے رہا ہے یا اس سے دھوکا کھا رہا ہے؟ دو میں سے کوئی ایک بات ہوتی ہے۔''

پھر وہ انیتا کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولی ''تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ تم یتیم نہیں ہوئی ہو۔ تمہارے پتاجی جہاں بھی ہیں زندہ ہیں۔''

انیتا خوشی سے اچھل پڑی۔ تیزی سے آگے بڑھ کر بیلا کے پاس آکے اس کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ اس کے زانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی ''آر یو گریٹ! تم بہت باکمال ہو۔ اس وقت میرے پرس میں پچاس ہزار روپے ہیں۔ وہ میں نذرانے کے طور پر تمہیں پیش کررہی ہوں۔ اسے قبول کرو۔''

اس نے نوٹوں کی ایک گڈی پرس سے نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

فرمان کچھ الجھ گیا تھا۔ بیلا اوبرائے نے یہ خوش خبری سنانے سے پہلے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ اس طرح کیوں دیکھا تھا؟

وہ اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے بائیں ہاتھ میں جو پتا ہے اس کا تعلق مرد ذات سے ہے اور وہ پتا بتاتا ہے کہ انیتا کو کوئی دھوکا دے رہا ہے؟ اور انیتا کس سے دھوکا کھا رہی ہے؟ اس کے باپ کے متعلق بتایا تھا کہ باپ دھوکا نہیں دے رہا ہے۔ وہ زندہ ہے لیکن شوہر کے متعلق بتایا تھا کہ وہ انیتا کو دھوکا دے رہا ہے۔

یہ بات اس نے انیتا سے نہیں کہی تھی۔ فرمان حیران تھا کہ اپنی دانست میں وہ انیتا کو دھوکا نہیں دے رہا تھا پھر تاش کے پتے جھوٹ کیوں کہہ رہے تھے؟ اس نے بیلا کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ انیتا کو کس طرح دھوکا دے رہا ہے؟

اس طرح کہ یہ وہ نہیں ہے جو انیتا سمجھ رہی ہے اور جو انیتا سمجھ نہیں پارہی ہے۔ یہ وہی ہے۔

بیلا کی یہ سوچ پڑھتے ہی فرمان کو یاد آگیا کہ وہ انیل شرما بنا ہوا ہے۔ جبکہ وہ مسلمان ہے۔ اس کا نام فرمان ہے لیکن وہ خود کو انیتا کے سامنے انیل شرما کہا کرتا ہے۔

وہ بیلا کو یہ حقیقت بیان کرنے سے روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا ''فرمان! اسے سچ بولنے سے نہ روکو۔ اگر انیتا تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہے، تم سے سچی محبت کرتی ہے تو تمہاری حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی تم سے محبت کرتی رہے گی۔ کسی کو آزمانے کی گھڑی آئے تو اسے ضرور آزمانا چاہیے۔''

بیلا نے انیتا سے کہا ''میں تمہارے بارے میں اور بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے چاہوں گی کہ مسٹر بسواس جی! میرے پھینٹے ہوئے پتے اٹھائیں۔''

انیتا نے کہا ''میں بھی یہی چاہوں گی کہ تم میری اور انیل کی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں بتاؤ۔ کچھ رہنمائی کرو۔''

بیلا نے فرمان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیوں مسٹر! آپ راضی ہیں؟ میرے پھینٹے ہوئے پتے اٹھائیں گے؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولا ''ہاں...... کیوں نہیں۔ ضرور تم پتے پھینٹو۔''

بیلا پتے پھینٹنے لگی۔ اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی پھر اس کے آگے گڈی رکھ کر بولی ''اسے کاٹو۔''

اس نے گڈی کاٹی۔ وہ باقی پتے اٹھا کر پھر پھینٹنے کے بعد اس کے سامنے ایک ایک پتا پھینکنے لگی۔ پتے بے ترتیبی سے ادھر ادھر گر رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون سا پتا کہاں ہے؟ پھر اس نے کہا ''اپنی مرضی سے کوئی ایک پتا مجھے اٹھا کر دو مگر اس کو دیکھنا نہیں۔''

اس نے ایک پتا اٹھا کر دیا۔ بیلا نے اس پتے کو لے کر الٹ کر دیکھا۔ اسے تھوڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ سوچتی رہی پھر بولی ''اب دوسرا پتا اٹھا کر دو۔''

اس نے دوسرا پتا دیا تو وہ اسے بھی الٹ کر دیکھنے لگی پھر کہا ''تیسرا پتا اٹھا کر دو۔''

فرمان نے تیسرا پتا اٹھا کر دیتے ہوئے کہا ''کیا بات ہے؟ مجھ سے اتنے زیادہ پتے کیوں اٹھوا رہی ہو؟''

وہ دوسرا پتا اسے دکھاتے ہوئے بولی ''یہ دکی ہے یہ پتا بتا رہا ہے کہ تم دو کشتیوں کے سوار ہو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ سچ کیا ہے اس لیے یہ تیسرا پتا اٹھانے کو کہا ہے۔''

اس نے تیسرے پتے کو الٹ کر دیکھا۔ اس پتے کو تھوڑی دیر توجہ سے دیکھتی رہی پھر بولی ''مسٹر چٹرجی! آپ

الجھی ہوئی شخصیت کے مالک ہو۔ جو ہو وہ نہیں ہو اور جو نہیں ہو وہ نظر آرہے ہو۔"

وہ سمجھ گیا کہ کیا کہہ رہی ہے؟ پھر بھی انجان بن کر بولا "تم الجھی ہوئی باتیں کہہ رہی ہو۔ کھل کر کہو۔"

"تم عالمی شہرت رکھنے والے بسواس چٹرجی نہیں ہو۔ تم اپنی پتنی کو دھوکا دے رہے ہو۔"

انیتا نے جلدی سے کہا "نہیں بیلا! تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں ان کی اصلیت جانتی ہوں۔ تمہاری بات مانتی ہوں کہ یہ بسواس چٹرجی نہیں ہیں۔ ان کا اصل نام انیل شرما ہے۔"

"یہی تو تم نہیں جانتیں۔ ان کا اصل نام انیل شرما بھی نہیں ہے۔"

انیتا نے چونک کر ایک دم سے فرمان کو دیکھا۔ فرمان نے سر جھکا لیا۔ جیسے سر تسلیم خم کرلیا ہو۔ انیتا نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "بیلا کے ہاتھ کے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ تم کیا کہتے ہو؟"

اس نے کہا "انیتا! تمہیں یاد ہوگا۔ جب ہماری ملاقات ٹرین میں ہوئی تھی۔ اس وقت میں اعلٰی بی بی کے ساتھ تھا۔ میں نے اور اعلٰی بی بی نے صاف کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا نام فرمان ہے لیکن تم بضد تھیں کہ میں انیل شرما ہوں۔"

وہ بولی "ٹھیک ہے۔ تم نے کہا تھا پھر تم نے یہ تسلیم کیوں کیا کہ تم میرے انیل ہو؟"

"اس وقت میں نے جان بوجھ کر تسلیم نہیں کیا۔ تمہارے باپ نے پتا نہیں کیا جادو چلایا تھا کہ میرا دماغ گھوم گیا تھا۔ میں عارضی طور پر خود کو بھول گیا تھا اور اپنے آپ کو انیل شرما سمجھنے لگا تھا۔ تمہارا دیوانہ ہوگیا تھا۔"

"یعنی دیوانے ہوگئے تھے۔ اب نہیں ہو؟"

"کیسی باتیں کررہی ہو؟ اب تو تم ہی میری زندگی ہو۔ پہلے اعلٰی بی بی میرے دل میں سمائی ہوئی تھی پھر میں نے سمجھ لیا کہ وہ آسمان ہے میں زمین ہوں اور زمین پر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر اسے چھو نہیں سکوں گا۔"

پھر وہ سمجھانے کے انداز میں بولا "میری بات کو اور اپنے باپ کے رویے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ میں پہلے اعلٰی بی بی کو چاہتا تھا پھر تمہارے باپ نے مجھے تمہاری طرف مائل کردیا۔ میں جبراً تمہارے پاس لایا گیا لیکن جب تمہارے پاس پہنچ گیا اور وہ دیکھا کہ تم مجھے دل و جان سے چاہنے لگی ہو تو پھر میں بھی تمہیں اسی شدت سے چاہنے لگا۔ آج بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ میری چاہت میں کسی کا عمل دخل نہیں ہے۔ کوئی مجھے مجبور نہیں کررہا ہے کہ میں تم سے محبت کروں۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ تم سے سچی محبت کرتا ہوں۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آرہے تھے۔ وہ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "تم نے جب خود کو انیل شرما تسلیم کرلیا تو میں نے اس بات کو بالکل ہی بھلا دیا کہ تم خود کو کبھی مسلمان کہہ رہے تھے اور تمہارا نام فرمان تھا۔ آج تم پھر انیل شرما ہونے سے انکار کررہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں آج تک ایک مسلمان کے ساتھ سوتی رہی اور اپنا سب کچھ لٹاتی رہی؟"

"اگر یہ شکایت ہے تو یہ شکایت اپنے باپ سے کرو۔ اسی نے مجھے تمہاری طرف مائل کیا تھا اور مجھے انیل شرما بننے پر مجبور کیا تھا۔ دھوکا میں نے نہیں دیا ہے۔ تمہارے باپ کی جادوگری نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ وہ مجھے اپنا غلام بنا کر میری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے تمہارے حسن و شباب کے ذریعے مجھے پھانسا ہے۔ اپنے بے غیرت باپ سے پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"میں پتا جی سے کیا شکایت کروں؟ انہوں نے پہلے بھی مجھے دھوکا دیا تھا۔ تم سے جدا کردیا۔ اگر انہوں نے تمہیں انیل شرما بنا کر میری طرف مائل کیا تو وہ ایک باپ کی محبت ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو میرے انیل سے محروم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ انیل نے دوسرا جنم نہیں لیا تھا۔ اس لیے انہوں نے تمہیں انیل بنادیا تھا۔ میں اپنے باپ کی محبت کو سمجھتی ہوں۔"

"واہ...... شاباش...... باپ کی محبت کو سمجھ رہی ہو۔ اس لیے وہ بے غیرت نہیں ہے۔ میری محبت کو نہیں سمجھ رہی ہو۔ اس لیے میں دھوکے باز ہوں اور تمہیں انیل بن کر دھوکا دے رہا ہوں۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھ سے صاف صاف کہو کہ تم اب میرے انیل ہو یا فرمان ہو؟"

"میں محبت کے رشتے سے تمہارا انیل ہوں اور ساری زندگی انیل بن کر تم سے محبت کرتا رہوں گا۔"

"نہیں۔ اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو تو تمہیں سچ مچ انیل شرما بننا ہوگا اور ہندو دھرم اختیار کرنا ہوگا۔ میں ایک مسلمان کے ساتھ ساری زندگی نہیں گزاروں گی۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ تم اپنے دھرم پر قائم رہو۔ میں اپنے دین پر قائم رہوں گا۔ اسی طرح ہماری زندگی پیار و محبت سے گزرتی رہے گی۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی پھر بولی "میں ایک زندگی نہیں گزاروں گی۔ میں نے اپنا تن من سب تم کو د

ہے۔ کیا تم میری خاطر میرے دھرم میں نہیں آسکتے؟"

"دین اور دھرم کا تعلق صرف دل سے نہیں ہوتا ہے۔ روح کی گہرائیوں سے ہوتا ہے۔ جدھر انسان بچپن سے مائل رہتا ہے۔ وہی دین وہی دھرم اس کے حواس پر چھایا رہتا ہے اور اس کی روح میں ہر لمحہ اترتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے دین یا دھرم سے الگ نہیں ہوسکتا۔ زبردستی اگر کسی کو دھرم یا دین بدلنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اپنا دھرم بدل لے گا مگر دل اس دھرم کو نہیں مانے گا۔ کیا تم چاہتی ہو میں تمہارے اطمینان کے لیے جھوٹ بولوں اور یہ دھرم اپنا کر تمہیں دھوکا دیتا رہوں؟ جبکہ میں اپنی روح کی گہرائیوں سے مسلمان ہوں اور مسلمان ہی رہوں گا۔"

اس کے خیالات فرمان کو بتا رہے تھے کہ وہاں وہ ٹھہرنا نہیں چاہتی۔ غصے سے چلی جانا چاہتی ہے۔ دل تو نہیں چاہ رہا ہے کہ اپنے انیل شرما کو چھوڑ کر جائے مگر غصہ دکھانا ضروری تھا۔ اس لیے وہ دندناتی ہوئی غصے میں بنگلے سے باہر جا کر کار میں بیٹھ گئی۔ فرمان اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ بیلا نے کہا "جسٹ اے منٹ! ابھی آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

فرمان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ اسے دگی کا پتا دکھاتے ہوئے بولی "آپ نے یہ پتا اٹھا کر مجھے دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ آپ دو کشتیوں کے سوار ہیں۔ کیا اس کا مطلب سمجھ سکتے ہیں؟"

"ابھی میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔ پلیز...... تم مجھے سمجھا دو۔"

"سیدھی سی بات ہے۔ آپ انیتا کو چاہتے تو ضرور ہیں لیکن اب دوسری لڑکی سے بھی متاثر ہورہے ہیں۔ غیر شعوری طور پر اس کی طرف کھنچے جارہے ہیں۔"

فرمان نے انکار میں سر ہلا کر کہا "یہ...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے۔"

"میرے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں پھر اپنے ماضی کی طرف لوٹ رہا ہوں اور اعلٰی بی بی کی طرف مائل ہورہا ہوں؟"

"نہیں۔ میں ماضی کی بات نہیں کررہی ہوں۔ بالکل حال کی بات بتارہی ہوں۔ آپ اندر ہی اندر میری طرف کھنچے جارہے ہیں۔"

اس نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا "نظر ملتے ہی نظر چرالی۔ وہ بولی "نظریں کیوں چرا رہے ہیں؟ حقیقت کو تسلیم کریں۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "بے شک میرا دل تمہاری طرف مائل ہورہا ہے۔ تم بہت اچھی لگ رہی ہو۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہاری طرف مائل ہونے لگا ہوں لیکن میری محبت کا میری شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ میں صرف انیتا سے محبت کرتا رہوں۔"

"بہتر یہی ہے کہ آپ انیتا سے وابستہ رہیں اور میرا خیال دل سے نکال دیں۔ کیونکہ آپ میرے آئیڈیل نہیں ہیں جسے دیکھتے ہی میرا دل کھنچا چلا جائے گا۔ وہی میرا آئیڈیل ہوگا۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "تمہاری صاف گوئی کا شکریہ میں جارہا ہوں۔"

وہ جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "جسٹ اے منٹ...... ایک اور اہم بات رہ گئی ہے۔"

اس نے پلٹ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "اب اور کہنے کو کیا رہ گیا ہے؟"

وہ بولی "آپ انیتا کو دل و جان سے چاہتے ہیں؟"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے پھر بھی یہ کہہ دوں کہ میں اسے دل سے چاہتا ہوں۔ یہ اور بات ہے تمہارے غیر معمولی حسن و شباب کو دیکھ کر میرا دل آپ ہی آپ تمہاری طرف مائل ہورہا تھا اور میں اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا کہ تم سے دور رہنا چاہیے اور اب میری یہی کوشش ہوگی۔ کیا اب میں جاؤں؟"

"نہیں۔ میں ایک بہت ہی بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

اس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا پھر پوچھا "اب اور کون سی بری خبر ہے؟"

وہ ایک پتا اٹھا کر بولی "انیتا نے یہ پتا اپنے دائیں ہاتھ سے اٹھایا تھا اور میں اسے دیکھ کر الجھن میں پڑ گئی تھی کہ مجھے سچ کہنا چاہیے یا نہیں؟ میں اس کے سامنے نہیں بول سکتی تھی۔ آپ سے کہہ رہی ہوں۔ انیتا کی زندگی بہت مختصر ہے۔"

فرمان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں سچ کہہ رہی ہوں میرے پتے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ میری بات کسی بھی دن کسی بھی وقت سچ ہوسکتی ہے۔"

اس نے بیلا کو بڑی سنجیدگی سے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر کہا "تم سے ملنا بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ایسی دل ہلا دینے والی خبر سناؤ گی۔ کاش مجھے یہ معلوم نہ ہوتا موت کو آنا ہوتا ہی ہے۔ وہ اپنے وقت پر آتی اور انیتا کو لے جاتی۔ اس وقت صدمہ ہوتا مگر اتنا نہ ہوتا۔ جتنا اب اس کی موت سے پہلے ہورہا ہے۔"

وہ سر جھکا کر پلٹ گیا۔ بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اس

بنگلے سے باہر آیا۔ انیتا روٹھی ہوئی اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا اسے دیکھا پھر اس سے جھوٹ بولنے لگا "انیتا! تمہیں اس طرح ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ جانتی ہو بیلا نے مجھے کیوں روکا تھا؟ وہ مجھ سے کیا کہہ رہی تھی؟"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ وہ کچھ بھی کہہ رہی تھی میری بلا سے۔"

"ہاں۔ تم مجھے ایک بلا سمجھ رہی ہو اور یہ بلا تم سے دور ہونے والی ہے۔ اس نے پیش گوئی کی ہے کہ میں بہت جلد مرنے والا ہوں۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر پلٹ گئی۔ اسے دیکھ کر اس کے گریبان کو پکڑتے ہوئے بولی "مریں تمہارے دشمن میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔ ایسی بات مت کرو۔ نہیں تو میں ابھی رونے لگوں گی۔"

وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔ ہچکیاں لے لے کر کہنے لگی "بیلا بہت سچی باتیں کرتی ہے لیکن اس کا یہ سچ مجھے زہر لگ رہا ہے۔ تم نہیں مروگے تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ پہلی بار اس کا سچ جھوٹ ہوجائے۔ پہلی بار اس کے پتے جھوٹے پڑجائیں۔"

وہ اس سے لپٹ لپٹ کر بول رہی تھی اور رو رہی تھی۔ فرمان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اسے انیتا کے لیے ماتم کرنا چاہیے تھا لیکن انیتا اس کے لیے ماتم کر رہی تھی۔ وہ بڑی مشکل میں تھا۔ اس کے سامنے آنسو نہیں بہا سکتا تھا۔ اپنے دل کے صدمات بیان نہیں کرسکتا تھا کہ میری جان! میری محبوبہ! تم بے وفا نہیں ہو لیکن بے وفائی کروگی۔ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔

موت اپنی طرف آنے والی تھی...... اور وہ ماتم دوسرے کا کر رہی تھی۔

☆☆☆

امیش بھاسکر کو دن میں تارے نظر آرہے تھے۔ میں نے اسے وارننگ دی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو ماں بننے سے نہیں روکے گا۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو میں اس کی شرمناک ویڈیو فلم اس کے خاندان میں اور اس کی سوسائٹی میں جگہ جگہ پہنچادوں گا۔

وہ کشمکش میں تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے؟ بندیا کنواری ماں بنتی تو بھی بدنامی ہوتی۔ وہ ویڈیو فلم رشتے داروں میں اور کاروباری حلقوں میں پہنچائی جاتی۔ تب بھی وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ دونوں طرف سے ہی بدنامی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ویڈیو فلم کے ذریعے بدنامی کو فوراً ہی پر لگ جاتے اور جہاں تک بندیا کے ماں بننے کا تعلق تھا تو ابھی ذرا وقت تھا۔ دو چار مہینے میں ذرا وہ پھلتی پھولتی تو تب دنیا والے پوچھتے کہ پیٹ کیوں پھول رہا ہے؟

اس کے سامنے فی الحال یہی ایک راستہ تھا کہ وہ میری دھمکی پر عمل کرے اور بچے کو ضائع نہ ہونے دے۔ کم از کم پیٹ نکلنے تک ایک دو ماہ کے اندر وہ کوئی ایسی تدبیر کرسکتا تھا کہ اسے تمام بدنامیوں سے نجات مل جاتی۔

ویسے ایک سیدھا سا راستہ اس کے سامنے تھا اور وہ یہ کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اگر بندیا ہی نہیں رہے گی تو بلیک میلر کیسے بدنام کرے گا؟ وہ ایک غیرت مند باپ کی طرح دنیا والوں سے کہہ سکے گا کہ بیٹی نے ایک غلطی کی تھی پھر مارے شرم کے اس نے خودکشی کرلی۔ وہ عام والدین کی طرح بیٹے کو زیادہ چاہتا تھا۔ بیٹی سے صرف اس لیے محبت تھی کہ اس کے ذریعے وہ مجھے ٹریپ کرکے شانتا بائی کی دولت اور جائداد تک پہنچ سکتا تھا۔ اس نے مجھے ٹریپ کرنے کے سلسلے میں جتنی زبردست پلاننگ کی تھی۔ اتنی ہی زبردست مات کھا رہا تھا۔

اس نے فون کے ذریعے اپنے بیٹے سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا "بیٹے یوگیش! تم کہاں ہو؟"

اس نے کہا "ڈیڈ! میں یہاں اسنوکر کلب میں ہوں۔ ایک بازی ہار چکا ہوں اور جیتنے والا مجھ سے پچاس ہزار کا تقاضا کر رہا ہے۔"

"تو پھر اسے دے دو۔ پرابلم کیا ہے؟"

"میری جیب میں اس وقت صرف بیس ہزار روپے ہیں۔"

"اس سے کہو۔ ابھی دو چار گھنٹے میں باقی تیس ہزار روپے ادا کردو گے۔ اسے ٹالنے کے بعد فوراً یہاں آؤ۔ ضروری کام ہے۔"

"ڈیڈ! مجھے یہاں دوسرا گیم کھیلنا ہے۔ یہ پہلا گیم میں صرف پانچ پوائنٹ سے ہار گیا۔ آپ دیکھیے اگلے گیم میں پچاس ہزار سے بھی زیادہ رقم جیت لوں گا۔"

"تم روز ہی جیتتے اور ہارتے رہتے ہو۔ ابھی یہ گیم چھوڑ دو اور فوراً آؤ۔"

"ایسی کیا بات ہے۔ ڈیڈ! کچھ تو بتائیں؟"

اس نے کہا "تمہیں پتا ہے۔ بندیا اس کم بخت دھرم ویر کو پھانسنے والی تھی۔"

"کیا بندیا نے اسے شیشے میں اتار لیا ہے؟"

"نہیں۔ یہی تو گڑبڑ ہوگئی ہے۔ بازی اچانک ہی ایسی پلٹ گئی ہے کہ ہم بری طرح بدنام ہونے والے ہیں۔"

"ایسی کیا بات ہوگئی ہے ڈیڈ؟"

وہ اسے بتانے لگا کہ کس طرح ویڈیو فلم کے ذریعے ان کی بدنامی ہونے والی ہے پھر اس کے بعد آج اچانک یہ انکشاف ہوا ہے کہ بندیا ماں بننے والی ہے۔ اس بدنامی سے بچنے کے لیے کسی ٹھوس پلاننگ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ فوراً چلا آئے۔

ان باتوں کے دوران میں امیش بھاسکر نے کار کا ہارن سنا پھر بیٹے سے کہا "معلوم ہوتا ہے بندیا آئی ہے۔ میں ابھی اس سے باتیں کروں گا۔ تم یہاں آتے ہی بیڈروم میں چلے جانا۔ وی، سی، آر میں ایک کیسٹ لگی ہوئی ہے۔ دروازہ بند کرکے اس کیسٹ کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ بدنامی کس طرح ہمارے گلے میں پھندے کی طرح پڑگئی ہے۔"

وہ فون بند کرکے بیڈروم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ بندیا باہر کا دروازہ کھول کر اندر آرہی تھی۔ باپ کو دیکھتے ہی بولی "اوہ ڈیڈ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

باپ نے ناگواری سے کہا "جیسی بے تکی حرکتیں کروگی اس کا نتیجہ تو یہی ہونا تھا جو ہو رہا ہے۔ جب تم جانتی ہو کہ چار پیگ سے زیادہ پیتے ہی تمہیں نشہ ہونے لگتا ہے تو تم نے اتنی زیادہ کیوں پی تھی؟ تمہاری یہ ایک غلطی ہمارے منہ پر جوتے مار رہی ہے۔ ہم دنیا والوں سے کہاں کہاں منہ چھپاتے پھریں گے؟"

"آپ کے طعنے دینے اور میری غلطیوں کا حساب کرنے سے مسئلہ دور نہیں ہوگا۔ اس بچے کو جلد سے جلد ختم کرنا ہوگا۔"

"یہ ختم نہیں ہوگا۔ تم اسے پیدا کروگی۔"

وہ حیرانی سے باپ کو دیکھتے ہوئے بولی "یہ...... یہ...... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"وہی جو ابھی بلیک میلر نے مجھ سے فون پر کہا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر اس بچے کو ضائع کیا جائے گا تو وہ ہمارے رشتے داروں اور کاروباری حلقے میں اس کیسٹ کو ہاتھوں ہاتھ پہنچادے گا۔"

وہ صوفے پر دھپ سے گر پڑی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے باپ کو دیکھتے ہوئے بولی "آخر وہ ہم سے ایسی دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ ہم سے بڑی سے بڑی رقم کیوں نہیں لے لیتا؟ ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا؟"

ایسے وقت میں نے اس کی سوچ میں کہا "آہ میں دوسروں کے لیے گڑھا کھود رہی تھی۔ خود ہی اسے گڑھے میں گر پڑی ہوں۔"

اس نے بڑے غرور سے سوچا "یہ بکواس ہے میں نے کسی کے لیے گڑھا نہیں کھودا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اپنی غلطیاں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ ڈیڈی نے شانتا بائی کو زہر دینے کی کوشش کی۔ ناکام رہے۔ میں شانتا کی دولت اور جائداد حاصل کرنے کے لیے دھرم ویر کو ٹریپ کرنا چاہتی تھی لیکن خود ہی ٹریپ ہوچکی ہوں۔"

اس کی اپنی سوچ نے کہا "ایسا تو ہوتا ہی ہے۔ کبھی شکاری شکار کرتا ہے اور کبھی خود شکار ہوجاتا ہے۔ یہ میری بدنصیبی تھی کہ میں خود شکار ہوگئی ہوں لیکن کسی نہ کسی طرح بچ نکلوں گی۔"

جن کے اندر شیطان گھر کر جاتا ہے۔ وہ اپنی شیطانی سوچ سے باز نہیں آتے۔ وہ بھی اپنے مزاج سے اور غرور سے باز آنے والی نہیں تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا وہ ناک لگانے والی ناک تک دلدل میں پھنسنے سے پہلے اپنے غرور سے باز آتی ہے یا نہیں؟

اس کا بھائی یوگیش آگیا۔ اس نے باپ بیٹی پر نظر ڈالی۔ بندیا کو گھور کر دیکھا پھر اس سے منہ پھیر کر تیزی سے چلتا ہوا اپنے باپ کے بیڈروم میں چلا گیا۔

بندیا نے کہا "وہ مجھے گھور رہا تھا۔ نفرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیا آپ نے اسے میرے بارے میں بتایا ہے؟"

"تمہارے چہرے پر بے حیائی کی داستان لکھی ہوئی ہے۔ سب ہی تمہیں گھور گھور کر دیکھیں گے پھر نفرت سے منہ پھیر کر چلے جایا کریں گے۔"

"میں جب سے آئی ہوں آپ مجھے طعنے دے رہے ہیں۔ آپ کا رویہ اچانک کیوں بدل گیا ہے؟ کیا میں یہ سب کچھ اپنے لیے کر رہی تھی؟ آپ ہی کی پلاننگ کے مطابق میں نے دھرم ویر کو پھانسنا چاہا تھا اور خود پھنس گئی ہوں۔ مصیبت میں ہوں تو آپ اس طرح مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔ جیسے وہ بے حیائی کرنے میں خود گئی تھی جبکہ کروانے والے آپ ہیں۔ سارے کیمرے اور مائیک وغیرہ آپ نے لگوائے تھے۔ میری بے حیائی میں آپ بھی برابر کے شریک ہیں تو بدنامی میں بھی شریک رہیں گے پھر کیوں جھنجلا رہے ہیں؟ غصہ دکھا رہے ہیں؟ اور کیوں مجھے طعنے دے رہے ہیں؟"

"میں یہ پلاننگ نہ کرتا اور تم بدنام ہوتیں تو بیٹی کے معاملے میں پہلے ماں باپ کو ہی بدنام ہونا پڑتا ہے۔"

"میں کیوں پلاننگ کرتی؟ کیوں ایسا بے حیائی کا کھیل کھیلتی؟ یہ سب کچھ تو آپ کا کیا دھرا ہے۔ آپ شانتا بائی کی دولت اور جائداد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس دولت میں سے مجھے کتنا حصہ ملتا یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ زیادہ حصہ تو آپ اپنے بیٹے کو ہی دیتے۔"

یوگیش بیڈ روم سے چلّاتا ہوا باہر آیا۔ گرجتے ہوئے بولا۔ ”یہ کیسی بے شرمی ہے؟ یہ تو بے حیائی کی انتہا ہی ہوگئی۔ ان کیسٹوں کو دیکھتے ہی اپنی آنکھیں پھوڑ لینے کو دل چاہتا ہے۔ بندیا تم اب تک زندہ کیوں ہو؟ تمہیں تو آتم ہتھیا کر لینی چاہیے تھی۔“

وہ غصے سے بولی ”بکواس مت کرو۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ اتنے ہی غیرت مند ہو تو میرے ساتھ ڈیڈی کو بھی آتم ہتھیا کرنے کو کہو یا پھر اس بدنامی سے بچنے کی کوئی تدبیر کرو۔“

”دنیا کا ہر غلط کار اپنی غلطی سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کو الزام دیتا ہے۔ اسی طرح تم ڈیڈی کو بھی اپنی غلطی میں شامل کر رہی ہو۔ خبردار! تم اس معاملے میں کسی کے سامنے ڈیڈی کا نام نہیں لوگی۔“

امیش بھاسکر نے کہا ”میں جانتا ہوں تم میری بدنامی نہیں چاہو گے لیکن میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا ہے کہ بہن سے جھگڑا کرنا ہے۔ ہم تینوں کو مل کر سوچنا چاہیے کہ اس بلیک میلر سے کس طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں؟ اور اس سے وہ دونوں کیسٹ کس طرح حاصل کریں؟“

”آخر وہ ہے کون؟ اس کے بارے میں کچھ تو معلوم ہوا ہوگا؟ وہ ہم سے کچھ تو چاہتا ہوگا؟“

”ہم اسے بار بار کہہ چکے ہیں کہ وہ اپنی منہ مانگی رقم لے اور اس ویڈیو فلم کی ماسٹر کاپی ہمارے حوالے کر دے لیکن وہ اپنا مطالبہ پیش نہیں کر رہا ہے۔ ہمیں ٹال رہا ہے باتوں میں الجھا رہا ہے۔ بندیا کی ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی سے بھی فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ ہمیں صرف پریشان کر رہا ہے۔“

یوگیش نے کہا ”وہ بلیک میلر کون ہے؟ ہمیں معلوم کرنا چاہیے۔“

”اتنی آسانی سے معلوم ہوتا تو کب کا معلوم کر لیتے۔ اتنے پریشان نہ ہوتے۔ اس کے گھر پہنچ کر معاملات طے کر لیتے یا اسے گولی مار دیتے۔“

”ہم یہ سب کچھ نہیں کر سکتے پھر کیا کر سکتے ہیں یہ سوچنا چاہیے؟“

”ایک ہی بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ تمہیں اس شہر سے کہیں دور چلے جانا چاہیے۔ یہاں رہو گی تو مزید غلطیاں کرتی رہو گی اور اس بلیک میلر کے ارادے مضبوط ہوتے چلے جائیں گے۔ وہ اور زیادہ پریشان کرتا رہے گا۔“

وہ بولی ”میں اگر یہ شہر چھوڑ کر چلی جاؤں گی تو وہ یہی سمجھے گا کہ بچے کو ضائع کرنے کہیں چلی گئی ہوں۔ وہ اپنے ہاتھ سے ہماری ایک کمزوری نکلتے دیکھے گا تو پھر فلم کے ذریعے ہمیں بدنام کرے گا۔“

”ہم اسے مطمئن کر دیں گے کہ تم بدنامی سے گھبرا کر گھر سے بھاگ گئی ہو اور ہم باپ بیٹا تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ اسے یقین دلائیں گے کہ جلد ہی تمہیں تلاش کر لیا جائے گا۔ اس دوران میں ہم اس بلیک میلر کا نام پتا معلوم کرنے اور اس کی شہ رگ تک پہنچنے کے لیے کوشش کریں گے۔“

”مجھے ایسا کیا لکھنا ہوگا کہ جسے پڑھ کر وہ بلیک میلر مطمئن ہو جائے؟“

”ایک تو یہ لکھنا ہے کہ تم بدنامی سے گھبرا کر یہاں سے جا رہی ہو اور دوسری بات یہ کہ بلیک میلر کی دھمکی کے مطابق بچے کو ضائع نہیں کرو گی۔ اس بات کا انتظار کرو گی کہ اس بلیک میلر سے سمجھوتا ہو جائے۔ اگر وہ سمجھوتا نہیں کرے گا اور بدنامی ہونا لازمی ہوگی تو پھر تم آتم ہتھیا کر لوگی۔ جب میں تمہاری یہ تحریر اسے فون پر پڑھ کر سناؤں گا۔ فیکس یا ای میل کے ذریعے اس تک پہنچاؤں گا تو وہ مجبور ہو جائے گا اور یہ سوچے گا کہ جب تم آتم ہتھیا کر لوگی۔ اس دنیا میں نہیں رہو گی تو پھر کسے بدنام کرے گا؟ کسے بلیک میل کرے گا؟“

یوگیش نے تائید کی ”یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ اس طرح اسے سمجھوتا کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔“

وہ راضی ہو کر بولی ”اچھی بات ہے۔ اگر میری تحریر سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو میں ابھی لکھ دیتی ہوں۔“

وہ لکھنے کے لیے اپنے بیڈ روم کی طرف گئی۔ یوگیش نے کہا ”ڈیڈ! آپ کی یہ تدبیر اچھی ہے۔ اس تحریر کو پڑھنے کے بعد وہ بلیک میلر سمجھوتے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اپنی منہ مانگی رقم لے کر وہ کیسٹس واپس کر دے گا پھر بندیا کو اس بچے سے بھی نجات مل جائے گی۔“

بندیا وہ تحریر لکھ کر لے آئی۔ باپ بیٹے نے اسے پڑھا اور مطمئن ہو گئے۔ میں امیش بھاسکر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے بندیا سے کہا ”تم فوراً اپنا ضروری سامان پیک کرو اور ابھی یہ شہر چھوڑ کر چلی جاؤ۔ جہاں بھی جا رہی ہو ہمیں بتا دو۔ تاکہ ہم باپ بیٹے تم پر نظر رکھیں اور تمہاری حفاظت کرتے رہیں۔“

وہ بولی ”میرے پاس صرف پچاس ہزار کیش ہے۔ پتا نہیں مجھے کہاں جانا ہوگا اور کتنے دنوں تک رہنا ہوگا؟“

”تم فکر نہ کرو۔ وہاں پہنچ کر ہمیں فون کرو گی تو تمہیں تمہاری ضرورت سے بھی زیادہ رقم پہنچ جائے گی۔“

وہ اپنا سامان پیک کرنے چلی گئی۔ یوگیش نے کہا ”ڈیڈ! وہ اسنوکر میں جیتنے والا مجھ سے تیس ہزار کا تقاضا کر رہا ہے۔“

”میں ابھی تمہیں دے رہا ہوں۔ اسے ابھی رقم ادا کر کے فوراً بندیا کا پیچھا کرو۔ یہ جہاں جاتی ہے وہاں جاؤ اور موقع دیکھ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔“

میں نے پہلے ہی بھاسکر کے ارادے پڑھ لیے تھے۔ بندیا کو ڈرائنگ روم سے باہر جاتے ہی دروازے کے پاس روک دیا تھا۔ وہ وہاں کھڑی باپ بیٹے کی باتیں سن رہی تھی۔ یوگیش کہہ رہا تھا ”اوہ ڈیڈ! آپ بہت چالاک ہیں۔ اسی لیے آپ نے بندیا سے یہ تحریر لی ہے کہ وہ حالات سے مجبور ہو کر آتم ہتھیا کر سکتی ہے۔ جب وہ مر جائے گی تو اس کی تحریر کے مطابق یہ ثابت ہوگا کہ اس نے ہونے والی بدنامی سے گھبرا کر جان دی ہے۔“

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تک رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیا باپ اور بھائی اتنا گر سکتے ہیں کہ اسے بے حیا بنانے کے بعد اب موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے ہیں؟

اس کا باپ کہہ رہا تھا ”بیٹے! بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ اس کی موت ایسی ہونی چاہیے کہ جیسے اس نے آتم ہتھیا کی ہو۔ تب ہی ہم اس بلیک میلر کو یقین دلا سکیں گے اور اس سے نجات حاصل کر سکیں گے۔“

”ڈیڈ! یہ آتم ہتھیا کا کیس ابھی ہو سکتا ہے۔ میں اس کا گلا دبوچ کر مار سکتا ہوں۔“

”یہاں مناسب نہیں ہے اس نے جو لکھ کر دیا ہے اس کے مطابق پہلے اسے گھر سے چلے جانا چاہیے۔ کہیں باہر اس کی موت ہونی چاہیے۔“

بندیا اسی وقت ڈرائنگ روم میں جا کر باپ اور بھائی سے جھگڑا کرنا چاہتی تھی اور کہنا چاہتی تھی کہ اس نے ساری باتیں سن لی ہیں اور اب ان کے فریب میں نہیں آئے گی لیکن میں نے اس کے دل میں خوف پیدا کیا کہ وہ یہیں اسی وقت اس کی جان لے سکتے ہیں۔ یوگیش اپنے پاس ایک پستول رکھتا ہے۔ اگر وہ قابو میں نہیں آئے گی تو اسے گولی مار سکتا ہے۔ دانش مندی یہی ہے کہ وہ چپ چاپ وہاں سے فرار ہو جائے۔ کہیں جا کر اپنا ٹھکانا بنائے پھر اپنے باپ اور بھائی سے نمٹنے کا کوئی راستہ نکالے۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آئی۔ ایک سفری بیگ میں ضروری سامان رکھنے لگی۔ اس نے باپ سے جھوٹ کہا تھا کہ اس کے پاس صرف پچاس ہزار روپے ہیں۔ جبکہ الماری کے سیف میں ڈھائی لاکھ روپے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے وہاں سے تمام رقم نکالی پھر اپنا سفری بیگ اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔

وہ باپ اور بیٹا تھوڑی دیر تک اس کا انتظار کرتے رہے پھر باپ نے ڈرائنگ روم سے نکل کر کوریڈور میں پہنچ کر اسے آواز دی ”بندیا! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ دیر نہ کرو۔ تمہیں اس شہر سے فوراً چلے جانا چاہیے۔ تمہارا بھائی تمہارے ساتھ جائے گا پھر کسی دوسرے شہر میں تمہاری رہائش کا انتظام کر کے چلا آئے گا۔“

اسے بندیا کی طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا پھر اسے آوازیں دیتا ہوا اس کے بیڈ روم میں آیا تو وہ نہیں تھی۔ کھلی ہوئی الماری اور بکھرا ہوا سامان بتا رہا تھا کہ وہ جا چکی ہے۔ یوگیش نے آ کر پوچھا ”کیا ہوا ڈیڈ! وہ کہاں ہے؟“

”معلوم ہوتا ہے اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔ وہ ہم سے دور رہنے کے لیے چپ چاپ ہمیں دھوکا دے کر چلی گئی ہے۔“

یوگیش نے کہا ”ہمیں اسے اس طرح نہیں جانے دینا چاہیے۔“

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ ان کے پاس دو گاڑیاں تھیں۔ ایک گاڑی وہ لے گئی تھی۔ وہ دونوں دوسری گاڑی میں بیٹھ گئے۔ باپ نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا ”آگے جا کر تم کوئی رینٹیڈ کار لے لو اور ائرپورٹ کی طرف جاؤ۔ میں ہائی وے کی طرف جاؤں گا۔ وہ کار لے گئی ہے۔ ہائی وے پر جا سکتی ہے۔“

”ڈیڈ! وہ ٹرین کے ذریعے بھی کہیں جا سکتی ہے۔“

”وہ آرام دہ سفر کی عادی ہے۔ ٹرین سے نہیں جائے گی۔“

وہ آگے جا کر رینٹ اے کار کی ایجنسی پر اتر گیا۔ باپ آگے بڑھ گیا۔ وہ وہاں سے ایک کار رینٹ پر حاصل کرنے لگا۔ اب ان تینوں کو بڑی دیر تک اور دور تک بھٹکتے رہنا تھا۔

☆☆☆

ہنس راج جوگیا کا موجودہ نام رنجیت تھا۔ پہلے وہ مدراس کے علاقے میں انسپکٹر جنرل آف پولیس تھا۔ جب چنڈال جوگیا بھارتی اکابرین کے سائے میں آ گیا اور شاہانہ زندگی گزارنے لگا تو اس وقت وہ اپنے بیٹے کا ٹرانسفر دہلی کروا چکا تھا۔ آج کل وہ وہیں رہ رہا تھا۔

اس نے ابتدا میں بیٹے کو یہ نہیں بتایا کہ وہ بھارتی حکمرانوں کے ساتھ مل کر اپنے دیس کے لیے کام کر رہا ہے۔

صرف اتنا کہا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے بیٹی اور بیٹے سے رابطہ نہیں رکھے گا۔ بہت ضرورت کے وقت آیا کرے گا۔ لہٰذا اسے دہلی پہنچنے کے بعد شراب پینے سے توبہ کرنی ہوگی۔ ورنہ کوئی بھی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آ کر اس کے باپ کا سراغ لگا سکتا ہے۔

بیٹا اپنے باپ کی طرح ہوس پرست تھا۔ اگر شراب سے توبہ کرتا تو شباب سے کبھی توبہ نہ کرتا اور جب شباب کے قریب جاتا تو شراب کی طلب ہوتی۔ یہ دونوں خواہشات لازم و ملزوم تھیں۔

اس نے باپ کی ایک بات مان لی تھی۔ فی الحال شراب سے توبہ کر لی تھی۔ ادھر دل مائل ہوتا تھا۔ بوتل دیکھ کر دل للچاتا تھا لیکن باپ سے ڈرتا تھا۔ وہ اپنے منتروں کے ذریعے یا خیال خوانی کے ذریعے اسے بڑی سخت سزائیں دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں سے بھی خطرہ تھا کہ وہ جان کو آ جائیں گے۔

انسپکٹر جنرل آف پولیس ہونے کے باعث پورے دہلی شہر میں اس کی حکمرانی تھی۔ جتنے بدنام اور خطرناک مجرم تھے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے تھے اور اپنی کمائی کا آدھا حصہ اس کے حوالے کرتے تھے۔ وہ مال بھی خوب کماتا تھا اور ایک سے بڑھ کر ایک حسین عورت سے دوستی بھی کرتا تھا۔

ان دنوں ایک حسین عورت رینوکا سے دوستی تھی۔ وہ کوئی بازاری یا سوسائٹی گرل نہیں تھی۔ ایک امیر زادی تھی۔ ہنس راج پر دل آ گیا تھا۔ اس لیے اس کے ساتھ وقت گزارنے لگی تھی۔ اس وقت بھی وہ پولیس ہیڈ کوارٹر سے نکل کر رینوکا کے بنگلے میں آیا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا ''کل اتوار کی چھٹی ہے۔ آج ہم تمام رات جاگتے رہیں گے۔ گھومتے پھرتے اور عیش کرتے رہیں گے۔''

وہ بولی ''میں اتنی بھی آزاد نہیں ہوں کہ پوری رات تمہارے ساتھ گزاروں۔ میرے پتا جی کو ہمارے افیئر کا پتا چلے گا تو وہ میرا گھر سے نکلنا بند کر دیں گے۔''

''میری جان! ڈرتی کیوں ہو؟ میں کوئی معمولی افسر نہیں ہوں۔ آئی جی آف پولیس ہوں۔ بات کھلے گی تو تمہارا باپ مجھے داماد بنانے میں فخر محسوس کرے گا۔ جاؤ! فوراً چینج کر کے آؤ۔ ہم رات کا کھانا باہر کھائیں گے۔''

وہ مسکراتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئی۔ اس کے ماتا پتا شملہ گئے ہوئے تھے۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ایسے ہی وقت چنڈال نے اس سے رابطہ کیا۔ وہ اپنے اندر باپ کی آواز سن کر سیدھا بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا ''میں ابھی تمہارے خیالات پڑھ رہا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے شراب چھوڑ دی ہے مگر شباب سے باز نہیں آئے۔ کوئی بات نہیں میں رینوکا کے بھی خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ایک امیر زادی ہے۔ اچھے گھرانے کی لڑکی ہے۔ بس اسی سے تعلق رکھو دس جگہ منہ مارتے نہ پھرو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہو۔ ورنہ میں پھر تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔''

''آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی ہر بات مانتا رہا ہوں۔ آپ کی بدولت راجا مہاراجا کی طرح زندگی گزار رہا ہوں اور مجھے کیا چاہیے؟''

''مجھے تم سے بہت بڑا کام لینا ہے۔ میں تمہیں کل صبح تک بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ جب تم دفتر جاؤ تو کم از کم ایک ہفتے کی چھٹی لے لو۔ میں جس دن کہوں اس دن شملہ چلے جاؤ پھر میں بتاؤں گا کہ تمہیں کرنا کیا ہے؟''

''میں چھٹی لے کر وہاں پہنچوں گا۔ جو کہیں گے وہی کروں گا لیکن پہلے سے کچھ بتا دیں کہ کرنا کیا ہے؟ تاکہ میں ذہنی طور پر تیار رہوں۔''

اس نے کہا ''آرمی کے چھ یوگا جاننے والے افسروں نے مجھے اپنا پابند بنا کر رکھا تھا۔ ان میں سے دو افسروں کو میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ باقی چار رہ گئے ہیں۔ ان چاروں کا بھی خاتمہ کرنا ہے۔ میں تمہارے ذریعے انہیں ایک ایک کر کے ختم کروں گا۔''

''ایسی بات ہے تو پھر سمجھیں کہ ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ میں کل ہی سے ایک ہفتے کی چھٹی لے کر شملہ جانے کے لیے تیار رہوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ یہاں مجھے محتاط رہنا ہے۔ وہ چاروں افسران میری نگرانی کرتے ہیں۔ مجھے مرضی کے خلاف کہیں خیال خوانی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں۔ میں جہاں رہتا ہوں وہاں خفیہ کیمرے لگا رکھے ہیں۔ دن رات دیکھتے رہتے ہیں کہ کہیں میں چوری چھپے سے خیال خوانی کے ذریعے رابطہ تو نہیں کر رہا ہوں اور کسی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دوستی تو نہیں کر رہا ہوں۔ میں کہیں انہیں نقصان پہنچانے والا کام تو نہیں کر رہا ہوں۔ اُلو کے پٹھے نہیں جانتے ہیں کہ میں انہیں کس طرح اُلو بنا رہا ہوں؟ بہرحال میں کل صبح تم سے رابطہ کروں گا۔''

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد رینوکا سنور کر اس کے پاس آئی۔ اس نے اٹھ کر اسے دھڑکنوں سے لگا لیا۔ اس کے حسن کی اور اس کی خوش لباسی کی تعریفیں کرنے لگا۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اس نے ناگواری سے کہا ''ایسے وقت کون کباب میں ہڈی بننے چلا آیا ہے؟''

وہ مسکراتی ہوئی خود کو اس سے چھڑاتی ہوئی بولی ''میں دیکھتی ہوں کون ہے؟''

وہ دروازے کی طرف جانے لگی۔ اس نے کہا ''کوئی بھی ہو۔ اسے ٹال دو۔ میں رنگ میں بھنگ پسند نہیں کرتا۔''

رینوکا نے دروازہ کھولا۔ کھلے ہوئے دروازے کے باہر بندیا کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ خوشی سے چہک کر بولی ''ہائے بندیا! تم...... تم اچانک؟ سرپرائز دینے آئی ہو؟''

وہ اندر آتے ہوئے بولی ''میں سرپرائز دینے نہیں آئی ہوں۔ مصیبت میں ہوں تم پر مصیبت بن کر آئی ہوں۔''

''ایسی بات کرے گی تو تھپڑ مار دوں گی۔ یہ میرا ہی نہیں تیرا بھی گھر ہے۔ ماتا جی اور پتا جی تجھے دیکھیں گے تو خوش ہو جائیں گے۔''

ہنس راج جوگیا اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایسی ہی تھی۔ اس کا زرخیز بدن ایسا چیختا ہوا تھا کہ چلتے پھرتے لوگوں کو پکارتا تھا۔ رینوکا ہنس راج جوگیا سے اس کا تعارف کرانے لگی۔ میں بندیا کے اندر تھا۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کے مشورے پر شہر چھوڑ کر جانے والی تھی لیکن ان کے خبیث چہرے اصل میں سامنے آئے تو پتا چلا کہ وہ اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس نے شہر سے کہیں دور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنی عزیز ترین اور رازدار سہیلی رینوکا کے پاس جائے گی اور اسی کے گھر میں چھپ کر رہے گی۔

اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ جو شخص اسے بلیک میل کر رہا ہے۔ وہ اس کا موبائل فون نمبر جانتا ہے۔ اس سے کسی وقت ضرور رابطہ کرے گا تو وہ اپنے تمام حالات اسے بتائے گی اور اس کے سامنے جھک جائے گی۔ اس کی ہر شرط مان کر اسے اپنا دوست بنا لے گی۔ ایسی چالاکی سے کام لے کر وہ باپ اور بھائی کے دشمن ارادوں سے محفوظ رہ سکے گی۔

وہ پہلے اچھی طرح سنبھل کر مضبوطی سے قدم جما کر باپ اور بھائی سے انتقام لینا چاہتی تھی۔ رینوکا کے گھر اسی لیے آئی تھی کہ اس کے گھر میں محفوظ رہ کر بڑے آرام سے اپنے بدترین حالات پر قابو پا سکتی تھی۔

میں رینوکا کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ عام رئیس زادیوں کی طرح تھی۔ مزاج میں رومانیت تھی۔ جو پسند آتا تھا۔ اسے بوائے فرینڈ بنا لیتی تھی۔ اس بار وہ ہنس راج جوگیا پر مرمٹی تھی۔ وہ قد آور صحت مند پہلوان جیسا تھا۔ دعویٰ کرتا تھا کہ تنہا دو چار پہلوانوں کو پچھاڑ سکتا ہے اور دشمنوں کے چھکے چھڑوا سکتا ہے۔

اس نے رینوکا کے بھی چھکے چھڑا دیے تھے۔ وہ پریشان ہو کر بولتی تھی ''تم تو درندے ہو۔ تھکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر کیا کھاتے پیتے رہتے ہو؟''

وہ بڑے فخر سے کہتا تھا ''میں نے برسوں پہلوانی کی ہے اور یوگا کا ماہر ہوں۔ پورے دس منٹ تک سانس روک سکتا ہوں۔ ہم یوگا جاننے والے کشتی لڑتے وقت تھکتے نہیں ہیں۔ اپنے مدمقابل کو تھکا مارتے ہیں۔''

رینوکا کے حالات پڑھ کر میں محتاط ہو گیا۔ یہ معلوم ہو گیا کہ میں اس کے دماغ میں جانا چاہوں گا تو وہ سانس روک لے گا۔ نہ ہی میں اس کے اندر جا سکوں گا اور نہ اس کے خیالات پڑھ سکوں گا اور نہ ہی اس کی اصلیت معلوم کر سکوں گا کہ وہ کون ہے؟

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تمام یوگا جاننے والوں کا تعلق ٹیلی پیتھی کی دنیا سے یا خیال خوانی کرنے والوں سے ہو۔ ویسے تعلق ہو یا نہ ہو لیکن یہ تجسس پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ یوگا جاننے والا کون ہے؟

ہنس راج کے بارے میں بھی میرے اندر تجسس پیدا ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چنڈال کا بیٹا ہے اور اس کا موجودہ نام رنجیت شرما ہے۔ رینوکا کے خیالات نے بتایا کہ وہ آئی جی آف پولیس ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چنڈال کا بیٹا پولیس کا سب سے بڑا افسر ہے اور اس وقت میرے نشانے پر آیا ہوا ہے۔

میں نے سوچ لیا کہ بڑی سہولت سے رفتہ رفتہ اس کے دماغ کا دروازہ کھول کر اندر پہنچوں گا اور اس کے چور خیالات پڑھوں گا۔ میں اسے رینوکا کے ذریعے ٹریپ کر سکتا تھا لیکن میرا مقصد بندیا کو جگہ جگہ بھٹکاتا تھا۔ ذلیل و خوار کرنا تھا۔ تاکہ وہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی رہے اور اپنے غرور کے ساتھ اوندھے منہ گرتی رہے۔

میں بندیا کے ذریعے اس کی اصلیت معلوم کر سکتا تھا۔ اسے بندیا کی طرف مائل کرنا ضروری نہیں تھا۔ وہ تو پہلی ہی نظر میں اس کے لیے للچانے لگا تھا۔ لہٰذا میں بندیا کے اندر اس کے لیے نرم گوشہ پیدا کرنے لگا۔ اس کا ذہن میری مرضی کے مطابق ہنس راج کی طرف مائل ہونے لگا۔ وہ باتیں کرنے کے دوران میں اسے مدعو کرنے والی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور اپنے حالات بیان کرتی رہی۔

اس نے یہ تو نہیں بتایا کہ اس سے کس قدر شرمناک حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ صرف اتنا کہا کہ بلیک میلر اس کی ایک

کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسے پریشان کر رہا ہے۔ وہ اس بری طرح بدنام ہونے والی ہے کہ باپ اور بھائی بدنامی سے بچنے کے لیے اسے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنی جان بچا کر وہاں پناہ لینے آئی ہے۔

ہنس راج سینہ تان کر بولا ''تم فکر نہ کرو۔ تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔ میں اس شہر کا آئی جی آف پولیس ہوں۔ پورا شہر میری مٹھی میں رہتا ہے۔ تمہارے باپ اور بھائی کیا چیز ہیں؟ اور وہ بلیک میلر کیا بیچتا ہے؟ میں سب کی ایسی کی تیسی کر دوں گا۔''

فون کی گھنٹی سنائی دی۔ رینوکا نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ ہیلو کہا تو دوسری طرف سے اس کے باپ کی آواز سنائی دی ''ہیلو بیٹی! تم کیا کر رہی ہو؟''

''کچھ نہیں پتا جی! بس یونہی باہر جا کر رات کا کھانا کھانا چاہتی تھی۔ آپ سنائیں ماتا جی کے ساتھ کب آ رہے ہیں؟''

''میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی ہم رات کے گیارہ بجے کی فلائٹ سے آ رہے ہیں۔''

وہ حیرانی و پریشانی سے ہنس راج کو دیکھ کر فون پر بولی ''اتنی جلدی اور اچانک آ رہے ہیں۔ آپ نے اطلاع بھی نہیں دی۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

''اوہ پتا جی! مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ آپ گیارہ بجے تو کیا ابھی آ جائیں۔''

باپ نے ہنستے ہوئے کہا ''فلائٹ گیارہ بجے پہنچائے گی۔ اس سے پہلے کیسے آسکوں گا۔ بہرحال تم ہوٹل جانا چاہو تو جاؤ۔ ہم بھی رات کا کھانا کھا کر ہی آئیں گے۔ او کے سی یو مائی ڈارلنگ! ہم پہنچ رہے ہیں۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ ریسیور رکھ کر بولی ''رنجیت! یہ تو گڑبڑ ہو گئی۔ ماتا پتا جی ابھی گیارہ بجے یہاں پہنچنے والے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ باہر نہیں جا سکوں گی۔''

ہنس راج نے کہا ''میں خود تم سے کہنے والا تھا کہ ہم آؤٹنگ کا پروگرام کینسل کر دیں۔ اس لیے کہ تمہاری سہیلی بندیا بہت مصیبت میں ہے۔ پہلے میں اس کی مصیبتیں دور کروں گا۔ ابھی اس کے باپ اور بھائی سے نمٹنا چاہتا ہوں اور یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کم بخت بلیک میلر کون ہے۔''

پھر اس نے بندیا سے کہا ''تم۔۔ابھی میرے ساتھ چلو۔ میں تمہارے تمام پرابلم دور کر دوں گا۔''

میں نے بندیا کو انکار کرنے نہیں دیا۔ وہ احسان مندی سے بولی ''میں آپ کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کیا آپ ابھی میرے ساتھ چلیں گے۔''

وہ باپ اور بھائی کی طرف جانا نہیں چاہتی تھی۔ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی لیکن میں اسے حوصلہ دے رہا تھا کہ ایک آئی جی آف پولیس اس کے ساتھ ہے اور وہ باپ بھائی کے پاس جائے نہ جائے لیکن اس آئی جی کو ٹریپ کرنا چاہیے۔ مٹھی میں رہے گا تو باپ بھائی تو کیا اس پراسرار بلیک میلر سے بھی بچ سکے گی۔

رینوکا نے کہا ''تمہیں رنجیت کے ساتھ جانا چاہیے۔ تمہاری تمام مصیبتیں صبح تک دور ہو جائیں گی۔''

''پھر تو مجھے تمہارے گھر سے ابھی جانا ہوگا۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ماتا پتا کو میرے حالات معلوم ہوں اور یہ بھی معلوم ہو کہ میں آئی جی صاحب کے ساتھ اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوں۔ پلیز! جب تک میری مصیبتیں دور نہ ہوں۔ تم اپنے ماتا پتا کو میرے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ میں یہاں سے جا رہی ہوں پھر کسی وقت آؤں گی۔''

وہ اپنا سفری بیگ اٹھا کر بنگلے سے باہر آئی پھر اس کی کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ بنگلے کے احاطے سے باہر نکلنے کے بعد بولا ''اس وقت تمہارے باپ اور بھائی کہاں ہوں گے؟''

وہ میری مرضی کے مطابق بولی ''وہ تو مجھے ڈھونڈتے رہے ہوں گے اور رات بھر میری تلاش میں بھٹکتے رہیں گے۔ گھر جانا فضول ہے۔''

''ہاں۔ جب تک میں تمہیں تحفظ فراہم نہ کردوں۔ اس وقت تک گھر نہیں جانا چاہیے۔ یہ بتاؤ کوئی دوسرا ٹھکانا ہے؟''

''نہیں۔ میں کسی ہوٹل میں رہ لوں گی۔''

''کیسی غیروں جیسی باتیں کرتی ہو؟ میرا گھر موجود ہے۔ وہاں ایک رات تو کیا ہزاروں راتیں گزار سکتی ہو۔''

''میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو؟ تم چلو تو سہی۔''

''میری ایک عادت ایسی ہے۔ جسے آپ پسند نہیں کریں گے۔''

''میں تمہاری تمام عادتیں برداشت کروں گا۔ بتاؤ وے! تمہاری عادت کیا ہے؟''

''یہی کہ میں رات کو کھانے سے پہلے تھوڑی سی پیتی ہوں۔''

وہ ایک دم چہک کر بولا ''ارے واہ! تم! تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں دل کی گہرائیوں سے تمہیں ... ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی میرا ساتھ دیں گے۔''

وہ ذرا جھجکتے ہوئے بولا ''نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں یوگا کا ماہر ہوں۔ صبح ورزش کرتا ہوں۔ مجھے پینا نہیں چاہیے۔''

''تو پھر رہنے دیں۔ میں بھی نہیں پیوں گی۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ کہیں یہ مچھلی ہاتھ سے پھسل نہ جائے۔ اسے ناراض نہیں کرنا چاہیے۔ سمجھا بجھا کر اسے اپنے گھر لے جانا چاہیے۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''میں پہلے بہت پیا کرتا تھا پھر میرے پتا جی نے منع کر دیا۔ تب سے میں نے بوتل کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔''

''بوڑھے ماں باپ تو منع کرتے ہی ہیں۔ کیا آپ اتنے فرماں بردار ہیں کہ میری خاطر بھی بوتل کو ہاتھ نہیں لگائیں گے؟''

بندیا نے میری مرضی کے مطابق اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''آج آپ میری خاطر میرا ساتھ دیں گے۔ پلیز! ہاں کہہ دیں۔''

وہ ایک دم سے پگھل گیا پھر بولا ''ہاں...... ہاں...... میں تمہیں ناراض نہیں کر سکتا۔ تم میری مہمان ہو۔ جو کہو گی۔ وہی کروں گا۔ تمہارا بھرپور ساتھ دوں گا۔''

اس نے ایک جگہ کار روک کر بلیک لیبل وہسکی کی دو بوتلیں خریدیں پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ میں اسے شیشے میں اتار چکا تھا۔ بندیا نے میری مرضی کے مطابق اس سے پوچھا ''کیا تمہارے پاس کوئی اچھا سا کیمرا ہے؟''

''میرے پاس بہترین کیمرا ہے۔ بہترین تصویریں اتاری جا سکتی ہیں۔''

وہ بڑے نخرے سے اٹھلا کر بولی ''میں تصویریں اتروانا چاہتی ہوں۔ پلیز یہاں سے فلم کے رول لے چلو۔''

اس نے ایک دکان کے سامنے گاڑی روک کر فلم کے دو رول خریدے پھر کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ جیسا کہہ رہی تھی۔ وہ ویسا ہی کر رہا تھا۔ اسے دیکھ دیکھ کر للچا رہا تھا۔ دیوانہ ہو رہا تھا۔

وہ تمام سامان لے کر اپنے بنگلے میں آ گیا۔ ایک ملازم وہاں کام کرتا تھا۔ اس کے لیے کھانا پکاتا تھا اور گھر کی صفائی کرتا تھا۔ اس نے ملازم کو چھٹی دے دی پھر بندیا سے پوچھا ''پہلے کھاؤ گی یا پیو گی؟''

''پہلے کچھ پی لیں، پھر کھائیں گے پھر پئیں گے، پھر کھائیں گی، رات ہماری ہے، دن ہمارے ہیں۔ زندگی ہماری ہے، ہم آزاد ہیں، خود مختار ہیں، جو چاہیں گے، جو چاہیں گے، کریں گے۔''

وہ اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا ''تو پھر پہلے پیار کریں گے۔''

وہ خود کو چھڑاتے ہوئے بولی ''ایسی جلدی بھی کیا ہے؟ پہلے پئیں گے، موڈ بنائیں گے۔''

وہ شیشے کے دو نازک گلاس لے آیا۔ بندیا نے میری مرضی کے مطابق بھر بھر کے جام بنائے۔ ایک اسے دیا، ایک خود لیا پھر جام سے جام ٹکرا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ ہنس راج جوگیا میری توجہ کا مرکز تھا۔ میں بندیا کے ذریعے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بولی ''کیا تم ایک ہی سانس میں یہ گلاس خالی کر سکتے ہو؟''

''یہ کون سی بڑی بات ہے؟''

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگایا پھر غٹا غٹ پیتا چلا گیا۔ ادھر گلاس خالی ہوا، ادھر دماغ کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے پہلے ہی جو خیالات پڑھے ان سے معلوم ہوا کہ وہ چنڈال جوگیا کا بیٹا ہنس راج جوگیا ہے۔ دوسری صبح چنڈال جوگیا اس سے رابطہ کرنے والا ہے۔ اب سے ایک گھنٹا پہلے بھی اس نے رابطہ کیا تھا اور بیٹے سے کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے کی چھٹیاں لے کر شملہ چلا آئے وہاں چار یوگا جاننے والے افسران کو باری باری ٹھکانے لگانا ہے۔

اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم ہو رہا تھا۔ کڑی سے کڑی مل رہی تھی۔ جو ہیلی کاپٹر تباہ ہوا تھا اس میں بیٹھے ہوئے دو اعلیٰ افسران بھی شملہ کی طرف جا رہے تھے۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی شملہ بلا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو آرمی افسران نے شملہ کی طرف ہی کسی علاقے میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔

ہنس راج جوگیا نہیں جانتا تھا کہ اس کے باپ کو کہاں قید کر کے رکھا گیا ہے؟ اور نہ ہی باپ نے اسے بتایا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیٹا اس کی تلاش میں آئے اور یہ بھید کھل جائے کہ باپ بیٹے آرمی افسران کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ آئندہ وہ باپ کے حکم کے مطابق شملہ جانے والا تھا اور چار یوگا جاننے والے افسران کو باری باری موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت میں اس کے ذریعے چنڈال جوگیا تک پہنچ سکتا تھا۔

میں نے ہنس راج جوگیا کو زیادہ پینے سے روک دیا۔ دوسری صبح اس کا باپ اس سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں رہے۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اب میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے اپنے احکامات کی تعمیل کرنے پر مجبور کر سکتا تھا۔

بندیا نے پوچھا ''تم نے گلاس رکھ دیا ہے، کیا اور نہیں لوگے؟''

وہ بولا ''بس...... ابھی نہیں، پہلے میں تمہاری تصویریں اتاروں گا۔ حقیقی اور فطری تصویریں!

وہ آسانی سے ایسا کرنے والی نہیں تھی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا پھر وہ میری مرضی کے مطابق وہی حرکتیں کرنے لگی جو ایک بار ہوٹل میں کر چکی تھی۔

جوگیا کے پاس بہترین آٹومیٹک کیمرا تھا۔ وہ اسے سیٹ کر کے ایک طرف رکھ دیتا تھا پھر اس کے پاس آ کر جذباتی انداز میں تصویریں اتارتا تھا۔ فوٹو گرافی کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو پھر کئی گھنٹوں تک جاری رہا، درجنوں تصویریں اترتی رہیں پھر میں نے یہ سلسلہ ختم کرایا۔ تاکہ ہنس راج جوگیا جلد ہی سو جائے۔

میں نے ان دونوں کو الگ الگ سونے پر مجبور کیا۔ اس نے ایک بیڈ پر چاروں شانے چت لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں، میرا معمول اور تابعدار بننے کے لیے گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

☆☆☆

جینا اور کبریا احمد آباد میں تھے۔ اب وہاں سے جانے والے تھے۔ جانے سے پہلے ایک بدترین دشمن دیوراج پٹیل کو ختم کر دیا تھا اور باقی کو قانون کی گرفت میں پہنچا دیا تھا۔

ایک خطرناک قاتل شمبھو پولیس کو مطلوب تھا۔ کبریا نے اس کے ذریعے دیوراج کو قتل کرایا تھا پھر اس نے گرفتاری پیش کرتے ہوئے بیان دیا تھا کہ وہ سہاگن دیوی کا عقیدت مند ہے اور یہ شیطان سہاگن دیوی کی شخصیت پر کیچڑ اچھال رہا تھا۔ دیوی جی کے خلاف سازشیں کر رہا تھا۔ اس لیے اس نے پورے ہوش و حواس میں رہتے ہوئے دیوی کی عقیدت میں اسے موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

دیوراج پٹیل نے اور اس کے ساتھی سیاست دان مراری اور بھنڈاری نے ہندوؤں کو اس قدر بھڑکایا تھا کہ وہ سہاگن دیوی پر شبہ کرنے لگے تھے۔ انہوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ اسے ایک مسلمان حمزہ کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ ایک تو وہ پہلے ہی شکنتلا اور جان محمد کے میل ملاپ پر اعتراض کر رہے تھے، دنگے فساد کر چکے تھے اوپر سے یہ اعتراض اٹھایا تھا کہ حمزہ بھی ایک مسلمان ہے۔ اسے دیوی جی کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

اس وقت حالات ایسے نہیں تھے کہ نفرت کرنے والے ہندوؤں کو پیار محبت اور انسانیت کی بات سمجھائی جاتی تو وہ سمجھ لیتے۔ وہ ایک کنواری ہندو کے ساتھ کسی بھی مسلمان کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

انہوں نے مصلحتاً یہ بات مان لی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ جینا وہیں ریسٹ ہاؤس میں رہ گئی۔ کبریا اسے چھوڑ کر احمد آباد کے ایک ہوٹل میں آ گیا۔ دونوں نے یہ طے کیا کہ ایک ہی رات گزارنے کی بات ہے، دوسری صبح وہ یہاں سے ممبئی چلے جائیں گے۔ ایک رات پلک جھپکتے ہی گزر جاتی ہے اور کبھی پلکیں جھپکتے رہو تب بھی نہیں گزرتی۔

جینا ریسٹ ہاؤس میں تنہا تھی۔ بستر پر کروٹیں بدل رہی تھی۔ حمزہ کے بغیر وہ رات ایسی ہو گئی تھی جس کی صبح نہیں ہوتی۔

اگرچہ وہ حمزہ سے فاصلہ رکھتی تھی لیکن پچھلی رات کچھ ایسی بات ہو گئی تھی کہ دونوں ہی ایک بیڈ پر سو گئے تھے۔ صبح جب آنکھ کھلی تو وہ خود کو کبریا کے پہلو میں دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ اس کی شرافت اور نیک نیتی کی قائل ہو گئی تھی۔ اگرچہ وہ ایک مکمل لڑکی نہیں تھی اس کے باوجود کبریا ہوس پرستی کے کتنے ہی مرحلوں سے گزر سکتا تھا لیکن اس نے اپنی چاہنے والی کا اعتماد قائم رکھا تھا۔

وہ اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی فخر کرتی، وہ کم ہوتا۔ کبریا نے اسے ایک عام لڑکی سے دیوی بنا دیا تھا۔ اس کے پیچھے دولت کا اتنا ذخیرہ رکھا تھا کہ وہ دنیا کے تمام ممالک کے بینکوں میں اپنا اکاؤنٹ کھول سکتی تھی اور دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر عیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں، وہ اس کا ایسا محافظ بن چکا تھا کہ اندھیرے سے آنے والا تیر بھی اسے زخمی نہیں کر سکتا تھا۔

زندگی ہر پہلو سے محفوظ نہیں رہتی، ہر حال میں شاد و آباد نہیں رہتی۔ کہیں نہ کہیں سے دکھ اور مسائل آتے ہی رہتے ہیں۔

یہ مسئلہ بہت اہم تھا کہ کبریا کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزرے گی؟ وہ اسے سمجھا رہا تھا، منا رہا تھا کہ وہ آپریشن کے لیے راضی ہو جائے۔ جبکہ اسے آپریشن سے خوف آ رہا تھا، پچھلی رات اسے آگہی حاصل ہوئی تھی کہ وہ آپریشن تھیٹر میں جائے گی تو وہ زندہ واپس نہیں آئے گی۔

اس نے پچھلی رات اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ڈاکٹرز نے اس کا آپریشن کیا تھا پھر وہ جانبر نہ ہو سکی تھی۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے اپنی لاش دیکھی تھی۔ یہ آگہی تھی کہ وہ آپریشن کے مرحلے سے گزرے گی تو زندگی ہار جائے گی۔ اور زندگی ہارنے کا مطلب یہ ہوتا کہ وہ کبریا کو ہار جا

گی۔ اسے کبریا کی قربت کیسے نصیب ہو گی؟ جب زندہ ہی نہیں رہے گی۔ اسے اپنے روبرو دیکھنے کے لیے زندہ رہنا ضروری تھا مگر اپنے چاہنے والے کی ایک طلب ہوتی ہے اور اس طلب سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

وہ تذبذب میں تھی، کیا کرے؟ کدھر جائے؟ کس طرح کبریا کو سمجھائے؟ کہ وہ اس ایک طلب سے باز آ جائے۔ سامنے دستر خوان بچھا رہے اور وہ اپنے صبر کو آزمائے۔ کھانے کو منہ نہ لگائے۔

ایسا تو ممکن نہیں ہوتا لیکن وہ سوچتی تھی کہ ایسا ہی ہو جائے۔ صبح اس کے ساتھ ممبئی جانا تھا۔ وہ رات بھر سوچتی رہی، کروٹیں بدلتی رہی پھر اسے یوں لگا، جیسے دماغ ایک دم سے روشن ہو گیا ہے۔ وہ فوراً ہی سمجھ گئی کہ آگہی ملنے والی ہے۔

وہ چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ ایسے وقت اسے ہوش نہیں رہتا تھا۔ وہ بالکل ساکت پڑی رہ جاتی تھی۔ اس نے دیکھا، چاروں طرف تاریکی تھی۔ کبریا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے پکارا ''کبریا! تم کہاں ہو؟''

اسے کبریا کی آواز سنائی دی ''تم کہاں ہو؟ مجھے دکھائی نہیں دے رہی ہو؟ میرے چاروں طرف اندھیرا ہے کیا تم بھی تاریکی میں ہو؟''

''ہاں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اندھیرا کیوں چھا گیا ہے؟ پہلے تو ہم روشنی میں رہا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''جینا! قدرت کے اشارے کو سمجھو۔ تمہیں آگاہی مل رہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔ نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے دور رہیں۔''

''بھگوان کے لیے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں پوجا کے سمے پرارتھنا کرتی رہتی ہوں کہ ہم جنم جنم تک ساتھ رہیں۔ ہر جنم میں ایک دوسرے کے ساتھی بن کر رہا کریں۔''

''اگلے جنم --- میں کیا ہو گا؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ تم موجودہ جنم کی بات کرو۔ ابھی ہمارے حالات سازگار نہیں ہیں۔ تمام ہندو ہمارے خلاف ہیں وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تمہاری جیسی اونچی ذات کی برہمن لڑکی ایک مسلمان کے ساتھ دن رات دیکھی جائے۔''

''میں دنیا والوں کی پروا نہیں کروں گی۔ بدترین حالات کا مقابلہ کروں گی لیکن تم سے دور کبھی نہیں رہوں گی۔''

''تمہیں مجھ پر بہت زیادہ اعتماد ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی نادیدہ دشمن کو دیکھ اور سمجھ لیتا ہوں اور تمہاری حفاظت کرتا ہوں لیکن ایسا کب تک ہو گا؟ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں بعض دشمنوں کے دماغوں تک نہ پہنچ سکوں پھر کیا ہو گا؟ کون تمہاری حفاظت کرے گا؟''

''مجھے اپنی پروا نہیں ہے۔ میں تم سے پیار کرتے کرتے مر جانا پسند کروں گی۔''

''ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ یوگا جاننے والے دشمن میری پشت پر سے حملہ کر سکتے ہیں۔ میری غفلت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تب کیا ہو گا؟ کیا ہم اس لیے مارے جائیں کہ میں مسلمان ہوں اور تم ہندو۔ نہیں...... ہمیں اس کا کوئی حل تلاش کرنا ہو گا اور جب تک ہم اس کا کوئی حل ڈھونڈ نہ لیں۔ اس وقت تک ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہو گا۔''

''نہیں...... کبریا...... نہیں...... ایسی باتیں نہ کرو۔ میں رونے لگوں گی۔''

''تمہارے رونے سے اور آنسو بہانے سے اتنا بڑا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ یہ آگہی ہے۔ ایک وارننگ ہے کہ کچھ عرصے کے لیے دور ہو جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔''

پھر اسے کبریا کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز دور ہوتی جا رہی تھی ''میں جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں۔ خدا حافظ میں پھر ملوں گا۔ بہت جلد ملوں گا لیکن جب تک نہ ملوں تمہیں بڑے صبر و تحمل سے اور بڑے اعتماد سے زندگی گزارنی ہو گی۔ نیچے میں ہوں اوپر بھگوان تمہاری رکشا کے لیے ہے۔ میں اپنی اور تمہاری بہتری کے لیے دور ہو رہا ہوں۔''

اس کی آواز دور ہوتے ہوتے گم ہو گئی۔ وہ چیخ چیخ کر اسے آوازیں دینے لگی پھر چپ ہو کر رونے لگی پھر اس نے اپنے آپ کو دیکھا۔ ایک دوسری جینا اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی ''دور ہو جاؤ۔ چلی جاؤ۔ اسی میں بہتری ہے۔ جو آگہی ملے اس پر عمل کرو، اسی میں دانش مندی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی اس کے دماغ میں پھیلی ہوئی روشنی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ بالکل ہی ختم ہو گئی۔ وہ آگہی کے مرحلے سے گزر چکی تھی۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے چھت کی طرف دیکھا پھر اسے یاد آیا کہ وہ ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں اپنے بیڈ پر پڑی ہوئی ہے۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو گئی۔ سوچنے لگی کہ یہ ابھی کیا ہو رہا تھا؟

اس کے ذہن میں خوامخواہ یہ سوال پیدا ہو رہا تھا۔ جبکہ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اب سے پہلے بھی اس کے دماغ میں جھماکا سا ہوتا تھا اور اسے آگہی ملتی رہی تھی۔ وہ پچھلی بار مسلمانوں کے جلسے میں مائیک کے سامنے کھڑی ہوئی تقریر

کر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت اسے آگہی ملی تھی کہ کوئی گن سے نشانہ لے کر اسے مارنے والا ہے اور سچ مچ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس وقت کبریا نے اس کی جان بچائی تھی۔

اس سے پہلے بھی اسے آگہی ملی تھی کہ جان محمد مردہ نہیں زندہ ہے۔ یہ ساری باتیں سچ ثابت ہوتی رہی تھیں۔ اب یہ بات بھی سچ ہونے والی تھی کہ اس کے اور کبریا کے درمیان تاریکی رہے گی۔ تاریکی کا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کو نظر نہ آئیں۔ ایک دوسرے سے دور رہیں اور اب ایسا ہونے والا تھا۔ اسے بھی اپنی آگہی کے مطابق عمل کرنا تھا۔ کبریا سے جدا ہو کر چاہے قیامت گزر جائے اسے جدا ہونا ہی تھا۔

کبریا ہوٹل میں رات گزار رہا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دماغ میں تھا اور کارروائی دیکھ رہا تھا کہ دیوراج پٹیل کے قتل کے سلسلے میں شمبھو کو گرفتار کیا جا رہا تھا اور اس سے بیان لیا جا رہا تھا۔ گجرات کا ایک بہت بڑا سیاسی لیڈر مارا گیا تھا۔ ذرا سی دیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ دہلی راج دھانی تک یہ بات پہنچی وہ حکمران پارٹی کا سیاسی رہنما تھا اس لیے اوپر سے دباؤ ڈالا جانے لگا کہ اسے کیسے قتل کیا؟ کس نے قتل کیا؟ فوراً انکوائری کی جائے اور قاتل کو گرفتار کیا جائے۔

کبریا نے شمبھو کے ذریعے دیوراج کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور شمبھو کو گرفتار کر لیا گیا تھا لیکن دیوراج کے سیاسی ساتھی مرلدی اور بھنڈاری اس کی گرفتاری سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ بیان دے رہے تھے کہ اس قتل کے پیچھے سہاگن دیوی کا ہاتھ ہے۔ مراری نے کہا ''وہ دیوی آتما شکتی کے ذریعے پٹیل کو وارننگ دے چکی تھی کہ وہ دشمنی سے باز نہیں آئے گا تو اپنی جان سے جائے گا۔''

بھنڈاری نے کہا ''میں نے بھی سہاگن دیوی کی آواز اپنے اندر سنی تھی۔ جب بھی ہم اس کے خلاف بولتے تھے تو وہ ہمیں دھمکی دینے لگتی تھی۔''

دہلی سے اعلیٰ حکمران کہہ رہے تھے کہ سہاگن دیوی کا محاسبہ کیا جائے اور اسے گرفتار کیا جائے۔

آئی جی آف پولیس کہہ رہا تھا ''سہاگن دیوی نے احمد آباد آتے ہی جنتا کے دل جیت لیے ہیں۔ ایک ایک عورت ایک ایک مرد اور ایک ایک بچہ اس کے گن گا رہا ہے۔ اس نے کروڑوں روپے دان کے طور پر دیے ہیں۔ اگر ہم اسے گرفتار کریں گے تو مسلمان ہی نہیں ہندو بھی ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ یہاں پولیس والوں کا جینا محال کر دیں گے۔''

ایک اعلیٰ افسر نے کہا ''جب تک دیوراج کے قتل کی صحیح وجہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت تک دیوی پر ایسی پابندیاں عائد ہوں کہ وہ احمد آباد سے باہر نہ جا سکے۔ اسے گرفتار نہ کیا جائے لیکن ایسی پابندیوں میں رکھا جائے کہ جنتا اعتراض نہ کر سکے۔''

کبریا سمجھ رہا تھا کہ در پردہ جینا کے خلاف زبردست ایکشن لیا جائے گا۔ حکمران پارٹی کے تمام سیاست دان اس کے خلاف زبردست چالیں چلیں گے۔ فی الحال ایک زبردست چال یہی تھی کہ مسلمان رئیس اعظم حمزہ خان سے اسے الگ کر دیا جائے۔ کبھی ملنے نہ دیا جائے۔ ادھر قدرتی طور پر آگہی بھی ایسی مل رہی تھی کہ ان دونوں کو اب جدا ہونا ہی تھا۔

کبریا خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی لوگوں کے دماغوں میں جا رہا تھا اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ جینا کے خلاف کیسے کیسے منصوبے بنائے جا رہے ہیں؟ پھر اس نے جینا کی خبر لی۔ وہ وقفے وقفے سے اس کے پاس جاتا رہتا تھا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہتا تھا۔ ایک گھنٹا پہلے جب وہ اس کے پاس گیا تھا تو وہ گہری نیند میں تھی۔ کبریا مطمئن ہو کر واپس آ گیا تھا اور پھر دشمنوں کے دماغ پڑھنے لگتا تھا۔

وہ ایک بار پھر خیریت معلوم کرنے کے لیے آیا تو پتا چلا کہ وہ نیند سے بیدار ہو چکی ہے اور بیڈ پر بیٹھی ہوئی سوچ رہی تھی۔ ابھی ابھی اسے ایسی آگہی ملی تھی کہ وہ پریشان ہو گئی تھی۔ کبریا نے اس سے آگہی کے بارے میں معلوم کیا۔ اسے مخاطب کیا وہ چونک کر بولی ''تم کہاں تھے؟ میں انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم تو گہری نیند میں تھیں۔ ابھی سو کر اٹھی ہو۔ تمہیں خواب کی صورت میں جو آگہی ملی ہے اس کے بارے میں پریشان ہو۔''

''کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔''

''حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ دشمن یہاں سے دہلی تک پھیلے ہوئے ہیں اور بڑے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ با اختیار ہیں۔ حکمران ہیں۔ وہ تمہیں بڑے دوستانہ انداز میں اس طرح قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں کہ جنتا ان سے ناراض نہ ہو۔ انہیں یہ اندیشہ ہے کہ تمہیں گرفتار کرنے سے یہاں پھر سے فسادات پھوٹ پڑیں گے۔''

''وہ مجھے کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ دیوراج پٹیل کا قتل ہوا ہے۔ اس کے ساتھی سیاست داں تمہارے خلاف بیان دے رہے ہیں کہ تم نے اپنی آتما شکتی سے اسے مار ڈالا ہے۔ تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت اور گواہ نہیں ہیں۔ اس لیے وہ بڑی حکمت عملی سے قیدی بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔''

''کبریا! ہمیں ابھی یہ شہر چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔''

''بات بگڑ جائے گی۔ ہمارے جانے سے یہ شبہ مزید تقویت حاصل کرے گا کہ دیوراج پٹیل کے قتل میں تمہارا ہاتھ ہے۔ تم نے آتما شکتی کے ذریعے ایسا کیا ہے۔ تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔''

''پھر تو تم بھی یہیں رہو گے؟''

''نہیں۔ مجھے تو ہر حال میں جانا ہوگا۔ میرے خلاف بڑی سازشیں ہو رہی ہیں۔''

''میں تمہارے بغیر نہیں رہوں گی۔ تمہارے ساتھ جاؤں گی، یا پھر تم یہاں رہو گے۔''

''ضد نہ کرو، جو آگہی تمہیں ملی ہے اسے یاد رکھو۔ اس کے مطابق ہمیں ایک دوسرے سے دور رہنا ہے۔ اسی میں ہماری تمہاری بھلائی ہے۔''

وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی ''تم یہاں سے جاؤ گے تو کیا مجھ سے نہیں ملو گے؟''

''ضرور ملوں گا۔ تمہارے پاس آؤں گا اور تمہیں گلے لگا کر جاؤں گا۔''

''تمہیں ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں صرف جسمانی طور پر تم سے دور رہوں گا ورنہ ہمیشہ تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ اس وقت تم بہت پریشان ہو۔ چلو لیٹ جاؤ۔ میں تمہیں سلا دوں۔ گہری نیند سو کر اٹھو گی تو صبح تازہ دم رہو گی۔''

اس نے بستر پر لیٹ کر آنکھوں کو بند کر لیا۔ کبریا نے خیال خوانی کے ذریعے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئی تو وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے اٹھ کر اسے کھولا تو سامنے انسپکٹر جنرل آف پولیس اپنے ماتحت افسروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ''مسٹر حمزہ! ہم اتنی رات گئے آپ کو ڈسٹرب کرنے آئے ہیں۔ کیا کریں، ڈیوٹی سے مجبور ہیں۔''

اس نے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا ''کوئی بات نہیں، آپ اپنی ڈیوٹی پوری کریں۔ اندر تشریف لائیں۔''

وہ اندر آ کر بولا ''آپ دیوی جی کے ساتھ نیک ارادے سے یہاں آئے ہیں۔ آپ نے کروڑوں روپے دان کیے لیکن کیا کیا جائے، دشمن اپنی سازشوں سے باز نہیں آ رہے ہیں۔ مجھے اوپر سے احکامات مل رہے ہیں کہ دیوی جی کو احمد آباد میں رہنے دیا جائے لیکن آپ کو شہر بدر کر دیا جائے۔''

کبریا نے کہا ''میں سمجھ رہا ہوں، مراری اور بھنڈاری جیسے سیاست دان ایسی حرکتیں کر رہے ہوں گے۔''

''جی ہاں۔ ان کی پہنچ دہلی راج دھانی تک ہے۔ انہوں نے وہاں سے یہ احکامات جاری کرائے ہیں۔''

''اور ان احکامات کے مطابق آپ مجھ سے کہنے آئے ہیں کہ مجھے یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔''

''جی ہاں۔ میں شرمندہ ہوں۔ آپ کے لیے گاڑی لے کر آیا ہوں۔ ہمارا ایک ماتحت افسر چند سپاہیوں کے ساتھ آپ کو لے کر شہر سے باہر لے جائے گا۔ باہر جانے کے بعد آپ ممبئی جانا چاہیں یا کسی بھی دوسرے شہر جانا چاہیں گے تو اسی گاڑی میں آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔''

''آپ قانون کے محافظ ہیں، اپنا فرض ادا کرنے آئے ہیں۔ میں کوئی بحث نہیں کروں گا۔ سامان پیک کر کے ابھی یہاں سے نکلوں گا۔''

اس نے اپنے سفری بیگ میں سامان رکھا پھر اس کے ساتھ کمرے سے نکل کر لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر آیا۔ وہاں وزیٹرز لابی میں مراری اور بھنڈاری اپنے سیاسی کارکنوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے غصے سے دیکھ رہے تھے۔ بھنڈاری نے کہا ''یہ قانون کی گرفت میں پہنچا ہوا ہے ورنہ ہم اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ ہمارا لیڈر دیوراج پٹیل اسی کی وجہ سے مارا گیا ہے۔''

آئی جی نے آگے بڑھ کر کبریا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا ''پلیز۔ آپ لوگ ایسی کوئی بات نہ کریں، جس سے اشتعال پیدا ہو اور مسٹر حمزہ خان کو نقصان پہنچے۔ یہ اس وقت میری کسٹڈی میں ہیں۔''

دوسرے ماتحت افسران اور سپاہیوں نے ان لیڈروں اور کارکنوں کو پیچھے ہٹایا۔ کبریا، آئی جی اور دوسرے ماتحت افسر کے ساتھ چلتا ہوا باہر آ کر ایک ویگن کار میں بیٹھ گیا۔ مراری اور بھنڈاری وغیرہ کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر کبریا اس شہر میں رک جاتا تو وہ متعصب لیڈر صبح تک ضرور فساد برپا کرا دیتے۔

وہ اس ویگن کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ کار میں ایک پولیس افسر اور تین سپاہی تھے۔ ایک سپاہی گاڑی چلا رہا تھا۔ دو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور کبریا ایک افسر کے ساتھ درمیانی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے افسر سے پوچھا ''آپ مجھے کہاں تک پہنچانا چاہیں گے؟''

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آپ جہاں تک جانا چاہیں گے ہم جائیں گے۔''

''آپ اس حکم کی پروانہ کریں۔ میں آپ کو زحمت دینا نہیں چاہتا۔ آگے کسی دوسرے شہر میں جا کر کوئی رینٹڈ کار حاصل کروں گا یا پھر کسی ٹرین کے ذریعے ممبئی چلا جاؤں گا۔''

وہ پولیس افسر اس سے باتیں کر رہا تھا اور وہ اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک سازش کے تحت اسے شہر سے باہر لے جایا جا رہا ہے۔

اس سازش میں آئی جی آف پولیس شامل نہیں تھا۔ صرف وہ پولیس افسر اُن سیاسی لیڈروں مراری اور بھنڈاری کا زرخرید تھا۔ ان کی پلاننگ کے مطابق وہ ویگن کار جنگل کے درمیانی راستے سے گزرنے والی تھی۔ وہاں دو بدمعاش ہتھیار لیے موجود تھے۔ کبریا کا انتظار کر رہے تھے۔ پلاننگ یہ تھی کہ جب گاڑی وہاں پہنچے گی تو وہ دونوں مسلح بدمعاش اس گاڑی کو گن پوائنٹ پر روکیں گے۔ ان سب کو گاڑی سے باہر آنے کا حکم دیں گے۔ جب وہ باہر آجائیں گے تو سب سے پہلے کبریا کو گولی ماری جائے گی۔ اس کے بعد تینوں سپاہیوں کو ہلاک کیا جائے گا۔ وہ پولیس افسر جا کر بیان دے گا کہ ڈاکوؤں سے کاؤنٹر فائرنگ ہوئی تھی۔ افسر نے اور تینوں سپاہیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن حمزہ خان کو نہ بچا سکے۔ ان کے تین سپاہی بھی مارے گئے وہ پولیس افسر بھی زخمی ہو کر احمد آباد جائے گا۔ اس نے ایک گولی کھانے کے پانچ لاکھ روپے لیے تھے۔

وہ پولیس افسر اپنے ریوالور سے یا سپاہیوں کے ذریعے کبریا کو ہلاک کرا سکتا تھا لیکن ان کے پاس سرکاری ہتھیار تھے۔ جب کہ جن دو آدمیوں کو جنگل میں چھپایا گیا تھا ان کے پاس غیر قانونی ہتھیار تھے یہ ثابت کرنا تھا کہ کبریا کو اور تینوں سپاہیوں کو انہی غیر قانونی ہتھیاروں سے ہلاک کیا گیا ہے اور افسر بھی انہی کے ہتھیار سے زخمی ہو کر احمد آباد واپس آیا ہے۔

کبریا نے مراری اور بھنڈاری کے خیالات پڑھے۔ ان کے دماغوں سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اسے مار ڈالنے کی بہت مضبوط پلاننگ کی گئی ہے۔ تھوڑی دیر پہلے مراری نے ہوٹل سے باہر جا کر موبائل فون کے ذریعے اس آدمی سے رابطہ کیا تھا جو اپنے ساتھی کے ساتھ ہتھیار لیے جنگل چھپا ہوا تھا۔ مراری نے ان کو اطلاع دی تھی کہ ان کا اپنا پولیس افسر حمزہ خان کو وہاں سے لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے اندر وہاں سے گزرنے والا ہے۔ جہاں وہ چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔ حمزہ خان کو زندہ نہیں بچنا چاہیے۔

وہ فون کرنے کے بعد وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کے اندر یہ سوال پیدا کیا کہ ان کے پاس پورے ہتھیار ہیں یا نہیں؟ اگر ایک ایک ہتھیار ہوں گے اور ان میں سے کوئی ہتھیار ناکارہ ہو جائے گا تو منصوبہ کھٹائی میں پڑ سکتا ہے ناکامی ہو سکتی ہے۔

مراری نے پریشان ہو کر سوچا پھر موبائل کے ذریعے ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا ''تم لوگوں کے پاس کتنے ہتھیار ہیں؟ کم تو نہیں پڑیں گے۔''

اس شخص نے جواب دیا ''مالک! آپ فکر نہ کریں۔ ہمارے پاس ایک ایک رائفل ہے۔ ریوالور بھی ہے اور سب فل لوڈڈ ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ایک گھنٹے بعد فون کروں گا۔''

اس نے اپنا موبائل فون بند کر دیا۔ کبریا اس بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ دونوں جنگل کی تاریکی میں سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے اس ویگن کار کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے دوسرے ساتھی نے کہا ''یہ ہمارے مراری جی بہت پریشان ہیں۔ ان کو ڈر ہے کہ ہم سے نشانہ چوک جائے گا یا کوئی غلطی ہوگی تو حمزہ خان زندہ ممبئی تک پہنچ جائے گا۔''

کبریا فون سننے والے کے دماغ میں تھا۔ اس نے کہا ''حمزہ خان سہاگن دیوی کا سیوک ہے دکھیاروں کی مدد کرنے کے لیے اسے کروڑوں روپے دیتا ہے۔ اس لیے اسے زندہ رہنا چاہیے۔''

اس کے ساتھی نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

اس نے اپنا ریوالور نکال کر اس کی پیشانی سے لگاتے ہوئے کہا ''وہی کہہ رہا ہوں جو سن رہے ہو۔ تم زندہ رہو گے تو حمزہ خان کو زندہ بچانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے تم نرگ میں چلے جاؤ۔''

اس نے اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اس کی لاش کو گھسیٹ کر سڑک کے بیچ میں لا کر ڈال دیا۔ وہ ادھر سے جانے کا شارٹ کٹ راستہ تھا مگر وہاں سے بہت کم ٹریفک گزرتا تھا۔ کیونکہ وہ جنگل کا راستہ تھا۔ ڈاکوؤں کے خوف سے کوئی رات کو ادھر سے نہیں گزرتا تھا۔ دور سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دیں۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھل اچھل کر چیخنے لگا ''گاڑی روکو۔ گاڑی روکو۔ ادھر میرے ساتھی کو گولی لگ گئی ہے۔''

وہ گاڑی اس کے قریب پہنچتی جا رہی تھی۔ پولیس افسر نے ڈرائیور سپاہی سے کہا ''گاڑی روکو اور باہر نکل کر دیکھو کیا معاملہ ہے؟''

گاڑی رک گئی۔ افسر نے کبریا سے کہا ''آؤ۔ تم بھی

چلے آؤ۔''

پھر اس نے باقی سپاہیوں کو بھی باہر آنے کا حکم دیا۔ وہ سب چلتے ہوئے اس لاش کے قریب آئے۔ افسر نے جھک کر لاش کو دیکھتے ہوئے پوچھا ''اسے کس نے گولی ماری ہے؟''

اس شخص نے اچانک ہی افسر کی گردن دبوچ کر اس کی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر کہا ''خبردار! اگر کوئی مجھ پر گولی چلائے گا تو میں اس کا بھیجا اڑا دوں گا۔''

وہ سب مسلح تھے مگر اسے گولی نہیں مار سکتے تھے۔ ان کے افسر کی جان خطرے میں تھی۔ ایک سپاہی نے پوچھا ''یہ کیا کر رہے ہو؟ ہمارے صاحب کو چھوڑ دو۔ تم زندہ نہیں بچو گے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس نے دو فائر کیے۔ ایک سپاہی گولی کھا کر گر پڑا۔ افسر نے چیخ کر باقی دو سپاہیوں سے کہا ''اپنے ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔''

انہوں نے اپنے افسر کی بات مانتے ہوئے ہتھیار پھینک دیے۔ اس کے ساتھ ہی اس شخص نے تڑاتڑ دو فائر کیے۔ وہ باقی دو سپاہی بھی گولیاں کھا کر گر پڑے۔ افسر نے دھیمی آواز میں اس شخص سے کہا ''یہ کیا کر رہے ہو؟ صرف ہمارے ہی سپاہیوں کو مار رہے ہو؟ پہلے حمزہ کو گولی مارنی چاہیے۔''

اس شخص نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی پھر اسے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔ حمزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا ''یہ ہماری سہاگن دیوی کا سیوک ہے۔ رکشک ہے اور تم اسے گولی مارنے کو کہہ رہے ہو؟''

افسر نے زمین پر گرتے ہی اپنا ریوالور نکال لیا تھا لیکن اس نے گولی نہیں چلائی۔ کیونکہ وہ اس کا اپنا آدمی تھا۔ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اچانک ہی دیوی کا عقیدت مند کیوں بن گیا ہے؟ اور حمزہ کی حفاظت کیوں کر رہا ہے؟

اس نے ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے پوچھا ''منگو! کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ کیا تو اپنے دیوتا کی بات نہیں مانے گا؟ جو کرنا ہے جلدی کر وقت برباد نہ کر۔''

اس نے افسر کی ٹانگ پر گولی مارتے ہوئے کہا ''یہ لے میں وقت برباد نہیں کر رہا ہوں۔''

وہ گولی کھا کر تڑپتا ہوا۔ لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا پھر اس نے وہاں سے ایک فائر کیا۔ گولی منگو کے سینے پر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر زمین پر گر پڑا۔ افسر نے دوبارہ فائر کیا۔ دوسری گولی بھی لگی پھر وہ زمین پر سے اٹھ نہ سکا۔ وہیں پڑا رہ گیا۔ افسر کے ہاتھ سے اپنا ریوالور چھوٹ گیا۔ اس کی ران میں گولی پیوست ہوئی تھی۔ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا۔ صرف مرہم پٹی سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ آپریشن کے بغیر گولی نہیں نکل سکتی تھی اور جب تک گولی نہیں نکلتی اسے زندہ رہ کر موت سے لڑتے رہنا تھا۔

کبریا نے آگے بڑھ کر اس کا ریوالور اٹھا لیا پھر اس کے سر کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولا ''گاڑی میں چلو۔ میں تمہیں اسپتال پہنچاؤں گا۔ وہاں آپریشن کے بغیر گولی نہیں نکلے گی۔''

وہ اسے کھینچتا ہوا گاڑی میں ڈال کر بولا ''اب یہاں بیٹھ کر اپنے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرو اور انہیں بتاؤ کہ کس طرح ڈاکوؤں نے ہم پر فائرنگ کی تھی اور تم جان کی بازی لگا کر مجھے کسی محفوظ جگہ لے جا رہے ہو۔''

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے ڈرائیو کرنے لگا۔ افسر کراہ رہا تھا۔ تکلیف سے تڑپتے ہوئے کہہ رہا تھا ''جلدی چلو۔ مجھے جلدی اسپتال پہنچاؤ۔ نہیں تو میں مر جاؤں گا۔''

''تمہیں مرنے سے پہلے اپنے اعلیٰ افسران سے رابطہ کرنا ہے۔ جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ ورنہ میں تمہیں اسپتال نہیں پہنچاؤں گا۔''

وہ پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے آئی جی آف پولیس سے رابطہ کیا پھر کراہتے ہوئے کہنے لگا ''سر! ہم بہت مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہوتی رہی۔ ہمارے چاروں سپاہی مارے گئے۔ میں بری طرح زخمی ہو گیا ہوں۔ میری ران میں گولی پیوست ہو گئی ہے۔ مجھے فوراً میڈیکل ایڈ کی ضرورت ہے۔''

آئی جی نے پوچھا ''حمزہ خان کہاں ہے؟''

''حمزہ خان نے مجھے بچایا ہے اور اس گاڑی میں ڈال کر اسپتال کی طرف لے جا رہا ہے۔ وہی گاڑی ڈرائیو کر رہا ہے۔''

آئی جی نے کہا ''فون حمزہ صاحب کو دو۔''

اس نے موبائل کبریا کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا ''ہیلو سر! میں حمزہ خان بول رہا ہوں۔ یہاں بہت گڑبڑ ہو گئی تھی۔ ہم نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی ہے۔ میں آپ کے اس افسر کو قریبی کسی قصبے یا شہر میں لے جا رہا ہوں۔ فوراً ہی آپریشن کر کے گولی نہ نکالی گئی تو زہر پھیل جانے سے اس کی جان جا سکتی ہے۔''

''آگے دو تین راستے مختلف سمتوں میں گئے ہیں۔ میں ہر راستے میں آنے والے شہروں اور قصبوں کے پولیس اسٹیشن

والوں کو الرٹ کر رہا ہوں۔ وہ گاڑیاں لے کر تمہارے پاس آئیں گے اور تمہاری مدد کریں گے۔''

''سر! آپ میری بہتری کے لیے مجھے شہر سے نکال کر ممبئی پہنچانا چاہتے تھے لیکن در پردہ سازشیں کی جا رہی تھیں۔ مراری اور بھنڈاری کی سازشوں میں آپ کا یہ ماتحت افسر بھی شریک تھا۔ ان کے کرائے کے آدمی یہاں جنگل میں چھپے ہوئے تھے۔ مجھے اور تینوں سپاہیوں کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ ان کی پلاننگ یہ تھی کہ میرے ساتھ ان تینوں سپاہیوں کو مار ڈالا جائے گا تو یہی ثابت ہوگا کہ ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کیا تھا اور آپ کے اس ماتحت افسر کو صرف زخمی کیا جائے گا۔ یہ اپنی جان بچا کر آپ لوگوں کے سامنے سرخ رو رہے گا اور بڑا وفادار افسر کہلائے گا۔ آپ کا یہ ماتحت ان ڈاکوؤں کے ساتھ یہی باتیں کر رہا تھا۔''

''او گاڈ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا وہ حملہ کرنے والے ڈاکو زندہ ہیں؟''

''نہیں۔ وہ بھی کاؤنٹر فائرنگ میں مارے گئے ہیں۔ ہم اور آپ یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ مراری اور بھنڈاری کی سازشوں کے نتیجے میں ایسا ہوا ہے۔ صرف یہی افسر اگر زندہ بچ گیا تو ان کے خلاف بیان دے سکے گا۔''

''اسے زندہ رہنا چاہیے۔ تیزی سے ڈرائیو کرو اور جلد سے جلد کسی اسپتال میں پہنچو۔ تم جہاں پہنچو گے وہاں پولیس والے تمہاری مدد کے لیے تیار رہیں گے۔ تم سے ہر طرح کا تعاون کریں گے۔''

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچا۔ وہاں پولیس والے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس زخمی افسر کو فوراً ہی اسپتال لے گئے۔ ڈاکٹروں کو پہلے ہی وہاں موجود رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے پہنچتے ہی اسے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔ خون بہت بہہ چکا تھا۔ اس کے گروپ والے خون کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپریشن میں ذرا دیر ہونے لگی۔

آئی جی نے فون پر کبریا سے کہا ''یہاں سب ہی تمہارے دشمن ہیں۔ میں مراری اور بھنڈاری کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکوں گا۔ کیونکہ ان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے پھر ان کی پہنچ راجدھانی تک ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم وہیں سے ممبئی چلے جاؤ۔ میں اس ماتحت افسر کو ان لوگوں کے خلاف گواہ بناؤں گا۔''

لیکن وہ اسے گواہ نہ بنا سکا۔ آپریشن میں دیر ہو گئی۔ اس نے اسپتال میں ہی دم توڑ دیا۔ آئی جی نے کہا ''مسٹر حمزہ! یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ ڈاکوؤں سے کاؤنٹر فائرنگ اور اتنی ساری ہلاکتوں کے سلسلے میں بھرپور انکوائری ہوگی آپ ہی ایک زندہ بچے ہیں۔ آپ کی گواہی اور بیانات ضروری ہیں۔ لہٰذا آپ کو پھر احمد آباد آنا ہوگا۔''

''میں قانون کا احترام کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں تو ضرور واپس آؤں گا مگر پوری طرح سیکیورٹی رکھیں اور اب جو سپاہی مجھے آپ تک پہنچائیں وہ کسی سازش میں ملوث نہ ہوں۔''

''آپ اطمینان رکھیں۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ سے ایک گزارش ہے اور میں سہاگن دیوی سے بھی بنتی کروں گا کہ جب تک آپ احمد آباد میں رہیں، ایک دوسرے سے نہ ملیں۔ دور ہی دور رہیں۔ یہاں کے حالات آپ کے مخالف ہیں۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں اور حالات کو بھی اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ میں دیوی جی سے دور رہوں گا۔ آپ اطمینان رکھیں۔''

وہ پولیس والوں کے ساتھ واپس احمد آباد جانے لگا۔ واپسی کا سفر کرتے وقت اس نے پہلے جینا کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ وہ وہاں سے مراری کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے مقررہ وقت کے مطابق اپنے ان آلہ کاروں سے فون پر رابطہ کیا تھا جو جنگل میں چھپے ہوئے تھے لیکن ان سے رابطہ نہ ہو سکا۔ ان کے موبائل فون سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے فون کے ذریعے بھنڈاری سے کہا ''منگو اور جھنگو کا فون آن ہے لیکن وہ اٹینڈ نہیں کر رہے ہیں۔ کچھ پتا نہیں چل رہا ہے کہ انہوں نے حمزہ کو ختم کیا ہے یا نہیں؟''

بھنڈاری نے کہا ''فکر نہ کرو۔ وہ حمزہ کو نرگ میں پہنچا چکے ہوں گے۔ ہماری پلاننگ اتنی زبردست اور محفوظ ہے کہ اسے بھگوان بھی نہیں بچا سکے گا۔''

ایک گھنٹے بعد آئی جی آف پولیس نے فون پر مراری سے کہا ''آپ کے لیے ایک بہت بری خبر ہے۔''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

''آپ کی پلاننگ ناکام ہو چکی ہے۔ حمزہ خان زندہ ہے۔ باقی سب مارے گئے ہیں۔ آپ کے وہ دو آلہ کار بھی مارے گئے ہیں۔ جنہیں آپ نے جنگل میں چھپا رکھا تھا۔''

''یہ آپ کیا بکواس کر رہے ہیں؟ جانتے ہیں، میں حکمران پارٹی کا لیڈر ہوں۔''

''آپ لوگوں کو میں نہیں جانوں گا تو اور کون جانے گا؟ پردے میں رہ کر دنیا بھر کے غیر قانونی دھندے کرتے ہیں اور برسر اقتدار ہونے کے باعث قانون کی گرفت سے بچے رہتے ہیں۔''

''آپ نے کیا یہی کہنے کے لیے فون کیا ہے؟''

''نہیں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے دہلی تک یہ رپورٹ پہنچا دی ہے۔ میں یہ ثابت تو نہیں کر سکوں گا کہ آپ لوگوں نے حمزہ خان کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ کے لیے بری خبر یہ ہے کہ حمزہ خان پھر احمد آباد واپس آ رہا ہے۔''

''اسے واپس نہیں آنا چاہیے۔ اوپر سے احکامات آئے ہیں۔ آپ کو ان احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔''

''مجھے کیا کرنا ہوگا یہ میں آپ سے بہتر جانتا ہوں۔ پولیس کا ایک افسر اور تین سپاہی مارے گئے ہیں۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انکوائری کے لیے حمزہ خان کا یہاں موجود رہنا ضروری ہے۔ اس کے بیانات لینے ہوں گے اور اس کی چشم دید گواہی لینی ہوگی۔''

مراری پریشان ہو کر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ اسے بتایا جا رہا تھا کہ تین سپاہیوں کے علاوہ وہ افسر بھی مارا گیا ہے۔ جو ان سے رشوت لے کر حمزہ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ آئی جی آف پولیس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے اپنے سیاسی ساتھی بھنڈاری کو فون پر مخاطب کیا پھر اسے ساری باتیں بتائیں۔ وہ بھی حیران و پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم نے تو بڑی ٹھوس پلاننگ کی تھی۔ کیا سہاگن دیوی کی آتما شکتی نے حمزہ کو بچا لیا ہے؟

اس کی سوچ ختم ہوتے ہی حمزہ نے سہاگن دیوی کے لب و لہجے میں کہا ''اوم نمستے وا...... اوم نمستے وا......''

اس نے فوراً ہی مراری کے دماغ میں بھی کہا۔ وہ دونوں چند ساعت کے لیے سکتے میں رہ گئے پھر مراری نے پوچھا ''تم نے اپنے اندر اس کی آواز سنی؟''

''ہاں...... ہاں۔ ابھی میں نے سنی ہے۔ کیا تم نے بھی سنی ہے؟''

وہ دونوں ذرا دیر چپ رہے پھر ایک نے پوچھا ''تم چپ کیوں ہو؟''

''تم بھی خاموش ہو۔''

''میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے بھی ہمارے ساتھ یہی ہوا تھا۔ ہم نے ایسی آوازیں سنی تھیں۔ اس کے بعد ہی ہمارے زرخرید انسپکٹر کا دماغ گھوم گیا تھا۔ وہ سہاگن دیوی کو قتل کرنے گیا تھا لیکن اسے ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دیا۔ وہ دعویٰ کر رہا تھا کہ ریسٹ ہاؤس چوری ہو گیا ہے۔ وہ پاگل ہو گیا تھا۔''

بھنڈاری نے کہا ''ہاں۔ ہاں۔ وہ دھیرج بھی دیوی جی کو قتل کرنے گیا تھا۔ اسے بھی ریسٹ ہاؤس دکھائی نہیں دیا۔ ہمیں اسی وقت مان لینا چاہیے تھا کہ یہ سب کچھ دیوی کی آتما شکتی کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن ہم اس دیوی کو جھٹلاتے آ رہے ہیں۔''

مراری نے ہچکچاتے ہوئے کہا ''وہ بات یہ ہے کہ میں اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا۔ دیوی سے خوف زدہ تھا لیکن دیوراج پٹیل مجھے حوصلہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ دیوی پاکھنڈی ہے۔ شعبدے بازی دکھاتی ہے۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ آخر نتیجہ کیا ہوا۔ پٹیل کتے کی موت مارا گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اب ہماری باری ہے۔''

''یہی بات میں بھی سوچ رہا ہوں۔ یہ ہماری بہت بڑی ناکامی ہوئی ہے۔ حمزہ خان بچ کر پھر واپس آ رہا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دیوی کی آتما شکتی نے اسے بچایا ہے اور ابھی اسی دیوی کی آواز ہم اپنے اندر سن رہے تھے۔''

''اگر ہم آج سے دیوی کے کسی معاملے میں نہ پڑیں۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سے انتقام نہ لے۔''

''ہاں۔ اس دیوی کے خلاف ہمیں جتنا زہر اگلنا تھا اگل چکے ہیں۔ اچھے خاصے ہندو دیوی کے خلاف بھڑک اٹھے ہیں۔ وہ خود ہی اس کے خلاف بولتے رہیں گے۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہیں گے لیکن ہم ان کے معاملات میں نہیں پڑیں گے۔''

''لیکن یہ زہر تو ہمارا ہی پھیلایا ہوا ہے۔ ہمیں پہلے اس زہر کو ختم کرنا ہوگا۔ دیوی کی حمایت میں کچھ بولنا اور کرنا ہوگا۔ تب ہی ہمیں معافی ملے گی۔''

''یہ بہت مشکل ہے۔ ہم نے ہندوؤں کے سامنے اپنی جس زبان سے اس کے خلاف زہر اگلا ہے۔ اب اسی کی حمایت میں بولیں گے تو سب ہمیں دوغلا کہیں گے۔''

''یہ تو حقیقت ہے۔ جس زبان سے ہم تھوک چکے ہیں۔ دوبارہ اسی زبان سے چاٹ نہیں سکیں گے۔''

''ایسے وقت مراری کو دوسرے فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا پھر ناگواری سے منہ بنایا۔ گھنٹی بار بار بج رہی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر جھلاتے ہوئے کہا ''ہیلو! کون ہے؟ بعد میں فون کرو۔''

اسے اپنی بیوی کی آواز سنائی دی ''بعد میں کیوں فون کروں؟ کیا میں تمہاری رکھیل ہوں؟ جب بھی بات کرو تو سیاست میں الجھے رہتے ہو۔ جب ایسا ہی تھا تو شادی کیوں کی

تھی؟ بچہ کیوں پیدا کیا تھا؟ جانتے ہو بیٹے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟ جلدی بتاؤ۔ میں بہت جلدی میں ہوں۔"

"چولہے میں گئی تمہاری مصروفیت! تمہارے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر بولا "کیا بک رہی ہو۔ کیا ہمارے منوہر کو سانپ نے ڈس لیا ہے؟"

"ہاں...... ہاں...... منوہر ہمارا اور تمہارا بیٹا ہے۔ ابھی اسے اسپتال لے کر آئی ہوں۔ ڈاکٹرز...... اسے بچانے کی کوشش کررہے ہیں۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے؟ آپ جلدی آئیں۔"

"جلدی کیسے آسکتا ہوں؟ تم یہاں سے آٹھ سو میل دور اپنے میکے میں ہو۔ میں ابھی اپنے ذرائع استعمال کرتا ہوں۔ وہاں کے مکھ منتری سے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کی پوری طرح حفاظت کی جائے اور توجہ سے اس کا علاج کیا جائے۔ ابھی فون رکھو۔ میں منتری جی سے بات کر کے تم سے رابطہ کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا پھر موبائل پر بولا "بھنڈاری! تم نے کچھ سنا؟ کچھ سمجھا؟"

"ہاں۔ تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے بیٹے منوہر کو سانپ نے ڈس لیا ہے یہ کیسے ہو گیا؟"

ایسے ہی وقت کبریا نے باری باری دونوں کے دماغوں میں جا کر جینا کی آواز میں کہا "اوم نمستے وا...... اوم نمستے وا......"

اگرچہ کبریا نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کسی سانپ کو قابو نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس سے کہا جاسکتا ہے کہ فلاں کو جا کر ڈس لے۔ یہ تو قدرت کی طرف سے ہوا تھا۔ انسان کو اس کے اعمال کی سزا تو ملتی ہی ہے۔ لہٰذا سزا کے طور پر اس کے ساتھ ایسا ہو رہا تھا۔

وہ دونوں اپنے اندر پھر سہاگن دیوی کی آوازیں سن کر چونک گئے۔ مراری نے ایک دم سے لرزتے ہوئے کہا "دیوی جی! مجھے معاف کردو۔ میں طاقت اور اقتدار کے غرور میں اندھا ہو گیا تھا۔ میں اب آپ کے خلاف کبھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کردیں۔ میرے بیٹے کی جان نہ لیں۔ اسے زندہ رہنے دیں وہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔"

کبریا اس کی بیوی رکمنی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا تھا کہ اس کے بچے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا الزام سہاگن دیوی کی آتما شکتی پر آئے۔ وہ رکمنی دیوی کے اندر پہنچا۔ بے چاری ماں اپنے بچے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ رو رہی تھی۔ کبریا اس کے ذریعے ڈاکٹرز کے اندر پہنچا اور درست وقت پر پہنچا۔ ان میں سے ایک سنیئر ڈاکٹر مراری کی سیاسی پارٹی کا مخالف تھا بلکہ مراری سے اس کی ذاتی دشمنی بھی تھی۔ وہ اپنے دشمن سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس بچے کے علاج میں تاخیر کرنا چاہتا تھا۔ کبریا نے اس کی کھوپڑی گھما دی۔ وہ فوراً ہی اسے اٹینڈ کرنے لگا۔ بڑی توجہ سے علاج کرنے لگا۔

کبریا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا اور مطمئن ہو رہا تھا کہ وہ پوری توجہ اور تجربے سے اس کا علاج کررہا ہے اور اس کے اندر سے زہر نکالنے کی پوری کوشش کررہا ہے۔ جب تک وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوا اور اسے اطمینان نہیں ہوا کہ زہر نکل چکا ہے۔ تب تک کبریا اس کے اندر جم کر بیٹھا رہا۔

پھر اس ڈاکٹر نے باہر آ کر رکمنی دیوی کو خوش خبری سنائی "آپ کے بیٹے کی جان بچ گئی ہے۔ اب وہ خطرے سے باہر ہے۔"

کبریا پھر مراری کے پاس آیا۔ اس وقت وہ اس صوبے کے مکھ منتری سے باتیں کررہا تھا اور اپنے بیٹے کے سلسلے میں بتا رہا تھا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے علاج کے سلسلے میں آپ فوری توجہ دیں۔ ورنہ میرا بیٹا جان سے جائے گا۔

مکھ منتری نے جواب دیا "میں اس وقت ایک گمبھیر معاملے میں پھنسا ہوا ہوں۔ میں یہاں سیاست کرنے آیا ہوں۔ کسی کے بیٹے کی جان بچانا میرا نہیں ڈاکٹرز کا فرض ہے۔ تم ڈاکٹر سے رجوع کرو۔"

"منتری جی! آپ ڈاکٹرز کو تاکید کریں گے تو وہ پوری توجہ سے میرے بیٹے کا علاج کریں گے اور اس کی جان بچائیں گے۔"

"تم میرا وقت برباد کررہے ہو۔ میں اس وقت میٹنگ میں ہوں۔ رات کے تین بج رہے ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ میٹنگ کتنی ضروری ہے، جو اتنی رات تک جاری ہے۔ پلیز مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔"

دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ کبریا نے جینا کی آواز میں کہا "اوم نمستے وا...... اوم نمستے وا......"

پھر اس نے جینا ہی کی آواز میں کہا "تمہارا بیٹا بچ گیا ہے۔ اوم نمستے وا......"

اس نے چونک کر یہ بات سنی۔ یقین نہیں آیا کہ جس بچے کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ وہ بچ گیا ہے۔ اس نے فوراً ہی فون

کے ذریعے اپنی بیوی رکمنی سے رابطہ کیا۔ اس سے پوچھا ''میرا بیٹا کیسا ہے؟ ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟''

''آپ تو وہاں عیش کرتے رہیں۔ آپ کو اپنے بیوی اور بیٹے سے کیا لینا ہے؟ بھگوان کی کرپا سے میرا بیٹا بچ گیا ہے۔ سب ہی کہہ رہے تھے کہ بچنے کی امید نہیں ہے۔ ڈاکٹر بھی مایوس ہو گیا تھا مگر پتا نہیں کس کی مہربانی تھی۔ میں نے کسی کے ساتھ نیک کرم کیے ہوں گے۔ اسی لیے آج میرے بیٹے کو نئی زندگی ملی ہے۔''

کبریا بھنڈاری کے دماغ میں آیا۔ اس کے خیالات پہلے بھی پڑھ چکا تھا۔ اب پھر پڑھے تو اس کی ایک کمزوری معلوم ہوئی۔ کوئی چھ برس پہلے اس نے اپنے مخالف کو قتل کیا تھا۔ قتل کرتے وقت اس کی تصاویر اتاری گئی تھیں اور ایک کیسٹ میں اس کی آواز بھی ریکارڈ کر لی گئی تھی۔ جن سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر اپنے اس مخالف کو قتل کیا تھا۔

ایک پولیس انسپکٹر نے اس کے خلاف یہ تمام ثبوت حاصل کیے تھے۔ بھنڈاری نے اسے لاکھوں روپے دے کر حاصل کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا ''تمہاری سیاسی پارٹی اقتدار میں آنے والی ہے۔ جب یہ حکومت بنالے گی تو تم میری ترقی کرواؤ گے اور مجھے زیادہ سے زیادہ مال کمانے کا موقع دو گے۔''

بھنڈاری دولت مند تھا۔ سیاسی قوت رکھتا تھا۔ اس کے باوجود اس انسپکٹر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ اس کے برعکس وہ انسپکٹر اسے عدالت سے لے کر پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا تھا۔ جب بھنڈاری کا ساتھی پٹیل ایک شعبے میں منسٹر بن گیا تو اس نے اس کے ذریعے اس انسپکٹر کی ترقی کرا دی۔ وہ انسپکٹر ہر سال دو سال بعد ترقی کرتا ہوا اس وقت ڈپٹی کمشنر آف پولیس بن چکا تھا۔

کبریا نے بھنڈاری کے ذریعے اس ڈپٹی کمشنر کی آواز سنی اور اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے پھر اس نے فون کے ذریعے اسے رابطہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس نے بھنڈاری کے فون پر اس سے رابطہ کیا ''ہیلو سر! آپ تو بہت بڑے لیڈر بن چکے ہیں۔ آپ کو اب تو اب سر کہنا پڑتا ہے۔ کیا آپ میری بات سن رہے ہیں؟''

بھنڈاری نے پریشان ہو کر پوچھا ''اس وقت تم نے فون کیوں کیا ہے؟ کیا تمہارے مطالبات ختم نہیں ہوں گے؟''

''جب تک سانس چلتی رہتی ہے۔ ضرورتیں پیدا ہوتی ہی رہتی ہیں۔''

''لیکن یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟ رات کے چار بج رہے ہیں۔''

''اسے رات کے نہیں صبح کے چار بجے کہتے ہیں۔ میں کیا کروں؟ میں نے ابھی سہاگن دیوی کو خواب میں دیکھا تو ایک دم سے چونک کر اٹھ بیٹھا۔''

بھنڈاری نے پریشان ہو کر پوچھا ''کیا تم نے خواب میں دیوی جی کو دیکھا تھا؟''

''ہاں۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ میں ناجائز طریقے سے اتنا مال کماتا ہوں۔ مجھے بھی مصیبت کے ماروں کے لیے ایک کروڑ روپے دان کرنے چاہئیں۔''

میں نے کہا کہ ایک کروڑ روپے میری اوقات سے زیادہ ہیں۔ دیوی جی! آپ کچھ کم کریں۔

اس نے کہا ''ٹھیک ہے پچاس لاکھ روپے تم کہیں سے بھی بندوبست کر کے امداد کے طور پر میرے پاس پہنچا دو۔''

''اسی لیے میں نے آپ کو فون کیا ہے کہ آپ آج مجھے پچاس لاکھ روپے نقد یا چیک دے دیں۔''

وہ چیخ کر بولا ''کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ میری اتنی اوقات نہیں ہے میں اتنا دولت مند نہیں ہوں کہ ایک ہی دن میں پچاس لاکھ روپے دے سکوں۔''

ڈپٹی کمشنر نے کہا ''دیوی جی نے کہا ہے کہ مجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ اگر میں پچاس لاکھ روپے دان کروں گا تو وہ مصیبت ٹل جائے گی۔ میں کچھ نہیں جانتا تم بینک کے ٹائم تک مجھے پچاس لاکھ روپے ادا کر دو۔''

اس نے فون بند کر دیا۔ بھنڈاری ریسیور پر چیخا ''سنو! میری بات سنو۔ فون بند نہ کرو۔''

لیکن وہ فون بند ہو چکا تھا۔ اسے اپنے اندر سہاگن دیوی کی آواز سنائی دی ''اوم نمستے وا...... اوم نمستے وا......''

وہ خلا میں تکنے لگا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا ''سہاگن دیوی! مجھے معاف کر دو۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ یہ سب تمہاری آتما شکتی کی وجہ سے ہوا ہے۔ ادھر مراری کے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ادھر وہ ڈپٹی کمشنر مجھے ڈس رہا ہے۔ آدمی سانپ کے زہر سے بچ جاتا ہے لیکن آدمی کے زہر سے نہیں بچ پاتا۔ مجھے اس ڈپٹی کمشنر سے نجات دلاؤ۔''

وہ بولتا جا رہا تھا اور توقع کر رہا تھا کہ دیوی اس سے کچھ بولے۔ اس کی مدد کرے لیکن خاموشی تھی۔ وہ بے بسی سے بولا ''میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ کس طرح دیوی کو راضی کروں؟ اس سے معافی مانگوں۔ بڑی مصیبت میں پڑ گیا

ہوں۔''

کبریا نے اس کی سوچ میں کہا ''مجھے دیوی کو ہر حال میں خوش رکھنا ہوگا۔ اس کے خلاف جو کچھ کرتا رہا۔ اب اس کی حمایت میں بولنا ہوگا۔ کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ دیوی کا دل جیت سکوں۔ وہ خوش ہو کر مجھے معاف کر دے اور اس مصیبت سے نجات دلا دے۔''

جب تک طاقت ور سے زیادہ طاقت ور نہ بنا جائے اس وقت تک وہ مغرور طاقت ور جھکتا نہیں ہے۔ اب وہ جھک رہا تھا۔ اس کے اور مراری کے کس بل ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے فون پر باتیں کر رہے تھے۔ مراری کہہ رہا تھا کہ دیوی جی نے اس کے بیٹے کو سانپ کے زہر سے بچا لیا ہے۔ یہ دیوی کی طرف سے چتاونی تھی کہ آئندہ ہم اس کے خلاف کچھ کریں گے تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔

بھنڈاری نے کہا ''میں بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ اب ہمیں اس کے سامنے جا کر جھکنا ہوگا۔ اس سے معافی مانگنی ہوگی۔ جنا کے سامنے جا کر کہنا ہوگا کہ ہم غلطی پر تھے اور ان سب کو دیوی کے خلاف بھڑکا رہے تھے۔ ہم قصوروار ہیں ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہم دیوی جی سے معافی مانگ رہے ہیں۔ جنا بھی ہمیں معاف کر دے۔''

دشمن جھک رہے تھے۔ جینا کے راستے کی مشکلات کم ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ سہاگن دیوی کی حیثیت سے وہاں اپنا وقار، رعب اور دبدبہ قائم رکھ سکتی تھی۔

کبریا جب واپس احمد آباد پہنچا تو دن نکل چکا تھا۔ آئی جی آف پولیس نے کہا ''آپ تمام رات کے تھکے ہوئے ہیں۔ مسلسل جاگ رہے ہیں ہوٹل کے کمرے میں جا کر سو جائیں۔ آپ سے چار چھ گھنٹے بعد ملاقات ہوگی۔''

وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا پھر جینا کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے نیند میں مداخلت نہیں کی اسے سونے دیا پھر خود بھی دماغ کو ہدایت دے کر گہری نیند میں ڈوب گیا۔

اس نے جینا کے خوابیدہ خیالات نہیں پڑھے تھے اور ضروری بھی نہیں سمجھا تھا کیونکہ تمام دشمن زیر ہو رہے تھے اور اس سے معافی مانگنے والے تھے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔

لیکن پریشانی کی بات تھی جینا کے ساتھ کچھ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

ان چھ یوگا جاننے والے افسران نے اپنی اپنی ذہانت کے مطابق بڑی حکمتِ عملی سے چنڈال جوگیا کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا رکھا تھا۔ ہر پہلو سے پابند کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ وہ واش روم جاتا تھا تو وہاں بھی اسے خفیہ کیمروں کے ذریعے دیکھا جاتا تھا۔ اس کی ایک ایک بات سنی جاتی تھی۔

چنڈال جوگیا نے ایسے مضبوط شکنجے میں رہنے کے باوجود دو یوگا جاننے والے افسران سے پیچھا چھڑا لیا تھا اور باقی رہ جانے والے چار افسران اس پر کسی قسم کا شبہ نہیں کر رہے تھے۔

وہ اپنے معمول کے مطابق روز صبح عامل کے ذریعے اس پر تنویمی عمل کراتے تھے اور ان کے عامل کی رپورٹ یہی ہوتی تھی کہ چنڈال بڑی آسانی سے اس کا معمول بن جایا کرتا ہے اور جو باتیں اس کے ذہن میں نقش کر دی جاتی ہیں وہ انہی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ وہ کسی شک وشبے کے بغیر ان چار افسران کا تابعدار ہے اور تابعدار رہے گا۔

تنویمی عمل کے بعد سب ہی کو یقین ہو جاتا ہے کہ معمول بننے والا اب صحیح معنوں میں تابعدار بن چکا ہے۔ اس پر کسی طرح کا شبہ نہیں کیا جاتا۔ وہ عامل سوچ بھی نہیں سکتا کہ جب بھی وہ چنڈال پر تنویمی عمل کرتا تھا تو ٹونی بے چنڈال کے اندر پہنچ جاتا تھا اور اسے عامل کے عمل سے متاثر نہیں ہونے دیتا تھا۔ یعنی چنڈال اور ٹونی بے دونوں مل کر اس عامل کو دھوکا دیتے تھے اور اسے اس خوش فہمی میں مبتلا رکھتے تھے کہ روز صبح اس پر کیا جانے والا تنویمی عمل کامیاب رہتا ہے۔ اس طرح انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ چنڈال جوگیا ہمیشہ ان کا غلام بن کر رہا کرے گا۔

چنڈال کو دو طرح سے کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دو یوگا جاننے والے افسران کو ہلاک کر چکا تھا اور دوسری اہم کامیابی یہ تھی کہ تنویمی عمل کرنے والے سے نجات مل گئی تھی۔ وہ عامل خوش فہمی میں مبتلا رہ کر اس پر عمل کیا کرتا تھا اور ناکام رہا کرتا تھا۔

پہلے وہ ان کا پابند تھا۔ ان کی اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کے دماغ میں بھی نہیں جا پاتا تھا۔ تنویمی عمل کے زیر اثر رہنے کے باعث اپنی بیٹی تک نہیں پہنچ پاتا تھا۔

اب وہ آزاد ہو چکا تھا۔ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کہیں بھی پہنچ سکتا تھا۔ اسے خفیہ کیمروں سے دیکھنے والے بھی اس کی خیال خوانی کی چوری کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔ ایسی آزادی حاصل ہوتے ہی اس نے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ دوسری صبح پھر اس کے دماغ میں آئے گا اور اسے شملہ جانے کو کہے گا۔

اس کے بعد اسے اپنی بیٹی انیتا کا خیال آیا۔ وہ اس کی

خیریت معلوم کرنے کے علاوہ یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ فرمان اس سے آزاد ہوکر، رہائی پاکر اب کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اسے یہ امید تھی کہ وہ پھر ایک بار انیتا کے ذریعے فرمان کو ٹریپ کرلے گا۔

انیتا اپنی زندگی کے ایک فیصلہ کن مرحلے سے گزر رہی تھی۔ تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتانے والی بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی تھی کہ انیتا کی زندگی مختصر رہ گئی ہے۔ وہ کسی بھی وقت کسی بھی دن جان سے گزر جائے گی۔

بیلا اوبرائے نے یہ پیش گوئی فرمان کے سامنے کی تھی۔ انیتا کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔ اس وقت انیتا اور فرمان کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے تھے۔ انیتا کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اس کا انیل شرما نہیں ہے۔ یہ وہی فرمان ہے جو اسے پہلی بار ٹرین میں ملا تھا اور اب تک خود کو انیل شرما کہتا رہا تھا۔

انیتا اس بات سے ناراض تھی کہ وہ اسے دھوکا دیتا رہا۔ جب کہ فرمان اسے سمجھاتا رہا کہ دھوکا اس نے نہیں دیا ہے۔ بلکہ اس کے باپ نے یہ کہہ کر دھوکا دیا ہے کہ انیل شرما دوسرا جنم لے کر اس کی زندگی میں آیا ہے پھر اس نے جادو منتر سے فرمان کا دماغ پھیر دیا تھا اور وہ خود کو عارضی طور پر انیل شرما سمجھ کر انیتا سے ملوث ہوگیا تھا۔

بہر حال جو بھی ہوا تھا۔ اب فرمان کو انیتا سے اور انیتا کو فرمان سے بے انتہا محبت ہوگئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے تھے لیکن اب انیتا کی ضد تھی کہ فرمان سچ مچ انیل شرما بن جائے۔ ہندو دھرم اختیار کرے۔ وہ کسی مسلمان کے ساتھ زندگی نہیں گزارے گی۔

اور فرمان اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ بے جا ضد نہ کرے۔ اس نے کہا کہ انیتا تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ تم نے مندر میں جاکر مجھ سے شادی کی تھی۔ اس طرح تم میری دھرم پتنی ہو اور میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔

وہ بولی ''اس طرح ہم دو کشتیوں میں سوار رہ کر زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ راستے الگ الگ ہوجائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم ابھی سے اپنا راستہ الگ کریں یا دھرم بدل کر ایک ہوجائیں۔''

وہ اپنا دین ایمان نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ ناراض ہوکر بیلا کے بنگلے سے نکل کر باہر گاڑی میں آکر بیٹھ گئی تھی۔ بعد میں بیلا نے فرمان کو بتایا کہ انیتا کی زندگی مختصر ہے۔ تب فرمان کو افسوس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ اس بے چاری کو ناراض کر رہا ہے۔ اس مختصر سی زندگی میں وہ دین و دھرم کے جھگڑے سے کیا حاصل کرے گا؟ کسی طرح اس کے ساتھ سمجھوتا کرنا چاہیے۔

وہ باہر آکر اس کے پاس آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اسے یہ بھی بتا سکتا تھا کہ بیلا کی پیش گوئی کے مطابق اس کی زندگی مختصر سی رہ گئی ہے۔ وہ زیادہ جی نہیں سکے گی۔ لہٰذا ہمیں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔

لیکن فرمان کا حوصلہ نہ ہوا کہ وہ اسے اس کی موت کی خبر سناتا۔ اس نے پیش گوئی والی بات بدل دی۔ اس سے کہا ''انیتا! جھگڑا نہ کرو۔ تمہیں پتا نہیں ہے کہ ابھی بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی ہے کہ میری زندگی بالکل مختصر سی رہ گئی ہے۔ میں کسی دن کسی وقت جاں سے گزر سکتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی انیتا اس سے لپٹ گئی۔ سارے اختلاف بھول گئی۔ اسے اپنی بدبختی پر رونا چاہیے تھا۔ آنے والی موت سے خوف زدہ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بے چاری سمجھ رہی تھی کہ فرمان بدبخت ہے اور موت اس کی طرف آرہی ہے۔

وہ دونوں وہاں سے اپنے بنگلے میں آگئے۔ فرمان نے کہا ''پتا نہیں زندگی کتنے دنوں کی ہے؟ اب ہم دونوں کو کسی بات پر جھگڑا نہیں کرنا ہے۔''

وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر بولی ''کبھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گی۔ تم نہیں جانتے کہ میں اندر ہی اندر اپنی ہر سانس میں تمہاری لمبی عمر کی دعا مانگ رہی ہوں۔''

دوسری طرف فرمان اس کی لمبی عمر کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس رات وہ بڑی دیر تک جاگتے رہے۔ ایک دوسرے کو بھرپور پیار دیتے رہے پھر سو گئے۔ رات کے پچھلے پہر انیتا نے اپنے دماغ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ فوراً ہی سانس نہ روک سکی۔ اس لیے چنڈال کو مخاطب کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے کہا ''بیٹی! تمہیں اپنے پتاجی کی قسم ہے۔ سانس نہ روکو۔ میری باتیں سن لو۔''

وہ خوش ہوکر بولی ''پتاجی! آپ ہیں۔ آپ زندہ ہیں؟ آپ کی آواز سن کر میں کتنی خوش ہو رہی ہوں؟ یہ میں اور میرا بھگوان جانتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہوگیا تھا۔ اس میں آپ موجود تھے اور آپ کا بھی دیہانت ہوچکا ہے۔ بعد میں ایک بیلا اوبرائے نامی ایک لڑکی ہے۔ جو تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ میں یتیم نہیں ہوئی ہوں۔''

اس نے کہا ''ہاں بیٹی! میرا سایہ تمہارے سر پر ہے اور رہے گا۔ یہ بتاؤ انیل کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟ وہ میرا انتقام تم سے تو نہیں لے رہا ہے؟''

''نہیں پتاجی! وہ مجھے دل و جان سے چاہتے ہیں۔ آپ

نے کہا تھا کہ وہ میرا انیل شرما ہے۔ دوسرا جنم لے کر اس دنیا میں آیا ہے لیکن یہ بات غلط ہوگئی ہے۔ بیلا کی پیش گوئی سچی ہے اس نے بتا دیا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس کا نام فرمان ہے اور وہ فرمان ہی رہے گا۔ انیل شرما نہیں بن سکتا۔''

''بیٹی! میں جادو ٹونا جاننے کے باوجود دھوکا کھا گیا۔ یہی سمجھتا رہا کہ وہ دوسرا جنم لے کر آیا ہے۔ اگر وہ ہندو نہیں ہے۔ مسلمان ہے تو پھر تمہیں اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔''

''اب تو یہ ساتھ نہیں چھوٹے گا۔ جو ہونا تھا وہ ہوچکا ہے۔ یہ فرمان ہی سہی میں اس کے ساتھ ساری زندگی گزاروں گی۔''

پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی ''میری تو پتا نہیں کتنی ساری زندگی ہے لیکن فرمان زندہ نہیں رہے گا۔''

چنڈال نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں۔ بیلا اوبرائے نے پیش گوئی کی ہے کہ اس کی زندگی بہت ہی مختصر سی رہ گئی ہے۔ یہ کسی دن کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔''

وہ پریشان ہوکر بولا ''یہ بیلا اوبرائے آخر ہے کون؟ یہ کیسی کیسی پیش گوئیاں کر رہی ہے؟''

''جو بھی کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے۔ یہی دیکھیے کہ سب آپ کو مردہ سمجھ رہے تھے لیکن اس نے بتا دیا کہ میں یتیم نہیں ہوئی ہوں۔ یعنی آپ زندہ ہیں پھر اسی نے یہ حقیقت بتائی ہے کہ وہ اصل میں فرمان ہے انیل شرما نہیں ہے۔ آپ کو مان لینا چاہیے کہ بیلا اوبرائے سچی پیش گوئی کرتی ہے۔''

وہ قائل ہوکر بولا ''ہاں۔ ماننا تو ہوگا۔ وہ کئی سچی پیش گوئیاں کرچکی ہے۔ یہ بھی سچ ہوسکتا ہے کہ فرمان کی زندگی مختصر ہوگئی ہو لیکن میں پوری طرح یقین کرنا چاہتا ہوں۔ تم اس بیلا اوبرائے سے فون پر رابطہ کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کروں گا۔''

انیتا نے سر گھما کر فرمان کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ بستر سے اتر کر دوسرے کمرے میں آئی۔ چنڈال اس وقت سوچ رہا تھا کہ کسی طرح اپنی بیٹی کو ٹریپ کرکے ابھی فرمان کو زخمی کرنا چاہیے یا اسے کمزور بنا کر اسے اپنا غلام بنا لینا چاہیے۔

انیتا نے فون کے ذریعے بیلا سے رابطہ کیا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا ''ہیلو! اتنی رات کو کون بول رہا ہے؟ کسی کی نیند کا خیال تو کرنا چاہیے۔''

انیتا نے کہا ''میں شرمندہ ہوں۔ تمہاری نیند میں مداخلت کر رہی ہوں لیکن میرا یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ فرمان کی زندگی کیا واقعی مختصر سی رہ گئی ہے؟ کیا واقعی تم نے یہ پیش گوئی کی ہے؟''

بیلا نے پوچھا ''فرمان نے تم سے کیا کہا ہے؟''

''وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی زندگی مختصر ہوگئی ہے۔ وہ کسی وقت بھی مر سکتا ہے اور یہ بات تم نے اسے بتائی ہے۔''

اس نے کہا ''وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ کس طرح وہ تمہاری بلا اپنے سر لینا چاہتا ہے لیکن ایسا کرنے سے موت نہیں ٹلے گی۔ جس کے پاس آنا ہے اسی کے پاس آئے گی۔ فرمان کے پاس تو برسوں تک نہیں آئے گی۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا فرمان نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا؟''

''کچھ جھوٹ اور کچھ سچ کہا ہے۔ جھوٹ یہ ہے کہ وہ زندہ رہے گا۔ اس کی زندگی مختصر نہیں ہے اور سچ یہ ہے کہ تمہاری زندگی مختصر ہے تم چند دنوں کی چند گھنٹوں یا چند منٹوں کی مہمان ہو۔''

یہ سن کر انیتا سکتے میں رہ گئی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کہیں تک رہی تھیں۔ ایسے وقت چنڈال بیلا کے خیالات پڑھ رہا تھا اور یہ تسلیم کر رہا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے اور تاش کے پتوں کی ماہر ہے۔ باون پتوں میں سے ایک ایک پتا اس سے سچ بولتا ہے۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اگر موت آنے ہی والی ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ پیدا کرنے والے ماں باپ بھی اپنے بچوں کو نئی زندگی نہیں دے سکتے۔

وہ اپنی بیٹی کے دماغ میں آکر بولا ''تم بہت پریشان ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ابھی مرنا بھی نہیں چاہتیں۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہوئی ہے۔ تمہیں زندہ رہنا ہے۔ اس دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھنا ہے۔ گھومنا پھرنا ہے اور خوب موج اڑانا ہے۔''

وہ رونے لگی۔ کہنے لگی ''آپ کے ایسا کہنے سے اب کیا ہوگا۔ جب موت آنی ہے تو پھر آئے گی۔''

''بیٹی! تم بھول رہی ہو۔ میں اپنی آتما شکتی کے ذریعے تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ تمہارا جسم مرے گا لیکن تمہاری آتما یہاں سے پرواز کرتی ہوئی کسی دوسری حسین لڑکی کے اندر چلی جائے گی۔ تم پھر نئی زندگی حاصل کروگی۔ اس دنیا میں پھر سے عیش و عشرت کی زندگی گزاروگی۔''

وہ روتے روتے ایک دم سے خوش ہوگئی۔ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر بولی ''ہائے پتا جی! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ آپ آتما شکتی کے ذریعے مجھے دوبارہ زندگی دے سکتے ہیں۔ کیا مجھے جب موت آئے گی تو اس وقت آپ میرے قریب رہیں گے اور میری آتما کو دوسرے جسم میں پہنچائیں گے؟''

''میں نہیں جانتا کہ کب تمہاری موت واقع ہوگی۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ میں کسی دوسری جگہ زیادہ مصروف ہوں اور یہاں تمہیں موت آجائے تو پھر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکوں گا۔''

وہ پریشان ہوکر بولی ''پلیز آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں ایسے مردوں کی تو اتنی خوب صورت دنیا ہار جاؤں گی۔ میں اس دنیا سے جانا نہیں چاہتی۔ پلیز آپ میرے لیے کچھ کریں؟''

''اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ تمہیں ابھی مرنا ہوگا۔ میں تمہیں دوسرے ہی پل زندگی دوں گا۔''

وہ ایک دم سے ڈر گئی۔ سہم کر بولی ''کیا۔ کیا میں ابھی مرجاؤں؟ نہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ سمجھ لو کہ ابھی آگئی اور کوئی ایسی پریشانی نہیں ہوگی۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں آرام سے تمہاری آتما کو نکال کر اس جسم سے دوسرے جسم میں پہنچاؤں گا۔''

وہ انیتا کے چور خیالات پڑھ کر یہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کرکے یہ کہے گا کہ وہ ابھی فرمان کو زخمی کرے اور دماغی طور پر کمزور بنائے۔ تاکہ وہ اسے اپنا غلام بنالے تو انیتا کبھی راضی نہیں ہوگی۔ وہ اسے دل و جان سے چاہتی ہے۔ اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اس کے سامنے دوسرا راستہ یہی تھا کہ انیتا کے جسم کے ساتھ اس کا لب ولہجہ و ذہن بھی بدل جائے پھر وہ اس کے دماغ میں آسانی سے جاسکے گا۔ اس پر تنویمی عمل کرکے اپنا تابعدار بنا کر اس کے ذریعے فرمان کو نقصان پہنچا سکے گا۔

ایک تدبیر اور تھی وہ یہ کہ جس وقت انیتا کا دم نکل رہا ہو تو وہ اسی وقت اس کے دماغ پر حاوی ہوجائے۔ فی الحال اسے مرنے نہ دے۔ اپنا تابعدار بنالے اور پھر اسے فرمان کے کمرے میں پہنچا کر اس پر حملہ کرے اور اسے زخمی کرے۔

وہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جس بنگلے میں اسے قید کیا گیا تھا۔ وہاں ابھی رات کے پچھلے پہر کی خاموشی تھی۔ وہ افسران گہری نیند میں تھے۔ کوئی دیکھنے والا نہیں تھا کہ وہ کیا کررہا ہے؟ پھر اس کے بیڈروم میں اندھیرا بھی تھا۔ وہ اندھیرے میں بیٹھ کر اس مخصوص عمل میں مصروف ہوگیا۔ جس کے ذریعے آتما کو ایک جسم سے نکال کر دوسرے جسم میں منتقل کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ ایسا عمل کرچکا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کی آتما کو رنجیت ورما کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ آج کل وہ انسپکٹر جنرل آف پولیس رنجیت ورما کی حیثیت سے بڑی شان دار زندگی گزار رہا تھا۔ چنڈال اگر چاہتا تو ان چھ یوگا جاننے والے افسران سے بہت پہلے ہی نجات حاصل کرلیتا۔ وہ ایسے مخصوص منتر پڑھ کر آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم سے اپنی آتما کو نکال کر کسی دوسرے جسم میں منتقل کردیتا تو ان چھ یوگا جاننے والے افسران کے پاس اس کا مردہ جسم ہی رہ جاتا اور وہ کسی دوسرے کے اندر جاکر آزادی حاصل کرلیتا۔

لیکن اس نے اب تک ایسا نہیں کیا تھا۔ ان چھ افسران کی قید میں بڑی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ اپنی توہین بھی برداشت کرتا رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنا جسم چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے بچپن سے اپنے آپ سے محبت تھی۔ وہ آئینہ دیکھتا تھا تو اسے اپنی صورت اپنا جسم سب سے اچھا لگتا تھا۔

اس نے طے کیا تھا کہ چاہے کچھ ہوجائے۔ اپنے اس جسم سے دستبردار نہیں ہوگا۔ جب بہت زیادہ مصیبت ہوگی اور وہ مصیبت ناقابل برداشت ہوگی۔ تب ہی وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنے جسم کو تبدیل کرے گا۔ ورنہ اسی جسم میں رہ کر جدوجہد کرے گا۔ جس طرح دو افسران کا خاتمہ کیا ہے۔ اسی طرح باقی چاروں کو بھی ختم کرنے کے بعد آزادی حاصل کرے گا۔

وہ اپنے تاریک کمرے میں بیٹھا ہوا منتروں کا جاپ کررہا تھا اور آنکھیں بند کرکے آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو باہر نکال چکا تھا۔ اس کا جسم بالکل ساکت رہ گیا تھا اور اس کی آتما وہاں سے دور علاقوں میں گھوم رہی تھی۔ بھٹک رہی تھی۔ کسی ایسی حسین لڑکی کو تلاش کررہی تھی جو لب دم ہو۔ جس کی موت آگئی ہو جو مرنے والی ہو۔

ایک عمارت کے ایک کمرے میں اسے ایسی حسین اور نوجوان لڑکی دکھائی دی جو دشمنوں کے چنگل میں تھی۔ دشمنوں نے ایک کمرے میں اسے قید کررکھا تھا اور اس کی عزت سے کھیلنے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی وہ اپنی جان پر کھیل جانا چاہتی تھی۔

چنڈال اسے دیکھتے ہی انیتا کے پاس آیا۔ وہ دوسرے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ اس کے اندر پہنچتے ہی

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ سانس روک کر اسے بھگانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا پھر اس کا منہ بند کردیا۔ تاکہ وہ چیخ نہ سکے دوسرے کمرے میں فرمان کو معلوم ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ اس نے اسے سانس لینے نہیں دیا۔ جب بھی وہ سانس لینا چاہتی تھی تو اسے روک دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سانس لینا چھوڑ دی۔ ایک دو منٹ گزر گئے۔ پورے دس منٹ تک وہ اس کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا۔ وہ اتنی دیر تک سانس نہیں روک سکتی تھی۔ اس کا دم نکل چکا تھا۔ اس کی آتما اس کے جسم سے باہر نکل آئی تھی۔

وہ اس کی آتما کو لے کر اس جگہ پہنچا جہاں وہ حسین لڑکی قید تھی۔ وہ مخصوص منتر پڑھنے لگا۔ بیٹی کی آتما کو حکم دیتا رہا کہ اس کے اندر گھسنے کی کوشش کرے۔ آتما اس کے اندر جانا چاہتی تھی لیکن ایک جسم میں دو آتمائیں نہیں رہ سکتیں۔ وہ لڑکی تو ویسے بھی مرنا چاہتی تھی۔ جب انیتا کی آتما اس کے اندر جانے کی کوشش کرنے لگی اور ادھر چنڈال کے منتر اس پر اثر کرنے لگے تو اس کی آتما باہر نکل آئی اور انیتا اس کے اندر سما گئی۔

ہماری دنیا میں عجیب وغریب بڑے حیرت انگیز تماشے ہوتے ہیں۔ جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن خیال خوانی کے ذریعے یا جادو کے ذریعے یا دوسری شعبدہ بازی کے ذریعے ایسی ایسی وارداتیں کی جاتی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیسے ہوگیا؟

☆☆☆

پورس روم پہنچ گیا۔ سونیا اس سے ملنے کے لیے ایرپورٹ کے لاؤنج میں موجود تھی۔ اس کے علاوہ اعلیٰ بی بی اور عبداللہ اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کررہے تھے کہ وہ طیارے میں سفر کرنے کے دوران میں کبھی نیند کی حالت میں تھا اور کبھی اس پر نیم غنودگی طاری تھی۔ ایسے میں اس نے شیوانی کو دیکھا تھا۔

اب تک وہ عدنان کی زبان سے یہ سنتے آرہے تھے کہ اس کی ممی یعنی شیوانی اس کے پاس آتی ہیں۔ اس سے جو کہتی ہیں وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ پورس نے پہلی بار بند آنکھوں کے پیچھے اس شیوانی کو واضح طور پر دیکھا تھا اور وہ اپنا نام انا میریا بتا رہی تھی۔ اس نے ایسی عجیب وغریب روداد سنائی تھی کہ جسے عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن شیوانی اور پورس کے ساتھ جو حالات و واقعات پیش آئے تھے۔ بالکل وہی حالات انا میریا اور خیالی پورس کے ساتھ پیش آتے رہے تھے۔

وہ بھی پورس کے بچے کی ماں بن گئی تھی۔ وہ بچہ بھی عدنان تھا۔ یہ ایسی عجیب بات تھی۔ جو یقین نہ کرنے کے باوجود دلچسپ تھی اور حقیقت کے قریب بھی تھی۔

وہ امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر وزیٹر لابی میں آیا۔ وہاں سونیا نے اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر کہا ''بیٹے! تمہارے بیٹے نے تو ناک میں دم کردیا ہے۔ اچانک ہی گم ہوجاتا ہے اور ہمیں اپنے پیچھے بھگاتا ہے۔''

''آپ اسے صرف میرا بیٹا کیوں کہہ رہی ہیں؟ وہ آپ کا پوتا بھی تو ہے۔ آپ پر ہی گیا ہے۔''

''اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے چھوڑ کر نہیں جائے گا اور دیکھو بدمعاش کو کیسے دادی کو نظرانداز کرکے چلا گیا ہے۔''

''ایسی بات نہیں ہے مما! اسے پہلی بار اس کی مما ملی ہے۔ اس لیے وہ اس سے متاثر ہوکر گیا ہے۔ جلد ہی واپس آجائے گا۔ میں اسے ضرور لے کر آؤں گا۔''

''لیکن وہ اسے کیوں لے گئی ہے؟ اگر وہ خود کو شیوانی کہتی ہے اور میری بہو ہے تو اسے میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ مجھ سے ملنا چاہیے تھا۔ کیا میں اسے گلے نہ لگاتی؟ وہ میرے قریب آئی۔ مجھ سے ملے بغیر میرے بچے کو لے گئی۔ اس کا مطلب کیا ہے؟''

''مما! اس کی روداد عجیب ہے۔ وہ ایسے حالات سے گزرتی رہی ہے کہ کوئی سنے تو کبھی یقین نہ کرے۔ اسی لیے وہ پہلے مجھے سنانا چاہتی تھی مجھے اعتماد میں لینا چاہتی تھی۔ اب میں اس کا اعتماد حاصل کرکے اسے یہاں لاؤں گا۔ وہ عدنان کے ساتھ ضرور آئے گی۔''

''تم! اس سے ملنے کہاں جاؤ گے؟ وہ کہاں ملے گی؟''

''میں نے نیم خوابی کی حالت میں اسے دیکھا تھا۔ اس کی روداد سنی تھی۔ وہ سمندر کے کنارے تھی۔ عدنان بھی اس کے ساتھ تھا۔ مجھے سمندر کے ساحل پر جانا چاہیے۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''نہیں مما! وہ ابھی آپ سے کترا رہی ہے۔ اس کی کوئی وجہ ہوگی؟ جو وجہ سمجھ میں آرہی ہے وہ میں آپ سے کہہ چکا ہوں۔ پلیز! آپ صبر کریں۔ اطمینان رکھیں میں اسے ضرور لے کر آؤں گا اور آپ کے پوتے کے ساتھ لے کر آؤں گا۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! آپ بھائی کو تنہا جانے دیں۔ میں ان کے دماغ میں رہوں گی اور ان کے حالات آپ کو بتاتی رہوں گی۔''

پورس ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آکر ایک ٹیکسی میں

بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ڈرائیور نے پوچھا "صاحب! کہاں جانا ہے؟"

"سمندر کے اس ساحلی علاقے میں لے چلو۔ جہاں اچھی خاصی چہل پہل رہتی ہے۔"

ڈرائیور نے کہا "ساحلی علاقے میں تقریباً تین میل تک آپ کو خوب رونق دکھائی دے گی۔ آپ جہاں کہیں گے۔ وہاں پہنچا دوں گا۔"

"بس کسی ایک سرے پر پہنچا دو پھر میں خود ہی دوسرے سرے تک چلا جاؤں گا۔"

ڈرائیور نے اسے ساحل کے ایک سرے پر پہنچا دیا۔ وہ ٹیکسی سے اتر کر دور دور تک دیکھنے لگا۔ ساحل پر خوب رونق تھی۔ حسین عورتیں، بچے، مرد، بوڑھے سب ہی سمندر کی لہروں سے کھیل رہے تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ کھا پی رہے تھے۔ گھوم رہے تھے۔ دولت انہیں جتنا گھما رہی تھی۔ وہ گھومتے جا رہے تھے۔

اس نے ڈرائیور کو کرائے کی رقم ادا کی پھر ریت پر چل کر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ اپنے بیٹے کو تو وہ پہچانتا ہی تھا۔ اس نے انا میریا کو بھی نیم خوابی میں دیکھا تھا اور واضح طور پر دیکھا تھا۔ اب وہ اسے کہیں بھی دیکھ کر پہچان سکتا تھا۔

نیم خوابی کے دوران میں جو صورت سامنے آئی تھی۔ وہ بڑی حد تک شیوانی سے مشابہت رکھتی تھی۔ لہٰذا اسے پہچان لینا دشوار نہ ہوتا۔ مشکل یہ تھی کہ دور تک جانے اور دیکھنے کے باوجود اس کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہاں بے شمار بچے بھی تھے ان بچوں میں عدنان کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ ساحل پر تین میل تک چلتا رہا پھر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "بھائی! عدنان تو کہیں نظر نہیں آ رہا؟ اور وہ عورت بھی اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ ہمیں دھوکا تو نہیں دے رہی تھی؟"

وہ بولا "دھوکا کیوں دے گی؟ اسے ہم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"پھر وہ یہاں سے کیوں چلی گئی ہے؟ اس نے آپ کا انتظار کیوں نہیں کیا؟"

"ذرا سوچو جب میں طیارے میں سفر کر رہا تھا اور جب میں نے اسے نیم خوابی کی حالت میں دیکھا تھا تو اس وقت سے اب تک پانچ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ کیا وہ یہاں پانچ گھنٹوں تک بیٹھی میرا انتظار کرتی رہتی؟ وہ شاید کہیں چلی گئی ہے۔ میرا بیٹا تھک گیا ہوگا۔ سونا چاہتا ہوگا۔ آرام کرنا چاہتا ہوگا۔ وہ اس کے آرام کی خاطر گئی ہوگی۔ مجھ سے ضرور ملے گی۔"

"یہ تو ہمیں بھی یقین ہے کہ ہمارا عدنان ضرور ملے گا۔ پہلے بھی وہ بچھڑتا رہا ہے ملتا رہا ہے لیکن ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟ اس سلسلے کو ختم ہونا چاہیے۔"

"ذرا صبر کرو۔ انا میریا ملے گی تو یہ سلسلہ ضرور ختم ہو جائے گا پھر ہمارا عدنان ہم سے بچھڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔"

وہ تھک ہار کر ایک ہوٹل میں آ گیا۔ ہارنے کے باوجود مایوس نہیں ہوا تھا۔ اس کو امید تھی بلکہ یقین تھا کہ انا میریا اس کے بیٹے کے ساتھ ضرور ملے گی۔

سونیا رات کے کھانے کے وقت اس کے پاس آئی پھر اس سے بولی "کیا تم مایوس ہو؟"

"نو مما! مایوسی کیسی؟ وہ بہت شریر ہے پھر اپنی اس ایا سے بہت متاثر ہے۔ اسی لیے وہ بلاتی ہے تو یہ چلا جاتا ہے۔ میں نے اندازہ کیا ہے آپ سے بہت محبت کرتا ہے وہ آپ کے پاس ضرور آئے گا۔"

"میرا دل بھی یہ کہتا ہے چلو اٹھو ڈائننگ ہال میں چل کر کھائیں گے۔ تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟"

"جی ہاں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کھانے کے بعد اس شہر میں گھوموں۔ شاید وہ کہیں نظر آ جائے۔"

وہ کمرے سے نکل کر ڈائننگ ہال میں آئے۔ سونیا نے کہا "اعلیٰ بی بی اور عبداللہ عدنان کے خیالات پڑھ رہے ہیں۔ اس کے خیالات کبھی پڑھے جاتے ہیں۔ کبھی گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ فی الحال تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے بیڈ روم میں ہے۔ اس کے سامنے آرکیٹیکٹ والے کھلونے ہیں۔ وہ بڑی ذہانت سے ان کیوبز کو جوڑ کر ایک خوب صورت عمارت بنا رہا ہے۔"

پورس نے کہا "عبداللہ نے بتایا تھا کہ اس کے دماغ میں جگہ مل جاتی ہے۔ خیالات بھی پڑھے جاتے ہیں لیکن دوسروں کے خیالات نہ سنتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔"

"اسی لیے تو یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کس علاقے، کس بنگلے کے بیڈ روم میں ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "میں مسلسل اس کے دماغ میں ہوں۔ انتظار کر رہی ہوں کہ انا میریا اس کے پاس آئے گی۔ باتیں کرے گی تو میں اس کے دماغ میں جاؤں گی۔ شاید اس کے خیالات پڑھنے کا موقع مل جائے۔"

سونیا نے کہا "تمہیں اسی کے دماغ میں رہنا چاہیے۔ دیکھتی رہو عدنان تک پہنچنے کا کوئی راستہ مل جائے؟ تم جاؤ اس کے پاس رہو۔"

"اب کیا جاؤں؟ اس کے خیالات پھر گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

سونیا نے مسکرا کر کہا "یہ تو ہے! میرا پوتا ٹیلی پیتھی جیسے ہتھیار کو بھی ناکام بنا دیتا ہے۔ تم نے کب اس کے خیالات کو گڈمڈ ہوتے دیکھا تھا؟"

"ابھی کوئی ایک گھنٹا پہلے میں اس کے پاس تھی۔ جب اس کے خیالات ناقابل فہم ہو گئے تو وہاں سے چلی آئی۔"

"ایک گھنٹا ہو چکا ہے۔ اب جا کر دیکھو شاید اس کے خیالات پڑھ سکو؟"

وہ وہاں سے چلی گئی۔ سونیا اور پورس باتیں کرنے لگے۔ ویٹر ان کے درمیان کھانے کی ڈشیں لا کر رکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اعلیٰ بی بی نے آ کر کہا "وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ آپ کے پوتے نے ہمیں تھکا مارا ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ سب چونک گئے۔ عدنان کی آواز سنائی دی "ہائے گرینڈ مما! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔"

سونیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ آواز کی سمت دیکھا تو وہ ننھے ننھے پیروں سے چلتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا پھر دوڑ کر آ کر دادی کی گردن میں بانہیں ڈال کر لپٹ گیا۔ وہ اس کی گردن اور چہرے کو جگہ جگہ چومنے لگی۔ شکایتیں کرنے لگی "کہاں چلے جاتے ہو؟ کیوں اپنی دادی کو پریشان کرتے ہو؟ کب تک ایسا کرتے رہو گے؟"

پورس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بیٹے! تم اب تک کہاں تھے؟"

اس نے سر گھما کر کہا "میں اپنی ممی کے ساتھ تھا۔"

"تمہاری ممی کہاں ہیں؟"

سونیا نے کہا "اب تم اس پر سوالات کی بوچھاڑ نہ کرو۔ اسے پہلے کھانے دو۔ آؤ بیٹے! میرے پاس بیٹھو۔"

اس نے ایک کرسی قریب کی۔ اسے اپنے پاس بٹھایا پھر ایک بار چوم کر پوچھا "کیا کھاؤ گے؟"

"جو کچھ سامنے ہے کھا لوں گا۔"

سونیا نے اس کے سامنے چائنیز ڈش پیش کی۔ پورس بے چین سا تھا۔ اس نے کہا "مما! ہمیں یہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ تنہا کہاں سے آ رہا ہے؟ یہاں تک کیسے پہنچ گیا ہے؟"

عدنان نے کہا "ممی مجھے اس ہوٹل کے باہر چھوڑ کر گئی ہیں۔"

"بیٹے وہ یہاں کیوں نہیں آئیں؟"

"وہ نہیں آ سکتی تھیں۔ وہ کفن پہننے گئی ہیں۔"

سونیا اور پورس نے چونک کر اسے دیکھا پھر پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

اس نے جواب نہیں دیا کھانے میں مصروف رہا۔ پورس نے اس کی طرف جھک کر پوچھا "بیٹے! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تمہاری ممی نے کفن پہننے کی بات کی ہے؟"

وہ ہاں کے انداز میں سر ہلا کر کھانے لگا۔ اس نے پوچھا "بیٹے! کچھ تو بتاؤ۔ وہ اور کیا کہہ رہی تھیں؟"

وہ بولا "آگے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی میں نے پوچھا۔"

"کیا وہ پھر تمہیں لینے نہیں آئیں گی؟"

"وہ کہہ رہی تھیں کہ زندہ رہیں گی تو آئیں گی۔"

اس بات نے پھر انہیں چونکا دیا۔ سونیا نے کہا "یہ کیسی الجھی ہوئی باتیں کر رہا ہے؟ پہلے کہہ رہا تھا کہ وہ کفن پہننے گئی ہیں اور اب کہہ رہا ہے کہ زندہ رہے گی تو اسے لینے آئے گی۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟"

انہوں نے سوچتی ہوئی نظروں سے عدنان کو دیکھا پھر سونیا نے کہا "پچھلی رات جب وہ پہلی بار عدنان سے ملنے اس کھنڈر میں آئی تو کفن پوش بنی ہوئی تھی پھر وہ کفن وہاں چھوڑ گئی۔ عدنان کو لے گئی۔ اس کفن سے اس کا گہرا تعلق ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا "مما! میں نے یہاں کچھ لوگوں کے خیالات پڑھے ہیں۔ پتا چلا ہے کہ ہر ہفتے کی رات اس کھنڈر میں ایک تمثیلی ڈراما پیش کیا جاتا ہے۔ ایک یادگار تاریخی واقعے کے مطابق وہاں مقدس آگ روشن کی جاتی ہے۔ جس کے اطراف چھ کفن پوش کنواریاں رقص کرتی ہیں۔ فریاد کرتی ہیں کہ انہیں تیس برس تک جبراً کنوارہ رکھا جا رہا ہے پھر اس میں سے جو کنواری بغاوت کرتی ہے یا چھپ کر کسی سے ملتی یا شادی کرتی ہے تو اسے زندہ دفن کر دیا جاتا ہے۔ وہ احتجاج کرتی ہے تو اسے خنجر سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔"

سونیا نے کہا "یہ واقعات میں نے سنے ہیں لیکن اس کا تعلق انا میریا سے کیا ہوا؟"

"کوئی تو تعلق ضرور ہے۔ اسی لیے وہ پہلی بار کفن پہن کر آئی تھی۔ آج بھی بیٹے سے کہہ گئی ہے کہ کفن پہننے جا رہی ہے اور آپ سوچیں کہ آج ہفتے کی رات ہے۔ رات بارہ بجے اس کھنڈر میں وہ تمثیلی ڈراما پیش کیا جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ انا میریا وہیں ان کنواریوں کے درمیان دکھائی دے؟"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ابھی نو بجے ہیں۔ ہو سکتا ہے انا میریا اس تمثیلی ڈرامے میں کوئی کردار ادا کرتی ہو اور کفن پہنتی ہو؟ وہ عدنان کو یہاں چھوڑ کر اسی طرف گئی ہوگی۔ ہمیں بھی کھانے کے بعد وہاں جانا چاہیے۔"

''مما! انا میریا کے پاس جانا کیا ضروری ہے؟ کیا عدنان کو یہاں سے لے جایا نہیں جاسکتا ہے؟ تاکہ اس عورت سے پیچھا چھوٹ جائے۔ آپ اس سے پوچھیں کیا اس سے دور رہنا چاہتا ہے؟''

سونیا نے پوچھا ''بیٹے عدنان! وہ جسے تم ممی کہتے ہو۔ جو تمہیں یہاں چھوڑ گئی ہیں۔ کیا اب بھی ان کے ساتھ جاؤ گے؟ ہوسکتا ہے وہ نہ آئے کیا میرے ساتھ یہاں سے نہیں چلو گے؟''

''گرینڈ مما! میں آپ کو کبھی کہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا لیکن ممی کے ساتھ بھی رہوں گا۔ وہ بہت سویٹ ہیں۔ بہت اچھی ہیں انہیں دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔''

سونیا نے کہا ''یہ شروع ہی سے انا سے جذباتی طور پر وابستہ ہے۔ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کبھی اس سے دور نہیں جائے گا۔ ہمیں انا میریا سے ہر حال میں ملنا ہی ہوگا۔''

انہیں اب اس کھنڈر میں پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس لیے دو چار لقمے زہر مار کیے پھر بل ادا کرکے وہاں سے اٹھ گئے۔ سونیا اپنی ایک رینٹڈ کار میں آئی تھی۔ وہ اس کار میں بیٹھ کر اس کھنڈر کی طرف جانے لگے۔

جن ممالک میں تاریخی کھنڈر اور عمارتیں ہوتی ہیں۔ وہاں کے تاریخی واقعات کے مطابق تمثیلی ڈرامے پیش کیے جاتے ہیں۔ تاکہ باہر سے آنے والے سیاح بھی انہیں دیکھیں اور ان ممالک کے تاریخی پس منظر سے واقفیت حاصل کریں۔ ان کے ماضی کی روایات اور تہذیب و ثقافت کو سمجھ سکیں۔

جب وہ کھنڈر کے اس حصے میں پہنچے تو رات کے بارہ بج چکے تھے۔ وہ تمثیلی ڈراما شروع ہو چکا تھا۔ لوگوں کی اچھی خاصی تعداد وہاں موجود تھی۔ مرد بچے بوڑھے جوان عورتیں سب ہی دلچسپی سے وہ مناظر دیکھنے آیا کرتے تھے۔

اس اوپن آڈیٹوریم میں تاریخی زمانے کی پتھریلی نشستیں بنی ہوئی تھیں۔ دائرے کی صورت میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کئی کھڑے ہوئے تھے اور کئی اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ کھنڈر کے ایک حصے میں وہ چبوترہ تھا۔ جہاں مقدس آگ روشن تھی اور اس کے آس پاس چھ کفن پوش کنواریاں دکھائی دے رہی تھیں۔ پس منظر میں ایک درد بھری موسیقی کی آواز ابھر رہی تھی اور وہ اس موسیقی کے مطابق اس آگ کے اردگرد رقص کر رہی تھیں۔

سونیا اور پورس اس چبوترے کی طرف بڑھنے لگے۔ عدنان ان کے درمیان تھا۔ دادی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ گرفت ڈھیلی ہوگی تو یہ پھر بھاگ کر کہیں روپوش ہو جائے گا۔ اس کے بعد اپنے پیچھے دوڑاتا رہے گا۔

اس بار سب نے طے کرلیا تھا کہ نہ اسے بھاگنے دیں گے نہ روپوش ہونے کا موقع دیں گے۔ مقدس آگ کے اردگرد رقص کرنے والیوں میں سے ایک کنواری آگے آ کر اپنی دکھ بھری روداد سنا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ تیس برس تک کنواری نہیں رہ سکے گی۔ اسے ایک نوجوان سے پیار ہو گیا ہے اور وہ نوجوان ابھی اپنی جان پر کھیل کر آنے والا ہے جبکہ یہاں سخت پہرا ہے۔

پورس نے آگے جا کر ذرا غور سے دیکھا۔ وہ فریاد کرنے والی انا میریا تھی۔ کفن میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا ''مما! یہی انا میریا ہے۔ دیکھیے شیوانی سے کتنی مشابہت رکھتی ہے۔''

وہ دونوں اس اسٹیج سے دور تھے۔ ڈرامے کے دوران میں اسے جا کر مخاطب نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے دور کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

ایک نوجوان تاریخی لباس پہنے انا میریا کے پاس آیا اور اس سے محبت بھرے مکالمے بولنے لگا۔ میریا نے کہا ''یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ وہ تمہیں بھی قتل کر دیں گے اور مجھے بھی زندہ درگور کر دیں گے۔''

سونیا اور پورس نے انا میریا کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس آنے والے شخص سے مل کر پریشان ہو گئی ہے۔ جیسے وہ اس کی توقع کے خلاف آیا ہو۔

اعلیٰ بی بی نے پورس سے کہا ''بھائی! میں انا میریا کے خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن اس کا دماغ کچھ عجیب سا ہے۔ میرے خیالات کی لہریں اس کے خیالات کے اس طرح پار چلی گئیں جس طرح شیشے کے آر پار نظریں چلی جاتی ہیں۔ پھر اس شخص کے دماغ میں پہنچ گئی تھیں جو اس وقت مکالمے بول رہا ہے۔ وہ اس ڈرامے کا کردار نہیں ہے۔ اس ڈرامے کا تاریخی لباس پہن کر انا میریا کے پاس آیا ہے اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔''

اس نے ایک بڑا سا چھرا نکال لیا تھا اور کہہ رہا تھا ''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا یا پھر میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔''

ایسے ہی وقت ڈرامائی کردار ادا کرنے والے سپاہی نیزے لے کر پہنچ گئے تھے۔ وہ اس نوجوان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن وہ ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ اس نے ایک سپاہی کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ یہ منظر دیکھتے ہی اس ڈرامے کے کرداروں میں ہلچل مچ گئی۔ وہ سب اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ناظرین سمجھ رہے تھے کہ یہ بھی ڈرامے کا ایک حصہ ہے۔ اس لیے محظوظ ہو رہے تھے۔ ادھر انا میریا کی زندگی خطرے میں تھی۔ وہ بھی بھاگ رہی تھی اور وہ شخص اس کا پیچھا کر رہا تھا۔

سونیا اور پورس بھی اسٹیج پر آ گئے تھے اور انا میریا کو تلاش کر رہے تھے۔ ڈرامے کے تمام کردار تمام کنواریاں اسے پیش کرنے والا عملہ اتنا زیادہ تھا کہ بھگدڑ مچ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون کدھر ہے پھر رات کا وقت تھا۔ ہر طرف روشنی نہیں تھی۔ وہ کبھی روشنی میں اور کبھی تاریکی میں اس قاتل کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ کبھی نظر آ رہا تھا کبھی گم ہو رہا تھا اور میریا کو تلاش کر رہا تھا۔ پورس اپنی انا میریا کو تلاش کرتا ہوا کھنڈر کے ایک تاریک حصے سے گزر رہا تھا۔ اسی وقت اس کی آواز سنائی دی ''نہیں۔ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو، پلیز...... مجھے جانے دو......''

پورس آواز کی سمت دوڑتا ہوا جانے لگا۔ اسی لمحے میں اس بولنے والی کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ وہ ایک جگہ ٹھٹک گیا۔ دو چار تلاش کرنے والوں کے پاس ٹارچ لائٹ تھی۔ ان کی روشنی میں وہ کفن پوش کنواری چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کا سفید کفن سرخ لہو میں بھیگ رہا تھا۔

سونیا بھی دوڑتی ہوئی ادھر آئی پھر پورس کا بازو تھام کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ وہ دونوں ہی بڑے صدمے سے سوچ رہے تھے ''کیا انا میریا کو قتل کر دیا گیا ہے؟''

ایک نے ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے کی طرف کی تو دونوں نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ انا میریا نہیں تھی۔ اس بھاگ دوڑ کے دوران میں سونیا اپنے پوتے کو بھی ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ اس بھیڑ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس نے پورس سے پوچھا ''تم نے عدنان کو دیکھا ہے؟''

اس نے چونک کر سونیا کے اردگرد دیکھا پھر کہا ''میں تو سمجھ رہا تھا، وہ آپ کے پاس ہے۔''

''او خدایا! یہ پھر نہ جانے کہاں چلا گیا ہے؟ آؤ...... اسے ڈھونڈو۔ وہ ابھی کہیں دور نہیں گیا ہوگا۔ اسی اندھیرے میں کہیں بھٹک رہا ہوگا۔''

سونیا نے ایک شخص سے ٹارچ لی پھر اسے تلاش کرتے ہوئے ادھر سے ادھر جانے لگی۔ اسی کھنڈر کے ایک حصے میں وہ قاتل ہاتھ میں چھرا لیے انا میریا سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے ایک نیزے کو تھام کر کہہ رہی تھی ''خبردار! میرے قریب نہ آنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو، میری کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی میں نے کہا تھا، تم طبعی موت نہیں مرو گے۔ حرام موت مارے جاؤ گے۔ اب بھی وقت ہے، یہاں سے چلے جاؤ......''

وہ حقارت سے بولا ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری بار بار کی پیش گوئیوں نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔ اب نہ تم رہو گی اور نہ تمہاری پیش گوئیاں رہیں گی۔''

وہ بولتا جا رہا تھا اور پینترا بدل کر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ چھرے کے ذریعے حملہ کرنا چاہتا تھا اور وہ نیزے کے ذریعے اسے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ عدنان ایک طرف تاریکی میں کھڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا۔ اس دشمن کے ایک ہاتھ میں چھرا اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ لائٹ تھی۔ ٹارچ کی روشنی انا میریا کی طرف تھی۔ اس لیے وہ عدنان کو نہیں دیکھ پایا تھا۔ جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا تو وہ ننھا فتنہ زمین پر بیٹھ گیا پھر اس نے اپنی ننھی سی ٹانگ آگے بڑھائی تو وہ آگے بڑھنے والا اس کی ٹانگ سے الجھ کر گرتے گرتے بچنے ہی والا تھا لیکن گرنے کے دوران اس طرح گرا کہ نیزے کی انی اس کے سینے میں گھستی ہوئی آر پار ہو گئی۔

انا میریا نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔ عدنان نے اسے نیزے کی انی پر پہنچا دیا تھا۔ اس بچے نے کچھ نہ کرتے ہوئے بھی بہت کچھ کیا تھا۔ اپنی ماں کی جان بچائی تھی۔

عدنان اپنی بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں پھاڑے اس دشمن کو دیکھ رہا تھا جو تھوڑی دیر پہلے اس کی ممی کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اب وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا اور اس کے سینے میں برچھی کسی جھنڈے کی طرح پیوست ہو کر سیدھی کھڑی تھی۔ انا میریا نے اپنی بانہیں عدنان کی طرف پھیلائیں۔ وہ دوڑتا ہوا آکر اس سے لپٹ گیا۔ وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر جھومنے لگی۔

اس نے پوچھا ''ممی! یہ آپ کو کیوں مارنا چاہتا تھا؟''

''بیٹے! اس کی موت اسی طرح آئی تھی۔ میں نے اسے وارننگ دی تھی کہ ہتھیاروں سے نہ کھیلے ورنہ طبعی موت نہیں مرے گا۔ اس کے مقدر میں حرام موت تھی۔''

اس نے عدنان کو بازوؤں سے اتارا پھر اس کفن کو اپنے جسم سے الگ کیا۔ کفن کے اندر وہ جینز اور بنیان پہنے ہوئے تھی۔ اس نے کہا ''بیٹے! ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں ہیں۔ اس کے بعد بھی ایک بڑا دشمن ہے۔ جو کہیں آس پاس ہوگا۔ سامنے نہیں آیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

وہ اس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے جانے لگی۔ اس نے کہا ''ممی! یہاں میری گرینڈ مما اور پپا انتظار کر رہے ہیں۔''

''بیٹے! انہیں انتظار کرنے دو۔ میں ان سے رابطہ کروں گی اور تمہارے پاپا کو سمجھا دوں گی۔''

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا ''آپ بعد میں کیوں رابطہ کریں گی؟ وہ یہاں موجود ہیں۔ آپ ان سے ملیں باتیں کریں۔''

''بیٹے! تم نہیں جانتے میں بہت مجبور ہوں۔ تمہارے پاپا کی سلامتی کے لیے ہی ان سے دور ہو رہی ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ جلد ہی ہمارے پاس آئیں گے پھر ہم تینوں ایک ساتھ زندگی گزاریں گے۔''

وہ کھنڈر کے تاریک حصوں سے اس طرح گزرتی جا رہی تھی۔ جیسے اندھیرے میں بھی پہچانتی ہو اور بارہا وہاں آتی جاتی رہی ہو۔ عدنان چلتے چلتے رک گیا۔ وہ بولی ''کیا بات ہے؟ کیوں کھڑے ہو گئے؟''

''میری گرینڈ مما بہت اچھی ہیں۔ بہت پیاری ہیں۔ میں ان کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اور آپ کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا۔''

وہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اسے چوم کر بولی ''میں تمہاری دادی سے تمہیں جدا نہیں کروں گی۔ اگر تم ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میں وہاں پہنچا دوں گی۔ میرے ساتھ آؤ۔''

وہ پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا ہاتھ تھام کر چلنے لگی۔ اس نے کہا ''میں گرینڈ مما کے پاس تو جاؤں گا لیکن آپ سے بچھڑ جاؤں گا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔''

''بیٹے! کچھ دنوں کی بات ہے پھر ہم ساتھ رہیں گے۔ میں تمہیں سمجھا نہیں سکتی کہ میں کن حالات سے دوچار ہو رہی ہوں لیکن تم میری فکر نہ کرو۔ تمہیں جب بھی میری یاد آئے گی۔ میرے پاس آنا چاہو گے میں تمہیں اپنے پاس بلا لیا کروں گی۔ جیسے کل تم سے مل کر تمہیں لے گئی تھی۔ اسی طرح جب چاہوں گی تمہیں لے جایا کروں گی۔''

وہ دونوں دور تک اور دیر تک چلتے رہے اور ان کھنڈرات سے باہر آ گئے۔ اس علاقے میں بہت ہلکی روشنی تھی۔ اس نے ایک ٹیکسی والے کو روکا پھر اس میں بیٹھ کر اس ہوٹل میں پہنچ گئی۔ جہاں سونیا اور پورس قیام پذیر تھے۔ اس نے ٹیکسی سے باہر آ کر عدنان سے کہا ''بیٹے! تم یہاں سے سیدھے کاؤنٹر پر جاؤ۔ وہاں بولو کہ تم اپنی گرینڈ مما کا فون نمبر معلوم کرنا چاہتے ہو اور ان سے بات کرنا چاہتے ہو۔ تمہاری گرینڈ مما نے اپنے نام کے ساتھ اپنا فون نمبر بھی لکھوایا ہوگا۔ اس لیے تم جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

وہ وہاں سے ہوٹل کے اندر چلا گیا اور انا میریا ٹیکسی کے اندر آ کر بیٹھ گئی پھر ڈرائیور سے بولی ''آگے چلو! یونہی سڑکوں پر گھومتے رہو۔ میں آگے بتاؤں گی کہ کہاں جانا ہے۔''

ڈرائیور اس کی بات پر عمل کرتا رہا۔ انا میریا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں سے آئینہ نکالا پھر ٹیکسی کی اندرونی روشنی میں اس آئینے میں دیکھا۔ وہ جب بھی آئینے کے سامنے آتی تھی اور شیوانی کو یاد کرتی تھی تو وہ آئینے میں نظر آنے لگتی تھی۔ اب بھی وہ نظر آ رہی تھی۔ اس کا عکس مسکرا رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی ''میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم واقعی عدنان کی ماں ہونے کا ثبوت دے رہی ہو۔ میری طرح اسے اپنی جان سے زیادہ چاہتی ہو۔''

وہ زبان سے نہیں بول رہی تھی۔ خاموش تھی لیکن اس کی آواز ان کو سنائی دے رہی تھی۔ وہ بھی سوچ کے ذریعے بولی ''میں اپنے بیٹے کو دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ ہوٹل میں کیا کر رہا ہے؟''

''بے شک تمہیں اس کی نگرانی کرنا چاہیے۔ وہ ابھی تمہیں اس آئینے میں دکھائی دے گا۔''

شیوانی کا عکس ختم ہو گیا۔ عدنان دکھائی دینے لگا۔ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر ایک کاؤنٹر گرل سے کہہ رہا تھا ''میری گرینڈ مما یہاں ہوٹل کے ایک کمرے میں رہتی ہیں۔ ان کا نام مسز تیمور علی ہے آپ رجسٹر دیکھیں۔''

اس کاؤنٹر گرل نے پوچھا ''تم کہاں سے آئے ہو؟''

''میں راستے سے بھٹک گیا ہوں۔ وہ مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ اس لیے میں ان سے فون پر رابطہ کرنا چاہتا ہوں۔''

کاؤنٹر گرل نے رجسٹر کھول کر دیکھا۔ مسز تیمور علی کا نام اور موبائل فون نمبر درج تھا۔ کاؤنٹر گرل نے مسکرا کر کہا ''میں تمہاری گرینڈ مما سے رابطہ کراتی ہوں۔''

اس نے اپنے فون کے ذریعے موبائل فون نمبر پنچ کیے پھر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سونیا کی آواز سنائی دی ''ہیلو! کون ہے؟''

''میں ہوٹل کے کاؤنٹر سے بول رہی ہوں۔ آپ کا پوتا یہاں کھڑا ہوا ہے اور آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

اس نے ریسیور عدنان کو دیا۔ عدنان نے اسے کان سے لگا کر کہا ''ہیلو! گرینڈ مما۔ آپ پریشان ہو رہی ہوں گی۔ میں یہاں ہوٹل میں آ گیا ہوں اور آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

سونیا نے کہا ''خدا کا شکر ہے تم نے میری پریشانیوں کا خیال کیا۔ مجھ سے رابطہ کیا۔ بیٹے! اب تم وہیں رہو۔ کہیں نہ جانا۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔''

''گرینڈ مما! میں یہیں رہوں گا۔''

''پرومس کرتے ہو۔''

''پرومس گرینڈ مما!''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے کاؤنٹر گرل کو ریسیور دیتے ہوئے تھینک یو کہا پھر وہاں سے چلتا ہوا ایک صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اعلیٰ بی بی نے سونیا سے کہا ''مما! اب مجھے عدنان کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے۔ میں اس کے خیالات پڑھ سکتی ہوں اس کی نگرانی کر سکتی ہوں۔ آپ وہاں جلد پہنچیں۔''

پورس سونیا کے ساتھ اس کی رینٹڈ کار میں بیٹھتے ہوئے اعلیٰ بی بی سے بولا ''عدنان سے یہ تو معلوم کرو کہ انا میریا کہاں ہے؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم عدنان کے خیالات پڑھ سکتے ہیں لیکن اس تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتے۔ ہماری خیال خوانی کی لہریں اس تک پہنچتی ہیں لیکن اسے ہم جو کہتے ہیں وہ سنائی نہیں دیتا ہے۔''

سونیا نے کہا ''یہ اللہ کا کرم ہے کہ میرے پوتے کے دماغ میں دشمن بھی پہنچتے ہیں لیکن اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ ان کی خیال خوانی کی لہریں بھی نہ سنائی دیتی ہیں۔ نہ متاثر کرتی ہیں۔''

ہوٹل کی وزیٹرز لابی میں اچھے خاصے لوگ تھے۔ عدنان وہاں ایک صوفے پر تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ دنیا کے ہر ملک میں چور بدمعاش اور اٹھائی گیرے ہوتے ہیں۔ موقع پاتے ہی سامان اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بچے بھی ایک قیمتی سامان کی طرح ہوتے ہیں۔ انہیں اغوا کر کے اچھے دام وصول کیے جا سکتے ہیں۔

ایک شخص اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا پھر بولا ''ہیلو سنی!''

عدنان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا ''ہیلو! تم کون ہو؟''

''میں تمہارا دوست ہوں۔ تم راستے سے بھٹک گئے ہو۔ میں وہاں کاؤنٹر پر تمہاری باتیں سن رہا تھا۔ تم اپنی گرینڈ مما سے بات کر رہے تھے۔''

''ہاں بات کر رہا تھا پھر؟''

''پھر کچھ بھی نہیں۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن دوست بن سکتے ہیں۔ کیا دوستی کرو گے؟''

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ عدنان نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اس شخص نے جیب سے چاکلیٹ کا ایک پیکٹ نکال کر کہا ''یہ دوست کا ایک تحفہ ہے۔ تمہیں یہ پسند آئے گی۔''

اعلیٰ بی بی اس کو عدنان کے ذریعے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آواز سننے کے بعد اس کے دماغ میں جانا چاہا تو اس شخص نے سانس روک لی۔ وہ یوگا کا ماہر تو نہیں تھا لیکن بہت صحت مند تھا۔ پہلوانی کرتا تھا۔ اس کا دماغ حساس تھا۔ لہریں محسوس کرتے ہی سانس روک لی اور اب بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا اور نہ ہی شبہ کر رہا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کے دماغ میں آنا چاہتی ہے لیکن جگہ نہ ملنے کے باعث واپس چلی گئی ہے۔

اعلیٰ بی بی نے پورس کے پاس آ کر کہا ''بھائی! تیزی سے کار ڈرائیو کرو۔ فوراً ہوٹل پہنچنے کی کوشش کرو۔ کوئی شخص عدنان کے پاس آ کر بیٹھ گیا ہے اور اسے چاکلیٹ کا ایک پیکٹ آفر کر رہا ہے۔ یقیناً اس چاکلیٹ میں کچھ ملاوٹ ہے۔ مجھے اس شخص کے دماغ میں جگہ نہیں مل رہی ہے لیکن اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ شخص غلط ہے اور کسی غلط ارادے سے عدنان کے پاس آ کر بیٹھا ہوا ہے۔''

پورس نے کہا ''تم فوراً عدنان کے پاس جاؤ۔ اس کی نگرانی کرو۔ اگر اس شخص کو قابو میں نہ کر سکو تو ہوٹل کے کسی دوسرے شخص کو آلۂ کار بنا کر اس کا راستہ روکو۔ ہم بس پہنچ

رہے ہیں۔"

وہ سونیا سے بولی "آپ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل سے بات کریں۔ وہ بات کرے گی تو میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گی۔ اس کے ذریعے ہوٹل کے کسی دوسرے شخص کو آلہ کار بنا کر عدنان کی حفاظت کروں گی۔"

اسے عدنان تک پہنچنے کے لیے ایک لمبا راستہ اختیار کرنا تھا۔ خیال خوانی کا ایک سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اس وقت تک وہ شخص چاکلیٹ کا پیکٹ عدنان کو دے چکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "بیٹے! اس کا ریپر اتارو اور اسے تھوڑا سا کاٹ کر کھاؤ۔ دیکھو کتنا مزہ آتا ہے۔"

عدنان کو وہ چاکلیٹ کھا لینا چاہیے تھا کیونکہ وہ چاکلیٹ اور آئس کریم کا شوقین تھا لیکن اس نے گھور کر اس شخص کو دیکھا۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں میں شیوانی کی غضب ناک کشش پیدا ہو گئی تھی۔ اس شخص کی آنکھیں اس کی ننھی آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ اپنی نظر ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہٹا نہیں پارہا تھا۔

پریشانی سے سوچ رہا تھا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

انا میریا ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اور آئینے میں اپنے بیٹے عدنان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے گائیڈ کر رہی تھی کہ اس چاکلیٹ کو نہ کھائے اور شخص کو گھور کر دیکھے۔

وہ ہمیشہ کی طرح اپنی ممی کی باتوں پر عمل کر رہا تھا اور اس شخص کے بارہ بجا رہا تھا۔ کبھی شیوانی کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔ وہ جسے دیکھتی تھی۔ اسے سحر زدہ کر دیتی تھی پھر وہ اس گرفت کرنے والے کو جو مشورہ دیتی تھی۔ وہ وہی کرتا تھا پھر وہ جو حکم دیتی تھی وہ تابعدار کی طرح اس کے حکم کی تعمیل کرتا تھا۔

وہ شخص بھی عدنان کا تابعدار بن گیا تھا۔ عدنان نے وہ پیکٹ اسے دیتے ہوئے کہا "اسے کھالو۔"

وہ اس پیکٹ کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا تھا مگر لینا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ اس چاکلیٹ کو نہیں کھانا چاہیے۔ اگر اسے کھائے گا تو اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہے گا۔

یہ سمجھنے کے باوجود وہ انکار نہیں کر رہا تھا۔ بے اختیار ریپر کھول رہا تھا پھر اس چاکلیٹ کا ٹکڑا دانتوں سے کاٹ کر اسے منہ میں رکھ کر چوس رہا تھا۔ صرف ایک منٹ کے اندر ہی اس کی آنکھیں خمار آلود ہونے لگیں۔ نشے سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں۔ وہ آہستہ آہستہ صوفے پر لیٹنے لگا۔ عدنان وہاں سے اٹھا اور دوسرے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت سونیا اور پورس دور سے چلتے ہوئے اس کے پاس آئے۔ پورس نے پوچھا "کہاں ہے وہ شخص جو تمہیں چاکلیٹ دے رہا تھا؟"

عدنان نے انگلی کے اشارے سے بتایا۔ انہوں نے ادھر دیکھا تو ایک صحت مند تگڑا شخص قریبی صوفے پر آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ پورس نے قریب جا کر دیکھا۔ اسے ہلایا۔ پتا چلا کہ وہ غافل ہے۔ نیند میں نہیں ہے نشے میں ہے۔ اس کے قریب ہی چاکلیٹ کا ایک آدھا حصہ اور ریپر پڑا ہوا تھا۔

پورس مسکرا کر بیٹے کے پاس آ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "مما! آپ کا پوتا تو باکمال ہے۔ اس نے وہ چاکلیٹ اسی شخص کو کھلا دیا ہے اور وہ انٹا غفیل ہو چکا ہے۔"

سونیا نے اسے چوم لیا۔ وہ بولا "وہ مجھے آپ سے دور رکھنا نہیں چاہتیں۔ اس لیے یہاں پہنچا دیا ہے۔"

اس نے خوش ہو کر کہا "وہ مجھے اتنا چاہتی ہے میرے جذبات کا خیال رکھتی ہے تو اسے میرے سامنے آنا چاہیے۔ وہ منہ کیوں چھپا رہی ہے؟"

انا میریا آئینے میں دادی اور پوتے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنی دادی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے انا میریا جو کہہ رہی تھی وہ وہی کہہ رہا تھا "گرینڈ مما! میری ممی بہت مصیبت میں ہیں۔ وہ میرے پاپا کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتیں۔ اسی لیے دور دور رہتی ہیں۔"

پورس نے تڑپ کر کہا "یہ کیسی بات ہے کہ وہ تنہا مصیبت اٹھا رہی ہے۔ کیا ہم پر بھروسا نہیں ہے؟ ہمارے ساتھ رہے گی تو ہم اس کی مصیبتیں دور کر سکیں گے۔"

عدنان نے کہا "آپ یہ باتیں ممی سے بولیں۔ وہ آپ سے فون پر بات کرنے والی ہیں۔"

پورس نے پوچھا "بیٹے! وہ مجھ سے کب بات کریں گی؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

انا میریا نے اس چھوٹے سے آئینے کو اپنے گریبان میں رکھ لیا پھر کھڑکی سے باہر دیکھا تو ٹیکسی ویران سڑک پر دھیمی رفتار میں جا رہی تھی۔ اس نے پوچھا "یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ پیچھے پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا "میری جان! تم اکیلی ہو۔ سڑکوں پر گھومنا چاہتی تھیں۔ میں نے سوچا کہ ہم دونوں کے گھومنے کے لیے ویران سڑک بہتر رہے گی۔"

وہ اسے گھور کر بولی "کیا تمہاری شامت آئی ہے؟ ٹیکسی کو شہر کی طرف لے چلو؟"

وہ گاڑی کی چابی دکھاتے ہوئے بولا "یہ اب میری جیب

میں جارہی ہے۔ اسے نکالنا چاہتی ہو تو میری بانہوں میں آجاؤ۔''

وہ اگلی طرف کا دروازہ کھول کر پیچھے آنے لگا۔ انا میریا نے فوراً اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر آئینے کو نکالا پھر اس میں دیکھتے ہوئے شیوانی کا تصور کرنے لگی۔ وہ دکھائی دینے لگی۔ آئینے پر اس کی آنکھیں گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے انا میریا کی آنکھوں میں کشش پیدا ہونے لگی۔ ادھر وہ دروازہ کھول کر اس کے قریب آگیا۔ انا میریا نے آئینے پر سے نظر ہٹا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ایک دم سے چونک گیا۔ اس سے نظریں چرانے لگا لیکن ایسا نہ کرسکا۔ اس کی آنکھوں سے چپک کر رہ گیا۔

اس نے کہا ''اب تم بولو...... کہ کتے ہو۔''

''ہاں میں کتا ہوں۔''

''اب تم ڈرائیونگ سیٹ پر جاکر بیٹھو گے اور ٹیکسی کو واپس شہر لے جاؤ گے۔''

وہ پیچھے ہٹ کر دروازہ کھول کر باہر گیا۔ اگلا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گیا پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا اسے یوٹرن دے کر شہر کی طرف جانے لگا۔ انا میریا نے اس آئینے کو چوم کر پھر اپنے گریبان میں رکھ لیا۔

اس کھنڈر میں جب دشمن نے اس پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس آئینے کے ذریعے اپنا بچاؤ کرسکتی تھی۔ شیوانی کی مدد حاصل کرسکتی تھی لیکن وہاں تاریکی تھی۔ بار بار آئینہ نکال کر نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ویسے بھی شیوانی نے بہت پہلے ہی اسے کہہ دیا تھا کہ ایسا کچھ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ نہیں ڈرے گی۔ عدنان کو حفاظت سے لے آئے گی۔''

ایک گھنٹے بعد وہ ٹیکسی اس کے بنگلے کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے ٹیکسی سے باہر آکر اس کو گھور کر دیکھا تو وہ کرایہ بھی وصول کرنا بھول گیا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس نے بنگلے کے اندر آکر دروازے کو بند کیا۔ وہاں سے بیڈروم میں پہنچ کر ایک نائٹی نکالی پھر اسے لے کر باتھ روم چلی گئی۔ وہاں شاور کھول کر بھیگنے لگی۔ اپنی تھکن اتارنے لگی۔

وہ جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے بیڈروم میں آئی تو رات کے تین بج چکے تھے۔ وہ فون کے ذریعے پورس سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ اپنے بیڈ پر آکر ٹیلی فون کے پاس بیٹھ گئی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے ٹیلی فون کی طرف دیکھا پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولی ''ہیلو......؟''

دوسری طرف سے بھاری بھر کم آواز سنائی دی ''چڑیل کی بچی! تو نے میرے دست راست کو بھی مار ڈالا۔''

وہ نرم لہجے میں بولی ''میں نے اسے نہیں مارا اور نہ ہی اس کی موت آئی تھی۔ وہ خود ہی موت کی طرف چلا گیا۔''

''ہاں...... میں اس وقت اس کے اندر چلا گیا۔ تو نے اسے وارننگ دی تھی۔ سمجھایا تھا کہ وہ چلا جائے۔ ورنہ حرام موت مارا جائے گا لیکن وہ نہ مانا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا لیکن میرے کچھ کرنے سے پہلے ہی تیرے اس ننھے فتنے نے اپنا کام دکھا دیا۔''

وہ خشک لہجے میں بولی ''تم نے فون کیوں کیا ہے؟''

''تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دے پھر میں بتاؤں گا۔''

''میں تجھے آنے سے نہیں روکتی۔ جتنی بار آنا ہے آتا رہ۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔''

''یہی تو مصیبت ہے تم ماں بیٹے کس مٹی سے بنے ہوئے ہو۔ میرے قابو میں نہیں آرہے ہو۔ میری خیال خوانی کی لہریں تیرے دماغ تک پہنچتی ہیں پھر ایسے آر پار ہو جاتی ہے۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار ہوا کرتی ہیں اور تیرے اس فتنے کا دماغ تو عجائب گھر ہے۔ کوئی خیال پڑھا ہی نہیں جاتا۔ میں نے کئی بار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا ہے۔''

''مجھے تمہاری ناکامیوں پر ترس آتا ہے۔''

''زیادہ نہ بول۔ میری ناکامیوں کو میری شکست نہ سمجھ۔ جس دن میں اٹلی پہنچوں گا۔ اس دن تیرے حسن و شباب کی دھجیاں اڑا کر رکھ دوں گا اور تیرے اس پلّے کو بغل میں دبا کر لے جاؤں گا۔ اس کا معائنہ کروں گا کہ آخر وہ ہے کیا چیز؟''

''اگر تم بول چکے ہو تو میں فون بند کردوں؟''

''خبردار! فون بند نہ کرنا۔ ابھی میں نے بات مکمل نہیں کی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرا یار اس شہر میں آگیا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے آیا تھا۔ تو اس سے ضرور ملنے گئی ہوگی۔''

''ابھی تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ میں اس سے کترا رہی ہوں لیکن پہلے یقین کرنا چاہتی ہوں کہ میرے ملنے سے اسے نقصان نہیں پہنچے گا۔''

دوسری طرف سے زوردار قہقہہ سنائی دیا۔ اس نے کہا ''جب تک وہ یہاں نہیں آیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کہاں ہے؟ اب تو تیرے ہی شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ یقیناً کسی ہوٹل یا کرائے کے بنگلے میں ٹھہرا ہوگا۔ میرے آدمی اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔''

''کیا تو نہیں جانتا کہ دنیا کی سب سے چالاک اور مکار عورت بھی اسی شہر میں پہنچی ہوئی ہے؟''

''میں جانتا ہوں۔ تیرا وہ پلا اسی سونیا کے ساتھ اس شہر میں آیا تھا۔ اسی لیے میں ذرا پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا ہوں۔''

''تجھے ایک پھونک میں اڑانے والے آگئے ہیں۔ ذرا یہاں آکر تو دیکھ۔''

''میں نادان نہیں ہوں۔ تیرا چیلنج قبول نہیں کروں گا لیکن تجھے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں فرہاد اور سونیا سے کم تر ہوں اور نہ کمزور ہوں۔ ایسی حکمت عملی اختیار کررہا ہوں کہ ایک دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''میں اتنا تو اچھی طرح سمجھ گئی ہوں کہ تو کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''تو پھر ڈرتی کیوں ہے؟ اپنے یار سے ملنے کیوں نہیں جاتی؟''

''ہاں...... مجھے جا کر ملنا چاہیے میرے اندر سے شیوانی کہتی ہے کہ مجھے ملنا نہیں چاہیے۔ وہ میرے ساتھ ہے۔ میری غیر معمولی صلاحیتیں ہیں۔ مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ میں فیصلہ کررہی ہوں اور کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اپنے پورس سے ضرور ملوں گی۔''

وہ غراتے ہوئے بولا ''انا...... انا...... انا...... تو میرے لیے بہت ضروری ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تو میری زندگی میں آئے گی تو مجھے بڑی پراسرار قوتیں ملیں گی۔ میں ناقابل شکست بن جاؤں گا۔ میری ضرورت کو اور میری ضد کو سمجھنے کی کوشش کر۔ پورس کے قریب جانے کی کوشش نہ کر ورنہ بہت بری طرح پچھتائے گی۔''

''تو کتے کی طرح بھونکتا رہے گا۔ کیا میں ریسیور کان سے لگا کر بیٹھی رہوں گی؟ اب بھونکنا بند کردے۔''

اس نے فون بند کردیا۔ ریسیور رکھ دیا۔ سر جھکا کر سوچنے لگی۔ اس دشمن کی باتوں نے پریشان کردیا تھا۔ وہ خود کو حوصلہ دینے لگی کہ میں خوامخواہ کیوں ڈرتی ہوں؟ میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں ہیں پھر شیوانی میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔ بظاہر میرا وجود ایک ہے لیکن میرے اندر دو ہستیاں رہتی ہیں، میں اور شیوانی! مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔

اس نے پھر ریسیور کو اٹھایا۔ نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بجنے لگی پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی ''ہیلو! یہ ہوٹل پلازہ ہے۔''

''آپ کے ہوٹل میں مسٹر پورس علی قیام پذیر ہیں۔ میں ان کا روم نمبر نہیں جانتی۔ پلیز آپ رجسٹر دیکھ کر ان سے رابطہ کروا دیں۔''

''پلیز آپ ہولڈ آن کریں۔''

تھوڑی دیر بعد کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی ''وہ روم نمبر دو سو ایک میں ہیں۔ میں ان کا فون نمبر بتا رہی ہوں۔ آپ نوٹ کرلیں۔''

اس نے نمبر بتا کر رابطہ ختم کردیا۔ انا نے اس فون نمبر پر رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد پورس کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز سنتے ہی انا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں بول رہی ہوں۔''

ادھر پورس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس نے جلدی سے پوچھا ''انا! تم کہاں ہو؟ مجھ سے منہ کیوں چھپاتی پھر رہی ہو؟''

وہ بولی ''کچھ ایسی مجبوریاں تھیں۔ اب نہیں رہیں گی۔ میں کل کسی وقت تم سے ملوں گی۔''

''کل بہت دور ہے۔ ابھی کیوں نہیں؟ ہم ایک ہی شہر میں ہیں۔ ایسی دوری کیوں ہے؟''

''حالات کچھ ایسے ہیں۔ میں فون پر پوری تفصیل نہیں بتا سکتی۔ جب ملاقات ہوگی تو تمہیں بتاؤں گی۔''

''جب میں طیارے میں سفر کررہا تھا۔ تب تم میری بند آنکھوں کے پیچھے نظر آئی تھیں۔ کیا حقیقتاً وہ تم ہی تھیں؟ تم ہی مجھ سے باتیں کررہی تھیں۔''

اچانک آواز بدل گئی۔ شیوانی کی آواز سنائی دی ''نہیں اس وقت انا دکھائی دے رہی تھی مگر بول میں رہی تھی۔''

پورس نے ایک دم چونک کر کہا ''شیوانی......؟ یہ تو شیوانی کی آواز ہے۔ اب سے پہلے بھی میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ شیوانی کیا واقعی تم بول رہی ہو؟''

انا میریا نے کہا ''میں بول رہی ہوں۔''

''نہیں...... میں نے ابھی شیوانی کی ہی آواز سنی تھی۔''

''ہاں۔ وہ میرے اندر رہتی ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ بظاہر میرا وجود ایک ہے لیکن میں دو ہوں۔ میں میں بھی ہوں...... اور میں شیوانی بھی ہوں۔''

''بے شک تم نے یہ سب مجھ سے کہا تھا لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جو پہلے میں نے کبھی نہیں سنی تھیں۔ تم اتنی عجیب ہو کہ تم سے ملنے کو دل تڑپ رہا ہے۔ پلیز ابھی آجاؤ یا مجھے اپنا پتا بتاؤ۔''

''میں نہیں آسکوں گی اور نہ ہی تمہیں بلاسکوں گی۔ شیوانی مجھے حوصلہ دیتی ہے کہ تم سے ضرور ملنا چاہیے لیکن یہی شیوانی فی الوقت مجھے روک رہی ہے......

اس لیے ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے کل ملاقات

کرنا چاہیے۔"
وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "اچھی بات ہے میں کل تک انتظار کروں گا۔"
"میرا بیٹا کیسا ہے؟ کیا اپنی دادی کے پاس ہے؟"
"ہاں...... وہ مما کے ساتھ ان کے کمرے میں ہے۔ کیا تم پھر اسے بلانا چاہوگی؟"
"ابھی نہیں۔ جب وہ چاہے گا تو میں اسے اپنے پاس بلالوں گی پھر یہ کہ کل تو ملنا ہی ہے۔ اس کے بعد میں تمہاری مما سے بھی ملوں گی۔ کیا تمہیں نیند نہیں آرہی ہے؟"
"تم نے نیند اڑادی ہے۔"
"تم بے خوابی کے مریض نہیں ہو۔ جب چاہتے ہو اپنے ذہن کو تھپک کر سلا دیتے ہو۔ اپنے دل کو یہ تسلی دے کر سو جاؤ کہ کل ہماری ملاقات کا دن نکلنے والا ہے۔"
"اچھی بات ہے۔ شب بخیر......!"
انا میریا نے شب بخیر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

☆☆☆

فرمان گہری نیند میں تھا۔ تقریباً سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے سونے سے پہلے اپنے دماغ کو ہدایت دیتے ہیں اور گہری نیند سو جاتے ہیں۔ ہدایت یہ ہوتی ہے کہ نیند کے دوران کوئی اس کمرے میں آئے یا غیر معمولی بات ہو تو ان کی آنکھ فوراً کھل جائے۔ فرمان کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ ایک آہٹ نے اسے نیند سے چونکا دیا تھا۔

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ چند سیکنڈ تک چپ چاپ پڑا رہا پھر اس نے ایک ہاتھ سے انیتا کو ٹٹولا تو اس کے پہلو میں انیتا نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بیڈ روم میں بھی نہیں تھی۔

اس نے باتھ روم کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا اور اندر روشنی نہیں تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ اب اس کے دماغ میں جا کر یہ معلوم کیا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو سوچ کی لہریں بھٹکنے لگیں۔ اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اسی لیے سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔

اس نے پریشان ہو کر سوچا کہ وہ اتنی رات کو کہاں گئی ہے؟ اس کی موت کہاں واقع ہوئی ہے؟ جب وہ اٹھ کر گئی تو مجھے معلوم کیوں نہ ہو سکا؟

وہ تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم سے نکل کر کوریڈور میں آیا پھر کوریڈور سے نکل کر دوسرے کمرے میں پہنچا تو ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ وہ فرش پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے قریب آکر دیکھا تو سانس بھی بند ہو چکی تھی۔ وہ جھک کر اس کے سینے سے کان لگا کر سننے لگا۔ دھڑکنیں خاموش تھیں۔ وہ صدمے کے باعث ایک ذرا سا چکرا گیا۔ وہیں اس کی لاش کے پاس فرش پر بیٹھ گیا۔

وہ غم سے نڈھال ہو کر سوچنے لگا کہ یہ یہاں کیوں آئی تھی؟ اس کی موت اس کمرے میں کیوں ہوئی ہے؟ یہ تو سینٹر ٹیبل سے ٹکرا کر اس گلدان کے ساتھ فرش پر گر پڑی تھی پھر نہ تو گلدان اٹھا سکی نہ خود اٹھ سکی۔

اسے یاد آیا کہ کسی آہٹ کے باعث ہی اس کی آنکھ کھلی ہے اور اب پتا چل رہا تھا کہ وہ آہٹ گلدان کے گرنے کی آواز تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس کمرے میں آکر سینٹر ٹیبل سے ٹکرا کر کیوں گری تھی؟ کیا اسے کسی نے گرایا ہے؟

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں ایسے آثار نہیں تھے۔ جیسے کوئی آیا ہو اور پھر چلا گیا ہو۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکلا۔ کوریڈور سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ ڈرائنگ روم کا ایک دروازہ تھا۔ وہ بھی اندر سے بند تھا۔ وہ باہر کی طرف کھلتا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ رائے بھی قائم نہیں کی جاسکتی تھی کہ باہر سے کوئی دشمن اندر آیا تھا۔

ایسے وقت یہی بات ذہن میں آئی کہ باہر سے کوئی نہیں آسکتا تو اندر سے کوئی خیال خوانی کرنے والا آسکتا ہے۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے دشمنی نہیں تھی پھر انیتا کے دماغ کے اندر کون آسکتا ہے؟ کون اسے خوامخواہ ہلاک کر سکتا ہے؟

وہ چنڈال جوگیا کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو قتل کرے گا۔

وہ جانتا تھا کہ چنڈال اپنے پراسرار علوم کے ذریعے اس قدر آتما شکتی حاصل کر چکا ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کی بھی آتما ان کے جسم سے نکال کر اسے دوسرے جسم میں منتقل کر سکتا ہے۔

انیتا نے اپنے باپ کے بارے میں اسے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ اس نے ایک کان سے سنا تھا اور دوسرے سے نکال دیا تھا۔ ایسی باتوں پر نہ تو یقین کرنا چاہتا تھا۔ نہ ہی ایسی باتوں پر بحث کر کے اپنا وقت ضائع کرنا چاہتا تھا۔ وہ ایسی آتما شکتی کو نہیں مانتا تھا۔ اس لیے یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک باپ نے خود ہی اپنی بیٹی کو ہلاک کیا ہے اور اسے دوسرے روپ میں نئی زندگی دے چکا ہے۔

وہ ہر پہلو سے سوچ سوچ کر تھک گیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس نے دوسرے کمرے میں آکر جان کیوں دی؟ اس کے ساتھ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی تو اس کو وہیں موت آسکتی تھی لیکن دوسرے کمرے میں آکر فرش پر جان دینے کی کیا ضرورت تھی؟

اسے بیلا اوبرائے یاد آئی۔ اس کی پیش گوئی درست ہو چکی تھی لیکن اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت طبعی ہوگی یا حادثاتی۔

وہ فوراً خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ اپنے کسی آئیڈیل کو خواب میں دیکھ رہی تھی۔ فرمان نے پہلے بھی اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ وہ بہت ہی رومانی طبیعت کی لڑکی ہے۔ اس کے خیالوں میں کوئی خوب رو جوان بسا ہوا ہے۔ وہ اس کے تصور اور خوابوں میں واضح طور پر دکھائی نہیں دیتا لیکن تاش کے پتوں نے کہا تھا کہ وہ ایک دن ضرور اسے ملے گا۔

اس وقت بھی خواب میں کوئی نوجوان تھا جس کا دھندلا سا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر خوشبوؤں پھولوں اور رنگوں کی دنیا میں لیے جا رہا تھا۔ اس رومان پرور خواب میں فرمان کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے تھی لیکن انیتا کی موت نے فرمان کو بری طرح الجھا دیا تھا۔ اب اس الجھن کو بیلا اوبرائے ہی دور کر سکتی تھی۔

اس نے اس کے خوابیدہ ذہن میں انیتا کا نام لیا۔

وہ اپنے آئیڈیل سے بولی "تم اس وقت اتنے رومانی موڈ میں انیتا کا نام کیوں لے رہے ہو؟"

فرمان نے اس کے آئیڈیل کے انداز میں کہا "تم بہت اچھی اور سچی پیش گوئی کرتی ہو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انیتا کی موت طبعی ہوگی یا حادثاتی؟"

وہ بولی "نہ طبعی ہوگی۔ نہ حادثاتی۔ اسے قتل کیا جائے گا۔"

فرمان یہ سن کر چونک گیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ کس طرح اور کن حالات میں ہلاک کی جائے گی؟"

"نہیں یہ میں نہیں بتا سکتی۔ اگر انیتا میرے پاس تھوڑی دیر اور بیٹھی رہتی اور میرے کہنے پر پتے اٹھاتی رہتی تو میں بہت دور تک اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر سکتی تھی لیکن وہ انکل شرما سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی۔ میرے محبوب! اب اس کی باتیں نہ کرو۔ پلیز اس ماحول میں پیار بھری باتیں کرتے رہو۔"

فرمان اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر بے چینی سے ٹہلنے لگا اس کو بیلاکی اس بات نے الجھا دیا تھا کہ اسے کسی نے ہلاک کیا ہے۔ اب یہ بات یقینی ہو چکی تھی کہ کسی نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کیا ہے۔

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے انیتا کی لاش کو دیکھنے لگا۔ وہ جتنا بھی دیکھتا جتنا بھی سوچتا اسے وہ حقیقت معلوم نہ ہوتی جو انیتا پر گزر چکی تھی۔ اس کے ذہن میں ایک ہلکے سے شبے نے جنم لیا کہ کیا اعلیٰ بی بی نے ایسا کیا ہوگا؟

پہلے کبھی اعلیٰ بی بی سے گہری دوستی تھی۔ وہ محبت کی حدوں کو چھونے والے تھے۔ اس سے پہلے ہی انیتا ان دونوں کے درمیان آ گئی تھی۔ اعلیٰ بی بی نے حسد اور جلاپے کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ بڑی فراخ دلی سے فرمان کو انیتا کے حوالے کر دیا تھا اور خود اس کی زندگی سے دور ہو گئی تھی۔

فرمان نے خیال خوانی کے ذریعے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ رات کے پچھلے پہر سب ہی سو جاتے ہیں لیکن اعلیٰ بی بی کسی مسئلے میں الجھی ہوئی تھی اس لیے جاگ رہی تھی۔ اس نے فرمان سے پوچھا ''کیا بات ہے؟ اتنی رات کو میرے پاس آئے ہو خیریت تو ہے؟''

''خیریت ہی تو نہیں ہے۔ انیتا مر چکی ہے۔''

اعلیٰ بی بی نے صدمے کا اظہار کیا ''یہ خبر سن کر مجھے دلی صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مجھے انیتا سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی۔ میں اس کے لیے دعا کرتی ہوں خدا اس کی روح کو سکون نصیب کرے۔ بائی داوے۔ تمہاری پریشانی بتا رہی ہے کہ اس کی موت طبعی نہیں ہوئی ہے؟''

''تم درست کہہ رہی ہو۔ میں بہت الجھا ہوا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کون ہلاک کرے گا۔ جبکہ میری اور انیتا کی کسی بھی خیال خوانی کرنے والے سے دشمنی نہیں ہے۔''

''یہ نہ بولو۔ چنڈال کو مت بھولو۔ وہ تو شروع ہی سے تمہارا دشمن ہے۔ کیا اس نے تمہیں غلام بنائے رکھنے کی کوششیں نہیں کیں؟''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں نے اس سے نجات حاصل کر لی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو کبھی ہلاک نہیں کرے گا۔''

''وہ اپنے فائدے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''بیٹی کی موت سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟''

''یہ تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن چنڈال کے سوا تم دونوں کا کوئی دشمن نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو کسی بھی طرح چنڈال سے رابطہ کرو۔ فی الحال جاؤ پہلے انیتا کا کریا کرم کراؤ۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ چنڈال کا موجودہ لب ولہجہ نہیں جانتا تھا۔ ورنہ ابھی اس سے رابطہ کرتا اور حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتا۔ ادھر چنڈال بھی اس کے نئے لب ولہجے کو نہیں جانتا تھا۔ اس لیے اسے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ابھی ابھی اپنی بیٹی کی آتما کو ایک بہت ہی حسین نوجوان لڑکی کے اندر پہنچا کر آیا تھا۔ پہلے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا اور پھر ایک نئے روپ میں زندگی بھی دے چکا تھا۔

اس وقت وہ اپنے بیڈ روم کی تاریکی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نگرانی کرنے والے آرمی افسران گہری نیند میں تھے۔ اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اگر جاگتے رہتے تو بھی اسے تاریکی میں دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے انیتا کے دماغ میں رہ کر فرمان کا موبائل نمبر معلوم کیا تھا۔ وہ اس سے رابطہ کر سکتا تھا لیکن اس بنگلے سے کرتا تو اس کی کال پکڑی جا سکتی تھی۔ افسران کو معلوم ہو جاتا کہ اس نے رازداری سے کسی سے رابطہ کیا تھا۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنے بیٹے ہنس راج جوگیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس وقت وہ تنویمی نیند سو رہا تھا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ دوسری صبح چنڈال اس سے رابطہ کرنے والا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ چنڈال کے آنے سے پہلے وہ اپنی تنویمی نیند پوری کر لے گا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وہ پہلے ہی بیٹے کے دماغ میں آ گیا۔ اس وقت تنویمی عمل کا اثر کچا تھا۔ اس میں پختگی نہیں آئی تھی۔ یعنی وہ میرا معمول اور تابعدار تو بن چکا تھا لیکن اس کے ذہن میں ابھی یہ بات تازہ تھی کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے۔

یہی بات چنڈال کو معلوم ہو گئی۔ اس نے پوچھا ''تم پر کس نے تنویمی عمل کیا ہے۔''

اس کی خوابیدہ سوچ نے کہا ''میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھا؟ اس کی آواز میرے اندر گونجتی رہی تھی اور میں متاثر ہوتا رہا تھا۔''

اس نے کہا ''تمہارے خیالات بتا رہے ہیں کہ تم نے شراب پی تھی۔ گدھے کے بچے! جواب دو کیوں پی تھی؟''

''پتا جی! بس غلطی ہو گئی۔ ایک بہت ہی حسین لڑکی میرے پاس آئی ہے۔ اس کا نام بندیا ہے۔ یوں تو کتنی ہی حسینائیں ملتی رہتی ہیں لیکن یہ بڑی زبردست تھی۔ میں اس کے کہنے سے پینے لگا۔ انکار نہ کر سکا۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر موجود تھا۔ اس کے ذریعے اس نے تمہیں شراب پلائی

پھر تمہیں اس طرح ٹریپ کیا ہے۔''

''پتا جی! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دیں۔''

''وہ لڑکی کہاں ہے؟''

''میرے اسی بنگلے میں ہوگی۔ شاید ابھی میرے بیڈ روم میں ہوگی۔ میں جاگنے کے بعد دیکھ سکتا ہوں۔''

''تو پھر سو کیوں رہے ہو؟ اٹھ کے بیٹھو۔ اس لڑکی کو دیکھو کہاں ہے؟''

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چنڈال نے کہا ''میں حکم دیتا ہوں کہ اب تم کسی کے معمول اور تابعدار بن کر نہیں رہو گے۔ میں تم پر مختصر سا تنویمی عمل کروں گا اور جس نے بھی تم پر عمل کیا اسے واش کر دوں گا۔ پہلے اس لڑکی کو دیکھو۔''

اس نے دیکھا۔ وہ بیڈ روم میں نہیں تھی پھر وہ وہاں سے نکل کر دوسرے بیڈ روم میں آیا تو بندیا وہاں بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ چنڈال نے کہا ''اسے جگاؤ۔ اس سے باتیں کرو۔ تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر معلوم کر سکوں کہ کون خیال خوانی کرنے والا تمہارے پاس آیا تھا؟''

اس نے بندیا کے پاس آ کر اسے جھنجوڑ کر جگایا ''بندیا! اٹھو میری بات سنو۔''

وہ گہری نیند میں تھی۔ جھنجوڑنے پر کسمسانے لگی۔ کروٹ بدلتے ہوئے بولی ''مجھے نہ جگاؤ۔ مجھے سونے دو پلیز۔''

چنڈال نے کہا ''بس میں اس کی آواز سن چکا ہوں۔ تم جا کر بستر پر لیٹ جاؤ اور سونے کی کوشش کرو۔ میں تم پر ابھی آ کر عمل کرتا ہوں۔''

وہ چلا گیا۔ چنڈال اس کے اندر پہنچ کر اس کے خوابیدہ خیالات پڑھنے لگا۔ پتا چلا کہ اس کا نام بندیا بھاسکر ہے اور اس کا تعلق شانتا بائی سے ہے جو ایک مشہور اور معروف اسپتال کی مالک ہے اور بہت دولت مند ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ شانتا کی بیٹی نیہا کا ایک عمر رسیدہ سرپرست ہے۔ جسے بندیا پھانسنا چاہتی تھی۔ کیوں پھانسنا چاہتی تھی وہ ساری تفصیلات چنڈال کو معلوم ہونے لگی۔ اس نے اسے کس طرح پھانسنے کی کوشش کی پھر کیسے خود ہی اپنے جال میں پھنس گئی۔ یہ ساری باتیں چنڈال کو معلوم ہونے لگیں۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ بندیا نے ایک غلطی کرنے کے بعد آج رات اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کے ساتھ دوسری غلطی کی اور اس کے ساتھ شرمناک تصویریں اترواتی رہی۔

اس نے ہنس راج کے پاس آ کر پوچھا ''وہ تصویریں جو

تم بندیا کے ساتھ اتروا تے رہے ہو وہ کہاں ہیں؟ انہیں فوراً کیمرے سے نکالو۔''

وہ بیڈ پر سے اٹھ کر میز کے پاس آیا۔ وہاں وہ آٹومیٹک کیمرا رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے کھول کر دیکھا تو اندر نیگیٹو رول نہیں تھا۔

چنڈ ال نے پوچھا'' کیا ہوا؟ جو تصویریں تم نے اتاریں وہ نیگیٹو کہاں ہیں؟''

''میں نے دو رول اتارے تھے۔ ایک رول یہاں میز پر رکھا ہوا تھا۔ دوسرا اس کیمرے کے اندر تھا لیکن اب تو دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔''

وہ غصے سے بولا'' ذلیل! کتے! تیری وجہ سے میں کسی دن مارا جاؤں گا۔ تیری قسمت اچھی تھی کہ میں تیری تنویمی نیند پوری ہونے سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔ میں تیری احمقانہ حرکتوں کے بارے میں یہ سب کچھ معلوم کرر ہا ہوں۔ اگر مجھ سے ذرا بھی چوک ہو جاتی تو تو اس کا غلام بنا رہتا اور پھر کسی دن اسے میری شہ رگ تک پہنچا دیتا۔ تو میرا بیٹا نہیں دشمن ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر فرش پر گر پڑا اور تکلیف کی شدت سے تڑپنے لگا۔ چنڈ ال تیزی سے سوچ رہا تھا کہ جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسی حرکتیں کرر ہا ہے۔ وہ یہ تو معلوم کر چکا ہے کہ اس کا نام ہنس راج جوگیا ہے اور یہ چنڈ ال جوگیا کا بیٹا ہے۔ دہلی پولیس میں آئی جی آف پولیس رنجیت ورما بنا ہوا ہے۔

چنڈ ال کا شبہ مجھ پر تھا۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ فرہاد علی تیمور ہی ایسا کر سکتا ہے۔ اگر اس کا بیٹا ہنس راج دہلی میں رنجیت ورما کی حیثیت سے رہے گا تو فرہاد اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

اس نے سوچا'' اگر میں اپنے بیٹے کے دماغ کو لاک کر دوں تو فرہاد اس کے اندر نہیں آسکے گا لیکن پولیس ڈیپارٹمنٹ میں دوسروں کو آلۂ کار بنا کر رنجیت ورما کی نگرانی کرتا رہے گا اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔''

اس کی عقل سمجھا رہی تھی کہ اب اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کو دہلی میں تو کیا اس دنیا میں بھی نہیں رہنا چاہیے۔

اسے بیٹے کی موت سے اپنی زندگی مل سکتی تھی۔ ورنہ وہ میری طرف سے اندیشوں میں گھرا رہتا کہ پتا نہیں میں کب اس کا سراغ لگا کر اس تک پہنچ جاؤں گا؟

اس کے پاس زیادہ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی اور اگر آرمی افسران جاگ جاتے پھر وہ نہ تو خاموش بیٹھ کر خیال خوانی کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی پلاننگ پر عمل کر سکتا تھا۔

اس نے فوری طور پر یہی فیصلہ کر کے آج ہی رات اپنی بیٹی کو قتل کیا تھا۔ اب بیٹے کو بھی کرے گا۔ وہ آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے والے مخصوص منتر پڑھنے لگا۔ سب سے پہلے اس کی اپنی آتما جسم سے نکل کر دور دور تک جانے لگی۔ مختلف علاقوں میں دیکھنے لگی پھر اس نے ایک ایسے جوان کو دیکھا جو قریب المرگ تھا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے آ گیا۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے بیٹے کو حکم دیا کہ وہاں سے اٹھے اور بندیا کو قتل کر دے۔ اس کو بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تا کہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا اس آلہ کار کے ذریعے کوئی دوسری چال نہ چل سکے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری کھولی۔ اس میں سے ایک خنجر نکالا پھر دوسرے بیڈ روم میں آ گیا۔ بندیا وہاں جوانی کی مست نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے قریب آ کر خنجر والے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا پھر ایک جھٹکے سے اس کے پھل کو سینے میں اتار دیا۔ وہ ایک چیخ مار کر اٹھی۔ آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر تڑپ تڑپ کر دہیں بیڈ پر ٹھنڈی پڑ گئی۔

چنڈ ال نے بیٹے کو حکم دیا'' اب وہی خنجر تم اپنے سینے میں اتار لو۔''

وہ اس کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اب سے پہلے بھی باپ نے حکم دیا تھا کہ چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دو تو اس نے یہی کیا تھا۔ اس وقت جان دے کر رنجیت ورما کے جسم میں سما گیا تھا۔ اس بار اس نے پھر وہی کیا۔ خنجر کے دستے کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ کر اس کے تیز پھل کو اپنے سینے میں اتار لیا۔

آتما نے جسم کو چھوڑ دیا۔ وہاں سے پرواز کرنے لگی۔ چنڈ ال اپنے منتروں کے ذریعے اسے قابو میں کرتا ہوا اس قریب المرگ نوجوان کے پاس لے آیا۔ وہ ایک منٹ پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔ اس کی آتما جسم کو خالی کر چکی تھی۔ ہنس راج کی آتما اس خالی جسم میں داخل ہو گئی۔

ایسے وقت چنڈ ال نے اپنے منتروں کی شکتی سے دیکھا تو بندیا کی آتما وہاں آس پاس بھٹک رہی تھی۔ اس نے انہی لمحوں میں فیصلہ کیا کہ اس آتما کو بھی ٹھکانے لگائے گا۔ کسی کے جسم میں پہنچائے گا اور اس کے ذریعے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو تلاش کرے گا۔ جس نے اس کے بیٹے پر ابھی تنویمی عمل کیا تھا۔

وہ بندیا کی آتما کے لیے بھی منتر پڑھنے لگا۔ اسے قابو کر کے ادھر سے ادھر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں گھومنے لگا۔ اس دنیا میں ہر لمحہ ہر پل انسان جیتا و مرتا ہے۔ وہ اپنے منتروں کی شکتی سے یہ تماشے دیکھ رہا تھا۔ ایک جگہ اسے ایک حسین لڑکی دکھائی دی۔ اس نے اپنے منتروں کے ذریعے اس لڑکی کو دبوچ لیا۔ وہ تڑپنے لگی۔ سانسیں لینے کی کوشش کرنے لگی لیکن دو تین منٹ میں ہی ہار گئی۔ سانس نہ لینے کے باعث اس کا دم نکل گیا۔ اس کی آتما بھی نکل گئی۔ چنڈ ال نے بندیا کی آتما کو اس کے اندر پہنچا دیا۔

انیتا جس حسین دوشیزہ کے اندر پہنچی۔ اس کا نام ثمر سلطانہ تھا۔ اس کا تعلق کسی دولت مند گھرانے سے نہیں تھا۔ وہ ایک جگہ ملازمت کرتی تھی۔ محلے کے غنڈے بدمعاش اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دفتر میں بھی اس کے صاحب اس پر عاشق ہو گئے تھے۔ یہ شعر ایسی ہی حسین لڑکی کے لیے کہا گیا ہے۔

؛ اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے...... جس نے ڈالی بری نظر ڈالی۔

اس کمپنی کے باس نے ایک شام اسے دفتری کام کے بہانے روک لیا تھا پھر دست درازی کرنا چاہی تو ثمر سلطانہ نے اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا پھر کہا'' اب ہاتھ لگاؤ گے تو میں چیخنا چلانا شروع کر دوں گی۔ تمہاری عزت خاک میں مل جائے گی۔ اس ایک طمانچے کو ہی بہت سمجھو۔''

وہ پاؤں پٹخ کر وہاں سے چلی آئی تھی۔ وہاں کی ملازمت چھوڑ دی تھی لیکن وہ باس اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس کی عزت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دے گا۔

اس نے اسی کے محلے کے دو غنڈوں کو بلا کر انہیں دو دو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسے اگر اغوا کر کے میرے گودام میں پہنچا دو گے تو میرے ساتھ تمہارا بھی بھلا ہو گا۔ میں اس کی عزت سے کھیلنے کے بعد تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم اسے اس طرح استعمال کرنا کہ وہ اپنے گھر بھی جانے کے قابل نہ رہے۔

انہوں نے اسے پاس کے گودام میں لا کر بند کر دیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ نجات حاصل نہیں کر سکے گی۔ اس کی عزت لٹ جائے گی اور وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ بہتر ہے کہ وہ خودکشی کر لے۔''

وہ اپنی زندگی ہار جانا چاہتی تھی۔ ایسے وقت چنڈ ال نے اس سے زندگی چھین لی اور اس کا جسم اپنی بیٹی کے حوالے کر دیا۔

انیتا اور ثمر سلطانہ دونوں کے جسم مر گئے تھے۔ ان میں سے ثمر سلطانہ کے جسم کو زندگی ملی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے اندر سے انیتا نے اپنے آپ کو گودام کے ایک اسٹور کے اندر پایا پھر موجودہ حالات کو سمجھنے لگی۔ اب انیتا اور ثمر سلطانہ کا ذہن مشترک ہو گیا تھا۔ اسے ثمر سلطانہ کے حالات تیزی سے معلوم ہو رہے تھے۔

چنڈ ال بھی اس کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی جلد از جلد کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائے۔ تا کہ وہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ فرمان کی خیال خوانی کا راستہ روک دے۔

ایسے وقت ثمر سلطانہ کا باس اسٹور روم کا دروازہ کھول کر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا اندر آیا پھر مسکرا کر بولا'' بہت بھونک رہی تھی۔ کتے کی بچی! تو نے مجھے طمانچہ مارا تھا۔ اب دیکھ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں؟''

چنڈ ال اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دونوں زر خرید غنڈوں کو آواز دی۔ وہ دوڑتے ہوئے اندر آئے۔ ایک نے پوچھا'' کیا حکم ہے صاحب!''

صاحب نے کہا'' میں تم دونوں کو ابھی دس ہزار دوں گا تو دونوں کو پانچ پانچ ہزار روپے ملیں گے اور تم میں سے کوئی ایک لے گا تو اسے دس ہزار ملیں گے۔ تم میں سے کون اتنی بڑی رقم لینا چاہتا ہے؟''

ایک نے آگے بڑھ کر کہا'' میں لینا چاہتا ہوں۔''

دوسرے نے آگے بڑھ کر سینے کو ٹھونک کر کہا'' نہیں...... میں دس ہزار لینا چاہتا ہوں۔''

وہ بولا'' تم میں سے جو زندہ رہے گا۔ وہ دس ہزار لے گا۔ فیصلہ کرو کہ تم میں سے کون جیے گا کون مرے گا؟''

ایک کے پاس ریوالور تھا۔ اس نے چنڈ ال کی مرضی کے مطابق اپنے لباس کے اندر سے ریوالور نکال کر اپنے ساتھی کو گولی مار دی پھر اپنے صاحب کا نشانہ لیتے ہوئے کہا'' دس ہزار تو کیا مجھے وہ ساری رقم مل جائے گی۔ جو اس وقت تمہارے پاس موجود ہے۔ رقم نکالو گے یا مرنا پسند کرو گے؟''

وہ سہم کر بولا'' یہ...... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

اس غنڈے نے اپنا ریوالور ثمر سلطانہ کی طرف اچھال دیا۔ سلطانہ نے اسے پکڑنے کے بعد غنڈے کو گولی مار دی پھر اپنے باس کا نشانہ لیتے ہوئے بولی'' ہاں...... تو تو طمانچے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ میری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتا تھا۔''

وہ بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ دونوں ہاتھ انکار میں ہلاتے ہوئے بولا'' نہیں...... نہیں میں تم سے انتقام نہیں لینا چاہتا۔ تم

جہاں جانا چاہوگی وہاں پہنچادوں گا۔ تم جتنی رقم مانگوگی میں تمہیں دوں گا۔“

”تو نہیں جانتا کہ کیسی بلا تیرے گلے پڑگئی ہے۔ میں تو تیری ساری دولت و جائداد ہڑپ کرجاؤں گی۔ ابھی مجھے اپنے بنگلے میں لے چل۔ میں وہاں جاکر آرام کرنا چاہتی ہوں۔“

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا ”ہاں...... ہاں ابھی چلو۔ باہر میری کار کھڑی ہے۔ میں ابھی تمہیں اپنے بنگلے میں لے جاؤں گا۔ بہت بڑا بنگلا ہے۔ خالی ہے وہاں تم عیش و آرام سے رہوگی۔“

ثمر سلطانہ نے اٹھتے ہوئے ریوالور اس کے قدموں میں پھینکتے ہوئے کہا ”آؤ...... مجھے لے چلو۔“

اس نے اپنے قدموں میں پڑے ہوئے ریوالور کو حیرانی سے دیکھا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ ثمر سلطانہ نے بھرا ہوا ریوالور اس کے پاس پھینک دیا ہے؟ اس نے سوچا ”بس یہی موقع ہے میں اسے قابو میں لے آؤں گا۔“

وہ جھک کر اٹھانا چاہتا تھا مگر جھک نہ سکا۔ اس نے اپنی کمر کو پکڑ کر دوبارہ جھکنے کی کوشش کی لیکن جھک نہ سکا۔ پیچھے ہٹ گیا۔ ثمر سلطانہ نے پوچھا ”تم وہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ چلو میرے ساتھ۔“

وہ فوراً ہی پلٹ کر کچھ کہے سنے بغیر تیزی سے چلتا ہوا۔ اس گودام سے باہر آیا۔ باہر کھڑے ہوئے مسلح گارڈ نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ یہ کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے کوئی بلا ہے اسے گولی ماردو۔

لیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔ اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ثمر سلطانہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی پھر وہ کار اسٹارٹ کرکے وہاں سے جانے لگا۔ پریشان ہوکر بڑبڑانے لگا ”یہ مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ میں نے اس ریوالور کو اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکا۔ اپنے سیکیورٹی گارڈ سے کوئی مدد نہ لے سکا۔ تم کیا بلا ہو؟ کون ہو؟ کیا تم جادو جانتی ہو؟“

”میں تو ایک معمولی سی غریب لڑکی ہوں۔ جو تمہارے دفتر میں کام کرنے آئی تھی اور تم نے مجھے کمزور سمجھ کر میری عزت کی بوٹی بوٹی کردینا چاہا تھا۔ اب بتاؤ کون کمزور ہے؟ میرے پاس تو اب ریوالور بھی نہیں ہے۔ تمہارے پاس دولت و طاقت ہے اور اپنے بنگلے میں پہنچ کر تم میرے خلاف بہت کچھ کرسکتے ہو لیکن یاد رکھنا اب مجھ سے دشمنی کروگے تو صبح ساری دنیا تمہیں مردہ پائے گی۔“

وہ ایک بنگلے میں پہنچ گئے۔ چنڈال نے پہلے اس دشمن کو اس کے کمرے میں لے جاکر سلایا پھر وہ انیتا کے پاس آکر بولا ”بیٹی! اب آرام سے سوجاؤ۔ میں مختصر سے عمل کے ذریعے تمہارے دماغ کو لاک کروں گا۔ تاکہ کوئی دشمن تمہارے اندر نہ آسکے۔“

وہ بولی ”پتاجی! آپ فرمان کے لیے میرے دماغ کو لاک نہ کریں۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں اس کے پاس جاؤں گی۔“

”تمہیں پتا ہے کہ تم اس سے کتنی دور چلی آئی ہو؟“

”میں اس سے کتنی بھی دور ہوجاؤں کار کے ذریعے، ٹرین ہوائی جہاز کے ذریعے اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ کیا آپ اس سے مجھے جدا کرنا چاہتے ہیں؟“

”کیسی باتیں کرتی ہو بیٹی! میں تو تمہاری خوشی میں خوش رہتا ہوں۔ تم آرام سے سیٹ پر لیٹ جاؤ۔ جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہوجاؤگی تو پھر میں تمہیں اس کے پاس پہنچادوں گا۔“

وہ بولی ”میں آئینے میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میرا یہ نیا بدن کیسا ہے؟“

”تم بعد میں بھی دیکھ سکتی ہو۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ فوراً لیٹ جاؤ۔“

وہ اس کی ہدایت کے مطابق لیٹ گئی۔ اس نے مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس عمل کے ذریعے اس نے فرمان کی تمام یادوں کو اس کے ذہن سے مٹادیا اور اس کے لب و لہجے کو بھی بھلادیا پھر اس کے دماغ کو لاک کردیا۔ تاکہ فرمان کبھی اس کے اندر نہ آسکے۔

اس نے بندیا کو ایک نوجوان لڑکی کے اندر پہنچایا تھا۔ لڑکی کا نام تانی تھا۔ وہ ذات کی بھنگن تھی۔ اس کے ماں باپ اور تمام ذات برادری والے سڑکوں پر جھاڑو دیتے تھے اور پورے شہر کی غلاظت اٹھا کر کچرا گاڑیوں میں ڈالتے تھے۔

تانی پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ اس کے جاہل ماں باپ سمجھ نہیں پائے تھے کہ اسے کیا ہوا ہے؟ اس سے پہلے کہ اسے اسپتال پہنچاتے اس نے دم توڑ دیا تھا۔ ایسے ہی وقت بندیا اس کے اندر پہنچ گئی تھی۔

اس کے ماں باپ نے سمجھا کہ وہ مرچکی ہے۔ اس کا کریا کرم کرانے والے تھے۔ ذات برادری والے اس کے دروازے پر آکر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسے ہی وقت اس نے آنکھیں کھول لیں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کتنی ہی عورتیں اور بچے خوف سے چیخ کر دور بھاگنے لگے۔ مرد بھی سہم کر اسے دیکھنے لگے

انہوں نے زندگی میں پہلی بار مردے کو زندہ ہوتے دیکھا تھا۔ وہ پریشان ہوکر اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھنے لگی۔

تمام غریب لوگ تھے۔ آدھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آدھے ننگے تھے۔ تن ڈھانپنے کے لیے بھی انہیں پورا کپڑا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیوں میں رہا کرتے تھے۔

وہ بچپن سے اب تک دولت سے کھیلتی آئی تھی۔ عیش و آرام سے رہتی تھی۔ ائرکنڈیشن کار میں گھومتی پھرتی تھی۔ جتنی بلندی پر رہ کر زندگی گزارتی رہی تھی۔ اتنی ہی پستی میں آکر غلاظت کے ڈھیر میں گرچکی تھی۔

اب اس کا اور تانی کا ذہن مشترک تھا اور تانی کا ذہن اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ ایک پیدائشی بھنگن ہے اور آئندہ ایک بھنگن کی طرح زندگی گزارے گی۔

اس نے ایک دم سے چیخ کر کہا ”نو...... نیور...... آئی ول نیور...... ٹول ریٹ...... دس ہیٹ فل لائف!“

تمام بھنگی اسے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ ایک بوڑھے نے بڑی حیرانی سے کہا ”یہ تو انگریزی بھی بولے ہے۔“

اس کی ماں نے کہا ”تانی بیٹی! یہ کیا کہہ رہی ہے؟ اپنی بھاشا بول!“

وہ چیخ کر بولی ”میں تانی نہیں ہوں تمہاری بیٹی نہیں ہوں۔ میں اونچی ذات اونچے خاندان کی لڑکی ہوں۔“

اس کے اندر تانی نے ہنس کر کہا ”اب تو نیچی ذات ہوگئی ہے۔ چیخنے چلانے سے کیا فائدہ؟ سب پاگل سمجھیں گے۔“

بندیا کے ذہن نے کہا ”ٹھنڈے دماغ سے سوچنا چاہیے۔ اب تو مجھے اسی جسم میں رہنا ہے تو واقعی میرے چیخنے چلانے سے کیا ہوگا؟“

وہ خود کو سمجھانے اور صبر کرنے لگی۔ اس نے یہ فوراً ہی سوچ لیا کہ یہاں سے موقع پاتے ہی اپنے گھر کی طرف چلی جائے گی۔ اس نے اس بوڑھی عورت کو دیکھ کر پوچھا ”مائی! کیا یہ ہمارے شہر کا بھنگی پاڑا ہے؟“

”بیٹی! تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اپنا گھر اور محلہ بھول گئی ہو؟“

”جو پوچھتی ہوں اس کا جواب دو۔ کیا میں ابھی دہلی میں ہوں؟“

”اور نہیں تو کیا سورگ میں پہنچ گئی ہو؟ مرنے کے بعد زندہ ہوکر بدل گئی ہو۔“

اس نے آس پاس کی جھگیوں کو دیکھا پھر کہا ”اے بھگوان! یہاں تو کسی کے گھر میں ٹیلی فون بھی نہیں ہوگا۔“

پھر اس نے پوچھا ”یہاں قریب کوئی پی سی او ہے؟“

ایک بوڑھے نے پوچھا ”وہ کیا ہوتا ہے؟“

اس نے بیزاری سے ان سب کو دیکھا پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ایک طرف جانے لگی۔ باپ نے ہاتھ پکڑ کر کہا ”کہاں جارہی ہے؟ ابھی تو مرنے کے بعد اٹھی ہے۔ تھوڑا آرام کرلے پھر جھاڑو لے کر کام کرنے چلی جانا۔“

وہ ہاتھ جھٹک کر بولی ”بڈھے! تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ میں کوئی جھاڑو دینے والی نہیں ہوں۔ بہت دولت مند ہوں۔ میرے بینک اکاؤنٹ میں لاکھوں روپے ہیں۔ میں جارہی ہوں۔“

وہ بڑے غرور سے تن کر جانے لگی۔ آگے ایک جوان نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا ”تانی! رک جا۔ بھگوان جانے! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں تیرے کو اکیلا جانے نہیں دوں گا۔ بول کہاں جائے گی؟ وہاں پہنچادوں گا۔“

اس نے اس کالے کلوٹے نوجوان کو حقارت سے دیکھا پھر کہا ”ایک طرف ہٹ جا۔ میرا راستہ نہ روک۔ مجھے جانے دے۔“

”نہیں جانے دوں گا۔ تو میری جورو بننے والی ہے۔“

اس نے دونوں پنجے اس کی طرف ایسے بڑھائے جیسے منہ نوچ لینا چاہتی ہو۔ چڑیلوں کی طرح چیخ ماری تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا پھر پلٹ کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ دوسرے بھی پیچھے ہٹ گئے۔ ان کی سمجھ میں یہ آرہا تھا کہ مرنے کے بعد پتا نہیں اس کے اندر کون سی بلا سما گئی ہے؟ یہ خطرناک ہوگئی ہے اس سے دور رہنا چاہیے۔ لہٰذا سب دور ہوگئے۔ اب کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس بھنگی پاڑے سے دور نکل جانا چاہتی تھی۔

چنڈال نے تیسری واردات اپنے بیٹے کے ساتھ کی۔ ہنس راج جوگیا کو خودکشی کرنے پر مجبور کیا پھر اس کی آتما کو ایک صحت مند گبرو جوان کے جسم میں پہنچادیا۔ اس نوجوان کا نام منوج اگروال تھا۔ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا تھا۔ عیاشی میں دولت کو پانی کی طرح بہاتا تھا۔

اس رات اس نے بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ اس شراب کو ہضم نہ کرسکا۔ اس نے کئی بار قے کی۔ اسے اسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کی سانس رک گئی پھر ڈاکٹروں نے اس کی نبض ٹٹولنے کے بعد کہا ”یہ مرچکا ہے۔“

ان کے ایسا کہنے کے صرف ایک منٹ بعد ہی وہ پھر زندہ ہوگیا۔ اس کے اندر ہنس راج جوگیا نے آنکھیں کھول دیں۔

ڈاکٹر اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے دوبارہ نبض

ٹٹولی۔ اس کی دل کی دھڑکنوں کو سنا پھر حیرانی سے کہا ''زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ میں نے آج تک جس کی بھی موت کی رپورٹ دی۔ وہ کبھی غلط نہیں ہوئی۔ آج تم نے غلط ثابت کردیا۔''

منوج اگروال اور ہنس راج جوگیا کے ذہن مشترک ہوگئے۔ ہنس راج کو معلوم ہونے لگا کہ اب وہ کون ہے اس کا نام کیا ہے اس کے ماں باپ کون ہیں؟ اس کا خاندان کیسا ہے؟ دولت کتنی ہے۔ اور وہ کس طرح زندگی گزارتا ہے؟ اسے صرف چند سیکنڈ میں یہ بات اس لیے معلوم ہونے لگی کہ اب منوج کا دماغ ہنس راج کا تھا اور ہنس راج کا دماغ منوج کا تھا۔

چنڈال نے کہا ''یہ کم بخت منوج بھی تمہاری طرح بہت پیتا تھا اور عیاشی کرتا تھا۔ اس کی موت سے سبق حاصل کرو۔ اتنی زیادہ پی لی تھی کہ اس کا دم اکھڑ گیا تھا۔ تم اگر پیو گے تو میں تمہیں مار ڈالنے کے بعد زندہ نہیں ہونے دوں گا۔ یاد رکھو! تمہاری آتما کو بھٹکنے کے لیے چھوڑ دوں گا۔ کسی کے جسم میں نہیں پہنچاؤں گا۔''

''پتا جی! میں کان پکڑتا ہوں۔ اب کبھی نہیں پیوں گا۔ مجھے بہت بڑا سبق ملا ہے۔ میرے پینے کی وجہ سے نہ جانے کون دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر آ گیا تھا؟ پھر میرے ذریعے آپ کو نقصان پہنچانے والا تھا۔''

اس نے پوچھا ''اگر میں صحیح وقت پر نہ آتا تو کیا ہوتا؟''

''میں مانتا ہوں اگر آپ وقت پر نہ آتے تو وہ دشمن میرے ذریعے آپ تک پہنچ جاتا۔ مجھے تو مار ہی ڈالتا لیکن آپ کو بہت نقصان پہنچاتا۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کروں گا۔''

''اب یہاں سے اٹھو۔ اسپتال کا بل ادا کرو اور باہر جا کر کسی ٹیلی فون بوتھ سے فرمان کو مخاطب کرو۔ میں نے انیتا کے خیالات پڑھ کر اس کا موبائل فون نمبر معلوم کیا ہے۔''

وہ اسپتال کا بل ادا کر کے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے بولا ''پتا جی! یہاں منوج اگروال کا موبائل فون رکھا ہوا ہے کیا میں اس فون کے ذریعے فرمان کو مخاطب کروں؟''

''نہیں...... تم کار ڈرائیو کر کے آگے جاؤ۔ اسے کسی فون بوتھ سے مخاطب کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ فرمان... سی ایل آئی میں تمہارا نمبر معلوم کر لے پھر تمہارے پیچھے پڑ جائے۔''

وہ وہاں سے کار ڈرائیو کرتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے آ کر رک گیا۔ کار سے اتر کر بوتھ میں جا کر فرمان کے موبائل فون نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہونے پر چنڈال نے آواز بدل کر گمبھیر لہجے میں مخاطب کیا ''ہیلو! میں بول رہا ہوں۔''

فرمان نے پوچھا ''میں کون؟ اپنا نام تو بتاؤ؟''

''میں اپنی بیٹی کے دشمن کو کیا نام بتاؤں۔ میرا خیال ہے تم اس کا کریا کرم کروا چکے ہو۔''

''اچھا...... تو تم چنڈال جوگیا ہو؟ میں تمہاری بیٹی کا دشمن نہیں ہوں۔ دشمن تو تم خود ہو۔ اب اپنی بیٹی کی قسم کھا کر سچ بولو۔ کیا تم نے اسے ہلاک کیا ہے؟''

''تم ایسا سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''جس طرح بنگلے کے بند دروازوں کے اندر اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسے ہلاک کیا گیا ہے۔''

''مرنے والی مر چکی ہے۔ اب وہ کیسے ہلاک ہوئی؟ کس نے ہلاک کیا؟ یہ معلوم کر کے کیا کرو گے؟ کیا یہ سب کچھ معلوم کرنے سے وہ زندہ ہو جائے گی؟''

''تم باتیں بنا رہے ہو۔ صرف ایک بات کا جواب دو۔ میں نے تمہیں بیٹی کی قسم دی ہے۔ کیا تم نے اسے ہلاک کیا ہے۔''

چنڈال خاموش رہا۔ فرمان نے کہا ''میں تمہیں بیٹے کی قسم بھی دیتا ہوں۔ سچ بولو۔''

تب اس نے کہا ''ہاں۔ میں نے ہلاک کیا ہے۔ تاش کے پتوں نے سچ کہا تھا کہ وہ مرنے والی ہے۔ اگر میں موجود نہ رہتا اور وہ مر جاتی تو اس کی آتما بھٹکتی رہتی۔ اسی لیے میں نے اسے مار ڈالا کہ میری موجودگی میں ہی موت ہو اور میں اس کی آتما کو دوسرے خالی جسم میں پہنچا دوں۔''

''او گاڈ! انیتا نے بتایا تھا کہ تم آتما شکتی کے ذریعے کسی کی آتما کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کر دیتے ہو۔ میں نے یقین نہیں کیا تھا۔ اب یقین کروں گا کیونکہ مجھے میری انیتا چاہیے۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے انیتا کو کس کے جسم میں پہنچایا ہے؟''

''یہ تو تمہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اسے ایک نئی زندگی دے کر اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے اور اس کے ذہن سے تمہاری تمام یادیں مٹا دی ہیں۔ نہ وہ کبھی تمہیں یا[د] کرے گی۔ نہ تمہاری طرف آئے گی۔ تم اسے تلاش کرتے [رہ] جاؤ گے۔ میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ اب [تم] ہم باپ بیٹی اور بیٹے کے راستے میں نہ آنا۔ ورنہ تم بھی جا[ن] سے جاؤ گے اور تمہاری آتما اس دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔ م[یں] اس آتما کو پھر کسی جسم میں نہیں پہنچاؤں گا۔ جاؤ اب سو[گ مناتے] رہو اور انیتا کو یاد کرتے رہو۔ اب وہ کبھی تمہاری زندگی میں واپس نہیں آئے گی۔''

یہ کہہ کر ہنس راج نے اپنے باپ کی مرضی کے مطابق ٹیلی فون بند کر دیا۔

☆☆☆

اعلیٰ بی بی کا موجودہ نام نیہا تھا۔ وہ شانتا بائی کی بیٹی تھی۔ ہم باپ بیٹی نے جو پلاننگ کی تھی۔ اس کے مطابق میں نیہا کا سرپرست تھا۔ بچپن سے اس کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتا آیا تھا۔ تنویمی عمل کے مطابق شانتا بائی وہی سمجھ رہی تھی۔ جو ہم باپ بیٹی اسے سمجھا رہے تھے۔

اس طرح شانتا کو ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ بلکہ فائدہ ہی فائدہ تھا۔ ایک تو ہم اسے اس کے بدترین دشمنوں سے تحفظ دے رہے تھے پھر میں اس کے وسیع و عریض کاروبار کو سنبھال رہا تھا۔ اسے خسارے سے بچا رہا تھا اور منافع کی شرح بڑھا رہا تھا۔ کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ شانتا اس دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ ایک بیٹی نیہا تھی جو مر چکی تھی اور یہ بات میں اس کے ذہن سے بھلا چکا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ نیہا آج بھی زندہ ہے اور اس کے ساتھ ہندوستان آ کر رہ رہی ہے۔

تمام رشتے داروں اور کاروباری دنیا کے لوگوں کی نظریں نیہا پر رہتی تھیں۔ کیونکہ وہ تنہا اپنی ماں کی دولت اور جائداد کی وارث تھی پھر بہت ہی خوب صورت اور اسمارٹ تھی کتنے ہی رشتے دار نوجوان اور بوڑھے دل ہار چکے تھے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے سو سو جتن کرتے رہتے تھے۔

دیوانوں اور پروانوں کی اس بھیڑ میں سب سے زیادہ اہمیت کندن کپور کی تھی۔ وہ شانتا بائی کی پھوپی کا بیٹا تھا۔ وہ تیس برس کا ایک دبلا پتلا سا جوان تھا۔ معمولی شکل و صورت تھی لیکن خود کو گلفام سمجھتا تھا۔

اعلیٰ بی بی عرف عالی کے تمام عاشق کندن کپور سے یا تو خوف زدہ رہتے تھے یا اس سے کتراتے رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انڈر ورلڈ والوں سے اس کے گہرے تعلقات ہیں۔ غنڈے بدمعاش اور خطرناک قاتل اس کے زیر اثر رہتے تھے۔ اس کے ذریعے طرح طرح کی واردات کرتے تھے اور ہزاروں لاکھوں روپے کماتے رہتے تھے۔

عالی اس کے خیالات پڑھ چکی تھی۔ ہندوستان میں بے روزگار مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جب بے روزگاری پھیلتی ہے اور فاقہ کشی پر مجبور کرتی ہے تو پھر خواہ وہ مسلمان ہو، ہندو ہو یا پھر کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ وہ جرائم کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہی ایک ایسا راستہ ہوتا ہے جہاں سے تین وقت کی روٹی سے بھی زیادہ رقم ملتی رہتی ہے۔

کندن کپور نے ایسے مسلمانوں کا ہی گروپ بنایا تھا۔ جو کبھی کشمیری مجاہدین بن کر بھارت سرکار کے خلاف مظاہرہ کرتے تھے۔ شہر کا امن و امان برباد کرتے تھے اور یہ الزام دیا جاتا تھا کہ وہ پاکستان سے آئے ہوئے مسلمان ہیں۔ جو کشمیری مجاہدین بن کر بھارتی سرکار کے لیے مسائل پیدا کر رہے ہیں۔

کوئی بھی قتل و غارت گری کی واردات ہوتی تھی تو ان مسلمانوں کا ہی نام آتا تھا اور مسلمانوں کے حوالے سے پاکستان کو بدنام کیا جاتا تھا۔

وہ انڈر ورلڈ والے بھارتی سرکار سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے ایسی واردات کیا کرتے تھے۔ کندن کپور ان کا نمائندہ بن کر بھارتی اکابرین سے مذاکرات کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ پاکستان کو ہم دنیا کے نقشے پر بھی برداشت نہیں کریں گے۔ ایک دن اسے ختم کر کے رہیں گے۔ اسی لیے ہم اپنے مسلمان آلہ کاروں کے ذریعے یہ ثابت کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کی طرف سے اشتعال انگیزی اور تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ بھی یہی کرتے ہیں۔ پاکستان کے خلاف جھوٹے الزامات عائد کر کے اسے پوری دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم ایک طرح سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اگر ہمارے مطالبات پورے نہ کیے گئے تو یہ تخریبی کارروائیاں جن سے جنتا کو اور سرکار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان سے تمہیں اور تمہارے بال بچوں کو بھی نقصان پہنچنے لگے گا۔''

ان حالات میں بھارتی سرکار کسی حد تک ان کے دباؤ میں رہتی تھی اور ان کے چھوٹے بڑے مطالبات پورے کر دیا کرتی تھی۔ کندن کپور شیر کی طرح اکڑتا پھرتا تھا۔ کوئی پولیس اور انٹیلی جنس والا اس کا ہاتھ بھی نہ پکڑ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی الزام عائد کر سکتا تھا۔

اسے ایسی سہولتیں اور رعایتیں میسر تھیں کہ وہ خود کو اتر پردیش کا حکمران سمجھنے لگا تھا۔ اس نے عالی سے کہا ''درجنوں لڑکیاں میرے آگے پیچھے پھرتی رہتی ہیں۔ تم اتنی اکڑ کیوں دکھاتی ہو؟''

عالی نے کہا ''ان درجنوں لڑکیوں کو اور کوئی کام نہیں ہوگا۔ اس لیے تمہارے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔ مجھے گھومنے پھرنے کی بیماری نہیں ہے۔''

"یہ بیماری لگالو۔ میرے بازوؤں میں آ جاؤ۔"

وہ ایک کلب میں اس سے ملنے آیا تھا۔ اس وقت عالی دو رئیس زادیوں کے ساتھ تاش کھیل رہی تھی اور جان بوجھ کر ان سے ہارتی جا رہی تھی۔ اس نے پوچھا "کیا تم مجھے جیتنا چاہتے ہو؟"

"جب میں چاہتا ہوں تو جیت کر ہی رہتا ہوں۔"

"تو پھر آؤ بیٹھو۔ تاش کی بازی جیت لو میں ہار جاؤں گی پھر تم داسی بنا کر جہاں لے جاؤ گے وہاں جاؤں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

اس نے دونوں رئیس زادیوں کو ہٹایا پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ عالی نے کہا "ایسے نہیں پہلے ایک کاغذ پر لکھو اور اس کلب کے معززین سے دستخط کرواؤ۔ تم یہ لکھو گے کہ اگر ہار جاؤ گے تو میرے قدموں میں جھک کر فرش پر ناک رگڑو گے۔"

"میں کبھی کسی مرد کے سامنے نہیں جھکتا اور تم اپنے سامنے جھکانا چاہتی ہو۔"

"مجھے جیتنے کے لیے تو یہ کرنا ہوگا۔ ورنہ میں تمہارے ساتھ تاش نہیں کھیلوں گی اور نہ ہی تم جیسے ڈر جانے اور میدان چھوڑ جانے والے سے بات کروں گی۔"

"تم میری انسلٹ کر رہی ہو۔ میں تمہارے ساتھ ضرور ایک بازی کھیلوں گا۔"

"ایک نہیں تین بازیاں کھیلی جائیں گی اور ہر بازی پچاس لاکھ روپے کی ہوگی۔ ہارنے والا یا تو ڈیڑھ کروڑ روپے ہارے گا اور مجھے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکے گا یا پھر ڈیڑھ کروڑ کے ساتھ مجھے بھی حاصل کرے گا۔"

اس نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا "میں تمہیں حاصل کروں گا۔ میں تاش کا بازیگر ہوں۔ تم دیکھنا کہ میں کس طرح تمہیں جیت لوں گا۔"

اس نے ایک کاغذ پر یہ لکھ دیا کہ اگر وہ ہار جائے گا تو ڈیڑھ کروڑ ادا کرے گا اور اس کے قدموں میں جھک کر فرش پر ناک رگڑے گا۔

عالی نے وہاں کے پانچ معززین سے اس کاغذ پر دستخط کرائے پھر تاش کی بازی شروع ہوگئی۔ کندن کپور نے کہا "پہلے میں پتے پھینٹوں گا۔"

اس نے تاش کی گڈی اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ پتے پھینٹنے لگا۔ اسے یہ گمان تھا کہ وہ بہت شاطر اور پتے باز ہے۔ اعلیٰ بی بی سمجھ نہ پائے گی۔ جبکہ وہ اس کے اندر گھسی ہوئی تھی اور اس کے پھینٹنے کے انداز میں گڑبڑ پیدا کر رہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تاش کے باون پتوں میں سے کون سا پتا کہاں جا رہا ہے اور پھینٹتے وقت پھر دوسری بار کہاں پہنچ رہا ہے۔ اس حساب سے اس نے تین تین پتے اپنی اور اس کی طرف رکھے۔ اپنی طرف اس نے تین اکے رکھے چاہے لیکن عالی کے زیر اثر آ کر وہ تین اکے اس کے پاس پہنچا دیے اور اپنے پاس تین بادشاہ رکھے۔

کلب کے معززین ان کے آس پاس آ کر کھڑے ہوگئے اور ان کا کھیل دیکھنے لگے پھر کندن نے کہا "اپنے پتے الٹ کر دکھاؤ۔"

"پہلے تم ایک پتا الٹو پھر میں۔ ہم باری باری پتے الٹے جائیں گے۔"

کندن نے بڑے اعتماد سے اپنا ایک پتا الٹ کر دکھایا پھر چونک گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اکے کی جگہ بادشاہ بھی آ سکتا ہے۔ حیران رہ گیا پھر دل میں سوچا کہ کوئی بات نہیں غلطی ہوگئی ہوگی۔ میرے پاس بادشاہ آیا ہے تو اس کے پاس اکا نہیں گیا ہوگا۔

لیکن عالی نے ایک پتا الٹ کر دکھایا تو وہ اکا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر اپنا دوسرا پتا دیکھا تو وہ بھی بادشاہ تھا۔ تب وہ سمجھ گیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے جو تین بادشاہ ادھر آ گئے ہیں اور تین اکے ادھر چلے گئے ہیں۔ اس نے باقی دو پتے الٹ کر کہا "تم اپنے پتے دکھاؤ۔"

عالی نے باقی دونوں اکے بھی دکھا دیے۔ وہ کھیل دیکھنے والے تمام افراد خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کندن نے تمام پتوں کو سمیٹ کر دوبارہ پھینٹتے ہوئے کہا "تم لکی ہو۔ ایک بار جیت گئی ہو۔ اب نہیں جیت سکو گی۔"

وہ اس کے ہاتھ سے گڈی لے کر بولی "اصول کے مطابق مجھے گڈی پھینٹنا چاہیے۔ کیونکہ بازی میں نے جیتی ہے۔"

وہ گڈی لے کر پھینٹنے لگی اور پتے بانٹنے لگی۔ وہ مایوس ہوگیا تھا۔ کیونکہ وہ اب کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ گڈی اس کے ہاتھ میں ہوتی تو پھر الٹ پھیر کر سکتا تھا۔ بہر حال دوسری بازی بھی ہار گیا۔

جھنجلا کر بولا "تم پتے چلاتی ہو۔ چالبازی دکھا رہی ہو۔"

"ہار رہے ہو تو مجھے الزام دے رہے ہو۔ یہاں سب لوگ موجود ہیں اور سب ہی اپنی دو دو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کوئی چیٹنگ نہیں کی ہے۔ تم دو بازی ہار چکے ہو۔ تیسری جیت بھی لو گے تب بھی تمہاری ہار ہوگی لیکن میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔ مرد کے بچے ہو تو میدان میں رہو اور رہو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کھیل رہا ہوں۔ اگر یہ تیسری بازی جیت جاؤں گا تو پھر چوتھی کھیلوں گا تاکہ دو بازیاں جیت کر تمہارے برابر ہو سکوں پھر ہمارے درمیان تین بازیاں ہو سکیں گی۔"

وہ بولی "منظور ہے۔"

پھر بازی شروع ہوگئی۔ پتے پھینٹ کر بانٹے گئے۔ اس کے بعد سب کے سامنے ایک ایک پتے کو الٹ کر دکھایا گیا تو کندن کپور بری طرح شکست کھا چکا تھا۔ ان کے پاس اور بھی زیادہ معزز افراد کی بھیڑ لگتی جا رہی تھی اور سب تالیاں بجا رہے تھے اور عالی کو گیم میں جیت جانے کی مبارک باد دے رہے تھے۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کندن کے سامنے آئی اور بولی "چلو اٹھو! میرے قدموں میں جھکو اور یہاں ناک رگڑو۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر بولا "تمہارا باپ بھی مجھے کسی کے قدموں میں نہیں جھکا سکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی عالی نے ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس لڑکی کا ہاتھ ہتھوڑے کی طرح ہوگا۔

معززین نے کہا "پلیز! لڑائی جھگڑا نہ کریں۔"

"اس نے میرے باپ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں نے اسے سزا دی ہے۔ اب اسے بازی ہارنے کی شرط پوری کرنی چاہیے۔ نہیں کرے گا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔"

ایک ہی ہاتھ کھانے کے بعد اس کی باچھوں سے خون رسنے لگا تھا۔ ناک سے بھی لہو کی دھار بہہ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ زبردست ہے اسے قابو کرنا مشکل ہوگا لیکن مردانگی چیلنج کر رہی تھی کہ ایک لڑکی سے مار کھا کر خاموش نہیں رہنا چاہیے۔

وہ تڑپ کر کھڑا ہوگیا تھا اور چیخ کر کہہ رہا تھا "ہٹ جاؤ! سب ہٹ جاؤ خبردار...... کوئی ہمارے درمیان نہ آئے۔"

کلب کے تمام ممبران دور ہٹنے لگے۔ کندن تیزی سے حملہ کرنے کے لیے اس کی طرف آیا تو عالی نے گھوم کر ایک کک ماری۔ لات اس کے منہ پر پڑی۔ وہ لڑکھڑا کر دور جا گرا۔ چکرا کر رہ گیا۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ دوسری لات سینے پر پڑی۔ وہ اچھل کر ایک میز پر سے گر کر لڑھکتا ہوا فرش پر آ گیا۔

کندن کے ایک ساتھی نے سمجھ لیا کہ یہ ایسے ہی مار کھاتا رہا تو اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکے گا۔

اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے پولیس کو اطلاع دی۔

اعلیٰ بی بی نے سب کو مخاطب کر کے اور کاغذ دکھاتے ہوئے کہا "یہ اس کی تحریر ہے اور یہاں آپ سب لوگوں کے دستخط ہیں۔ اس سے کہیں کہ ابھی میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑے ورنہ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

وہ فرش پر گرنے کے بعد بیٹھ گیا تھا لیکن فوراً ہی وہاں سے اٹھ نہیں پایا تھا۔ تکلیف سے کراہ کر کمزور سی آواز میں کہہ رہا تھا "تم پچھتاؤ گی۔ بری طرح پچھتاؤ گی۔ تم نہیں جانتی ہو کہ تم نے کس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ کس کی بے عزتی کر رہی ہو۔ میں تمہاری عزت کی دھجیاں اڑا کر جاؤں گا۔"

تھانہ وہاں سے قریب ہی تھا۔ فوراً ہی انسپکٹر سپاہیوں کے ساتھ آ گیا۔ اس نے کندن کپور کو فرش پر بیٹھے دیکھ کر سلیوٹ کیا پھر اسے اٹھا کر کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا "سر! یہ کیا ہوا؟ کس نے ایسا کیا ہے؟"

عالی نے کہا "میں نے ایسا کیا ہے۔ میں حیثیت میں اس سے کم نہیں ہوں۔ میرے خلاف کارروائی کرنے سے پہلے یہاں کے معززین سے بات کرو اور اس کتے کی یہ تحریر دیکھو۔ اس نے خود لکھا ہے کہ شرط ہارنے کے بعد میرے قدموں میں ناک رگڑے گا اور اسے ایسا کرنا ہوگا۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "میں تمہیں مار پیٹ کے الزام میں ابھی گرفتار کرتا ہوں۔"

کلب کے مالک اور معززین نے کہا "آپ اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔ ہم مس نیہا کے ضمانتی ہیں۔ اس نے مجبور ہو کر ایسا کیا ہے۔ آپ مسٹر کندن کپور کو سمجھائیں کہ انہیں جوئے کے اصولوں کے مطابق اپنی شرط پوری کرنی ہوگی۔"

پولیس انسپکٹر نے کہا "جوا غیر قانونی ہوتا ہے۔ میں یہ تحریر نہیں مانتا۔ آپ لوگ مس نیہا کے ضمانتی ہیں۔ اس لیے میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ بعد میں مسٹر کندن کپور جو چاہیں گے وہ کریں گے۔"

وہ کندن کپور کو سہارا دے کر باہر لے جانے لگا۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "یاد رکھو کندن! آج تو بچ گئے ہو لیکن میں اس شرط کو ضرور پورا کرواؤں گی۔ تمہیں میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑنی ہوگی۔"

وہ جواب میں چیخنا چاہتا تھا۔ گالیاں دینا چاہتا تھا لیکن سر بری طرح چکرا رہا تھا اور کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چپ چاپ پولیس انسپکٹر کے سہارے چلتا ہوا اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ انسپکٹر نے کہا "سر! آپ فکر نہ کریں۔ حکم دیں میں ایسی چال چلوں گا۔ یہ کم از کم چھ سات برس کے لیے آہنی سلاخوں

کے پیچھے چلی جائے گی۔ اس کا باپ بھی اسے چھڑوا نہ سکے گا۔"

کندن نے ہانپتے ہوئے کہا "میرے ذہن میں تدبیر ہے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم آج ہی اس پر عمل کرو۔"

اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے ان کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ آئندہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں شانتا بائی اسپتال کا اور اس کے تمام کاروبار کا انچارج تھا۔ ان کے پلان کے مطابق اسپتال کے دواؤں کے اسٹاک میں سے نشیلی دوا برآمد ہوتی تو مجھے گرفتار کرلیا جاتا اور یہ الزام دیا جاتا کہ مریضوں کو نشیلی دوائیں ملا کر دی جاتی ہیں۔ اسی لیے وہ شانتا بائی اسپتال کے عادی ہوگئے ہیں اور وہیں کھنچے چلے آتے ہیں۔

شانتا بائی اسپتال میں ایک بہت بڑا ہال تھا۔ جسے دواؤں کا گودام بنایا گیا تھا۔ وہاں اچھی خاصی مقدار میں دواؤں کا اسٹاک رہا کرتا تھا۔

کندن نے اسپتال کے ایک ملازم کو بلا کر دس ہزار روپے دیئے اور کہا "اگر تم ہمارا کام کردو گے تو تمہیں دس ہزار روپے اور ادا کیے جائیں گے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی اور تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ تم دواؤں کا ایک بڑا سا تھیلا لے جا کر گودام میں چھپا دو گے اس کے بعد تمہارا کام ختم ہوجائے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے مجھے یہ ساری باتیں بتائیں۔ میں نے دوسری صبح گیارہ بجے ڈی آئی جی آف پولیس کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اس سے کہا "چند نامعلوم دشمن ہمارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اسپتال کو بدنام کرنا چاہتے ہیں اور ہماری نیک نامی کے لیے خطرہ بن گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے دشمنوں کا سراغ لگایا جائے اور انہیں سزائیں دی جائیں۔"

ایسے ہی وقت وہ پولیس انسپکٹر میرے دفتر میں آیا اور ڈی آئی جی کو دیکھ کر چونک گیا۔ اسے سلیوٹ کرتے ہوئے بولا "سر! میں یہاں ایک بہت اہم کام سے آیا ہوں۔"

اس نے کہا "ہاں...... بولو میں تمہیں بھی ایک ضروری کام کے لیے بلانے والا تھا۔"

انسپکٹر نے کہا "اس اسپتال میں مریضوں کو غیر قانونی دوائیں دی جاتی ہیں اور ہمیں جو رپورٹ ملی ہے۔ اس کے مطابق اچھی بھلی دواؤں میں نشیلی دوا ملا کر دی جاتی ہے۔ مریضوں پر جلدی اثر کرتی ہیں اور مریض ان دواؤں کے عادی ہوجاتے ہیں۔ اس طرح ان کی یہ دوائیں بھی زیادہ فروخت ہوتی ہیں اور مریض بھی اسی اسپتال میں علاج کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں آتے رہتے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے پوچھا "یہ تم اسپتال والوں پر الزام رہے ہو یا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟"

"میں یہاں تلاشی کا وارنٹ لے کر آیا ہوں۔ ان دواؤں کے گودام کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

ڈی آئی جی نے کہا "یہ اسپتال بہت نیک نام ہے۔ بائی کی بہت عزت ہے اور میں مسٹر دھرم ویر کو اچھی طرح ہوں۔ یہ لوگ بہت ہی معزز اور شریف لوگ ہیں۔ میں چاہوں گا کہ تم ان کے گودام کی تلاشی لو اور ان کی کرو۔"

میں نے کہا "نہیں جناب! آپ انہیں فرض کی ادائیگی سے نہ روکیں۔ اچھی بات ہے کہ تلاشی لی جائے گی اور ہم قصوروار رہیں گے تو ہماری نیک نامی میں اضافہ ہوگا۔"

ڈی آئی جی نے کہا "چلو! تلاشی لو۔ میں بھی وہاں موجود رہوں گا۔"

میں بھی ان کے ساتھ اس گودام میں آ گیا۔ وہ انسپکٹر چار سپاہیوں کے ساتھ گودام کے اس حصے میں آ گیا۔ جبکہ جانتا تھا کہ مخصوص تھیلا کہاں رکھا ہوا ہے۔ آخر وہ تلاشی لیتے اس تھیلے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "سر! یہاں بیگ میں منشیات کا تھوڑا سا ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔"

اس نے اس تھیلے کو اپنے اعلیٰ افسر کے سامنے میز پر پھر اس میں سے چھوٹے چھوٹے پیکٹ نکالنے لگا۔ ان پیکٹوں میں سفید رنگ کا سفوف بھرا ہوا تھا۔ اس نے کہا "سر! یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سب ہیروئن ہے ان میں سے تھوڑی مقدار مریضوں کو دی جاتی ہے اور انہیں اس کا عادی بنایا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "ایسی بکواس کرنے سے پہلے اسے کھول کر دیکھو کہ اس میں ہے کیا؟"

اس نے ایک پیکٹ کو کھولا اور پھر اسے چکھ کر دیکھا تو ہیروئن نہیں تھی۔ ڈی آئی جی نے بھی چکھ کر دیکھا پھر اسے سے کہا "تم بکواس کیوں کر رہے تھے؟ جانتے ہو یہ کیا ہے؟"

لیبارٹری انچارج نے کہا "سر! یہ ایک بہت اہم میڈیسن ہے۔ اسے مختلف دواؤں میں حل کیا جاتا ہے اور ہم میڈیسن کے لائسنس یافتہ ہیں۔"

میں نے ڈی آئی جی سے کہا "میں آپ کے اس

انسپکٹر کے خلاف ایکشن لوں گا۔ یہ ہمارے اسپتال کی نیک نامی پر دھبا لگانا چاہتا تھا۔ پتا نہیں کن دشمنوں سے ملا ہوا ہے؟ آپ اس سے اگلوائیں تو شاید یہ سچ بول دے۔"

ڈی آئی جی گرجتے برسنے لگا۔ اس سے پوچھنے لگا "سچ سچ بتاؤ کہ یہ کس کی سازش تھی؟ ورنہ میں تمہیں لائن حاضر کردوں گا۔"

میں نے انسپکٹر کے دماغ پر قبضہ جمایا تو وہ سچ بولنے لگا "سر! میں مجبور تھا آپ جانتے ہیں۔ کندن کپور صاحب کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ اگر ہم ان کا حکم نہ مانیں تو وہ ہمارا ٹرانسفر کسی دوسری جگہ کروا سکتے ہیں اور وہ ایسا دوسروں کے ساتھ کر چکے ہیں۔"

ڈی آئی جی نے ڈانٹ کر کہا "زیادہ لمبی بات نہ کرو۔ بتاؤ کیا ہوا تھا؟"

وہ بتانے لگا کہ کس طرح اسپتال کے ایک ملازم کو رشوت دے کر کندن نے ہیروئن کے پیکٹ کا تھیلا یہاں رکھوایا تھا۔ وہ واقعی ہیروئن کے پیکٹ تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں آ کر تبدیل کیسے ہوگئے؟

ایسے ہی وقت کندن کپور وہاں تماشا دیکھنے آیا۔ اسے یقین تھا کہ مجھے ہیروئن کے دھندے میں ملوث کرکے گرفتار کیا جارہا ہوگا لیکن وہاں تو نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ وہ پریشان ہو کر پولیس انسپکٹر کا منہ تکنے لگا۔ انسپکٹر نے کہا "سر! میں مجبور ہوں۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ یہ سازش آپ نے کی تھی اور آپ کے حکم کے مطابق مسٹر دھرم ویر کو پھانسنے کی کوشش کی تھی اور اسپتال کو بدنام کرنا چاہا تھا۔"

کندن کپور نے غصے سے کہا "تم بکواس کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ مجھے بھلا شانتا بائی اسپتال سے کیوں دشمنی ہوگی۔ وہ تو میری ایک بزرگ ہیں میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ اگر پھر بھی یقین نہیں ہے اور مجھ پر شبہ ہے تو جاؤ میرے خلاف قانونی کارروائی کرو۔ میں تم سب سے نمٹ لوں گا۔"

اس ملازم کو بلایا گیا۔ جسے رشوت دے کر وہ تھیلا وہاں رکھوایا گیا تھا۔ ملازم اپنی غلطی ماننے والا نہیں تھا لیکن اس نے میرے زیر اثر سب کچھ تسلیم کرلیا۔ اسے فوراً ہی نوکری سے نکال دیا گیا اور ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ کیونکہ کندن کپور اونچے درجے کا مجرم تھا۔ انڈر ورلڈ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے اسے ہتھکڑی پہنانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ پولیس والے مجبور تھے۔ ڈی آئی جی نے کہا "مسٹر دھرم ویر! ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کے اسپتال کی تلاشی لی گئی۔ ہم اس انسپکٹر کے خلاف بھی ایکشن لیں گے۔ جب تک اس پر کیس چلے گا۔ تب تک اسے ملازمت سے الگ رکھا جائے گا۔"

کندن کپور وہاں سے پلٹ کر واپس جارہا تھا۔ دفتر کے ایک حصے میں اعلیٰ بی بی سے سامنا ہوگیا۔ عالی نے مسکرا کر کہا "کہاں جارہے ہو؟ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلتا ہوا ایک کمرے میں آ گیا۔ عالی نے دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد کہا "کتے کے بچے! تو نے شرط ہاری ہے۔ بتا میرے قدموں میں جھک کر ناک رگڑے گا؟ یا لات جوتے کھائے گا؟"

"دیکھو! تم بہت سر پر چڑھتی جارہی ہو۔ تم نہیں جانتیں کہ میں تمہارا کیا حشر کرسکتا ہوں؟"

"جب کرو گے۔ تب دیکھا جائے گا۔ ابھی تو میری باری ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اس کی پٹائی شروع کردی۔ اس نے اس دوران میں جوابی حملہ کرنے کی کوشش کی اور ناکام ہوتا رہا اور مار کھاتا رہا پھر اپنے بچاؤ کے لیے چیخنا چلانا چاہتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے اندر موجود تھی اور اسے چیخنے چلانے سے روک رہی تھی۔ آخر وہ مار کھاتے کھاتے بے دم ہو کر گر پڑا۔ اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہ رہی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر بولا "مجھے معاف کردو۔ تم جو بولو گی میں وہ کردوں گا۔ مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"تم میرے قدموں میں آ کر زمین پر ناک رگڑو گے۔"

وہ رینگتا ہوا آنے لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "یہاں نہیں میرے اسپتال کے تمام اسٹاف اور پولیس والوں کے سامنے میرے قدموں میں ناک رگڑو گے۔"

"ایسا نہ کرو۔ میری بہت عزت ہے۔ میرا رعب و دبدبہ ہے۔ یہ سب خاک میں مل جائے گا۔"

"میں تمہیں خاک میں ملانا چاہتی ہوں تاکہ پھر تم کبھی اپنے غرور اور طاقت کے ذریعے دوسرے کمزوروں کو اپنا کھلونا نہ بنا سکو۔"

اس نے دروازہ کھول کر اس کے گریبان کو پکڑ کر کھینچا اور باہر لے آئی۔ میں ڈی آئی جی اور دوسرے پولیس والوں کے ساتھ ادھر آ گیا تھا اور تمام اسٹاف کو بلا رہا تھا۔ ڈی آئی جی نے کندن کپور کو بری طرح زخمی دیکھ کر پوچھا "مس نیہا! یہ آپ نے کیا کیا ہے؟"

"یہ کتا! میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی حجامت بنائی ہے۔ آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس نے میرے ہی دفتر میں آ کر ہمیں یہاں جھوٹے الزام میں پھانسنے کی کوشش کی پھر میری عزت سے کھیلنا چاہا۔ آپ لوگوں نے قانون کو کیا کھلونا بنا دیا ہے؟"

ڈی آئی جی کا سر جھک گیا پھر وہ بولی "میں کندن کو اسی وقت معاف کروں گی۔ جب وہ میرے قدموں میں آ کر زمین پر ناک رگڑے گا۔"

وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ عالی نے کہا "تمہیں نجات نہیں ملے گی۔ پولیس والے بھی تمہیں بچا کر نہیں لے جا سکیں گے۔ تم آزما کر دیکھ لو۔"

تب وہ مجبور ہو کر اس کے قدموں میں آیا پھر سر جھکا کر زمین پر اپنی ناک رگڑنے لگا۔ میں وہاں مووی کیمرے کا انتظام کر چکا تھا۔ اس کی متحرک تصویریں اتر رہی تھیں۔ عالی نے اس کے سامنے ایک کاغذ لا کر رکھا۔ اس نے تحریری طور پر یہ بیان دیا کہ اسے عالی سے ذاتی دشمنی تھی۔ اس نے اس کی ماں شانتا بائی کے اسپتال کو بدنام کرنے کے لیے وہاں منشیات سے بھرا ایک بیگ رکھوایا تھا لیکن اپنی سازش میں ناکام رہا ہے۔ وہ شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے خلاف جو بھی سازش کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں شرمندہ ہے اور معافی مانگ رہا ہے۔

اس نے یہ لکھ کر دستخط کیے۔ ڈی آئی جی نے اس تحریر پر دستخط کیے پھر اس تحریر کو بھی کیمرے کے سامنے لایا گیا۔ تا کہ دیکھنے والے اسے پڑھ سکیں۔

اسی شام اس فلم کی مختلف کاپیاں پولیس کے محکمے اور بھارتی اکابرین تک پہنچائی گئیں۔ انڈر ورلڈ والوں کے پاس بھی وہ فلم پہنچ گئی۔

وہ بری طرح زخمی ہونے کے بعد اپنے گھر میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ فون کے ذریعے اسے اطلاع مل رہی تھی کہ اس کی وہ ویڈیو فلم جگہ جگہ پہنچائی گئی ہے اور وہ بری طرح ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ اس کی عزت خاک میں مل چکی ہے۔ اب پہلے جیسا کوئی رعب و دبدبہ نہیں ہے پھر گاڈ فادر نے فون کے ذریعے اس سے رابطہ کیا اور کہا "یہ تم نے کیا کیا ہے؟ جب ایک لڑکی سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے تو پھر اس کے منہ لگنے کیوں گئے تھے؟"

"وہ بظاہر سیدھی سادی نظر آتی ہے۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ انگلینڈ اور امریکا میں رہ کر بہت چالباز بن چکی ہے اور تاش کے پتوں سے بھی کھیلنا جانتی ہے۔ اس نے مجھے بری طرح مات دی تھی۔ میں نے اس سے انتقام لینے کے لیے منشیات کے دھندے میں پھنسانا چاہا تو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی سازشوں میں ناکام کیسے ہو گیا؟"

"اس لیے ہو گئے کہ تمہیں اپنی طاقت اور اپنے ذرائع پر بہت غرور ہو گیا تھا۔ اب یہ سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا۔ تم بیکار پتھر کی طرح راستے میں پڑے رہو گے اور لوگوں کی ٹھوکروں میں آتے رہو گے۔"

"پلیز آپ ایسا نہ کریں۔ میں اس بار بہت زبردست انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میری ویڈیو فلم تیار کی گئی ہے تو میں اس لڑکی کی ایسی شرمناک ویڈیو فلم تیار کروں گا کہ وہ زندگی بھر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔"

"جب تم اس سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ گے تب مجھ سے رابطہ کرنا۔ ورنہ منہ نہ دکھانا۔"

اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچتا رہا کس طرح عالی سے انتقام لینا چاہیے۔ وہ تقریباً دو تین دن تک بستر پر پڑا رہا۔ پلاننگ کرتا رہا پھر اس نے اپنے دو آلہ کاروں کو بلایا۔ انہیں بڑی رقم کا لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نیہا کو اغوا کر کے خفیہ اڈے پر لے جائیں گے۔ وہاں کیمرے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا انتظام رہے گا۔ دونوں اس لڑکی کی عزت سے کھیلیں گے اور ان کی وہ ویڈیو فلم وہاں اتاری جائے گی۔

ان دونوں نے کہا کہ دوسرے دن تک نیہا کو اغوا کیا جائے گا پھر اسے اطلاع دی جائے گی تو وہاں آ کر شرمناک فلم کی فلم بندی ہوتے دیکھے گا۔

میں نے ان دونوں آلہ کاروں پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اپنا تابعدار بنا لیا۔ انہوں نے دوسری رات کندن کو فون پر اطلاع دی کہ وہ نیہا کو اغوا کر کے اس خفیہ اڈے میں لے آئے ہیں اور اسے بھی فوراً وہاں آ جانا چاہیے۔

وہ خوش ہو کر فوراً ہی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں پہنچ گیا۔ وہاں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ایک طرف کیمرے لگے ہوئے تھے اور ساؤنڈ ریکارڈنگ کا بھی انتظام تھا۔ سب خودکار آلات تھے۔ کندن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "نیہا کہاں ہے؟"

ایک آلہ کار نے کہا "نیہا کی کیا ضرورت ہے؟ ہم کو لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم ہمارے لیے بہت ہو۔"

میں نے کندن کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ انکار نہ کر سکا۔ بڑی رازداری سے بولا "دیکھو! یہ میری عزت

معاملہ ہے یہاں جو کچھ بھی ہو۔ وہ باہر نہ بتانا۔"
انہوں نے اس سے وعدہ کیا کہ اس کی بڑی اچھی طرح سے عزت کی جائے گی پھر وہ دونوں مل کر اس کی عزت کی درگت بنانے لگے۔ جو تماشے وہ میری بیٹی کے ساتھ کرانا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہونے لگے۔
واپسی میں وہ بڑی مشکل سے کار ڈرائیو کر کے گھر پہنچا۔ دوسری صبح ایک ویڈیو فلم اس کے بیڈ پر پہنچ گئی پھر میں نے فون کے ذریعے کہا "وہ جو ویڈیو فلم رکھی ہے اسے اٹھا کر دیکھو۔"
اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ اسے دیکھا تو ایک دم چیخ پڑا۔ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنے لگا۔ کپڑے پھاڑنے لگا۔ کہنے لگا "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسے ہو گیا۔ میں باہر کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔"
اس کی ماں اور دوسرے افراد اس کی چیخ و پکار سن کر دوڑتے ہوئے آئے پھر پوچھنے لگے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟
اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر غصے سے کہا "نکل جاؤ۔ سب میرے کمرے سے نکل جاؤ۔ کوئی یہاں نہ آئے۔"
وہ سب سہم کر اس کے کمرے سے چلے گئے۔ ماں نے کہا "مجھے تو بتاؤ کیا بات ہے؟"
"کوئی بات نہیں ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"
"پتا نہیں تم کیا کرتے پھرتے ہو۔ کتنے لوگوں سے دشمنی کرتے ہو؟ معلوم ہوتا ہے تم سے کسی نے بدترین دشمنی کی ہے۔ ماں کو نہیں بتاؤ گے تو کسے بتاؤ گے؟"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ تمہیں بتائی جائے۔ پلیز یہاں سے چلی جاؤ۔"
ماں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ غصے سے تلملا رہا تھا۔ وہ فون اٹینڈ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن میں نے اسے ریسیور اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ وہ فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر بولا "ہیلو! کون ہے؟"
میں نے دوسری طرف سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہیلو! وہ ویڈیو تم نے دیکھ لی؟"
وہ ایک دم سے بھنا گیا۔ چیخ کر بولا "کون ہے تو؟ ذلیل کمینے بدمعاش! یہ فلم تم نے کیسے اتاری ہے؟"
"ایسے ہی جیسے تم ایک شریف لڑکی کی تصویریں اتارنا چاہتے تھے۔ اس ویڈیو کی ماسٹر کاپی میرے پاس ہے اور باقی دوسری کاپیاں بھارتی اکابرین کو بھیجی جائیں گی اور تمہارے انڈر ورلڈ کے گارڈ فادر کے پاس بھی پہنچائی جائیں گی۔"
وہ چیخ کر بولا "نہیں ...... تم ایسا نہیں کر سکتے۔ فار گاڈ سیک! میری عزت کو ایسے نہ اڑاؤ۔ میں ایسا نہیں ہوں۔ جیسا کہ اس ویڈیو میں دکھایا گیا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں کیوں ایسا ہو گیا تھا؟ اور یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"
"یہ سب تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ ان بے چاری لڑکیوں کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ جن کی تم متحرک فلمیں بناتے تھے۔"
"میں سمجھ گیا۔ تم کوئی بلیک میلر ہو۔ بولو تم اس ویڈیو کے کتنے روپے لو گے؟ فلم میرے حوالے کر دو اور پیسے لے جاؤ۔"
"اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ تمہاری فلم بہت بزنس کرے گی۔ لوگ چٹخارے لے لے کر دیکھیں گے۔ میں اسے تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ اسے بازار میں پہنچاؤں گا۔"
وہ گڑگڑانے لگا۔ منت سماجت کرنے لگا۔ میں نے کہا "تمہیں شریف زادیوں پر ترس نہیں آتا تھا۔ وہ بھی اسی طرح روتی بلکتی تھیں مگر تم انہیں شراب پلا کر ایسی ہی شرمناک فلمیں بنواتے تھے۔ یورپی ممالک میں ہندوستانی لڑکیوں کی ایسی تصاویر بڑے شوق سے دیکھی جاتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتی ہیں۔ تم نے اسے بڑا اچھا دھندا بنا کر رکھا تھا۔ اب یہ تمہارا اچھا دھندا تمہیں مہنگا پڑے گا۔ تمہاری فلم بھی انہی یورپی ممالک میں جائے گی۔"
میں نے اس فلم کی تمام کاپیاں بھارتی اکابرین تک پہنچا دیں۔ وہ فلم ہاتھوں ہاتھ ہوتے ہوتے انڈر ورلڈ کے گاڈ فادر تک بھی پہنچ گئی۔ کندن کپور اس گاڈ فادر کا اہم کارکن تھا۔ اس کے لیے بڑی بڑی واردات کیا کرتا تھا۔ وہ اپنی یہ بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ اس ویڈیو فلم کے ذریعے اس کا کارکن بزدل ثابت ہو رہا تھا اور وہ کسی زنخے کو اپنے لیے مذاق بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے حکم سے اسی رات اس کے آدمیوں نے اسے گولی سے اڑا دیا۔
اس ویڈیو فلم کی ایک کاپی میں نے امیش بھاسکر کے پاس پہنچائی۔ امیش بھاسکر اس سے پہلے اپنی بیٹی بندیا کی شرمناک فلم دیکھ چکا تھا۔ اس فلم کو دیکھنے کے بعد سوچ میں پڑ گیا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اور کیسے ہو رہا ہے؟
وہ یہ جانتا تھا کہ کندن کپور شانتا بائی کی بیٹی نیہا کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس سے شادی رچا کر اس کی تمام دولت اور جائداد ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔
پھر امیش بھاسکر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ کندن کپور نے شانتا بائی کے اسپتال میں پولیس کو چھاپا مارنے کو کہا تھا کہ وہاں منشیات کا ذخیرہ برآمد ہوگا لیکن وہاں سے ایسی کوئی غیر قانونی چیز برآمد نہیں ہوئی تھی اور وہ ناکام رہا تھا اور پھر وہیں نیہا نے اس کی بری طرح پٹائی کی تھی۔ اسے اپنے قدموں میں جھکا کر ناک رگڑنے پر مجبور کیا تھا۔ امیش بھاسکر اس کی یہ فلم بھی دیکھ چکا تھا۔
بھاسکر نے اپنے بیٹے یوگیش سے کہا "جو بھی شانتا بائی سے دشمنی کرنا چاہتا ہے۔ وہ بری طرح اپنے ہی جال میں پھنس جاتا ہے۔"
یوگیش نے کہا "ہاں ...... میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔ کندن کپور کتنے وسیع ذرائع کا مالک تھا۔ پولیس والے اس سے ڈرتے تھے اور بھارتی حکمرانوں سے بھی اس کی دوستی تھی لیکن نیہا نے اتنے زبردست آدمی سے ناک رگڑوائی اور اس کی مردانگی کو خاک میں ملا دیا۔"
امیش نے کہا "یہ بلیک میلر کون ہے؟ آج تک پتا نہ چل سکا۔ جس نے بندیا کی شرمناک فلم تیار کرائی تھی۔ اسی نے کندن کپور کی یہ فلم تیار کرائی ہے۔ وہ کندن کو بھی بلیک میل کرنا چاہتا تھا لیکن پچھلی رات پراسرار طریقے سے اس کی موت ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے اس کے گھر میں گھس کر اسے گولی ماری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انڈر ورلڈ والوں نے اس ناکامی کی سزا اسے دی ہے۔"
فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ امیش نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو! کون ہے؟"
دوسری طرف سے بندیا کی آواز سنائی دی "ہیلو! میں تانی بول رہی ہوں۔ نہیں تانی نہیں بندیا بول رہی ہوں۔"
امیش نے جلدی سے پوچھا "بندیا! تم کہاں ہو؟ پتا نہیں کیوں ہم سے بدظن ہو کر چلی گئی ہو؟ تم غلط سمجھ رہی ہو کہ ہم تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم ہماری بیٹی ہو اور یوگیش تمہارا بھائی ہے۔ ہم باپ بیٹے تمہیں کیوں قتل کریں گے؟ جہاں بھی ہو واپس چلی آؤ۔"
"مجھ سے میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں۔ میں نے آپ دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ آپ مجھے قتل کر کے اس بلیک میلر سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔"
"تم نے ٹھیک سنا تھا لیکن یہ بھی تو سوچو اس وقت ہم نشے میں تھے۔ پتا نہیں مدہوشی میں کیا کچھ بکتے رہے۔ بعد میں ہمیں افسوس ہوا۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟ ہم خود تمہیں لینے آتے ہیں۔"
"نہیں میں خود آ جاؤں گی۔"
فون بند ہو گیا۔ میں امیش بھاسکر کے ذریعے بندیا کی آواز سن رہا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ کسی حد تک بدل گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تانی کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ تانی کے ساتھ مشترکہ زندگی گزار رہی تھی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بندیا کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا تھا۔
پچھلی رات میں نے بندیا کے ذریعے چنڈال کے بیٹے ہنس راج کو ٹریپ کیا تھا۔ تنویمی عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنا چکا تھا لیکن دوسری صبح جب میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ مر چکا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا کہ ایک اہم مہرہ جس کے ذریعے میں چنڈال تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ پتا نہیں کیسے مر گیا تھا؟ مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔
بندیا کے خیالات پڑھنے سے پتا چل رہا تھا کہ ہنس راج جوگیا نے اسے خنجر سے ہلاک کیا تھا۔ وہ مر گئی تھی لیکن ذرا سی دیر بعد ہی اس نے محسوس کیا کہ وہ مردہ نہیں زندہ ہے۔ اس نے جب آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو ایک بھنگن لڑکی کے جسم میں پایا۔
میں بندیا کے یہ خیالات پڑھ کر سمجھ گیا کہ چنڈال نے اپنی آتما شکتی کے ذریعے ایسا کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کو بھی اسی طرح ہلاک کرنے کے بعد اسے کسی دوسرے جسم میں ضرور پہنچائے گا یا پہنچا چکا ہوگا۔
چنڈال جوگیا میری گرفت میں آنے سے پہلے ہی بڑی چالاکی سے پھر کہیں گم ہو گیا تھا اور اس نے اپنے بیٹے کو بھی گم کر دیا تھا۔
میں نے سوچ لیا کہ چنڈال جوگیا کے معاملے میں نہیں پڑوں گا۔ اسے تلاش نہیں کروں گا۔ جب وہ حماقت کرے گا تو خود ہی میرے قدموں میں آ جائے گا۔ اس وقت مجھے بندیا سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ بندیا مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی لیکن اب وہ پہلے والی بندیا نہیں تھی۔ بدل چکی تھی۔ اس کا وہ بازاری جسم بھی خاک میں مل چکا تھا۔ ایک نیا جسم تھا اور وہ تانی کا جسم تھا۔
اس کے اور تانی کے خیالات نے بتایا کہ تانی بائیس برس کی ایک جوان لڑکی ہے۔ اب تک اس کی زندگی میں کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ بہت اونچے اونچے خواب دیکھا کرتی تھی۔ بھنگیوں کے علاقے سے نکل کر کسی اعلیٰ خاندان میں پہنچ کر عالیشان کوٹھی میں رہ کر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اتفاق سے اس کے یہ خواب پورے ہونے والے تھے۔ بندیا جیسی رئیس زادی کی آتما اس کے اندر سما گئی تھی۔ وہ بندیا کی مرضی کے مطابق بھنگیوں کا محلہ چھوڑ کر وہاں سے دور چلی آئی تھی۔ اس نے

ایک جگہ پی سی او سے فون کیا تھا۔ اس کی چولی کے اندر بیس روپے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے فون کرنے کے پیسے ادا کیے تھے اور سوچ رہی تھی کہ اتنے کم پیسوں میں اپنے گھر تک کیسے پہنچے گی؟

اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ گھر جائے گی تو اس کا باپ اور بھائی پہلے کی طرح اس کے قتل کا منصوبہ بنائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر اپنے گھر جانا چاہیے۔ میں نے اس کے اندر حوصلہ پیدا کیا کہ اسے گھر جانا چاہیے اور باپ بھائی کا سامنا کرنا چاہیے پھر جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔

اس نے کبھی بس میں سفر نہیں کیا تھا لیکن حالات سے مجبور ہو کر بس میں بیٹھ گئی تھی اور اپنے علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ چولی اور لہنگے میں اس کا گدرایا ہوا جسم پکار رہا تھا۔ بس کے مسافروں میں سے ایک نے اسے پہچان لیا پھر کہا "ارے یہ تو بھنگن ہے۔ ہماری عورتوں کے پاس ایسے بیٹھ گئی ہے جیسے ہمارے برابر کی ہو۔ اسے بس سے باہر کر دیا نیچے بٹھاؤ۔"

بس کنڈیکٹر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اے! اٹھ یہاں سے نیچے بیٹھ۔"

وہ غصے سے ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں۔ بہت بڑے دولت مند باپ کی بیٹی ہوں اور اپنے گھر جا رہی ہوں۔"

اس کی بات سن کر سب قہقہے لگانے لگے۔ ان کی نظروں کے سامنے ایک بھنگن لڑکی بس میں سفر کر رہی تھی اور ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہونے کا دعویٰ کر رہی تھی۔

ایک شخص نے اس کے بدن کے ایک حصے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "اری او چھمیا! میرے ساتھ چل۔ میں تجھے ایک رات ہی میں دولت مند بنا دوں گا۔"

وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارتی ہوئی بولی "کتے! کمینے! خبردار مجھے ہاتھ لگایا تو میں تیری بوٹیاں نوچ لوں گی۔"

وہ اس کی طرف ناخن سے نوچنے کے لیے آگے بڑھی تو وہ بھیڑ میں لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ان سب سے دور جا کر ایک طرف کھڑی رہی۔

وہ پریشان ہو رہی تھی۔ بھنگن کے اس روپ نے اسے مصیبت میں ڈال دیا تھا۔ سب ہی اس سے نفرت کر رہے تھے اور اسے مفت کا مال سمجھ رہے تھے۔ وہ اس مہنگے علاقے میں بس سے اتر گئی۔ جہاں چند قدم کے فاصلے پر اس کا بنگلا تھا۔ وہ وہاں سے پیدل چلتی ہوئی اپنے بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ وہاں مسلح دربان بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سلیوٹ کرتا تھا۔ اس وقت اس نے جھڑک کر پوچھا "اے! کہاں چلی آ رہی ہے؟ کون ہے تو؟"

تب اسے خیال آیا کہ وہ اپنی کوٹھی میں بھی نہیں پہچانی جائے گی۔ وہ بولی "میں بندیا بھاسکر ہوں۔ اس بنگلے کی مالکن ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچانو گے مجھے اندر جانے دو۔"

اس کی بات سن کر مسلح دربان ہنسنے لگا پھر بولا "جا یہاں سے کیا دن کے وقت پی کر آئی ہے؟ جو اس بنگلے کی مالکن بکو رہی ہے۔"

وہ بولی "تم یقین نہیں کرو گے۔ یہاں فون رکھا ہوا ہے۔ مجھے اپنے ڈیڈی سے فون پر بات کرنے دو۔"

"کون ڈیڈی؟ کہاں کے ڈیڈی؟ کیوں بکواس کر رہی ہے؟ چل جا یہاں سے۔"

ایسے ہی وقت اس کا بھائی یوگیش کار ڈرائیو کرتا ہوا وہاں آیا۔ اسے دیکھتے ہی مسلح دربان نے بڑے گیٹ کو کھولا۔ یوگیش نے ایک نظر بندیا پر ڈالی۔ اس کے سامنے بندیا کا نہیں تانی کا جسم تھا اور بڑا بھرپور تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی للچا کر دربان سے بولا "یہ کون ہے؟"

وہ دوڑتی ہوئی آئی اور بولی "یوگیش! مجھے پہچانو میں تمہاری بہن بندیا ہوں۔"

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹ گیا پھر بولا "کیا یہ کوئی پاگل لڑکی ہے؟"

دربان نے کہا "یہ جب سے یہاں آئی ہے یہی بکواس کر رہی ہے۔ خود کو بندیا بھاسکر کہتی ہے۔ بنگلے کے اندر جانا چاہتی ہے۔"

یوگیش نے ایک بار پھر اسے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "دیکھو لڑکی! تم نارمل رہ کر بات کرو۔ پاگلوں کی طرح بات کرو گی تو تمہیں یہاں سے بھگا دیا جائے گا۔ تم کون ہو اور ایسی بے تکی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

اس نے بے بسی سے یوگیش کو دیکھا پھر سوچا کہ یہاں باتیں کرنے سے اسے یقین نہیں آئے گا۔ وہ بولی "ٹھیک ہے۔ میں نارمل رہ کر بات کروں گی۔ مجھے بنگلے کے اندر آنے دو۔"

یوگیش نے دربان سے کہا "اسے اندر آنے دو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کون ہے؟"

وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے گیٹ کے اندر گیا پھر کار سے اتر کر دروازہ کھولتے ہوئے اسے دیکھا۔ تانی یا بندیا تیزی سے چلتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔ اس کی چال کبھی تو بندیا جیسی لگتی تھی اور کبھی تانی جیسی الھڑ چال والی دکھائی دیتی تھی۔

وہ اسے بنگلے کے اندر لے کر آیا۔ امیش بھاسکر ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک بھرپور جوان لڑکی کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ بندیا تیزی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر صوفے پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "ڈیڈی! میں بندیا ہوں۔"

وہ اپنا بازو چھڑا کر صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا "یہ کیا بکواس ہے؟ کون ہو تم؟"

یوگیش نے کہا "یہ باہر مجھے دیکھ کر اپنا بھائی کہہ رہی تھی۔ دماغ سے کھسکی ہوئی لگتی ہے۔"

بندیا نے کہا "پلیز...... مجھے پاگل نہ سمجھو۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں کوئی اور نہیں بندیا ہوں۔"

امیش بھاسکر بھی اس کے بھرپور بدن کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے چولی اور لہنگا ہی ایسا پہنا تھا کہ دیکھنے والے کی نگاہ اس کے بدن سے چپک کر رہ جاتی تھی۔

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی "اگر آپ دونوں آرام سے بیٹھ کر میری باتیں سنیں تو میں اپنی روداد سنانا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں اس سے فاصلہ رکھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گئے۔

اس نے کہا "میں نہیں جانتی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ پہلے میں نے آپ کے کہنے پر دھرم ویر کو پھانسنا چاہا۔ اس کے ساتھ شرمناک ویڈیو فلم تیار کرانی چاہی تو دھرم ویر بچ گیا اور میں پھنس گئی۔"

امیش نے کہا "تم تو بندیا کی طرح بول رہی ہو۔"

"میں بندیا ہی ہوں۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ میرے ساتھ عجیب حالات پیش آ رہے ہیں۔"

یوگیش نے کہا "ڈیڈی! آپ توجہ سے نہیں سن رہے ہیں۔ اس کی آواز اور لہجہ بندیا سے ملتا جلتا ہے لیکن یہ بندیا کی طرح نہیں بول رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کوئی دوسری لڑکی بات کر رہی ہے۔"

"یوگیش! تم درست سمجھ رہے ہو۔ میں اس وقت تانی نام کی ایک لڑکی کے جسم میں ہوں۔"

دونوں نے اسے حیرانی سے دیکھا پھر یوگیش نے پوچھا "تم تانی کے جسم میں ہو۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"میں کیا بتاؤں؟ پہلے مجھے کبھی آتما شکتی والی باتوں پر یقین نہیں ہوتا تھا لیکن اب میرے ساتھ یہی ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کسی آتما شکتی جاننے والے نے مجھے قتل کیا اس کے بعد میری آتما کو میرے جسم سے نکال کر ایک تانی نامی بھنگن لڑکی کے جسم میں پہنچا دیا ہے۔"

امیش نے ناگواری سے پوچھا "تم بھنگن ہو؟"

"یہ جسم کبھی ایک بھنگن لڑکی کا تھا لیکن اب میری آتما اس کے اندر ہے۔ اب یہ لڑکی نہ بھنگن رہی ہے اور نہ تانی۔ اسے بندیا کہیں میں آپ کی بندیا ہوں۔"

ان کی گفتگو کے درمیان میں، میں ان باپ بیٹے کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ دونوں ہی اس بھرپور تانی کو للچائی ہوئی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ نوجوان اور حسین لڑکی پکے ہوئے پھل کی طرح ان کے بنگلے میں آ گری ہے۔ باہر والوں نے دیکھا نہیں ہے کوئی بدنام نہیں کرے گا۔ اسے کچھ روز تک اپنے بنگلے میں چھپا کر رکھا جا سکتا ہے۔ اگر اسے اچھی طرح کا لباس پہنایا جائے اس کا حلیہ تبدیل کر دیا جائے تو کوئی اسے بھنگن نہیں کہے گا۔ یہ سچ کوئی امیرزادی لگے گی۔

امیش بھاسکر نے کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں ہے؟ تم تنہا بھٹک رہی ہو۔ اگر سہارا چاہتی ہو اور اس چھت کے نیچے رہنا چاہتی ہو تو الٹی سیدھی باتیں نہ کرو۔ اگر یہ بدن ایک بھنگن کا ہے اور اس کا نام تانی ہے تو خود کو تانی کہو۔ بندیا کہو گی تو ابھی تم کو بنگلے سے باہر نکال دیا جائے گا۔"

بندیا نے بے بسی سے پہلے باپ اور پھر بھائی کو دیکھا۔ بھائی نے کہا "ڈیڈی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اگر تم نے خود کو بندیا کہا تو ہم تمہیں یہاں رہنے نہیں دیں گے۔ تم تانی ہو تو تانی بن کر یہاں کچھ عرصے تک رہ سکتی ہو۔"

بندیا نے سوچا اسے کسی بھی طرح اس بنگلے کے اندر رہنا ہے۔ اپنے کمرے میں جا کر اپنی لماری کھول کر وہاں سے چیک بک وغیرہ نکالنی ہے پھر اس کے ذریعے بینک میں جتنی رقم ہے وہ سب نکلوانی ہے۔ اپنا ایک الگ انتظام کرنا ہے وہ باپ اور بھائی کے بھروسے پر نہیں رہے گی۔ کیونکہ وہ اسے کبھی بندیا تسلیم نہیں کریں گے۔

وہ دونوں کے سامنے سر جھکا کر بولی "اچھی بات ہے۔ میں اپنے آپ کو بندیا نہیں کہوں گی لیکن میری حالت دیکھ رہے ہیں کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔ میں باتھ روم میں جا کر غسل کرنا چاہتی ہوں۔ کپڑے بدلنا چاہتی ہوں۔ یہاں آپ کی بیٹی کے کپڑے تو ضرور ہوں گے۔"

امیش نے کہا "ہاں...... ہاں ضرور ہیں۔"

یوگیش نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ میں، تمہیں بندیا کے بیڈ روم میں لے چلتا ہوں۔ وہاں تمہیں اس کے کپڑے نکال کر دوں گا۔"

امیش نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "یوگیش تم یہاں بیٹھو۔ میں اسے بندیا کے کمرے میں لے جاتا ہوں۔ باتھ روم میں

بھی جا کر دیکھوں گا کہ اس کے نہانے کے لیے صابن وغیرہ ہے کہ نہیں؟"

"میں بھی اس کے لیے صابن تولیہ وغیرہ مہیا کرسکتا ہوں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور کر دیکھنے لگے پھر دونوں ہی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بندیا کے کمرے میں آئے۔ وہ بولی "میں خود ہی اپنی پسند کی ہر چیز دیکھ لوں گی۔ آپ دونوں باہر جائیں۔ میں غسل کر کے کپڑے بدل کر باہر آجاؤں گی پلیز...... آپ دونوں باہر چلے جائیں۔"

وہ دونوں باہر آ گئے۔ بندیا نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ یوگیش نے باپ سے کہا "اب یہاں دروازے کے پاس کیوں کھڑے ہیں؟ وہاں چلیں۔"

"تم بھی تو دروازے کے پاس کھڑے ہو۔ انتظار کررہے ہو کہ یہ دروازہ کب کھلے گا اور کب تم اس کے پاس جاؤ گے۔"

"میں آپ کی بھی نیت سمجھ رہا ہوں۔ بڑھاپے میں آپ کو شرم آنی چاہیے وہ آپ کی بیٹی کے برابر ہے۔"

"اگر وہ میری بیٹی کے برابر ہے تو پھر وہ تمہاری بہن کے برابر ہے۔"

"ڈیڈی! آپ بڑھاپے میں سٹھیا گئے ہیں۔ اس لیے ایسی باتیں کررہے ہیں۔"

"اگر تم اسے میری بیٹی نہیں کہو گے تو میں اسے تمہاری بہن نہیں کہوں گا اور تم مجھے بوڑھا کیوں کہہ رہے ہو؟ ابھی میں پچاس برس کا بھی نہیں ہوا ہوں۔"

"ہاں...... آپ دس بیس برس اور کم کرلیں کیونکہ آپ تو بانکے جوان دکھائی دے رہے ہیں۔ دنیا سے پوچھیں یا آئینے کے سامنے جا کر دیکھیں بڑھاپا صاف دکھائی دے رہا ہے۔"

"تم میرے فرماں بردار بیٹے ہو۔ میری ہر بات مانتے ہو۔ آج ایک لڑکی کو دیکھ کر پھسل رہے ہو۔ بڑے شرم کی بات ہے کیا اولاد اسی دن کے لیے پیدا کی جاتی ہے؟"

"اولاد جان بوجھ کر پیدا نہیں کی جاتی۔ عیاشی کرتے وقت خوامخواہ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر بزرگ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ اولاد کو بڑی محنتوں سے پیدا کیا ہے اور بڑی مشکلات سے گزر کر پرورش کی ہے۔ جھوٹ موٹ اولاد پر احسان جتاتے رہتے ہیں۔"

وہ دونوں تو تو میں میں کرتے رہے لیکن اس دروازے سے نہیں ٹلے۔ وہیں جم کر کھڑے رہے۔ ان کی تو تو میں میں جاری رہنے والی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ارادہ تھا کہ بعد میں جا کر بندیا کے دلچسپ حالات معلوم کروں گا۔

☆☆☆

کبریا تمام رات جاگتا رہا۔ ہوٹل کے کمرے میں سونے سے پہلے اس نے جینا کی خیریت معلوم کی۔ پتا چلا کہ وہ گہری نیند میں ہے۔ وہ اس کے خوابیدہ خیالات پڑھ سکتا تھا لیکن وہ تھکا ہوا تھا۔ سوچا کہ چار چھ گھنٹے کی نیند پوری کرنے کے بعد اس کی خیریت معلوم کرلے گا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنے دماغ کو ہدایت دی۔ اس کے بعد وہ گہری نیند میں چلا گیا۔

احمد آباد میں حالات اس کے موافق نہیں تھے۔ دشمنوں نے اس کے خلاف نفرت کا بیج بو دیا تھا۔ ہندوؤں کے دلوں میں یہ بات پیدا کی تھی کہ اس مسلمان کو ہماری ہندو سہاگن دیوی کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔

پھر پچھلی رات جینا کو آگاہی حاصل ہوئی تھی کہ اسے کبریا سے جدا ہو جانا چاہیے۔

اسے آگاہی کے مطابق عمل کرنا تھا لیکن پس و پیش میں تھی کہ کبریا سے کیسے جدا ہو جائے۔ اس کے بغیر ایک پل بھی قرار نہیں آتا تھا۔ اس کے محبوب نے اسے اتنی محبتیں دی تھیں اور ہر مصیبت میں اس طرح کام آتا رہا تھا کہ نہ وہ اسے بھلا سکتی تھی نہ اس سے دور رہ سکتی تھی۔

کبریا نے اسے سمجھایا کہ آگاہی کچھ معنی رکھتی ہے۔ لہٰذا انہیں اس کے مطابق عارضی طور پر دور ہو جانا چاہیے۔ دوری کے باوجود وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے اندر آتا رہے گا اور اس کی خیریت معلوم کرتا رہے گا اور کوئی مصیبت اس پر آئے گی تو وہ ہمیشہ کی طرح اس سے لڑتا رہے گا۔ صرف جسمانی دوری ہوگی لیکن ذہنی قربت ہمیشہ قائم رہے گی۔

اس رات کی صبح ہونے تک کبریا نے تمام دشمنوں کو زیر کرلیا تھا۔ دیوراج پٹیل جیسے حکمران پارٹی کے بہت بڑے لیڈر کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا تھا۔ اس کے ماتحت لیڈر مرارکا اور بھنڈاری کان پکڑ کر کہہ رہے تھے کہ اب سہاگن دیوی اور حمزہ خان کے خلاف کوئی سازش نہیں کریں گے۔

انہوں نے ہندوؤں کو کبریا کے خلاف بھڑکایا تھا۔ اب وہی ان ہندوؤں کے پاس جا کر کہہ رہے تھے کہ وہ غلطی پر تھے۔ سہاگن دیوی اور حمزہ خان کو ساتھ ہی رہنا چاہیے۔ سہاگن دیوی بہت پوتر (پاکیزہ) ہے اس پر کسی قسم کا شک شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

پہلے جو دشمن نفرتیں پھیلا رہے تھے۔ وہی اب محبت عقیدت سے سہاگن دیوی کی تعریفیں کررہے تھے اور حمزہ خان کے حق میں بھی بول رہے تھے۔

صبح ہونے تک حالات سازگار ہورہے تھے۔ کبریا نے سونے سے پہلے سوچا کہ نیند پوری کرنے کے بعد فیصلہ کرے گا کہ اسے جینا سے دور رہنا چاہیے یا نہیں؟ اگرچہ آگاہی کے مطابق اس سے جدا ہو جانا چاہیے پھر بھی حالات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

یہ سوچ کر وہ سو گیا تھا۔ اگر وہ سونے سے پہلے جینا کے خوابیدہ خیالات پڑھ لیتا تو اسے معلوم ہوتا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہے۔ وہ نہیں ہوگا۔ انہیں جدا ہونا ہی ہوگا۔ اس وقت جینا کے ساتھ کچھ ہو رہا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی اور اسے آگاہی مل رہی تھی۔

اس وقت اس کے دماغ میں وہی مخصوص روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جس کے بعد آگاہی حاصل ہونے لگتی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے چاروں طرف دیوی دیوتاؤں کے بڑے بڑے بت کھڑے ہوئے تھے۔ ایک پنڈت جی سنسکرت بھاشا میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ جینا کے ہاتھوں میں پوجا کی تھالی تھی۔ وہ اس تھالی کو لیے ایک ایک دیوی دیوتا کے آگے سے گزرتی جارہی ہے پھر اس نے دیکھا کہ بتوں میں جان پڑ گئی ہے۔ وہ خوش ہو کر اسے دیکھ رہے ہیں۔ ہاتھ اٹھا کر اسے آشیر باد دے رہے ہیں۔

ایک دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "جا تیرا کلیان ہوگا۔ تو اس دنیا میں دیوی کی طرح پوتر زندگی گزارے گی۔"

دوسرے دیوتا نے کہا "تیرے راستے میں جو رکاوٹ ہے۔ وہ رکاوٹ ایک دن دور ہو جائے گی پھر تو سہاگن بن سکے گی اور سچ مچ سہاگن کی زندگی گزار سکے گی۔"

ایک اور دیوتا نے کہا "جب تک تو ایک مکمل عورت نہ بن جائے۔ اس وقت تک تجھے اپنے پریمی سے دور رہنا ہوگا۔"

ایک دیوی نے کہا "تو کسی کی محتاج نہیں رہے گی۔ دھن دولت تیرے قدموں میں رہا کرے گی۔ کوئی دشمن تجھے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ کوئی تیری مرضی کے بغیر تجھے ہاتھ لگائے تو خود کو بیمار اور کمزور محسوس کرنے لگے گا۔ اپنی ساری توانائی اور شہ زوری بھول جائے گا۔ کوئی تیری مرضی کے بغیر تیرے دماغ میں نہیں آسکے گا تو جب تک مکمل عورت نہیں بنے گی۔ تب تک کبریا کو بھی اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔ دوری بہت ضروری ہے۔"

یہ آگاہی اس کے لیے دل شکن تھی۔ یہ سوچ کر دل ٹوٹ رہا تھا کہ کبریا سے اب تو لازمی جدائی ہوگی۔

ایک طرح وہ آگاہی بڑی امید افزا تھی۔ اسے حوصلہ

دے رہی تھی کہ وہ ہمیشہ آج کی طرح ادھوری نہیں رہے گی۔ آئندہ کبھی نہ کبھی مکمل عورت بنے گی اور تب...... تب اپنے کبریا سے دوری ختم ہو جائے گی۔

اس کے دماغ کی روشنی آہستہ آہستہ بجھنے لگی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔ اس آگاہی کے متعلق سوچنے لگی کہ کیا میری زندگی میں اتنی بڑی تبدیلیاں آنے والی ہیں؟ اتنے بڑے امتحان سے گزرنا ہوگا کہ اپنے کبریا سے دور رہنا ہوگا۔

وہ بیڈ سے اتر گئی۔ اس وقت صبح ہو رہی تھی۔ اشنان کرنے کے لیے باتھ روم چلی گئی۔ غسل کر کے لباس تبدیل کرنے کے بعد پوجا کرنے لگی۔ اس کے دماغ میں یہی ایک بات گردش کر رہی تھی کہ فی الحال اپنے کبریا سے جدا ہو جانا چاہیے۔ آئندہ کے حالات بڑے امید افزا ہیں۔ وہ ضرور مکمل عورت بنے گی اور اپنے کبریا کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکے گی۔

وہ پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر ریسٹ ہاؤس کے باہر آئی تو ایک لمبی سی کار آ کر رکی۔ ڈرائیور نے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو وہاں سے ایک پنڈت جی باہر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی وہ چونک گئی۔ کیونکہ وہ وہی پنڈت جی تھے جو آگہی کے دوران میں سنسکرتی بھاشا میں کچھ پڑھ رہے تھے اور اب اس کے سامنے آ گئے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا ”سہاگن دیوی! میں سومناتھ کے مندر سے آیا ہوں۔ پوجا کرتے ہوئے مجھے گیان حاصل ہوا ہے کہ آپ کے پاس آنا چاہیے اور آپ کو اپنے ساتھ لے کر سومناتھ کے مندر میں پہنچنا چاہیے۔ آپ کچھ روز وہاں ہمارے ساتھ رہیں گی۔“

اس وقت جینا کے ذہن پر جیسے دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا دل سومناتھ کے مندر کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ وہ وہاں سے چلتی ہوئی آ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور اندر ریسٹ ہاؤس سے اس کا ضروری سامان لے آیا پھر وہ گاڑی وہاں سے روانہ ہو کر سومناتھ کی طرف جانے لگی۔

کبریا صبح کے دس بجے بیدار ہوا۔ وہ بیڈ پر تھوڑی دیر پڑا سوچتا رہا۔ پچھلی رات کے تمام واقعات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے پھر اسے جینا کا خیال آیا۔ اس نے لیٹے لیٹے خیال خوانی کی پرواز کی اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ حیرانی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ اس کے لیے نئی اور چونکا دینے والی بات تھی۔ وہ جو اس کے انتظار میں آنکھیں بچھائے رہتی تھی۔ دلوں کے دروازے کھلے رکھتی تھی۔ اس نے اچانک دروازہ بند کیوں کر دیا؟

پھر یہ کہ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی۔ وہ سانس نہیں روک سکتی تھی پھر اس نے کیسے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیا؟ کیا کسی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہے؟

ذہن میں بات آئی کہ کوئی دشمنی کر سکتا ہے۔ اس پر تنویمی عمل کر کے اسے کہیں دور لے جا سکتا ہے۔

اس نے موبائل کے نمبر ڈائل کیے پھر کان سے لگا کر سننے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی پھر رابطہ ہونے پر اس کی آواز سنائی دی ”ہیلو......!“

اس نے کہا ”جینا تم کہاں ہو؟ میری سوچ کی لہروں کو کیوں روک دیا؟ یہ تمہارا دماغ کیسے لاک ہو گیا ہے؟“

”جیسے بھی ہوا ہے اس میں میری مرضی شامل نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ قدرت کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ ہمیں دوری اور فاصلہ برداشت کرنا ہوگا۔ پلیز آئندہ ... فون پر مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔ میں بالکل خیریت سے ہوں تم میری طرف سے فکر مند نہ ہونا۔ ہم ملیں گے ضرور ملیں گے لیکن وہ ملاقات کا دن کب آئے گا؟ یہ بھگوان ہی جانتا ہے۔ مجھے کچھ عرصے کے لیے بھول جاؤ۔“

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ کبریا نے اپنے فون کو دیکھا پھر اسے بند کر کے سوچا اور زیر لب کہنے لگا ”جو ہم نہیں چاہتے وہ ہو جاتا ہے اور جب ہو جاتا ہے تو اسے برداشت کرنا پڑتا ہے۔“

جینا کی جدائی نے اسے اداس کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر فیصلہ کیا کہ ہر حال میں اسے ممبئی واپس جانا ہے۔

اس نے وہاں چند گھنٹے رہ کر معلوم کیا۔ مراری اور بھنڈاری وہاں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس سے بات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اب ہم کسی بات پر اعتراض نہیں کریں گے اور نہ ہی ہندوؤں کو اعتراض کرنے دیں گے۔ جان محمد اور شکنتلا کو یہاں آنا چاہیے۔ آپ جان محمد سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بے خوف و خطر شکنتلا کے ساتھ یہاں آ سکتا ہے۔

کبریا نے آئی جی آف پولیس کو بتایا کہ جان محمد اور شکنتلا جینا کے بنگلے میں ہیں۔ اس کے فون نمبر پر رابطہ کر کے جان محمد کو یہاں آنے کے لیے کہا جا سکتا ہے۔ آئی جی آف پولیس نے یہی کیا۔ جان محمد اور شکنتلا کو فون پر یقین دلایا کہ پوری طرح ان کی حفاظت کی جائے گی اور اب ہندوؤں کو بھی ان کی شادی پر اعتراض نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ یہاں چلے آئیں۔

کبریا مطمئن ہو گیا پھر یہ بات احمد آباد کے ہندو مسلمانوں کو بتائی گئی کہ سہاگن دیوی اب یہاں نہیں ہے۔ سومناتھ چلی گئی ہیں اور دیوی کے ساتھ آنے والا حمزہ خان ممبئی واپس جا رہا ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

کبریا نے بھی ممبئی پہنچنا تھا۔ کیونکہ حمزہ خان کا خمیر ممبئی سے اٹھا تھا اور فی الحال اسے وہیں جا کر رہنا تھا لیکن کوئی راستہ اتنا آسان نہیں تھا کہ گھر سے نکلے منزل پر پہنچ گئے۔ کبھی کبھی راہ میں دشواریاں بھی پیش آتی ہیں اور راستے بدل بدل کر چلنا پڑتا ہے۔

کبریا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہونے لگا۔ وہ احمد آباد کے ائرپورٹ میں پہنچا تو وہاں کی وزیٹر لابی میں ایک فیملی سے ملاقات ہوئی۔ اس فیملی میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ایک ماں تھی دو جوان بیٹیاں تھیں لیکن جو ماں تھی وہ اپنے رکھ رکھاؤ اور سولہ سنگھار سے بنی لگ رہی تھی اور بیٹیاں جو تھیں وہ اس کی مائیں بننے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس عورت کا نام پھول متی تھا۔ اس کی بڑی بیٹی کا نام چندرا متی تھا اور چھوٹی کا نام تارا متی تھا۔ یعنی اس نے چاند اور تارے کو آسمان سے نوچ کر اپنی کوکھ سے جنم دیا تھا لیکن وہ اپنی دونوں جوان بیٹیوں کو بیٹیاں نہیں کہتی تھی۔ ایسا کرنے سے وہ بوڑھی سمجھی جاتی۔ اس لیے انہیں اپنی چھوٹی بہنیں کہا کرتی تھی اور وہ بیٹیاں بھی اسے ماں کے بجائے دیدی کہا کرتی تھیں۔

پھول متی نے کبریا کو دیکھا تو ایسے قد آور صحت مند جوان کو دیکھ کر اس کے بوڑھے دل میں جوان دھڑکنیں مچلنے لگیں۔ اس کے پاس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ جہاں ماں جاتی تھی۔ وہاں بیٹیاں بھی جاتی تھیں۔ وہ بھی کبریا کے آس پاس آ گئیں۔

پھول متی نے کہا ”ہائے ینگ مین! مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ تم سے مل چکی ہوں۔“

کبریا نے کہا ”مجھ سے ایک بار ملنے والا پھر کبھی نہیں بھولتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے میری ملاقات پہلے کبھی نہیں ہوئی۔“

وہ ذرا ناز و انداز سے بولی ”مجھے آپ کیوں کہتے ہو؟ میں تم سے چھوٹی ہوں۔ میرا نام پھول متی ہے اور یہ میری چھوٹی بہن چندرا متی ہے اور یہ اس سے چھوٹی بہن تارا متی ہے۔“

وہ دور سے ہی ہاتھ جوڑ کے نمستے کہنا چاہتا تھا لیکن چندرا متی نے مصافحے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بڑی دیر تک اس کا ہاتھ ہلاتی رہی پھر تارا متی نے اس سے ہاتھ کو چھین لیا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر بولی ”تم سے مل کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔“

ماں نے بیٹیوں سے وہ ہاتھ چھین لیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر بولی ”مجھے بھی تو مصافحہ کرنے دو۔ مائی گاڈ کیسے سخت لوہے جیسے ہاتھ ہیں۔ کہاں سے لائے ہو؟“

کبریا نے بیزار ہو کر کہا ”آرڈر دے کر بنوایا ہے۔ پلیز اسے چھوڑ دو۔ یہ لو بابا پانی پانی ہو رہا ہے۔“

”پہلے اپنا تعارف تو کراؤ۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کب تک شادی کا ارادہ ہے؟“

”ہاتھ چھوڑ دو گی تو بتاؤں گا۔ ورنہ پھنسا رہوں گا۔“

اس نے ہاتھ چھوڑ دیا ”میرا نام حمزہ خان ہے۔ میں ممبئی کا ایک تاجر ہوں۔“

وہ تینوں چہک کر خوشی کا اظہار کرنے لگیں۔ تمام لوگ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگے پھر پھول متی نے کہا ”میں نے آج ہی تمہارا نام اخبار میں پڑھا ہے پھر کل سے میں تمہاری تعریفیں سن رہی ہوں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں یہاں نہیں تھی۔ کل شام کو اپنی بہنوں کے ساتھ یہاں آئی ہوں اور اب ممبئی جا رہی ہوں۔ تمہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ہی

نہیں ملا تھا۔ اب دیکھو بھگوان کی یہی مرضی تھی کہ تم میرے بالکل قریب آجاؤ۔ آ گئے ہو ناں؟''

چندرا متی نے کہا'' دیدی! اس بیلا اوبرائے نے سچ کہا تھا کہ ہماری ملاقات ایک دولت مند سے ہوگی اور جب ہوگی تو وہ ہمیں بھی مالا مال کردے گا۔''

تارا متی نے کہا'' آج میں مان گئی کہ بیلا کے تاش کے پتے جھوٹ نہیں بولتے اور اٹھائے ہوئے پتوں نے بیلا سے جو کہا تھا۔ وہی ہمارے ساتھ ہورہا ہے۔''

'' بیلا نے کہا تھا کہ اس دولت مند کے ساتھ بہت لمبی ملاقات ہوگی لیکن ہماری ملاقات جہاز میں ہوئی اور جہاز صرف ڈیڑھ گھنٹے میں ممبئی پہنچ جائے گا۔ کیا ہماری ملاقات ڈیڑھ یا دو گھنٹے کی ہے؟''

پھول متی نے کہا'' جب تاش کے پتوں نے کہا ہے کہ ہماری ملاقات لمبی ہوگی تو لمبی ہوگی۔ ہم ہوائی جہاز سے نہیں جائیں گے۔ بائی روڈ چلیں گے۔ کیوں مسٹر حمزہ؟''

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی پھول متی نے کہا '' تم سے کیا پوچھنا ہے تمہارے آس پاس تین تین پھول کھلے ہوئے ہیں۔ تم بھلا کیوں انکار کروگے۔''

چندرا متی نے کہا'' ہمارے پاس بہت بڑی ویگن کار ہے۔ ہم کل شام اسی گاڑی سے یہاں آئی تھیں۔ اب اسی سے ممبئی بھی جاسکتی ہیں۔''

کبریا نے پریشان ہوکر کہا'' مجھے بھی کچھ کہنے دو گی یا خود ہی کہتی رہو گی؟''

'' جب ہم کہنے والیاں تین تین ہیں تو تمہیں کہنے کی کیا ضرورت ہے؟''

وہ سخت لہجے میں بولا'' یو شٹ اپ! میرا دماغ خراب نہیں ہوا ہے کہ میں جہاز کے بجائے ہائی وے سے جاؤں۔ دو گھنٹے کا راستہ دو دنوں میں طے کروں۔ تم تینوں میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو؟''

پھول متی نے ہنستے ہوئے کہا'' بیلا نے بالکل سچ کہا تھا کہ ہمیں جو دولت مند ملے گا۔ وہ سخت مزاج ہوگا۔ پہلے ہم سے ناراض رہے گا پھر مجھ سے محبت کرنے لگے گا۔''

تارا متی نے کہا'' دیدی! مرد کو تو غصہ آتا ہی ہے۔ جو غصہ نہ دکھائے وہ مرد لگتا ہی نہیں۔''

کبریا غصہ دکھانا چاہتا تھا۔ خیال آیا کہ غصہ دکھاؤں گا تو یہ اور زیادہ خوش ہوں گی کہ ان کے درمیان ایک مرد بیٹھا ہوا ہے اور یہ میرے غصے کو انعام کے طور پر قبول کرتی رہیں گی۔

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ تینوں نے پکڑ کر اسے بٹھالیا۔

پھول متی نے پوچھا'' کہاں جارہے ہو؟''

'' میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ جہاز میں ... کروں گا۔''

'' ٹھیک ہے کرلینا لیکن جہاز ایک گھنٹے بعد روانہ ... اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو۔''

چندرا متی نے کہا'' اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم ہم ... کر نہیں جاسکو گے۔ تاش کے پتوں نے کہا ہے کہ تم ... ساتھ بہت لمبا وقت گزارو گے اور ہمیں مالا مال بھی کرو ...''

وہ بیزار ہوکر بولا'' میں بہت دیر سے بیلا کا نام ... ہوں اور یہ تاش کے پتوں کا معاملہ کیا ہے؟''

پھول متی نے کہا'' بیلا ایک بہت ہی سندری، ... سی، کیوٹ سی لڑکی ہے۔ تم اس کے سامنے نہ جانا۔ صرف ... سامنا کرتے رہنا۔ بیلا میں اور کچھ خاص بات نہیں ہے ... تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے اور ... ہے وہ ضرور سچ ہوتا ہے۔''

کبریا نے کہا'' بکواس ہے میں نہیں مانتا کہ وہ تاش ... پتوں کے ذریعے مستقبل کی باتیں بتاتی ہے۔''

تارا متی نے کہا'' صرف مستقبل کی نہیں حال اور ماضی ... بھی باتیں بتاتی ہے۔ تم دیکھ لینا کہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا ... گے۔ ہماری یہ ملاقات لمبی ہوگی۔ کیونکہ تاش کے پتوں ... بھی کہا ہے۔''

اس کی بات ختم ہوتے ہی ایک سریلی سی آواز لاؤڈ ... کے ذریعے دور تک گونجنے لگی۔ کہنے لگی'' ہم افسوس کے ... کہتے ہیں کہ ممبئی جانے والے جہاز میں کچھ خرابی پیدا ... ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس جہاز کی پرواز تین گھ... کے بعد ممکن ہوسکے گی۔''

تارا متی نے خوش ہوکر کہا '' ہپ...... ہپ ہرے...... دیکھا! تاش کے پتے کتنا سچ بولتے ہیں۔ بیلا ... جو کہا تھا وہی سامنے آرہا ہے۔ اب تین گھنٹوں تک ... ہمارے ساتھ رہوگے۔''

کبریا ایک گہری سانس لے کر سوچنے لگا'' آخر یہ ... اوبرائے ہے کون؟''

☆☆☆

زار روس کے دور میں ایک بہت ہی پراسرار شخص تھا ... کا نام راسپوٹین تھا۔ وہ زار کے محل میں رہا کرتا تھا۔ ا... آنکھوں میں اتنی کشش ہوا کرتی تھی کہ کوئی اس سے نظر ... پاتا تھا۔ وہ کسی پر ایک نظر ڈالتے ہی اسے تسخیر کرلیا کرتا ... ان کے اندر پہنچ کر ان کے دل و دماغ کی تمام باتیں بتا ...

تھا۔ اس وقت لوگ اسے جادوگر کہتے تھے اور وہ کسی سے یہ نہیں کہتا تھا کہ یہ سب کچھ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوتا ہے۔

وہ علم نجوم پر بھی مہارت رکھتا تھا اور مستقبل کی بڑی سچی پیشگوئی کرتا تھا۔ روس کے بادشاہ کا نام زار تھا۔ وہ بادشاہ اور اس کی بیگم راسپوٹین کے عقیدت مند تھے۔ اس کی ہر بات ایسے مانتے تھے جیسے اس کی پرستش کرتے ہوں۔ شاہی خاندان کی دوسری بیگمات بھی اس سے متاثر رہا کرتی تھیں۔ یہ بات مشہور تھی کہ راسپوٹین جس عورت کو چاہتا ہے اپنے زیر اثر لے آتا ہے۔ شاہی خاندان کی حسین ترین عورتیں اس کی تنہائیوں میں بے اختیار چلی آتی تھیں۔

پھر ایک دور آیا کہ بادشاہت ختم ہوگئی۔ راسپوٹین مارا گیا لیکن اس کی اولاد زندہ رہی۔ راسپوٹین دوم بھی اپنے باپ کی طرح تھا۔ اسے وراثت میں وہ سارے پراسرار علوم ملے تھے۔ اس کے بعد راسپوٹین سوم منظر عام پر آیا۔ اس کا ذکر برسوں تک میری داستان میں جاری رہا ہے۔

یہ وہی راسپوٹین سوم تھا۔ جس نے شیوانی سے دشمنی کی تھی اور چاہتا تھا کہ وہ جس اولاد کو جنم دے اسے مار ڈالے۔ اس نے علم نجوم اور علم رمل کے ذریعے معلوم کیا تھا کہ شیوانی کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا اس کے لیے منحوس ثابت ہوگا اور اس کی زندگی کو مختصر کردے گا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ شیوانی کسی بیٹے کو جنم دے وہ اسے پیدا ہونے سے پہلے ہی روک سکتا تھا لیکن اسے یہ بات ایسے وقت معلوم ہوئی تھی۔ جب شیوانی زچگی کے لیے اسپتال پہنچی ہوئی تھی۔ اسی لیے وہ جنون میں آکر بری طرح شیوانی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں جاکر اسے اذیتیں پہنچا رہا تھا۔ تاکہ وہ بچہ صحیح سلامت پیدا نہ ہوسکے۔

ایسے وقت سونیا نے حاضر دماغی سے کام لیا تھا کہ عدنان کے پیدا ہوتے ہی اسے ماں کے پہلو سے ہٹا کر اس کی جگہ ایک مردہ بچے کو لے آئی تھی۔ راسپوٹین اس وقت دھوکا کھا گیا کہ شیوانی نے ایک بچے کو جنم تو دیا ہے لیکن وہ پیدا ہونے کے بعد ہی چند منٹوں میں مر گیا ہے۔

کچھ عرصے بعد اسے پتا چلا کہ نحوستوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ شاید وہ بچہ کہیں زندہ ہے۔ وہ ٹیلی پیتھی اور دوسرے پراسرار علوم کے ذریعے پورے روس پر حکومت کرنا چاہتا تھا لیکن اسے ناکامی ہورہی تھی۔ ہمارے علاوہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن بھی اس کے راستے میں رکاوٹ بنتے رہے تھے پھر کرونا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی زندگی میں آئی۔ اس نے اسے اپنی کنیز بنا کر رکھا لیکن اس نے بھی بڑی مکاری سے نجات حاصل کرلی۔ اس کے تنویمی عمل سے نکل کر کہیں گم ہوگئی پھر اعلیٰ بی بی اس کے پیچھے پڑ گئی۔ اسے کتنے ہی معاملات میں بے وقوف بناتی رہی۔ اسے طرح طرح سے الجھاتی رہی پھر آخر کار اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس نے طرح طرح کے مسائل میں الجھتے رہنے کے دوران اپنے بیٹے راسپوٹین چہارم سے کہہ دیا تھا کہ وہ بچہ زندہ ہے اور وہ اس کے لیے بھی نحوستیں لائے گا۔ لہٰذا اس کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔

راسپوٹین چہارم نے اپنے پراسرار علوم کے ذریعے پتا کیا تو پتا چلا کہ اس کا باپ شیوانی اور انا میریا کی مشابہت کے باعث دھوکا کھاتا رہا تھا۔ ایک بار تو اسے یقین ہوگیا کہ شیوانی اسپتال میں مر چکی ہے لیکن پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انا میریا اس کی نظروں میں تھوڑی دیر کے لیے آئی پھر کہیں گم ہوگئی۔ وہ حیران تھا اس نے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اور زیادہ حیرانی ہوئی۔ اس کی خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ سے ایسے گزر جاتی تھیں۔ جیسے نظریں شیشے کے آر پار ہوجاتی۔'' وہ اس کے خیالات نہ پڑھ سکا اور نہ اسے کبھی

گرفت میں لے سکا۔

راسپوٹین چہارم ان واقعات کو اور حقائق کو دیکھتا اور سمجھتا آ رہا تھا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد اس نے قسم کھالی کہ انا میریا کو اور عدنان کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

لیکن وہ انتقام لینے کے سلسلے میں بہت محتاط تھا۔ اس نے علم نجوم سے معلوم کیا۔ تاش کے پتوں سے اپنی قسمت کا حال دیکھا پھر علم الاعداد کا حساب دیکھا۔ وہ تمام پراسرار علوم اسے بتاتے رہے کہ اس کی اپنی موت طبعی نہیں ہوگی۔ وہ مارا جائے گا۔ اس کی موت بہت ہی ننھی سی ہوگی۔

وہ ننھی سی موت کیا ہے؟ اس کی وضاحت کسی بھی علم کے ذریعے نہیں ہوسکی۔ کسی پستول کی گولی بھی ہوسکتی ہے۔ ایک چٹکی زہر بھی ننھی سی موت ہوسکتا ہے اور...... اور وہ عدنان بھی ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ کہ وہ براہ راست عدنان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرر ہا تھا۔ اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ یہ آزمانا چاہتا تھا کہ اس طرح کے حملے اور انتقامی کارروائی کہاں تک کامیاب ہوسکتی ہیں اور ناکام ہوسکتی ہیں؟

وہ بڑی سنجیدگی اور بڑی حاضر دماغی سے عدنان اور انا میریا کے خلاف منصوبے بنارہا تھا۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر اور خوب سوچ سمجھ کر کبھی کبھی ان پر حملے کرر ہا تھا۔

اس کے علوم نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ عدنان کو اور انا میریا کو کس طرح کمزور بنا سکتا ہے؟ تاش کے پتے پھینٹنے اور کاٹنے کے بعد اور پانسہ پھینکنے کے بعد پتا چلا کہ اس کی سب سے بڑی قوت اس کی دادی سونیا ہے۔ جب تک وہ سونیا کے ساتھ رہے گا۔ ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ اس کے خیال خوانی کرنے والے بھی اسے تحفظ دیتے رہیں گے۔

انا میریا کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ اس لڑکی کی غیر معمولی صلاحیتیں اسے راسپوٹین چہارم کے حملوں سے بچائے رکھتی ہیں۔ اس کا آئیڈیل اس کا محافظ پورس اس کے پاس آجائے گا تو راسپوٹین چہارم کے راستے میں اور زیادہ دشواریاں پیدا ہونے لگیں گی۔

اور اس کا آئیڈیل پورس وہاں آچکا تھا۔ وہ اس سے ملنے کے لیے جانے والی تھی۔ راسپوٹین چہارم یہ تاثر دے رہا تھا کہ اسے ان دونوں کی ملاقات منظور نہیں ہے۔ پورس اس سے ملنے آئے گا۔ تو بہت نقصان اٹھائے گا۔

وہ انا میریا کو محض دہشت زدہ کرنا چاہتا تھا اور یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اسے ان دونوں کی ملاقات سے دلچسپی ہے۔ جب بھی جہاں بھی ملیں گے وہاں ضرور کوئی ہنگامہ برپا ہوگا۔

وہ ان دونوں کو اس سلسلے میں اُلجھا کر سونیا اور عدنان پر حملے کرنا چاہتا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ جب بھی وہ ایک دوسرے سے ملیں گے تو اس وقت عدنان ان کے ساتھ نہیں ہوگا۔ وہ اپنی دادی کے ساتھ رہے گا۔ ایسے ہی وقت میں وہ دادی اور پوتے سے نمٹ سکے گا۔

پورس نے صبح دس بجے انا میریا سے رابطہ کیا۔ وہ پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر آنکھ کھل گئی۔ اس نے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا ''ہیلو...... کون؟''

''میں ہوں پورس۔ کیا نیند پوری نہیں ہوئی؟''

''جتنی دیر تم نے سونے دیا۔ میں سوتی رہی۔ اب تمہاری آواز سننے کے بعد نیند نہیں آئے گی۔''

''میری آواز اتنی بھیانک ہے کہ تمہاری نیند اڑتی رہے گی؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''یہ بات نہیں ہے۔ زندگی میں میں نے پہلی بار تمہاری آواز پر آنکھ کھولی ہے۔ آج کی صبح مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔''

''ملاقات ہوگی تو آج کا دن بھی ہمیشہ یاد رکھوگی۔''

''ہاں آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ آج سے میری ایک نئی زندگی شروع ہونے والی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم پہلی بار تنہا نہ ملیں۔''

''کیا میں برات لے کر آؤں؟''

وہ پھر ہنسنے لگی۔ کہنے لگی ''یہ بات نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ تم مما کی موجودگی میں مجھ سے ملو۔ وہاں عدنان بھی ہوگا۔ میں تم سب سے ملوں گی۔ شناسائی حاصل کروں گی اس کے بعد پھر ہم کہیں تنہا آؤٹنگ کے لیے جائیں گے۔''

پورس نے کہا ''انا...... ہماری ملاقات کے پیچھے صرف یہ جذباتی مسئلہ نہیں ہے کہ دو دل ملنے والے ہیں اور میرے رشتے دار بھی تمہیں اپنا بنانے والے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔''

''کیسی باتیں؟ مجھے کھل کر بتاؤ۔''

''مما پاپا اور ہم سب کبھی اکھٹے نہیں ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب دشمن ہماری تاک میں رہتے ہیں۔ ہم دور دور رہ کر ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ہم کہیں تنہا ملیں گے۔''

''ہاں یہ بتاؤ کہاں ملوگی؟ اور کب ملوگی؟''

''ابھی تو واش روم جارہی ہوں۔ غسل کر کے لباس تبدیل کروں گی۔ کم از کم بارہ بجے یہاں سے نکلوں گی پھر پارک کے اس حصے میں آؤں گی۔ جہاں بڑی بڑی جھاڑیوں کو کاٹ کر چھوٹے چھوٹے کیبن بنائے گئے ہیں۔ یعنی ان کیبن کے در و دیوار سب ہی جھاڑیوں سے بنے ہوئے ہیں۔ میں وہیں ان کیبنوں کے سامنے تمہارا انتظار کروں گی۔''

''تمہیں انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ میں تم سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ او...... کے۔ بائی سی یو۔''

پورس نے رابطہ ختم کردیا پھر سونیا کے پاس آ کر پوچھا ''مما! آپ کیا کررہی ہیں، کہاں جارہی ہیں؟''

''میں عدنان کو یہاں سے لے جارہی ہوں۔ کسی دوسری جگہ پہنچاؤں گی۔ یہ بتاؤ تم انا سے ملنے کب جارہے ہو؟''

''بس ابھی یہاں سے نکلنے والا ہوں۔''

''جاؤ مگر خبردار رہو۔ ہمارے جاسوس بھی دور ہی دور سے تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔''

سونیا نے رابطہ ختم کردیا پھر عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے سے باہر آ گئی۔ پہلے دروازے سے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا پھر کوریڈور سے گزر کر لفٹ میں آ گئی پھر دوسرے فلور پر لفٹ سے باہر آ کر زینے کے ذریعے نیچے اترنے لگی۔

اس نے عدنان کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ اعلیٰ بی بی کو دماغ میں آنے دیا کرے اور اپنے خیالات پڑھنے دیا کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے خیالات گڈمڈ ہوں اور وہ عالی کو دھوکا دے کر پھر کہیں چلا جائے۔

اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دادی جہاں چھوڑ کر جائے گی۔ وہیں رہے گا۔ البتہ یہ وعدہ نہیں کرسکتا کہ خیالات گڈمڈ ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

وہ عدنان کو منیجر کے کمرے میں لے آئی پھر اس سے کہا ''میں اپنے پوتے کو یہاں آپ کے پاس بٹھا کر جارہی ہوں اسے کسی سے ملنے نہ دیں اور جب تک میں نہ آؤں اسے کسی کے ساتھ باہر نہ جانے دیں۔''

منیجر نے وعدہ کیا کہ وہ عدنان کو اپنے پاس بٹھائے رکھے گا۔

سونیا یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد پورس اور انا میریا کی ملاقات اس نیشنل پارک کے جھاڑیوں والے کیبن کے سامنے ہوئی دونوں پہلی بار ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو روبرو نہیں دیکھا تھا لیکن انا میریا کا ناک نقشہ شیوانی کی طرح تھا۔ اس کی آنکھیں بھی ویسی ہی پرکشش تھیں۔ پورس نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام کر اپنے آس پاس اور پھر دور دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ محتاط رہنا چاہتے تھے۔ پورس نے کہا ''فکر نہ کرو۔ میرے آدمی یہاں موجود ہیں۔ میرے دماغ میں بھی ہیں۔ ہم خطرات سے بے خبر نہیں رہیں گے۔''

وہ بڑے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے بولی ''کیا مشکل ہے کہ اس قدر انتظار کے بعد مل رہے ہیں لیکن ہمارے پیروں تلے کانٹے بچھے ہوئے ہیں۔''

وہ بولا ''مجبوری ہے ہم ابھی کوئی رومانی گفتگو نہیں کرسکیں گے۔ اپنے موجودہ حالات پر ہی بات ہوسکتی ہے۔ آؤ ہم کسی کیبن کے اندر چلیں۔''

وہ ایک جھاڑیوں والے کیبن کے اندر آ گئے۔ ادھر تنہائی ملتے ہی پورس نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ وہ آ کر ایسے سمٹ گئی جیسے وہ بھی برسوں سے انہی لمحات کی منتظر ہو۔

سونیا اپنے کمرے میں تھی۔ دروازے پر دستک سنائی دی۔ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا ''اندر آ جاؤ۔''

دروازہ کھلتے ہی تین گن مین دندناتے ہوئے اندر آئے پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولے ''خبردار! ایک ذرا سی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ گولی چل جائے گی۔''

سونیا نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے پوچھا ''تم لوگ کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''کوئی بکواس کیے بغیر یہ بتاؤ وہ بچہ کہاں ہے؟''

''کس بچے کی بات کررہے ہو؟''

''ہم تمہارے پوتے کی بات کررہے ہیں۔''

''کیسی بات کررہے ہو؟ میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی پھر پوتا کہاں سے آ گیا؟''

ایک گن مین نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا ''کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم سونیا نہیں ہو؟''

''اچھا تو تم سونیا سے ملنے آئے ہو۔ میں سمجھ گئی اس کا ایک پوتا ہے۔ وہ ابھی اپنے پوتے کو لے کر یہاں سے گئی ہے۔''

''ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔ تم ہی سونیا ہو۔''

''میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں سونیا نہیں ہوں۔ وہ عورت پتا نہیں کیا چکر چلا رہی ہے۔ اس نے ابھی مجھے دس ہزار روپے دیئے ہیں اور چہرے پر میرے میک اپ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک گیسٹ بن کر رہنا ہے۔ وہ اپنے پوتے کو کہیں پہنچانے گئی ہے۔ ابھی واپس آئے گی تو پھر میری یہاں سے چھٹی ہوجائے گی۔''

''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارے چہرے پر اس نے میک

اپ کیا ہے۔"

"ہاں...... یقین نہ ہو تو ابھی دیکھ لو۔"

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس ائی اور میک اپ ریمور کریم اٹھا کر اپنے چہرے پر لگانے لگی اور میک اپ صاف کرنے لگی۔ میک اپ صاف ہونے لگا۔ پہلے جو چہرہ تھا وہ نکلنے لگا۔

وہ سب اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ دوسرے گن مین نے کہا "اس مکار عورت سے ہوشیار رہو وہ دھوکا دے کر یہاں سے جا سکتی ہے اور اپنے پوتے کو بھی لے جا سکتی ہے۔ ہم اسے پکڑ نہیں سکیں گے۔"

سونیا نے کہا "وہ تمہارے آنے سے صرف دو منٹ پہلے یہاں سے گئی ہے۔ تم جس لفٹ سے آئے ہو اسی لفٹ سے نیچے گئی ہے۔"

ایک گن مین نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا "تم لوگ فوراً لفٹ سے نیچے جاؤ اور دیکھو وہ ابھی باہر نہیں گئی ہوگی۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ گن مین نے کہا "میں تمہارا فون استعمال کروں گا پھر باتیں کروں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی سونیا نے ایک کک ماری۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر دور جا پڑی۔ وہ اسے لینے کے لیے لپکا تو ایک ٹھوکر لگی۔ وہ لڑھکتا ہوا دور جا گرا۔ سونیا نے گن اٹھا کر کہا "گدھے کے بچے! یہاں آنے سے پہلے یہ تو معلوم کر لینا چاہیے تھا کہ میرا اصلی چہرہ کیسا ہے؟ تم اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ تمہارا باس کہاں ہے؟ اور کون ہے؟"

اس نے کہا "ہم یہ سب نہیں جانتے۔ وہ ہم سے فون پر رابطہ کرتا ہے۔"

"چلو تو پھر فون پر رابطہ کرو۔ میں بھی اس سے بات کروں گی۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے اور اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگا پھر آواز سنائی دی "ہیلو! کیا رپورٹ ہے؟"

"باس آپ نے درست کہا تھا کہ سونیا بہت مکار ہے۔ وہ ہمیں دھوکا دے گی اور ہم دھوکا کھا جائیں گے۔ یہاں یہی ہو رہا ہے۔ اس وقت میری گن سونیا کے ہاتھ میں ہے اور میں نشانے پر ہوں۔"

اس نے ریسیور بڑھایا۔ سونیا نے اسے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو......؟ کس بل میں چھپے ہو؟ کون ہو؟ اتنا تو بتا دو۔ تاکہ تمہاری دشمنی کی کوئی وجہ تو معلوم ہو سکے۔"

وہ بولا "شیوانی کی موت اور عدنان کی گمشدگی کے حوالے سے بہت کچھ جان سکتی ہو۔ باقی اور بھی بہت کچھ جانتی رہو گی۔"

"میں تمہیں پہلی اور آخری بار سمجھاتی ہوں کہ میرے پوتے سے دشمنی نہ کرو۔ تمہیں یہ دشمنی بہت مہنگی پڑے گی۔ زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ زندگی بہت مختصر ہو جائے گی۔ یہ یاد رکھو کہ تمہارے فرشتے بھی میرے پوتے تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

اس نے قہقہہ لگایا پھر کہا "تم اسے جہاں چھوڑ کر گئی تھیں۔ اب وہ تمہیں وہاں نہیں ملے گا۔ میریا کے پاس جاؤ یا فون کر کے معلوم کر لو پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ مکاری میں میں تمہارا بھی باپ ہوں۔"

وہ ریسیور پھینک کر دوڑتی ہوئی باہر گئی پھر لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر دیکھا تو وہاں عدنان نہیں تھا۔ اس نے منیجر سے پوچھا "تم نے اسے کیوں جانے دیا؟ وہ کہاں گیا ہے؟"

"میں کیا کر سکتا تھا۔ اس کی ماں اسے لینے آئی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم نے اس کی ماں کو دیکھا ہے؟"

"میں نہیں جانتا مگر آپ کا پوتا اسے پہچان رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ یہ میری ممی ہیں۔ میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔"

سونیا نے فوراً موبائل کے ذریعے پورس سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہوتے ہی اس نے پوچھا "کیا انا میریا تمہارے ساتھ ہے؟"

"یس مما! یہ میرے ساتھ ہے۔ بات کیا ہے؟"

"ہوٹل کا منیجر کہہ رہا ہے کہ انا میریا یہاں آئی تھی اور عدنان کو اپنے ساتھ لے گئی ہے۔"

"اوہ نو مما! یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ پچھلے پون گھنٹے سے میرے ساتھ ہے یہ بتائیں عدنان وہاں سے کب گیا ہے؟"

سونیا نے منیجر سے پوچھا "وہ بولا کہ ابھی پندرہ منٹ پہلے ہی اس کی ماں اسے لے گئی ہے۔"

سونیا نے کہا "پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے۔ کوئی ایسی عورت یہاں آئی تھی جو انا میریا سے مشابہت رکھتی ہے یا اس کی ڈمی بن کر آئی تھی۔ عدنان دھوکا کھا گیا اسے اپنی ممی سمجھ کر اس کے ساتھ چلا گیا ہے۔"

منیجر کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ دوسری طرف کی آواز سنی پھر سونیا کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ کا فون ہے۔

سونیا نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو...... کون؟"

سونیا نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی مکاریاں دکھائیں۔ خود بھی دھوکے کھائے اور پھر ان دھوکوں کے جواب میں اپنی طرف سے مکاریوں کا مظاہرہ بھی کیا۔ اس نے جب بھی انتقامی کارروائیاں کیں تو بڑے بڑے دشمنوں کے ہوش بھلا دیے۔ اب بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

ایک طویل عرصے کے بعد کوئی دشمن سونیا کے لیے چیلنج بن گیا تھا۔ فی الحال یہ پریشانی تھی کہ وہ روپوش تھا۔ گمنام تھا۔ اس کا کوئی نام بھی معلوم نہیں تھا۔ وہ کہاں رہتا تھا؟ کس ملک سے تعلق رکھتا تھا؟ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔

ویسے ایک اندازہ تھا کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔ کچھ عرصہ پہلے راسپوٹین سوم نے شیوانی سے دشمنی کی تھی اور اس کے ہونے والے بیٹے کو قتل کر دینا چاہا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اب اس راسپوٹین کے حوالے سے یہ سوچا جا سکتا تھا کہ موجودہ دشمن کا تعلق بھی اسی راسپوٹین سوم سے ہے اور اتنی بڑی دنیا میں ایک چھوٹا سا بچہ عدنان اس کے لیے ہی ناقابل برداشت ہے۔

اعلیٰ بی بی اور عبداللہ بھی پریشان تھے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ تک پہنچنے کے باوجود کچھ کر نہیں پا رہے تھے۔ چونکہ وہ گہری غفلت میں تھا اس لیے اس کے ذریعے آس پاس کی آوازیں بھی نہیں سن سکتے تھے۔ اگر اس کے قریب کوئی بولتا رہتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے لیکن ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے مجھے مخاطب کیا اور کہا "پھر گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ایک گہری سازش کے تحت اس بار عدنان کو اغوا کیا گیا ہے۔ پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ کم بخت دشمن کون ہے؟"

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ بولی "ہم بڑی بڑی مشکلات سے گزرتے ہیں۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی حاصل کرتے ہیں لیکن اس بار میں بہت پریشان ہو گئی ہوں۔"

"کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟"

"اس لیے کہ وہ دشمن عدنان کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ اب سے تین برس پہلے بھی یہی ہوا تھا۔ اس نے عدنان کی پیدائش کے وقت اسے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تب میں نے کسی طرح اسے بچا لیا تھا۔ اس بار کیسے بچاؤں؟ کیا کروں؟ کیسے اپنے پوتے تک پہنچوں؟"

"تم فکر اور پریشانی کو کبھی اپنے پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتی تھیں لیکن آج پوتے کی خاطر اپنے اصولوں کو بھول رہی ہو۔ تمہیں اس وقت بھی پتھر بن جانا چاہیے۔ تم اس وقت ماں نہیں ہو۔ دادی نہیں ہو۔ صرف مکارِ زمانہ میڈم سونیا ہو۔ پہلے اپنے اندر کی فولادی سونیا کو بیدار کرو۔ اس کے بعد دیکھو کہ تم کیا کر گزرو گی؟"

پھر میں نے عالی سے کہا "جس محاذ پر تمہاری مما جنگ کرتی ہیں۔ وہاں میں نہیں آتا۔ وہ خود ہی اپنے معاملات سے نمٹ لیتی ہیں لیکن اس بار وہ پوتے کی وجہ سے کمزور پڑ رہی ہیں۔ ان کا کوئی ساتھ نہ دے۔ انہیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔ وہ تنہا رہیں گی تب ہی اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنجوڑ کر بیدار کریں گی۔ میں جا رہا ہوں۔"

"پاپا! آپ بہت سنگ دل ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے بیٹی! وہ دادی اماں بن کر کمزور پڑ گئی ہیں۔ ان کی کمزوری دور کرنا ہوگی۔ تم بھی ان سے صاف صاف کہہ دو کہ صرف خیال خوانی تک کام آؤ گی۔ اس سے زیادہ ان کے پوتے کے لیے کچھ نہیں کر سکو گی۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ عالی نے کہا "مما! آپ نے پپا کی باتیں سن لی ہیں۔ وہ درست کہہ رہے ہیں۔ عدنان آپ کا پوتا ہے آپ ہی اسے واپس لائیں گی۔ ہم اس سلسلے میں آپ کی صرف مدد کرتے رہیں گے لہٰذا میں خیال خوانی کے ذریعے آپ کے کام آتی رہوں گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کروں گی۔"

سونیا نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ ابھی جاؤ پندرہ منٹ کے بعد آؤ گی تو میں تم سے کام لوں گی۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا اب پورس سے رابطہ کر کے انا میریا سے بات کرنا چاہتی تھی۔ فی الحال ایک وہی تھی جو عدنان کے دماغ میں جا کر رہ سکتی تھی۔ اس کے خیالات گڈمڈ رہتے تب بھی اس کی ذہنی حالت کو سمجھ سکتی تھی اور اس کے خیالات بھی پڑھ سکتی تھی۔

انا میریا کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔ وہ قدرتی طور پر شیوانی کی ذات میں اس قدر جذب ہو گئی تھی کہ جب بھی آئینے میں شیوانی کو دیکھتی تھی تو اس کے اندر ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچ جایا کرتی تھی۔

سونیا اس سے بات کرنے کے لیے پورس کے موبائل نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ اسی وقت پورس دروازہ کھول کر اندر آیا۔ انا بھی اس کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا "مما! اس سے ملیں۔ دیکھیں یہ بالکل شیوانی لگ رہی ہے نا؟"

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "آؤ بیٹی! تم سے پہلی بار مل رہی ہوں۔ تم سے مل کر مجھے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرنا چاہیے لیکن عدنان کی گمشدگی

نے مجھے پریشان کررکھا ہے۔اس لیے میں رسمی طور پر بھی خوشی کا اظہار نہیں کروں گی۔''

انا نے کہا''مما! میں آپ کی ذہنی اور دلی کیفیت کو سمجھ رہی ہوں۔''

''تو پھر باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً میرے پوتے کے دماغ میں پہنچو اور دیکھو اس کی ذہنی حالت کیسی ہے؟ اور کیا تم اس کے بارے میں کچھ معلوم کرسکتی ہو؟''

''مما! آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں اس کے دماغ میں بار بار جارہی ہوں۔ وہ بے ہوش ہے ذرا سا بھی ہوش آئے گا تو میں اسے مخاطب کرسکوں گی۔ وہ میری آواز کی لہروں کو سن لیتا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو؟''

''بالکل نہیں جانتی...... میں خود حیران ہوں کہ اس کے اندر کیسے پہنچ جاتی ہوں؟ بس ایک ممتا کا جذبہ ہے جو اتنی شدت اختیار کرلیتا ہے کہ میں آئینے میں دیکھ کر اپنے بیٹے کے اندر ڈوب جاتی ہوں۔''

سونیا نے کہا''راسپوٹین نے شیوانی سے دشمنی کی تھی۔ وہ اسے اور عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ عدنان کو تو میں نے بچالیا تھا لیکن شیوانی کو نہ بچاسکی۔ اب یہ اندازہ ہورہا ہے کہ اس راسپوٹین کا تعلق روس سے تھا۔ کیا موجودہ دشمن بھی روس سے تعلق رکھتا ہے اور راسپوٹین سوم سے اس کا کوئی تعلق ہوسکتا ہے؟''

انا نے کہا''بے شک...... یہی بات ہے۔ وہ کئی بار مجھے چیلنج کرنے کے دوران میں کہہ چکا ہے کہ عدنان اپنی پیدائش کے وقت کسی طرح بچ گیا تھا۔ اب نہیں بچ سکے گا اور میں اس کی حفاظت نہیں کرپاؤں گی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ دشمن اسی راسپوٹین کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا رشتے دار ہو اور اس سے خون کا رشتہ ہو۔''

پورس نے کہا''انا! تم کہتی ہو کہ موجودہ دشمن ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ علم نجوم اور دوسرے پراسرار علوم کا بھی ماہر ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ راسپوٹین سے اس کا گہرا تعلق ہے خون کا رشتہ ہے ہوسکتا ہے کہ وہ راسپوٹین چہارم ہو؟''

سونیا نے کہا''جب تک اس کی اصلیت معلوم نہ ہو۔ تب تک ہم اسے راسپوٹین چہارم ہی کہا کریں گے۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں ادھر سے ادھر گئی۔ کچھ سوچتی رہی پھر بولی''راسپوٹین اور اس کی اولاد شاہانہ طرز زندگی گزارنے کے عادی ہیں۔ پہلا راسپوٹین زار روس کے محل میں رہا کرتا تھا۔ وہاں حکومت تبدیل ہوئی راسپوٹین کے بیٹے سرکاری اعلیٰ عہدے داروں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے۔ شیوانی سے دشمنی کرنے والا راسپوٹین سوم بھی روس کی موجودہ حکومت میں اونچی اہمیت کا حامل تھا اور موجودہ حکمران اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کے باعث اس کے دباؤ میں رہا کرتے تھے۔''

وہ پورس اور انا میریا کے سامنے آکر بیٹھ گئی پھر بولی''ہم موجودہ دشمن کو راسپوٹین کہہ رہے ہیں۔ اس حوالے سے ہم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ راسپوٹین چہارم بھی موجودہ حکمرانوں کے درمیان خاص اہمیت رکھتا ہوگا۔ اگر ہمارے خیال خوانی کرنے والے ان حکمرانوں کے اندر پہنچیں تو اس دشمن کا سراغ مل سکتا ہے۔''

پورس نے کہا''مما! آپ صحیح سمت میں سوچ رہی ہیں۔ ہم اس دشمن کو ہر ملک میں تلاش کریں گے لہٰذا روس کے اکابرین سے اس کی تلاش شروع کی جائے۔''

پورس نے موبائل فون کے ذریعے عبداللہ سے رابطہ کیا پھر کہا''تم مما کے پاس آؤ۔''

اس نے فون بند کردیا۔ عبداللہ فوراً ہی سونیا کے پاس پہنچ کر بولا''یس میڈم! میں حاضر ہوں۔''

سونیا نے کہا''اعلیٰ بی بی کبریا اور ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلاؤ۔ میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''ہمارے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ ان سے صرف اتنا کہنا کافی ہوگیا کہ انہیں میڈم سونیا نے ابھی بلایا ہے۔ وہ پانچ منٹ کے اندر ہی اس کے پاس آگئے۔ سب نے کہا کہ ہم حاضر ہیں۔

سونیا نے کہا''تم سب کو روس کے اکابرین اور فوج کے اعلیٰ افسران کے اندر پہنچنا ہے پھر وہاں کی پولیس اور سیکیورٹی کے جتنے شعبے ہیں۔ ان کے اعلیٰ عہدے داروں کے اندر بھی پہنچنا ہے اور یہ معلوم کرنا ہے کہ اس ملک میں ایسا کون ہے جو وہاں کے اکابرین کو اعلیٰ عہدے داروں کو اور آرمی کے افسران کو متاثر کرتا ہے؟ ان سے گہری واقفیت رکھتا ہے؟ اور وہ سب اس آدمی کی عزت کرتے ہیں۔ اسے اہمیت دیتے ہیں اور اہم سرکاری تقریبات میں اسے مدعو کیا کرتے ہیں۔''

اعلیٰ بی بی نے کہا''ہمیں ایسے افراد کی طرف توجہ دینی ہوگی جو پراسرار علوم جانتے ہیں۔''

کبریا نے کہا''اور وہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگا تو وہ خود کو ظاہر نہیں کررہا ہوگا۔ خود کو یا تو علم نجوم کا ماہر کہتا ہوگا۔ کسی پراسرار علم کے ذریعے اپنی دھاک جمارہا ہوگا۔''

سونیا نے کہا''مختصر یہ کہ کسی بھی غیر معمولی صلاحیت

رکھنے والے کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اسے اندر تک خوب گہرائی تک ٹٹولا جائے۔ کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہوں گی۔''

وہ سب سونیا کے دماغ سے چلے گئے۔ اس نے عالی سے کہا''تم ابھی نہ جاؤ۔ میرے پاس رہو۔''

پورس نے انا سے کہا''تمہیں آئینہ دیکھنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے شیوانی تمہیں عدنان کے بارے میں کچھ بتاسکے۔''

''میں ابھی یہی سوچ رہی تھی۔ شاید عدنان ہوش میں آگیا ہوگا۔''

اس نے اپنے گریبان سے چھوٹا سا آئینہ نکالا پھر اس میں دیکھنے لگی۔ سونیا اور پورس اس کے پیچھے آکر کھڑے ہوگئے۔ اس آئینے میں دیکھنے لگے۔ انہیں شیوانی نظر نہیں آرہی تھی۔ آئینے میں انا میریا کا عکس تھا لیکن انا کو اپنا عکس نظر نہیں آتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے شیوانی ہوتی تھی۔ اس سے آنکھیں ملتے ہی انا ان آنکھوں میں جذب ہوتی ہوئی عدنان کے اندر پہنچ گئی۔

وہ ایک بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ کمرے کے کھڑکی دروازے بند تھے۔ لائٹ بند تھی۔ دن کا وقت تھا اس لیے کمرے میں دھیمی دھیمی روشنی سی تھی۔

وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور سر گھما گھما کر کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں کی ہر چیز مٹی مٹی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی گرینڈ مما اس کے پاس ہیں۔

پھر اسے یاد آیا کہ اس کی ممی ہوٹل میں منیجر کے کمرے میں آئی تھیں اور اسے اپنے ساتھ کہیں لے جارہی تھیں لیکن کار میں بیٹھتے ہی جب ممی نے اسے گلے لگا کر چومنا چاہا تو اسی وقت اس نے رومال اس کی ناک پر رکھ دیا۔ جس کے بعد اسے ہوش نہ رہا۔ وہ غافل ہوگیا۔ اب اسے ہوش آیا تو وہ اپنے آپ کو انجانی جگہ دیکھ رہا تھا۔

انا میریا آئینے کے اندر سما کر اس کے اندر پہنچی ہوئی تھی۔ اس نے مخاطب کیا''بیٹے! میں تمہاری ممی بول رہی ہوں۔ تم اس وقت کہاں ہو؟''

''ممی! یہ تو آپ ہی بتاسکتی ہیں کہ آپ مجھے کہاں لے آئی ہیں؟''

''بیٹے! میں تمہیں نہیں لائی ہوں۔ تم یہاں دھوکے سے لائے گئے ہو۔''

''نہیں ممی! آپ اس منیجر کے کمرے میں آئی تھیں۔ میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا۔ پھر آپ کے ساتھ کار میں بیٹھا تو آپ نے مجھے کس کیا۔ اس وقت پتا نہیں آپ کے رومال میں کیسی خوشبو تھی کہ مجھے کچھ پتا ہی نہ چلا کہ کیسے گہری نیند سوگیا؟''

''بیٹے! میں تمہیں کچھ باتیں سمجھارہی ہوں۔ توجہ سے سنو اور یقین کرو۔ پہلی بات تو یہ کہ تم جس کے ساتھ آئے وہ میں نہیں تھی۔ میری جگہ دشمن عورت تھی۔ اس نے چہرے پر میرا ماسک پہن رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے تم دھوکا کھاگئے۔''

''اوہ ممی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ اگر میں دھوکا کھارہا تھا تو آپ نے اسی وقت مجھے خبردار کیوں نہیں کیا؟ مجھے اس عورت سے چھین کیوں نہیں لیا؟''

''بیٹے! اس وقت میں دوسری جگہ تھی۔ تمہارے پاس نہیں آسکتی تھی۔ اس لیے اس دشمن عورت کو دشمنی کرنے کا موقع مل گیا لیکن پریشان نہ ہو۔ اب میں جو کہوں گی وہ تم کرتے رہوگے۔''

''میں ہمیشہ وہی کرتا ہوں جو آپ کہتی ہیں۔''

''شاباش...... ابھی تمہاری آنٹی عالی تمہارے پاس آئیں گی۔ تم سے باتیں کریں گی اور تمہارے دماغ میں رہا کریں گی۔ تم ان سے باتیں کروگے۔ اور اپنے حالات بتاتے رہوگے۔ وہ تمہارے اندر رہ کر اس دشمن عورت تک پہنچیں گی۔ پھر تمہیں اس سے نجات دلا کر میرے پاس لے آئیں گی۔''

''اس کی آنکھیں آئینے کے اندر شیوانی کی آنکھوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ وہ وہاں سے نظریں ہٹائے بغیر بولی۔ ''مما! کیا عالی آپ کے پاس ہے؟''

سونیا نے جلدی سے کہا''ہاں بیٹی! وہ ہے۔''

''ان سے کہیں کہ ابھی عدنان کے دماغ میں جائیں۔ وہ ہوش میں آگیا ہے۔ میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کرے۔''

عالی یہ سنتے ہی عدنان کے پاس چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا ''میرا پوتا کہاں ہے؟ کچھ پتا چلا؟''

''مما! وہ ایک بند کمرے میں ہے۔ باہر نکلے گا یا باہر سے کوئی آئے گا تو پتا چلے گا کہ وہ کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟''

وہ بول رہی تھی اور شیوانی کی نظروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ پھر بیٹے کے پاس پہنچ گئی تھی۔ وہاں عالی عدنان سے کہہ رہی تھی''بیٹے! میں تمہاری آنٹی ہوں۔ اور میرا نام اعلیٰ بی بی ہے۔ سب مجھے عالی کہتے ہیں۔ مجھ سے دوستی کروگے نا؟''

وہ چپ ہوکر انتظار کرنے لگی۔ وہ جیسے نہیں سن رہا تھا۔

کبھی کھڑکی کبھی دروازے کے پاس جا کر اسے ہلا کر کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عالی نے پوچھا ''بیٹے! کیا ہوا؟ تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

وہ دروازے کے پاس سے پلٹ کر بیڈ کے پاس آیا۔ وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا۔ اس وقت انا میریا نے کہا ''بیٹے! تمہاری آنٹی تم سے کچھ کہہ رہی ہیں۔ انہیں جواب دو۔''

اس نے خلا میں تکتے ہوئے پوچھا ''آنٹی؟ کون آنٹی؟ کیا وہ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں؟''

''ہاں بیٹے! کیا تمہیں سنائی نہیں دے رہا ہے؟''

''نو ممی! مجھے تو کسی کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ میں صرف آپ کی آواز سنتا ہوں۔''

عالی نے کہا ''انا! یہ تو بڑی پرابلم ہو جائے گی۔ میں اس کے ذریعے معلوم نہیں کر سکوں گی کہ یہ ابھی کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے شکنجے میں ہے؟''

''فکر نہ کرو۔ میں اس کے پاس مسلسل رہوں گی۔ ابھی دیکھتی ہوں شاید اس کے پاس کوئی آئے۔ تو میں کچھ معلوم کر سکوں گی۔ اور تمہیں بتاتی رہوں گی۔''

عالی نے کہا ''میں حیران ہوں کہ اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد بھی خیالات نہیں پڑھے جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کمرے میں ہے اور یہ کمرا کیسا ہے؟''

وہ سونیا کے پاس آ کر بولی ''مما! بڑی پرابلم ہے۔ دنیا کا کوئی خیال خوانی کرنے والا عدنان کے خیالات کبھی نہیں پڑھ سکتا۔ اور نہ ہی اسے اپنی آواز سنا سکتا ہے۔ وہ صرف انا کی آواز سنتا ہے اور اسی کو جواب دیتا ہے۔ انا اس کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر سکتی ہے لیکن انتظار کرنا ہوگا۔''

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''خدا کا شکر ہے اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔''

پھر اس نے پورس سے کہا ''تم باہر جاؤ اور گاڑی تیار رکھو۔ جیسے ہی مجھے اس کا کوئی پتا ٹھکانا معلوم ہوگا۔ میں تمہارے پاس آؤں گی۔ پھر ہم فوراً ہی وہاں پہنچنے کی کوشش کریں گے۔''

وہ انتظار کرنے لگے۔ بڑا تھکا دینے والا انتظار تھا۔ عدنان کے پاس کوئی نہیں آ رہا تھا لیکن اتنا تو یقین تھا کہ کھانے کے وقت اس کے بچے کو پوچھا جائے گا۔ اسے کھلانے پلانے کے لیے وہاں کوئی ضرور آئے گا۔

انتظار لمحوں کا ہو یا برسوں کا اپنے وقت پر ختم ہو ہی جاتا ہے۔ اس بند دروازے کے پیچھے آہٹ ہوئی۔ یوں لگا کوئی آ رہا ہے۔ انا میریا نے کہا ''بیٹے! ایسا ظاہر کرو جیسے تمہیں کسی دشمن ممی کا فراڈ معلوم ہی نہیں ہوا ہے۔ اگر وہ ممی کے روپ میں آ رہی ہے تو اسے ممی کہو اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھو۔''

دروازہ کھل گیا۔ عدنان نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ کھلے دروازے کے پاس اس کی ممی انا میریا کھڑی ہوئی تھی۔ انا میریا نے اس کے اندر پوچھا ''بیٹے! کیا تم اپنے سامنے مجھے دیکھ رہے ہو؟''

''یس ممی! میرے سامنے آپ کھڑی ہوئی ہیں۔ میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔ لیکن آپ کے ہونٹ نہیں ہل رہے ہیں۔ آپ چپ ہیں مجھے دیکھ رہی ہیں۔''

''بیٹے! یہ دھوکا ہے۔ میں پہلے سمجھا چکی ہوں کہ وہ تمہاری ممی نہیں ہے لیکن تم ممی کہہ کر آگے بڑھو اور محبت سے اس کے گلے لگ جاؤ۔ اسے یہ معلوم نہ ہونے دو کہ تم اس کا فراڈ سمجھ رہے ہو۔''

ایسے ہی وقت عدنان کے اندر خیالات گڈمڈ ہونے لگے۔ اعلیٰ بی بی اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس آئی پھر بولی ''مما! انا سے پوچھیں کہ اس کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں اب مجھے انا کی بھی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

سونیا نے انا سے کہا ''بیٹی! عالی میرے پاس آئی ہے۔ کہہ رہی ہے کہ عدنان کے خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کیا تم اس کے اندر ہو۔''

''یس ممی! آپ فکر نہ کریں۔ اگر اس کے خیالات گڈمڈ ہوئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن عدنان کے اندر پہنچا ہوا ہے اور اس کے خیالات پڑھنا چاہتا ہے لیکن اب ناکام رہے گا۔ اور یہ اچھا ہی ہے۔''

یہ اس لیے اچھا تھا کہ عدنان اس وقت اس دشمن عورت کے فراڈ کو سمجھ گیا تھا اور اب اپنی ممی کی ہدایات کے مطابق اسے خوش فہمی میں مبتلا کر رہا تھا اس نے دونوں ننھے ننھے بازو پھیلا کر کہا ''ممی! آپ کہاں چلی گئی تھیں؟''

اس ڈمی ممی نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر سینے سے لگا کر چوم لیا اور پھر کہا ''بیٹے! میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم گہری نیند میں ہو اس لیے کام سے چلی گئی تھی۔ کیا تمہیں بھوک لگ رہی ہے؟''

اس وقت راسپوٹین چہارم اس ڈمی کے اندر بول رہا تھا۔ ''یہ کم بخت شیطان کا بچہ ہے۔ میں اس کے اندر آتا ہوں تو خیال گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ ایک بھی خیال پڑھا نہیں جاتا۔ اسے بہلاؤ پھسلاؤ اور پوچھو کیا اس کے اندر کوئی عورت بول رہی ہے؟''

اس عورت نے عدنان کو کرسی پر بٹھا کر سر میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''بیٹے! میں ابھی تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے دماغ میں کوئی آ رہا ہے؟ کوئی عورت یا کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا بول رہا ہے؟''

عدنان نے تیزی سے دائیں بائیں سر ہلاتے ہوئے کہا ''نو ممی! میرے اندر کوئی نہیں آ رہا ہے۔ جب آپ میرے اندر آتی ہیں تب ہی آپ کی آواز سنتا ہوں۔ اور میں نے آج تک کسی اور کی آواز نہیں سنی۔''

ڈمی نے سوچ کے ذریعے کہا ''باس! آپ اس کی باتیں سن رہے ہیں؟ واقعی یہ مجھے اپنی ممی سمجھ رہا ہے اور اس کی ممی ابھی تک اس کے دماغ میں نہیں آئی ہے۔ اسے بے ہوش سمجھ رہی ہے۔''

''اب میں اس کے دماغ میں مسلسل رہوں گا۔ تم اسے لے کر یہاں سے نکلو۔ راستے میں اسے کچھ کھلاتی پلاتی رہنا؟''

''باس! اسے لے کر کہاں جانا ہوگا؟''

''تم فوراً یہاں سے نکلو اور سی پورٹ پہنچو۔ وہاں ہماری موٹر بوٹ ہے۔ تم عدنان کے ساتھ جزیرہ کیپری اترو گی۔''

انا میریا آئینے میں شیوانی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مسلسل دیکھتے ہوئے اس نے سونیا کو مخاطب کیا ''مما! فوراً یہاں سے اٹھیں اور سی پورٹ جائیں۔ وہ عدنان کو لے کر وہاں پہنچنے والی ہے۔ ایک موٹر بوٹ کے ذریعے جزیرہ کیپری جائے گی۔''

وہ فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر بولی ''انا! تم بھی میرے ساتھ چلو۔''

وہ بولی ''سوری مما! میں نہیں جا سکتی۔ یہاں بیٹھ کر مجھے مسلسل آئینے کو دیکھنا ہے اور عدنان کے اندر رہنا ہے۔''

سونیا نے کہا ''پھر ہمیں یہ معلوم کیسے ہوگا کہ وہ آگے عدنان کو کہاں لے جا رہے ہیں؟ ہو سکتا ہے وہ راستہ بدل دے۔ سی پورٹ نہ جائے؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''مما! مشکل یہ ہے کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا انا کے دماغ میں بھی نہیں رہ سکتا۔ ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے آر پار ہو جاتی ہیں۔''

سونیا نے کہا ''پورس تم انا کے ساتھ رہو۔ عالی تمہارے ساتھ رہے گی۔ انا جو تم سے کہتی رہے گی وہ باتیں عالی مجھ تک پہنچایا کرے گی۔ میں جا رہی ہوں۔''

پھر وہ فوراً ہی تیزی سے پلٹ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

مشکل یہ تھی کہ عالی عدنان کے اندر رہ کر اس ڈمی انا میریا کی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔ اگر سن لیتی تو اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ سکتی تھی۔ اگرچہ وہ ڈی یوگا میں مہارت رکھتی تھی لیکن اس وقت راسپوٹین چہارم اس کے اندر موجود تھا۔ اس لیے کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا بھی آسانی سے اس ڈمی کے خیالات پڑھ سکتا تھا۔

عدنان تک پہنچنے کا یہ اچھا موقع تھا لیکن وہی مشکل تھی کہ فی الحال اس ڈمی کے اندر پہنچنے کا بھی کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ عدنان کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں آئی پھر کچن میں پہنچ کر ایک ٹفن کیریئر اٹھاتے ہوئے بولی ''اس میں تمہارا کھانا پیک کیا ہوا ہے۔ میرے ساتھ چلو کار میں بیٹھ کر کھاتے رہنا۔ میں نے تمہارے لیے بہترین جوس بھی بنایا ہے۔''

وہ کھانے کا سامان اٹھا کر عدنان کے ساتھ چلتی ہوئی بنگلے کے باہر آئی۔ عدنان نے اس کے ساتھ بیٹھ کر سامنے کی طرف دیکھا۔ اس بنگلے کے ٹھیک سامنے شاہراہ کی دوسری طرف امریکن ایکسپریس کا بہت بڑا نیو سائن تھا۔ انا میریا اپنے بیٹے کے اندر رہ کر اس کے خیالات کے ذریعے معلوم کر سکتی تھی۔ اس نے پورس سے کہا ''وہ بنگلا جہاں عدنان کو رکھا گیا تھا۔ اس کے سامنے بینک امریکن ایکسپریس کا نیو سائن ہے۔ اب وہ میری ڈمی عدنان کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سی پورٹ کی طرف جا رہی ہے۔''

عالی نے یہ باتیں سونیا کو بتائیں۔ سونیا تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے سی پورٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے کہا ''اب تو میں ادھر ہی جا رہی ہوں اور وہ ادھر سے نکل چکی ہے۔ اسے اسی طرف آنا ہے۔ وہاں .... سی پورٹ میں بہت سی پرائیویٹ موٹر بوٹس ہوں گی۔ مجھے معلوم کرنا ہے کہ وہ کس موٹر بوٹ میں جانے والی ہے۔''

اس نے دشمن کو نقلی سونیا بن کر دھوکا دیا تھا۔ اس کے آدمی سونیا کو اور عدنان کو قتل کرنے آئے تھے لیکن اسے ڈمی سونیا سمجھ کر دھوکا کھا گئے تھے ایسا ہی دھوکا راسپوٹین چہارم نے سونیا کو دیا تھا۔ انا میریا کی ڈمی کے ذریعے عدنان کو اغوا کیا تھا۔ ایک طرح سے وہ کامیاب ہوا تھا لیکن دوسری طرف ناکام ہوا تھا۔

وہ اس طرح کہ اس کے آدمی سمجھ رہے تھے کہ جس کمرے میں وہ گئے تھے وہاں ڈمی سونیا ہے۔ اصلی سونیا کہیں دوسری جگہ ہے یہی وجہ تھی کہ جب سونیا اس ہوٹل سے باہر نکل کر کار میں جانے لگی تو کسی نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ راسپوٹین کے آدمیوں نے دھوکا کھایا تھا۔ کوئی اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔

وہ سی پورٹ کے اس حصے میں پہنچ گئی جو پرائیویٹ بوٹس کے لیے مخصوص تھا وہاں تقریباً بیس موٹر بوٹس تھیں۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے آخری موٹر بوٹ کی طرف گئی پھر وہاں سے پانی میں اتر گئی۔

اس کی اپنی لائن آف ایکشن تھی۔ وہ وہاں بوٹ میں عدنان کو اس ڈی انا میریا سے چھیننا نہیں چاہتی تھی۔ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے آگے پیچھے اس کے محافظ ہوں گے۔ اگر اسے وہاں چھیڑا جائے گا تو گولیاں چلیں گی اور عدنان ان گولیوں کی زد میں آسکتا تھا لہٰذا وہ چھپنے کے لیے پانی کے اندر چلی گئی۔

وہ ڈمی عدنان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی موٹر بوٹ کی طرف جانے لگی۔ اس کے دماغ میں راسپوٹین چہارم موجود تھا۔ دوسرے مسلح آلہ کار بھی دور دور پھیلے ہوئے تھے۔ اس تاک میں تھے کہ کوئی اس ڈمی کا اور عدنان کا راستہ روکے گا تو اسے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔

دو گن مین اس ڈمی اور عدنان کے ساتھ چلتے ہوئے اس موٹر بوٹ کے پاس آئے۔ سب نے وہاں رک کر آس پاس دور دور تک دیکھا۔ کوئی دشمن نظر نہیں آرہا تھا۔ کوئی راستہ روکنے والا نہیں تھا۔ وہ مطمئن ہو کر عدنان کو بازوؤں میں اٹھا کر موٹر بوٹ پر آ گئی۔ راسپوٹین نے انہیں حکم دیا تھا کہ صرف وہ عدنان کو لے کر موٹر بوٹ سے کیپری جزیرے پر جائے گی۔ کوئی اور اس بوٹ پر نہیں جائے گا۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ان آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ سکتے ہیں۔

وہ بڑی کامیابی سے عدنان کو موٹر بوٹ پر لے آئی تھی۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا کہ ہم میں سے کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے اس لیے کسی مسلح آلہ کار کی ضرورت نہیں تھی۔ اس ڈمی اور عدنان کی نگرانی کرنے کے لیے راسپوٹین کافی تھا۔ ایک آلہ کار نے موٹر بوٹ کا لنگر کھول دیا۔ ڈمی نے موٹر اسٹارٹ کی پھر وہ سست رفتار سے آگے بڑھتی ہوئی گہرے پانی کی طرف جانے لگی۔ راسپوٹین اپنی ڈمی اور آلہ کاروں کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ دور دور تک کوئی راستہ روکنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے ڈمی سے کہا "رفتار بڑھاؤ۔"

اس نے رفتار بڑھائی۔ موٹر بوٹ تیز رفتاری سے پانی کو چیرتی ہوئی جزیرہ کیپری کی طرف بڑھنے لگی۔ سونیا پانی میں غوطہ لگا کر ان موٹر بوٹس کے نیچے سے گزرتی ہوئی اس بوٹ کی طرف آئی تھی جس پر ڈمی عدنان کے ساتھ سوار ہوئی تھی۔

وہ اس وقت گردن تک پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جب وہ سب موٹر بوٹ پر آئے۔ تو وہ پانی کے اندر چلی گئی۔ سانس روک کر موٹر بوٹ کے نچلے حصے سے چپک گئی۔ اس عمر میں بھی وہ تقریباً دس منٹ تک سانس روک سکتی تھی۔ اس لیے دم سادھے وہاں انتظار کرتی رہی۔ وہ موٹر بوٹ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ سونیا وقت کا حساب کر رہی تھی۔ جب وہ تیزی سے چلتی ہوئی دور نکل گئی۔ دس منٹ پورے ہونے لگے تو اس نے پانی سے سر نکالا۔ موٹر بوٹ کی تیز رفتاری ایسی تھی کہ لہریں بڑی شدت سے ٹکرا رہی تھیں اور اس کی ہڈیوں پر جیسے ضربیں لگا رہی تھیں۔ وہ یہ تکلیف برداشت کر رہی تھی۔ وہ اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے بڑے بڑے خطرات سے کھیلتی آئی تھی۔

وہ موٹر بوٹ کی تیز رفتاری اور تلوار کی طرح تیز لہروں کی تکلیف برداشت کر رہی تھی۔ پھر یکبارگی پانی سے ابھر کر قلابازی کھاتی ہوئی اس بوٹ پر آ گئی۔ ڈمی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ ایک دم سے چونک گئی تھی، سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ گہرے سمندر کے پانی میں سے وہ ایک بلا کی طرح وہاں آ جائے گی۔

راسپوٹین نے پریشان ہو کر کہا "ارے...... یہ مصیبت کہاں سے آ گئی۔ یہ کہاں تھی؟ کس طرح چھپی ہوئی تھی؟"

سونیا نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا "ہائے انا میریا! مائیں اولادوں کو پیدا کرتی ہیں لیکن میرا پوتا بڑا عجیب ہے۔ وہ مائیں پیدا کرتا جا رہا ہے۔ پہلی ماں شیوانی تھی جو زچگی کے وقت مر گئی۔ دوسری ماں انا میریا میرے ہوٹل کے کمرے میں ہے۔ تیسری تم ہو۔"

عدنان اپنی دادی کو دیکھتے ہی خوش ہو کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈمی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پھر دوسرے ہاتھ سے ریوالور نکالتے ہوئے بولی "مجھے باس نے کہا تھا کہ میڈم سونیا سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ وہ ہمیشہ خالی ہاتھ رہتی ہیں۔"

پھر اس نے باس کو مخاطب کیا "تھینک یو باس! تم نے درست کہا تھا یہ خالی ہاتھ ہے میں اسے گولی مار دوں؟"

وہ بولا "فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اسے گولی مار دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ہاتھ سے ریوالور نکل کر پانی میں چلا گیا۔ راسپوٹین نے غصے سے کہا "گدھے کی بچی یہ تو نے کیا کیا؟"

"باس! میں حیران ہوں۔ میں خود نہیں جانتی کہ یہ کیسے ہو گیا؟ اچانک میرے دماغ کو جھٹکا لگا تھا۔ میرے ہاتھ کو بھی جھٹکا لگا اور ریوالور پانی میں چلا گیا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کے خیال خوانی کرنے والے تیرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں۔"

اعلیٰ بی بی نے ان کی گفتگو کے دوران میں ڈمی کے دماغ کو پھر جھٹکا دیا۔ عدنان اس سے ہاتھ چھڑا کر چھلانگ لگا کر سونیا کی گود میں پہنچ گیا۔ اس نے عدنان کو چوم کر ایک طرف بٹھاتے ہوئے ڈمی سے کہا "میں تمہارے اندر چھپے ہوئے باس کو مخاطب کر رہی ہوں۔ کیا وہ اپنا تعارف کرائے گا؟"

اچانک اس ڈمی نے باس کی مرضی کے مطابق سونیا پر چھلانگ لگائی۔ سونیا نے اسے دونوں ہاتھوں سے روکا۔ اور ایک پاؤں سے دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ الٹ کر پانی میں چلی گئی۔ اس کا ایک ہاتھ سونیا کے ہاتھ میں تھا اس لیے وہ ابھی ڈوبنے سے بچی ہوئی تھی۔ خوف زدہ ہو کر کہہ رہی تھی "میڈم! مجھے بچاؤ مجھے ڈوبنے نہ دو۔"

سونیا نے کہا "اپنے باس سے بولو کہ وہ تمہاری مدد کو آئے۔ اگر وہ مجھ سے گفتگو کرے گا، اپنا تعارف کرائے گا تو میں تمہیں ڈوبنے سے بچا لوں گا۔"

وہ گڑگڑاتے ہوئے اپنے باس سے بولی "پلیز...... مجھے بچا لو...... میڈم سے بات کرو...... تم ہم سب سے چھپے رہتے ہو۔ اپنی اصلیت نہیں بتاتے۔ میری خاطر میڈم کو اپنا نام اور پتا بتاؤ۔ تم بہت شاطر ہو۔ بعد میں پنا نام و پتا بدل سکتے ہو۔ فار گاڈ سیک مجھے کسی بھی طرح بچا لو۔"

راسپوٹین نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ درد کی شدت سے چیخیں مار کر پانی میں مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔ موٹر بوٹ کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ سونیا نے کہا "تم ہم سے چھپ کر رہنا چاہتے ہو لیکن ہمیشہ نہیں چھپ سکو گے۔ جس طرح میں یہاں پہنچ گئی ہوں۔ اسی طرح تمہارے نام و پتے تک بھی پہنچنے والی ہوں۔ مجھے جلد ہی معلوم ہونے والا ہے کہ تم کون ہو؟ اور کہاں رہتے ہو؟"

راسپوٹین نے اپنی آلہ کار کے دماغ میں پھر زلزلہ پیدا کیا۔ اس بار وہ تکلیف کی شدت کو برداشت نہ کر سکی۔ بے ہوش ہو گئی اس کا ہاتھ سونیا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

سونیا نے بھی اسے پانی میں جانے دیا۔ اگر وہ اسے نہ ڈبوتی تو راسپوٹین اس کے اندر رہ کر اس کے اور عدنان کے لیے مصیبت بن سکتا تھا۔ وہ اپنی وفادار کو پانی میں ڈبو کر وہاں سے جا چکا تھا۔ پہلی بار سونیا سے ٹکرانے کے بعد وہ یقیناً پسینہ پسینہ ہو رہا ہوگا۔

☆☆☆

ایک انار تھا، دو بیمار تھے۔ ایک بیمار کا نام امیش بھاسکر اور دوسرے بیمار کا نام یوگیش بھاسکر تھا۔ دونوں باپ بیٹے تھے اور وہ دونوں بند دروازے کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔

اس دروازے کے پیچھے بند کمرے میں بندیا بھاسکر گئی ہوئی تھی۔ نہ باپ اسے پہچان رہا تھا۔ نہ بھائی اسے پہچان سکتا تھا۔ وہ اپنا روپ بدل چکی تھی۔ ایک زرخیز بدن والی نوجوان بھنگن کے اندر اس کی آتما سما گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ ایک بھنگن تھی۔ اس کا نام تانی تھا۔ اس کا باپ اور بھائی دونوں اسے قیامت تک پہچان نہیں سکتے تھے۔ چہرہ بھی بدلا ہوا تھا، جسم بھی بدلا ہوا تھا۔ وہ اس حلیے میں بھنگن دکھائی دیتی تھی۔

ویسے کنواری لڑکی بھرے بھرے بدن کی ہو، اس کا انگ انگ چیخ کر پکار رہا ہو۔ تو پھر مرد یہ نہیں دیکھتا کہ وہ بھنگن ہے یا آسمان سے اتری ہوئی اپسرا۔

دونوں باپ بیٹا یہ بات بھول گئے کہ وہ بھنگن ہے۔ وہ بندیا عرف تانی لباس بدلنے بلکہ اپنا حلیہ بدلنے کی لیے گئی تھی اس نے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ اپنے باپ اور بھائی کی نیت کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ ان بدنیت خون کے رشتوں سے کس طرح جان چھڑائے۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ باپ اور بھائی دونوں ہی اس کے جانی دشمن ہیں۔ اگر وہ گھر سے نہیں بھاگتی تو وہ دونوں اسے قتل کر دیتے۔ اب وہ واپس آنے کے بعد اس لیے محفوظ تھی کہ اس کا رنگ روپ بدل چکا تھا۔ وہ اسے اپنی بہن اور بیٹی کی حیثیت سے نہیں پہچان رہے تھے۔ ایک پرائی لڑکی سمجھ کر للچا رہے تھے۔ ایسے ہی وقت کہا جاتا ہے رام رام جپنا پرایا مال اپنا۔

اس وقت وہ اپنا مال اور ضروری کاغذات سمیٹنے آئی تھی کیونکہ اسے اب بندیا کی حیثیت سے کوئی نہ پہچانتا تھا اور اسے اپنے باپ کی دولت میں سے کوئی حصہ نہ ملتا۔ اس لیے اس کے اپنے بینک اکاؤنٹ میں جتنی رقم تھی اور کاغذات کے ذریعے جتنی زمین و جائداد تھی وہی اس کا مقدر تھا اور وہ کسی حد تک عیش و آرام سے زندگی گزار سکتی تھی۔

وہ شاور کے نیچے کھڑی نہا رہی تھی اور منصوبے بنا رہی تھی کہ آئندہ مال و دولت حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس کے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ ایک بار پھر دھرم دیرے یعنی مجھ سے ملاقات کرے گی۔ پہلی بار میں اس سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ وہ بندیا کی حیثیت سے مجھے ٹریپ نہیں کر سکی

تھی۔ اب اس کا خیال تھا کہ وہ بندیا سے بھی زیادہ خوب صورت ہوگئی ہے اس بار دھرم ویر اس کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔

اس بند کمرے کے باہر امیش بھاسکر اور یوگیش بھاسکر بند دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ یوگیش نے اپنے باپ کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''ڈیڈ! آپ یہاں کب تک کھڑے رہیں گے؟ بوڑھے ہیں تھک جائیں گے۔ ڈرائنگ روم میں جاکر آرام سے بیٹھیں اور بیڈ روم میں جاکر لیٹیں۔''

وہ غصے سے بولا ''میں تمہیں پہلے بھی منع کرچکا ہوں کہ مجھے بوڑھا مت بولو۔ میں تمہارے جیسے دس جوانوں پر بھاری پڑ سکتا ہوں۔ یہاں کھڑے کھڑے تھک جانے کی بات کر رہے ہو۔ میں اس لڑکی کی خاطر یہاں ایک ٹانگ پر کھڑا رہ سکتا ہوں۔''

''وہ آپ کو ایک ٹانگ کا مرغا سمجھ کر منہ نہیں لگائے گی۔ دو ٹانگوں پر ہی کھڑے رہیں۔ میرا کیا ہے۔ میں تو اچھائی کے لیے سمجھا رہا ہوں۔ اپنی عمر کا حساب کرکے اس لڑکی کا خیال نکال دینا چاہیے۔''

اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ امیش بھاسکر نے کہا ''جاؤ دیکھو! کون آیا ہے؟''

''میں کیوں جاؤں؟ کیا آپ جاکر نہیں دیکھ سکتے؟''

''میں باپ ہوں۔ میں حکم دے رہا ہوں۔ تمہیں جانا چاہیے جاؤ۔''

وہ ناگواری سے منہ بناتے ہوئے چلا گیا۔ امیش نے کہا ''کوئی مجھ سے ملنے آئے تو کہہ دینا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔''

''آپ کو پتا ہے کہ بچپن سے جھوٹ نہیں بولتا جو سچ ہے وہی بولوں گا۔''

''ہاں ...... ہاں ...... میں تمہیں بچپن سے جانتا ہوں۔ تمہاری طرح کا جھوٹا اور مکار کوئی نہیں ہے۔ جاؤ یہاں سے دوبارہ کال بیل کی آواز سنائی دے رہی ہے۔''

وہ وہاں سے چلا گیا۔ امیش بند دروازے کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کہنے لگا ''کھل جا سم سم یہ لڑکی دیر لگا رہی ہے یوگیش گیا ہوا ہے۔ بس اسی وقت اسے واپس آنا چاہیے۔ میں اسے لے کر سیدھا بیڈ روم میں چلا جاؤں گا۔''

وہ باہر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد یوگیش واپس آکر بولا ''آیئے! پتا جی پولیس والے ہمارے گھر آئے ہیں۔ آپ کو پوچھ رہے ہیں۔''

اس نے پوچھا ''پولیس والے کیوں آئے ہیں؟ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا ہے۔ آپ خود ہی پوچھ لیجیے گا۔''

وہ دروازے کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ یوگیش یہاں کھڑا رہے۔ اس نے کہا ''پولیس والے آئے ہیں۔ پتا نہیں کیا سوالات کریں گے۔ اس لیے تم بھی چلو۔''

''میں بعد میں آجاؤں گا۔''

''بعد میں کیوں ابھی چلو......''

یوگیش نے مجبور ہوکر ساتھ چلتے ہوئے کہا ''آپ باپ بننے کا بہت ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آئے۔ امیش نے انسپکٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا ''کیسے آنا ہوا؟ پولیس والوں کو دیکھ کر شریف لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔''

''میں آپ کو پریشان کرنے نہیں آیا ہوں۔ آپ نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اطمینان رکھیں۔''

''آپ تشریف رکھیں اور بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''

''میں آپ کو ایک بہت بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔''

''دونوں باپ بیٹے نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا وہ بولا ''آپ کی بیٹی بندیا بھاسکر کو قتل کردیا گیا ہے۔''

دونوں باپ بیٹے نے اطمینان کا سانس لیا پھر فوراً ہی سنبھل کر صدمے کا اظہار کرنے لگے۔ امیش نے پوچھا ''میری بیٹی کہاں ہے؟ آپ نے کیسے پہچانا کہ وہ قتل ہونے والی میری بیٹی بندیا ہی ہے۔''

''اس کے پرس سے جو شناختی کارڈ نکلا ہے اس میں آپ کا نام درج تھا۔''

''کیا قاتل پکڑا گیا ہے؟''

''نہیں اسے قتل کرنے والا ابھی زندہ نہیں ہے۔ پتا نہیں کیوں اس نے بندیا کو قتل کرنے کے بعد آتما ہتھیا کی ہے؟''

''وہ کون ذلیل بدمعاش تھا جس نے میری بیٹی کی جان لی ہے؟''

''آپ کو سن کر حیرانی ہوگی۔ اس شہر کے انسپکٹر جنرل آف پولیس رنجیت ورما نے بندیا کو قتل کیا پھر خودکشی کرلی۔ ہم حیران ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس بیڈ روم کی تلاشی لینے کے بعد کچھ اندازہ ہو رہا ہے؟''

''کس طرح کا اندازہ ہو رہا ہے؟''

''یہی کہ ان دونوں میں ناجائز تعلقات تھے۔ وہاں درجنوں ایسی شرمناک تصاویر ملیں جنہیں آپ دیکھ نہیں سکیں

گے۔''

دونوں باپ بیٹے کے سر جھک گئے۔ انہوں نے چور نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں یہی بات تھی کہ خس کم جہاں پاک۔ وہ بدنام کرنے والی بیٹی اور بہن اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ حرام موت مرچکی تھی۔

انسپکٹر نے کہا ''لاش کا پوسٹ مارٹم ہوچکا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ اسپتال چلیں اور اس کی لاش لے آئیں۔ قانونی طور پر اس کا کریا کرم کرنے کی اجازت آپ کو مل جائے گی۔''

امیش دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر یوں بیٹھ گیا جیسے صدمے سے چکرا کر گرنے والا تھا۔ اس نے آنسوؤں کے بغیر روتے ہوئے کہا ''بیٹے یوگیش! تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اور اپنی بہن کی لاش یہاں لے آؤ۔''

اس نے گھور کر باپ کو دیکھا پھر اس طرف نظر ڈالی جدھر وہ بھنگن بندیا کے کمرے میں گئی تھی۔ اس نے کہا ''ڈیڈی ابھی میں نے آپ سے کہا تھا کہ میرے پیٹ میں سخت تکلیف ہے۔ ایک گولی کھا کر بیڈ روم میں جاکر آرام کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایسی حالت میں اسپتال نہیں جاسکوں گا۔''

''بیٹے! ایسی حالت میں تو ضرور جانا چاہیے۔ اسپتال جاؤ گے تو وہاں ڈاکٹر کو اپنی تکلیف بتاؤ۔ اس سے دوا لوگے پھر بہن کی لاش لے کر آجانا۔ دونوں کام ایک ساتھ ہوجائیں گے۔''

انسپکٹر نے کہا ''مسٹر یوگیش! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہم آپ کو آرام سے اسپتال پہنچا دیں گے۔''

انسپکٹر کے کہنے سے مجبور ہوکر وہاں سے جانا پڑا۔ بندیا غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کرکے الماری کھول کر اپنے ضروری کاغذات اور چیک بک نکال رہی تھی اور چھوٹے سے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ سیف کے اندر ایک چھوٹے سائز کا پستول بھی تھا۔ اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے اسے بھی اپنے پاس رکھ لیا۔

امیش بھاسکر نے میدان صاف دیکھ کر دروازے پر دستک دی۔ پھر کہا ''میری جان! باہر نکلو۔ جلدی کرو۔ یوگیش جاچکا ہے۔ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ ہم دونوں اکیلے ہیں۔ پلیز جلدی باہر آؤ۔''

انسان جب کمینہ بننے پر آتا ہے تو شیطان سے بھی زیادہ کمینہ بن جاتا ہے۔ اس وقت بیٹی کی میت گھر میں آنے والی تھی اور وہ بند دروازے پر دستک دے کر ایک نوجوان لڑکی کو ہوس کے لیے پکار رہا تھا۔ وہ کبھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ جس بیٹی کی میت گھر لائی جارہی ہے، وہ اسی بیٹی کو اپنے بستر پر لے جانا چاہتا ہے۔

لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ اپنی جوان بیٹی یا بہن کا بھرا بھرا جسم سامنے ہو تو مذہب قانون اور رسم و رواج کے پنجرے میں بند ہوکر اس بدن کی طرف نہیں جاتے لیکن دوسرے کی بہن اور بیٹی کے بدن کو ممنوعہ نہیں سمجھتے۔ اس وقت بھی وہ دروازے پر دستک دے رہا تھا اور اپنی بیٹی کو کسی پرائے کی بیٹی سمجھ کر بلا رہا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر سامنے آئی تو وہ حیرانی وخوشی سے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ تانی کا بدن اس کی اپنی بیٹی بندیا کے لباس میں تھا۔ اور وہ لباس اس پر ایسی سج دھج دکھلا رہا تھا کہ آنکھیں دیکھتے ہی رہنا چاہتی تھیں۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے بول رہا تھا۔ ''بائی گاڈ! کیا قیامت کی چیز لگ رہی ہو؟ فضول اپنے آپ کو بھنگن کہہ رہی تھیں۔ ارے! تم تو کسی دیس کی راج کماری لگ رہی ہو۔''

اس نے ڈرائنگ روم میں آکر اس کا ہاتھ پکڑا۔ وہ ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر بولی ''میں تم سے کہوں گی کہ مجھے بیٹی کہو۔ اور میرے باپ بن کر رہو تو تم باپ تو کیا انسان بن کر نہیں رہوگے۔ جانور رہوگے۔ انسان اور جانوروں میں یہ فرق ہے کہ انسان رشتے ناتے دیکھ کر جسمانی تعلق قائم کرتے ہیں۔ لیکن جانور کسی بھی مادہ کو سڑکوں گلیوں میں اپنی مادہ بنا لیتا ہے۔ میں ہاتھ جوڑ کر تمہارے قدموں میں گر کر تمہیں اپنا باپ کہوں گی۔ تب بھی تم مجھے بیٹی تسلیم نہیں کروگے اس لیے میں یہاں سے جارہی ہوں۔''

''پلیز ...... یہاں سے جانے کی بات نہ کرو۔ تم جتنی رقم چاہوگی میں تمہیں دوں گا۔ بولو کیا چاہتی ہو؟''

''میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں جانا چاہتی ہوں اور تم مجھے روک نہیں سکوگے۔''

''دیکھو ضد نہ کرو۔ اور مرد کے لیے چیلنج نہ بنو ورنہ میں تمہیں یہاں سے جانے نہیں دوں گا۔ تم یہ بیگ لے جانا چاہتی ہو۔ میں تم پر چوری کا الزام عائد کروں گا پھر پولیس والے پکڑ کر تمہیں لے جائیں گے۔''

''مجھے اس طرح کی دھمکی نہ دو۔ میرا راستہ چھوڑتے ہو یا نہیں؟''

اس نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔ اس نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑا کر اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا پھر اس میں رکھے ہوئے پستول کو نکال کر اس کا نشانہ لیا۔ وہ ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا پھر پوچھا ''یہ...... یہ...... یہ کیا کررہی ہو؟

دن دہاڑے ڈکیتی کرنے آئی ہو؟ خواہ مخواہ خود کو مصیبت میں ڈالوگی، اسے پھینک دو۔"

وہ بولی "فوراً باہر چلو۔ اپنی کار میں بیٹھو۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر یہاں سے جاؤں گی پھر کہیں پہنچ کر تمہاری کار سے اتر جاؤں گی۔"

وہ پستول کے سامنے مجبور ہوگیا۔ اس کے آگے چلتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر آگئی۔ کار اسٹارٹ ہوکر احاطے سے باہر نکل کر ایک سڑک پر جانے لگی۔ اس نے پوچھا "تم کہاں جانا چاہتی ہو۔ بتاؤ؟ میں وہاں پہنچادوں گا۔"

"تم چلتے رہو۔ پھر میں بتاؤں گی۔"

وہ سوچ رہی تھی کہ کہاں جاکر کار سے اترنا چاہیے؟ جہاں بھی اترے گی تو وہ امیش بھاسکر واپس جاتے ہی چیخ پکار شروع کرے گا۔ پولیس والوں کے پاس جائے گا اور اسے گرفتار کرائے گا۔

ویسے وہ پلان بنا چکی تھی کہ آئندہ میرے پاس آئے گی اور مجھے پھر سے ٹریپ کرنے کی کوشش کرے گی۔ اسے یہ خوش فہمی تھی کہ میں اسے تانی کے نئے جسم میں دیکھ کر اپنے گھٹنے ٹیک دوں گا۔

میں نے اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اسے ابھی میرے پاس آنا چاہیے۔ میں ہیڈ آفس میں اسے مل سکتا ہوں۔

وہ اپنے باپ سے بولی "مجھے شانتا بائی اسپتال کے سامنے اتاردو۔"

اس نے راستہ بدل کر ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "تم وہاں جاکر کیا کرنا چاہتی ہو؟ کیا شانتا بائی تمہیں بندیا کی حیثیت سے قبول کرلے گی؟"

"وہ قبول کرے یا نہ کرے، یہ میرا اپنا مسئلہ ہے۔ تم مجھے وہاں پہنچادو۔ اس کے بعد دفع ہوجاؤ۔"

اس نے اسپتال کی بہت بڑی عمارت کے سامنے اسے پہنچادیا۔ وہ کار سے اتر کر بولی "اب یہاں سے جاؤ اور اگر میرے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہو گے تو اپنے منہ کی کھاؤ گے۔ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

وہ وہاں سے چلتی ہوئی اسپتال کے احاطے میں داخل ہوگئی۔ امیش بھاسکر اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا اس کی یہ سوچ تھی کہ وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرسکتا تھا۔ پولیس والے پوچھتے کہ انہوں نے کسی لڑکی کو جو کہ بھنگن ہے اسے اپنے بنگلے میں آنے کی اجازت کیوں دی تھی اور جب اجازت دی تھی تو اپنی بیٹی کے کمرے میں کیوں جانے دیا۔ وہاں سے سارا مال واسباب اٹھا کر اسے لے جانے کی اجازت کیوں دی؟

مانا کہ وہ پستول کی زد میں امیش بھاسکر کو مجبور کررہی تھی لیکن پستول اس کے ہاتھ آنے سے پہلے وہ اسے مجبور نہیں کررہی تھی پھر انہوں نے اسے اتنی چھوٹ کیوں دی تھی؟ کیوں اسے بندیا کے کمرے میں جانے دیا۔

وہ بندیا عرف تانی کے خلاف کوئی کارروائی کرکے مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے چپ چاپ ڈرائیو کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ بندیا نے میرے ہیڈ کوارٹر کے آفس میں آکر کاؤنٹر گرل سے کہا "میں مسٹر دھرم ویر سے ملنا چاہتی ہوں۔"

کاؤنٹر گرل نے پوچھا "آپ اپنا شناختی کارڈ پیش کریں اور اپنا تعارف کرائیں۔ تاکہ میں باس سے اجازت لے سکوں۔"

اس نے کہا "میں اپنا تعارف کرانا ضروری نہیں سمجھتی ان سے کہہ دیں کہ ایک نوجوان لڑکی ان سے ملنا چاہتی ہے۔ لہٰذا ملاقات کے لیے پانچ منٹ کا وقت ضرور دیں۔"

کاؤنٹر گرل نے فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کیا پھر کہا "ایک اجنبی نوجوان لڑکی یہاں آئی ہے اور آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ اپنا نام پتا بھی نہیں بتارہی ہے صرف یہ کہتی ہے کہ پانچ منٹ کے لیے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔"

میں نے کہا "اسے یہاں بھیج دو۔"

میں نے انٹرکام کا بٹن آف کردیا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے کہا "اندر آجاؤ۔"

دروازہ کھلا وہ اندر آئی تو میں اسے دیکھ کر دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ حسن و جمال کا شاہکار تھی۔ میں اب تک خیال خوانی کے ذریعے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا تھا کہ وہ بندیا اب ایک بھنگن تانی کے جسم میں داخل ہوگئی ہے۔ اس تانی کا جسم خوب صورت بھی ہے۔ معلومات کرنا اور بات ہے اور آنکھوں سے دیکھنا اور بات ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو ساری معلومات پر پانی پھر گیا۔

میں نے اپنی زندگی میں بڑے حسین چلتے پھرتے مجسمے دیکھے ہیں لیکن اس وقت یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایسا حسین مجسمہ جو دل میں اتر جائے اور دماغ میں پہنچ کر ہوش اڑادے میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ایک تو وہ بھنگن تھی۔ بڑا گدرایا ہوا جسم تھا۔ بھرپور تھی۔ زرخیز تھی۔ اس پر اس نے ماڈرن لباس پہنا ہوا تھا۔ ماڈرن میک اپ تھا کیونکہ اس کے اندر کی بندیا نے اسے

بالکل ماڈرن بنادیا تھا اور وہ شراب دو آتشہ بن گئی تھی۔ شراب کو منہ لگاؤ تو نشہ ہوتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی نشہ ہونے لگا تھا۔

اس نے مجھے اس قدر محو دیکھ کر سمجھ لیا کہ میں اس سے متاثر ہوگیا ہوں۔ وہ مسکرا کر بولی "کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

میں نے چونک کر کہا "آں...... آہا...... ضرور آؤ......"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی میرے سامنے میز کے دوسری طرف آئی پھر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا "فرمایئے آپ کس لیے آئی ہیں؟"

وہ بولی "میں سچ بولوں گی تو آپ یقین نہیں کریں گے اور جھوٹ بولوں گی تو شاید آپ برا مان جائیں۔ لیکن مجھ سے تعاون نہیں کریں گے؟"

"تم کس معاملے میں تعاون چاہتی ہو؟ اور کس معاملے میں بات منوانا چاہتی ہو؟"

اس نے کہا "مجھے بندیا بھاسکر نے اپنے دستخط کیے ہوئے چند چیک دیے تھے۔ میں چاہتی ہوں کہ ان چیکوں کو بینک سے کیش کراؤں۔ اور وہاں سے لاکھوں کروڑوں روپے نکلوالوں۔"

میں نے کہا "اگر تمہارے چیک پر بندیا بھاسکر کے صحیح دستخط ہوں گے تو میں انہیں کیش کروادوں گا۔ بڑے سے بڑے بینک والے میری ضمانت قبول کرلیتے ہیں۔"

اس نے ایک چیک پر ننانوے لاکھ روپے لکھے اور اپنے دستخط کیے۔ پھر وہ چیک میری طرف بڑھادیا۔ میں نے اسے پڑھا پھر کہا "یہ تو بندیا بھاسکر کے دستخط ہیں۔"

"آپ یہی سمجھ لیں۔ میں بندیا بھاسکر ہوں۔"

میں نے اس پر عاشق ہونے والے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "میں یقین کرلوں گا کہ تم بندیا بھاسکر ہو۔ اور چیک ابھی کیش ہوجائے گا۔ تمہیں ننانوے لاکھ روپے یعنی ایک لاکھ کم ایک کروڑ روپے مل جائیں گے۔"

میں نے اکاؤنٹس کے ایک سینئر کلرک کو بلاکر وہ چیک دیتے ہوئے کہا "اسے ابھی بینک میں لے جاؤ۔ بینک کا ٹائم ختم ہوچکا ہے۔ لیکن میں فون کررہا ہوں۔ یہ چیک ابھی کیش ہوجائے گا۔"

وہ کلرک چیک لے کر چلا گیا۔ بندیا نے خوش ہوکر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "یو آر سو سویٹ۔"

میں نے کہا "تم مجھے سویٹ کہہ رہی ہو۔ سویٹ یعنی میٹھا۔ میں کس قدر میٹھا ہوں یہ تو اس وقت معلوم ہوگا جب مٹھاس کو منہ لگاؤ گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی پھر ایک ادا سے چلتی ہوئی میرے پاس ریوالونگ چیئر کے قریب آگئی۔ مجھ سے لگ کر بولی "اگر تم مجھ سے تعاون کرو گے اور بندیا بھاسکر کے اکاؤنٹ سے ساری رقم نکلوانے میں میری مدد کرو گے پھر اس کی زمین و جائداد کے کاغذات کے ذریعے جتنی بھی رقم مل سکتی ہے۔ وہ مجھے حاصل کروانے کے سلسلے میں مدد کرو گے۔ تو میں تمہیں ایسے منہ لگاؤں گی کہ ساری زندگی بھلا نہیں سکو گے۔"

میں اس کے فریب کو اور چال بازیوں کو بڑی حد تک سمجھ رہا تھا۔ اور کسی حد تک میں واقعی اس سے متاثر ہورہا تھا۔ اب میرے بچے جوان ہوچکے تھے۔ بچوں کے بچے بھی پیدا ہورہے تھے۔ ایسی صورت میں مجھے جوان رہنے کا کوئی حق نہیں تھا لیکن فطرت کے تقاضے کچھ اور ہی ہوتے ہیں جب آدمی بوڑھا ہونے کے باوجود اندر سے جوان ہو زندہ دل ہو، صحت مند ہو تو وہ جوانی کے تقاضے بھی پورے کرسکتا ہے۔ لہٰذا میں ان تقاضوں کی زد میں آکر اس کی طرف مائل ہوگیا۔ میں نے اسے کھینچ کر اپنے بازوؤں کی قید میں لیتے ہوئے کہا "تمہاری ہر شرط منظور ہے۔"

اس کے خیالات پڑھ کر پہلے ہی معلوم ہوچکا تھا کہ وہ واقعی بندیا بھاسکر ہے اور اس کی آتما تانی نامی ایک بھنگن کے جسم میں سماگئی ہے۔ وہ بھنگن اب ایک ماڈرن لڑکی بن کر میرے پاس چلی آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس بندیا کا وہ غلیظ جسم نہیں تھا جو قابلِ نفرت تھا، وہ اس وقت اچھوتی کنواری بھنگن تانی کے جسم میں سمائی ہوئی تھی۔ اندر سے بندیا تھی لیکن اوپر سے تانی تھی اور میں نے تانی کو قبول کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کے بدن کی زرخیزی سے متاثر ہوتا رہا۔ پھر اسے الگ کرتے ہوئے بولا "جاؤ، میز کے دوسری طرف جاکر اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

اس کی انا کو ٹھیس پہنچی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اسے گرفت میں لینے کے بعد پھر اس سے الگ نہیں ہو پاؤں گا۔ اسی کے قدموں میں جھکتا چلا جاؤں گا لیکن میں نے اسے دور کردیا تھا۔ وہ مجبور ہوکر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ بندیا بھاسکر کی چیک بکس تمہارے پاس کہاں سے آگئیں۔ اور تم اس کے دستخط کیسے کرلیتی ہو؟"

اس نے کہا "تم شاید یقین نہ کرو۔ میں بندیا بھاسکر ہوں۔ مجھے قتل کردیا گیا تھا۔ میری آتما بھٹکتی ہوئی اس کنواری دوشیزہ کے جسم میں سماگئی۔ اس کا نام تانی ہے۔"

میں نے پوچھا "میں تمہیں بندیا کہوں، یا تانی؟"

"جب تم یقین کررہے ہو کہ ایک آتما اپنے مردہ جسم

سے نکل کر کسی دوسرے جسم میں پہنچ سکتی ہے۔ تو پھر یقین کرلو کہ میں بندیا ہوں۔ جسمانی طور پر تو مر چکی ہوں لیکن میری آتما اس وجود کے اندر آج بھی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے ہے۔''

''اگرچہ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن میں مان لیتا ہوں کہ تمہاری آتما بندیا کی ہے اور جسم تانی کا ہے۔ ویسے تمہیں قتل کیا گیا ہے۔ تو تمہاری لاش کہیں تو پڑی ہوگی؟''

''ہاں...... ایک آئی جی آف پولیس رنجیب ورما نے مجھے قتل کیا تھا۔ میری لاش اس کے بنگلے میں تھی۔ ابھی میرا بھائی یوگیش وہ لاش لینے کے لیے اسپتال گیا ہے۔ میرے ڈیڈی میرا کریا کرم کرنے والے ہیں۔''

میں نے مسکرا کر کہا ''عجیب سی بات ہے۔ تمہارا کریا کرم وہاں ہونے والا ہے۔ اور تم یہاں میرے پاس بیٹھی ہوئی ہو۔''

وہ بتانے لگی کہ دو گھنٹے پہلے ان کے بنگلے میں گئی تھی۔ وہ دونوں اسے بندیا تسلیم نہیں کر رہے تھے بلکہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ دونوں ہی اس کا جسم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ انہیں یقین نہیں دلا سکتی تھی کہ باپ اپنی بیٹی پر اور بھائی اپنی بہن پر نیت خراب کر رہا ہے۔ وہ یہ تسلیم نہیں کر رہے تھے اس لیے وہ اپنے ضروری کاغذات وغیرہ لے کر وہاں سے چلی آئی تھی۔

میں نے کہا ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ تم کہاں رہو گی؟''

اس نے مسکرا کر قاتلانہ انداز میں مجھے دیکھا پھر کہا ''تم چاہو تو اپنے دل کے مکان میں رکھ سکتے ہو۔''

''یہ مکان بوڑھا ہو چکا ہے۔ اس کے در و دیوار کمزور ہو چکے ہیں، کوئی بھی دروازہ توڑ کر آئے گا اور تمہیں اٹھا کر لے جائے گا۔''

''خواہ مخواہ خود کو بوڑھا کہہ رہے ہو۔ جبکہ بوڑھے دکھائی نہیں دیتے۔ مجھے اپنے سینے سے لگا کر رکھو۔ میں تمہیں جوان بنائے رکھوں گی۔''

''تم مجھ پر مہربان ہو رہی ہو تو میں بھی تم پر مہربانی کروں گا۔ تمہارے باپ اور بھائی کی تمام دولت و جائیداد ان سے چھین کر تمہیں دینے کی کوشش کروں گا۔''

وہ خوشی سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ پھر ایک دم سے گلے میں بانہیں ڈال کر مجھ سے لپٹ گئی۔ شکریہ ادا کرنے لگی، کہنے لگی ''اگر تم کسی بھی طرح ان کا سب کچھ میرے نام کرادو۔ تو میں ساری زندگی تمہاری داسی بن کر رہوں گی۔''

''ابھی تو تم آرام سے بیٹھو اور یہ بتاؤ کہ تمہارے اکاؤنٹ میں کتنی رقم ہے؟''

اس نے الگ ہو کر کہا ''میرے پاس اس وقت ایک کروڑ ستر لاکھ روپے ہیں۔ میں نے بڑی ہیرا پھیری سے اتنی رقم جمع کی ہے۔ کسی کو اب تک نہیں بتایا تمہیں بتا رہی ہوں۔''

''تم ایک کاغذ پر لکھو کہ تم نے مجھ سے ایک کروڑ ستر لاکھ روپے قرض لیے تھے۔ تم ایک چیک کے ذریعے وہ رقم مجھے ادا کر رہی ہو۔ ابھی بینک کا وقت ہے، میں وہ چیک کیش کرالوں گا۔ اس سے پہلے کہ تمہارا باپ اور بھائی بینک والوں کو تمہاری موت کی اطلاع دیں اور تمہارا اکاؤنٹ کلوز کرا دیں۔ اس سے پہلے ہی وہ رقم نکال لینی چاہیے۔''

وہ کرسی پر بیٹھ کر میری حسب خواہش تحریر لکھنے لگی۔ میں امیش کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گھر واپس آ کر سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں وہ خوبصورت بلا کون تھی؟ اچانک آئی اور بندیا کے کپڑے پہن کر اس کا کچھ سامان لے کر چلی گئی۔ پتا نہیں کیا لے کر گئی ہے؟ مجھے دیکھنا چاہیے۔

اس نے بیڈ روم میں آ کر دیکھا تو الماری کھلی ہوئی تھی۔ اس کی چیک بکس نہیں تھیں اور اس کے جائیداد کے جو کاغذات تھے، وہ بھی غائب تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ایسی چیزیں کیوں چرا کر لے گئی ہے، جن سے اسے کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ وہ بندیا نہیں ہے اس کے دستخط نہیں کر سکے گی۔ نہ ہی اکاؤنٹ سے رقم نکال سکے گی اور نہ ہی کاغذات سے کچھ حاصل کر سکے گی۔

میں نے اسے یہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ وہ کسی طرح فراڈ کر کے جعلی دستخط کے ذریعے رقم نکلوا سکتی ہے اور ان جائداد کے کاغذات کے ذریعے بھی کوئی ہیرا پھیری کر سکتی ہے۔ یوں بھی اسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ یوگیش بندیا کی لاش لے آیا تھا۔ رشتہ داروں اور دوست احباب کو اطلاع دے دی گئی تھی۔ لوگ وہاں آ رہے تھے، اس کا کریا کرم ہونے والا تھا۔ یوگیش نے بنگلے میں واپس آ کر اسے تلاش کیا۔ وہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے باپ سے پوچھا ''وہ لڑکی کہاں ہے؟''

باپ نے پوچھا ''کون لڑکی؟''

''کیوں انجان بنتے ہیں، جو یہاں آئی تھی؟ خود کو بندیا کہہ رہی تھی۔''

''وہ یہاں سے جا چکی ہے۔ میں نے اسے روکنا چاہا۔

...رقم کا لالچ بھی دیا لیکن وہ یہاں سے چلی گئی۔''

...بھی خاصی رقم ... گواری سے بولا ''میں جانتا تھا، آپ کا بڑھاپا اسے ... نہیں سکے گا۔ رقم کا لالچ دینے سے کیا ہوتا ہے؟ یہی لالچ ... دیتا تو وہ یہاں سے نہیں جاتی۔''

بندیا نے ایک تحریر لکھ کر دی۔ اور ایک کروڑ ستر لاکھ ...پے کا چیک لکھ کر اس پر دستخط کیے۔ میں نے منیجر کو بلا کر وہ ... دیتے ہوئے کہا ''ابھی بینک جاؤ اور یہ چیک کیش ...وا کر لے آؤ۔''

وہ چیک لے کر چلا گیا۔ میں نے فون کے ذریعے بینک ...سے کہا ''میرا ایک منیجر بڑی رقم کا چیک آ رہا ہے۔ آپ ...اسے کیش کروا دیں۔''

اس نے کہا ''جناب، ہم آپ کے خادم ہیں۔ جیسے ہی ...آئے گا، آپ کے پاس کیش پہنچا دیا جائے گا۔''

...شانتا بائی نے مجھے اپنی دولت و جائیداد کا ٹرسٹی بنا کر تمام ...وبار میرے حوالے کیا تھا۔ میں اس بینک کے ساتھ ہر ماہ ...وڑوں روپے کا لین دین کیا کرتا تھا۔ اس لیے وہ ایک ...وڑ ستر لاکھ روپے کا چیک فوراً ہی کیش ہو گیا۔ وہ رقم بندیا ...پاس آگئی۔ اسے توقع تھی کہ مجھ جیسا شخص ہی اسے اتنی ...رقم دلا سکتا ہے۔ وہ خوشی کے مارے پھر میرے پاس آ کر ...ن ہونے لگی۔ قربان ہونے لگی۔ پھر اس نے کہا ''مجھے ...لگ رہی ہے۔ میں جوس پینا چاہتی ہوں۔ کیا میرا ساتھ ...گے۔''

''بے شک...... ابھی منگواتا ہوں۔''

میں نے ملازم کو بلا کر جوس لانے کا حکم دیا۔ اس نے ''سر! کس پھل کا جوس پینا چاہیں گے؟''

بندیا نے کہا ''میں بنانا جوس پینا چاہوں گی۔''

میں نے کہا ''جاؤ...... وہی لے آؤ۔''

ملازم چلا گیا۔ چنڈال کو بندیا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ...نے اپنے بیٹے ہنس راج کے ذریعے اسے قتل کیا تھا۔ وہ ...آتما کو یوں ہی بھٹکنے کے لیے چھوڑ سکتا تھا لیکن اس نے ...ایک بھٹکن تانی کے جسم میں پہنچا دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی ...نے اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کو ٹریپ کیا تھا۔ ...عمل کے ذریعے اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتا تھا۔ اس ...پہلے ہی چنڈال کو معلوم ہو گیا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ...اس نے اپنے بیٹے کو بھی قتل کر دیا تا کہ میں خیال خوانی ...ذریعے اس کے قریب نہ پہنچ سکوں اور نہ اس کا سراغ ...ں۔

...وہ مجھ پر شبہ کر رہا تھا کہ میں بندیا کو آلۂ کار بنا کر اس تک پہنچ کر ایسا کر رہا تھا۔ لہٰذا اب وہ بندیا کو تانی بنا کر اس کے ذریعہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہی ہوں تو پھر کہاں ہوں؟ کیا کر رہا ہوں؟ اور کس طرح اس کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔

ملازم دو گلاس لے آیا۔ ایک اس نے میرے سامنے رکھا اور دوسرا گلاس بندیا کے سامنے رکھ دیا۔ ہم دونوں گلاس اٹھا کر پینے لگے۔ پہلا گھونٹ پیتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ مزہ بدلا ہوا ہے۔ اور اس میں کچھ ملایا گیا ہے۔ میں نے دوسرا گھونٹ لیا تو پتا چل گیا کہ اعصابی کمزوری کی دوا ہے۔ بہت عرصے پہلے جوانی میں منجالی کی قربت نے مجھے زہریلا بنا دیا تھا۔ وہ ایک زہریلی سیاہ فام لڑکی تھی۔ مجھے دل کی گہرائی سے اس قدر چاہتی تھی کہ اس نے میرے لیے جان دے دی تھی۔

مختصر یہ کہ اس کی قربت نے مجھے اس حد تک زہریلا بنا دیا تھا کہ ایسی دوائیں مجھ پر اثر نہیں کرتی تھیں۔ جوس میں جو دوا ملائی گئی تھی۔ وہ مجھ پر اثر نہیں کر سکتی تھی، میں محتاط ہو گیا کہ چنڈال میرا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ دھرم ویر کون ہے؟ اور بندیا اس کے پاس کیوں آئی ہے؟

میں نے پہلا گھونٹ پیتے ہی اپنے دماغ کو ہدایت دی کہ میرے خیالات کا چور خانہ بند ہو جائے۔ پھر میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا۔ چنڈال بندیا کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ میرے جوس کا گلاس ختم ہونے لگا۔ تو وہ میرے اندر پہنچ گیا۔ خوش ہو گیا کہ اسے جگہ مل گئی ہے۔ وہ یہ سمجھا کہ میں اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ وہ مایوس ہو رہا تھا کہ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تو نہیں ہوں لیکن بہت ہی شاطر ہوں۔ اور کاروباری دنیا میں بڑی سوجھ بوجھ کا مالک ہوں اس لیے شانتا بائی نے مجھے اپنا ٹرسٹی بنایا ہوا ہے۔

میں نے اسے جتانے کے لیے بندیا سے کہا ''تم کہتی ہو کہ بندیا ہو، میں مان رہا ہوں کہ تم بندیا ہو یا کوئی بھی ہو۔ خوبصورت ہو، جوان ہو اور میری آغوش میں آنے والی ہو اس لیے تمہیں بندیا تسلیم کر رہا ہوں۔ مگر ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''

وہ مسکرا کر بولی ''ہاں، پوچھو۔''

''تم کسی آئی جی آف پولیس رنجیت ورما کے ساتھ اس کے بنگلے میں کیوں گئی تھیں؟''

''میں بتا چکی ہوں، میرا باپ اور بھائی مجھے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ ان سے خوف زدہ ہو کر گھر سے بھاگ گئی تھی۔ پھر میں اسی رنجیت ورما کے بنگلے میں جا کر پناہ لینا چاہتی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ مجھے کھلونا بنا کر قتل کر دے گا۔''

میں نے پوچھا ''تمہاری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ تمہاری آتما تانی کے اندر کیسے پہنچ گئی؟''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیسے قتل ہوگئی؟ اور پھر کیسے اس جسم میں سما گئی؟ یہ سب مجھے ایک تماشائی جادو لگ رہا ہے۔ اگر یہ سب مجھ پر نہ بیت رہی ہوتی تو کبھی یقین نہیں آتا کہ ایک آتما دوسرے جسم میں سما جاتی ہے۔''

چنڈال میرے اندر چھپا ہوا باتیں سن رہا تھا اور میں اسے سنانے کے لیے کہہ رہا تھا ''بندیا! اس سے پہلے بھی تمہارے ساتھ عجیب وغریب واقعات ہوئے تھے۔''

بندیا نے پوچھا ''کون سا واقعہ؟''

''یاد کرو تم نے مجھے پھانسنے کے لیے ہوٹل کے کمرے میں بلایا تھا۔ وہاں تمہارے باپ نے کئی کیمرے چھپا کر رکھے تھے۔ اس کا میری اور تمہاری شرم ناک تصاویر اتار کر مجھے بلیک میل کرنے کا ارادہ تھا اور شانتا بائی کی ساری جائیداد کو حاصل کرنے کا منصوبہ تھا۔''

وہ سر جھکا کر بولی ''میں شرمندہ ہوں کہ تمہارے ساتھ چال بازی کی گئی اور نتیجہ برا نکلا۔''

''میں تمہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس رات تم نے بہت زیادہ پی لی تھی اس لیے میں اپنی عزت کے لحاظ سے تمہارے ساتھ اس کمرے میں نہیں گیا اور تم نے وہاں نشے کی حالت میں بیرے کے ساتھ رات گزاری اور تمہاری وہ فلم اتار لی گئی۔ اس طرح کسی نے وہ فلم چرائی اور پھر تمہیں اور تمہارے باپ کو بلیک میل کرنے لگا۔''

''وہ بلیک میلر تو میری جان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ پتا نہیں وہ فلم اس کے ہاتھ کیسے لگ گئی تھی؟''

''ایسا ہی ایک واقعہ تمہارے پھوپی کے بیٹے کندن کپور کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ اس کی بھی نہایت شرم ناک فلم تیار کی گئی تھی۔ اسی بلیک میلر نے وہ فلم تیار کی تھی جو تمہیں بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ ان دو واقعات سے پتا چلتا ہے کہ وہ بلیک میلر بہت پراسرار ہے یا کوئی ایسا پراسرار علم جانتا ہے جس کے ذریعے وہ تنہائی میں پہنچ کر ایسی شرم ناک فلم تیار کر لیتا ہے۔''

بندیا نے پوچھا ''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ بلیک میلر جادو جانتا ہوگا؟''

''یا تو وہ جادو جانتا ہے یا پھر ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ یہ ایسے علوم ہیں جن کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنا دیا جاتا ہے۔''

میں نے یہ باتیں چنڈال کو سنانے کے لیے کی تھیں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ وہ بلیک میلر واقعی ٹیلی پیتھی جانتا ہوگا۔ اسی نے بندیا کو گھر سے بھگا کر میرے بیٹے راج ہنس کے پاس پہنچایا ہوگا۔ جب ہنس راج نے بندیا کے ساتھ شرا... اس کے دماغ کے دروازے کھل گئے تو اس ٹیلی پیتھی... والے کو معلوم ہوگیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اس پر تنویمی... مجھ تک پہنچنا چاہا۔'' اوہ بھگوان! پتا نہیں وہ ٹیلی پیتھی جا... کون ہے؟''

وہ گھوم پھر کر میرے ہی بارے میں سوچتا تھا کہ... چھپا ہوا اس کی تاک میں ہوں۔ اور میں نے اسے... دلا دیا کہ جس دھرم ویر کے دماغ میں رہ کر گفتگو کر... ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے اور اس کے پاس رہ کر وقت... ہوگا۔ لہٰذا وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔

ان دنوں وہ تین حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک طرف... معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہنس راج جوگیا کے ذریعے کس... کا سراغ لگا رہا ہے مگر وہ اس سلسلے میں ناکام ہو رہا تھا... طرف ٹونی جے تھا۔ وہ امریکن ٹیلی پیتھی جاننے والا... وہ ٹریپ کر چکا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول... تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ دن رات جب بھی موقع ملتا... اور اس کی بیوی ہلینا کے دماغ میں جاتا رہتا تھا... منصوبے کے مطابق انہیں ہندوستان بلانے والا تھا... پہلے وہ انہیں ہندی زبان اور ہندوستانی کلچر سکھا رہا تھا... عمل کے ذریعے مشکل سے مشکل باتیں بھی سکھائی جا... ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ پھر آدمی اسے بھول نہیں پاتا...

ٹونی جے اور ہلینا بھی رفتہ رفتہ ہندوستانی کلچر... جا رہے تھے۔ اور ہندی زبان اچھی طرح ایک دو... بولنے لگے تھے۔

تیسری طرف وہ چار یوگا جاننے والے آرمی... گئے تھے۔ جن سے اب وہ جلد سے جلد نمٹنا چاہتا تھا... لیے اس نے پلاننگ کی تھی کہ اپنے بیٹے ہنس راج... ذریعے انہیں باری باری قتل کرے گا لیکن اس... میری مداخلت کے باعث اس کا منصوبہ کھٹائی میں... اب وہ پھر سوچ رہا تھا کہ اپنے بیٹے کے ذریعے ان... کرائے گا اور ان آرمی افسران سے نجات حاصل... آزاد اور خود مختار ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت... گزارے گا۔

اس نے اپنے بیٹے کو اس بار جس نوجوان... پہنچایا تھا، اس کا نام منوج اگروال تھا۔ وہ رئیس... بھی شراب وشباب کا عادی تھا۔ چنڈال نے... تنویمی عمل کے ذریعے اس کی شراب چھڑا دے... ارادہ بدل دیا کیونکہ منوج جتنا دولت مند... اختیارات کا مالک تھا، اتنا ہی بزدل تھا۔ چنڈال اس کے ذریعے ان چار آرمی افسران کو قتل نہیں کرا سکتا تھا۔ ایسی واردات کے دوران میں اسے ہمیشہ ساتھ رہنا پڑتا۔ اور وہ مسلسل خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آرمی افسران اس کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

اب وہ جلد سے جلد اس قید سے رہائی چاہتا تھا۔ بہت عرصے تک ان کی پابندیوں میں رہ کر ان کے مظالم سہہ چکا تھا۔ اب رہائی کے سلسلے میں اس کی پلاننگ مکمل ہو چکی تھی۔ ادھر سے ٹونی جے کو بھی بلا رہا تھا۔ اگلے دو دنوں میں وہ انڈیا پہنچ سکتا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے کہا ''گدھے! تیری وجہ سے میں بہت مشکلوں میں پڑ جاتا ہوں۔ اب تجھے یہ نیا جنم دیا ہے۔ تو یہ کم بخت بزدل ہے۔ تو جتنی بھی بہادری سے اور جی داری سے کسی کو قتل کرنے جائے گا۔ اتنی ہی بزدلی سے کام بگاڑ دیا کرے گا۔ تم دونوں کے ذہن مشترک ہیں۔ کہیں بھی کسی وقت بھی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔''

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا کہ ایک تو اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ بندیا کے ذریعے کون اس کا سراغ لگا رہا ہے۔ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا چاہتا تھا پھر ان آرمی افسران سے بھی پیچھا چھڑانا تھا۔

وہ پھر بندیا کے پاس آ گیا۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ بندیا مجھے پھانس رہی ہے اور میں اس پر لٹو ہو رہا ہوں۔ لیکن اب اسے میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ مجھے وہ ایک عام سا آدمی سمجھتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بندیا کو مجھ سے الگ کر دے گا اور اسے کسی ایسے شخص کے پاس پہنچا دے گا جو قتل وغارت گری سے ڈرتا نہ ہو بلکہ اسے کھیل سمجھ کر کھیلتا ہو۔

اس نے اپنے بیٹے ہنس راج سے کہا ''تم آئی جی آف پولیس رنجیت ورما کی حیثیت سے دہلی کے چھٹے ہوئے غنڈے بدمعاشوں کو اچھی طرح جانتے ہو۔ یہاں کرائے کے قاتل ملتے ہیں جو سب سے زیادہ دلیر اور سفاک ہو۔ مجھے ان میں سے کسی کے دماغ میں پہنچاؤ۔''

اس نے ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ رابطہ ہونے پر بولا ''ہیلو...... میں آئی جی پولیس رنجیت ورما بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے آواز سنائی دی ''اچھا انسپکٹر جنرل رنجیت ورما کیا تم چتا میں جل جانے کے بعد بول رہے ہو۔''

''یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''پچھلی رات رنجیت ورما کا قتل ہو چکا ہے۔ اب وہ آئی جی آف پولیس نرک میں پہنچ چکا ہوگا۔ تم کون ہو؟ کیوں اس کے نام سے مجھے فون کر رہے ہو؟''

چنڈال نے غصے سے کہا ''فون بند کرو۔ گدھے کے بچے! جب تم نے رنجیت ورما کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے۔ تو پھر خود کو رنجیت ورما کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تم سے زیادہ معلومات رکھتا ہوگا۔ شہر میں کیسی کیسی واردات ہو رہی ہے اور کہاں کہاں ہو رہی ہے؟''

وہ اسے ڈانٹنے کے بعد اس کرائے کے قاتل کے اندر پہنچ گیا۔ اس کا نام اندرا کوٹھانی تھا۔ وہ ایک خوب صورت سے بنگلے میں رہتا تھا۔ رئیس اعظم کی طرح زندگی گزارتا تھا۔ بڑے لوگوں کی سوسائٹی میں رہا کرتا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کی آمدنی کے ذرائع کیا ہیں جو لوگ دولت مند ہوتے ہیں۔ اس کی دولت کا حساب اس ملک کی حکومت بھی نہیں کرتی۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ کس کے پاس دولت کہاں سے آئی ہے؟ کس راستے سے آئی ہے؟

اگر وہ چھوٹے علاقوں میں رہ کر چوری ڈکیتی کرتا۔ کسی کو قتل کرتا تو مجرم کہلاتا۔ کئی بار جیل جاتا اور اسے لات جوتے بھی کھانے پڑتے لیکن وہ حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کے لیے جرم کرتا تھا۔ ان کی مشکلات آسان کرنے کے لیے کسی کو قتل کر دیتا تھا۔ کسی کے لیے کوئی اہم دستاویز چرا کر لے آتا تھا۔ اس طرح بڑے لوگ اسے گلے سے لگا کر رکھتے تھے اور اس پر اگر کوئی الزام آتا تھا تو اپنے وسیع ذرائع اور اختیارات کو کام میں لا کر اسے ہر طرح کے الزام سے بچایا کرتے تھے۔

اس وقت اندرا کوٹھانی اپنے بیڈروم میں سو رہا تھا۔ پچھلی رات اس نے بڑی واردات کی تھی۔ وہ صبح تک جاگتا رہا تھا۔ اس لیے نیند پوری کر رہا تھا۔ ہنس راج کے فون نے اسے نیند سے اٹھا دیا تھا۔ وہ چڑچڑا تھا۔ بڑبڑا رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا تھا اور اب دوبارہ سونے جا رہا تھا۔

چنڈال نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانے لگا اس نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ وہ شراب نہیں پیئے گا۔ صرف ایک ہی حسین لڑکی سے تعلق رکھے گا اور وہ لڑکی آج اسے ملنے والی ہے۔

اس کے دماغ میں یہ ایک اہم بات نقش کی کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرے گا لیکن ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ پرائی سوچ کی لہریں جو اسے حکم دیں گی اس کے مطابق عمل کرے گا۔

پھر اس نے ایک مخصوص لب ولہجہ اس کے دماغ میں نقش

کیا۔ اور حکم دیا جب یہ مخصوص لب ولہجہ اور آواز اسے سنائی دے گی تو وہ پرائی سوچ کی لہروں کے اثر سے نکل آئے گا اور اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ذہن سے نکال دے گا۔

وہ چاہتا تھا کہ بندیا کے پیچھے جو بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ وہ اس کے ذریعے اندرا کوٹھانی کے دماغ میں آئے۔ اسے اپنا آلہ کار بنائے۔ اس طرح چنڈال اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی مصروفیات کو سمجھ سکے گا اسے پہچاننے کی کوشش کرے گا۔ پھر اسے کسی طرح ٹریپ کرنا چاہے گا۔ اگر ناکام ہوگا تو مخصوص لب ولہجے کے ذریعے اندرا کوٹھانی کو حکم دے گا تو وہ اس ٹیلی پیتھی والے کو اپنے دماغ سے نکال دے گا۔

وہ اپنے طور پر بہت ہی اچھی تدبیر پر عمل کررہا تھا۔ اسے کامیابی ہوسکتی تھی۔ وہ پھر بندیا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میرے ساتھ دفتر میں ہی تھی۔ کئی گھنٹے گزار چکی تھی۔ دوپہر کا کھانا بھی میرے ساتھ کھایا تھا۔ ہمارے درمیان یہ معاملات طے ہوئے تھے کہ وہ آج کسی فائیو اسٹار ہوٹل کا ایک کمرا لے کر وہاں رہے گی۔ رات گزارے گی۔ کل کوئی چھوٹا موٹا سا بنگلا خرید کر وہاں رہائش اختیار کرلے گی۔

وہ تقریباً چار گھنٹے میرے ساتھ آفس میں گزارنے کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ ایک بریف کیس میں اپنے دو کروڑ انہتر لاکھ روپے رکھ کر لے گئی۔ وہ اتنی بڑی رقم میرے پاس بھی نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ میں اس کے خیالات سے معلوم کرچکا تھا۔ اس لیے میں نے اسے اس بات پر مائل نہیں کیا کہ اتنی بڑی رقم ساتھ نہیں لے جانا چاہیے۔ میرے پاس چھوڑ دینا چاہیے اور وہ اس بات سے خوش تھی کہ میں نے رقم کے معاملے میں اسے مجبور نہیں کیا تھا۔

میں نے شام پانچ بجے اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ ہوٹل کے ایک کمرے میں ہے اور آرام سے لیٹی ہوئی آئندہ کے منصوبے بنارہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اپنی جائداد کے جو کاغذات وہ لے کر آئی تھی۔ میں ان کے ذریعے اسے اس کی جائداد دلاسکوں گا اور اس کے باپ اور بھائی اعتراض نہیں کرسکیں گے۔

اس نے رات کو ڈنر پر مجھے بلایا تھا۔ میرے ساتھ رات گزارنا چاہتی تھی۔ میں نے بہانہ کیا کہ آج بہت مصروف ہوں۔ دوسرے دن اس کے ساتھ کھانا بھی کھاؤں گا اور وقت بھی گزاروں گا۔ میں اس کے دماغ میں چلا آیا پھر اپنے معاملات میں مصروف ہوگیا۔

اس وقت تک چنڈال اندرا کوٹھانی کے معاملے میں مصروف تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنارہا تھا۔ ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سلا دیا۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو پوری طرح چنڈال کا معمول اور تابعدار بن چکا تھا۔ وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کرنے کے بعد چنڈال کی مرضی کے مطابق اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں بندیا ٹھہری ہوئی رہی تھی۔

وہ رات کا کھانا کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں آئی۔ وہاں اندرا کوٹھانی سے اس کا سامنا ہوگیا۔ چنڈال اندر رہ کر اسے متاثر کرنے لگا۔ وہ میری طرف مائل تھی اس کی طرف کھینچے لے جارہا تھا۔ دماغ اس کے قابو میں نہ رہا۔ وہ بے اختیار اندرا کوٹھانی کو دیکھنے لگی تھی اور اس سے متاثر ہونے لگی تھی۔ کوٹھانی نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”کیا ہم ایک دوسرے سے متعارف ہوسکتے ہیں؟ میرا نام اندرا کوٹھانی ہے۔“

اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بندیا نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ کچھ حیرانی اور کچھ پریشانی سے سوچ رہی تھی کہ بے اختیار اس کی طرف کیوں کھنچی جارہی ہے؟ اور دل ہی دل میں یہ مان رہی تھی کہ وہ پرکشش ہے اگر عمر اس کی زیادہ ہے تو کیا ہوا؟ دھرم دیر کی طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اس نے اس کے ساتھ تھوڑی سی پی پھر کھانا کھایا۔ دوران میں وہ ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے لگے۔ اس نے چنڈال کی مرضی کے مطابق بتایا کہ میرے بریف کیس میں دو کروڑ انہتر لاکھ روپے رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔“

اندرا کوٹھانی نے کہا ”میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میرے ساتھ میرے بنگلے میں چل کر رہو۔ اور ساری زندگی میرے ساتھ گزارتی رہو۔“

ایسے وقت میں بندیا کے دماغ میں آیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اب کیا کررہی ہے؟ تب اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ دوسری طرف پھسل چکی ہے۔ کیا کررہی ہے یہ باتیں مجھے رفتہ رفتہ معلوم ہونے لگیں۔

وہ یہ مصمم ارادہ کرکے آئی تھی کہ میرے ساتھ رہے گی۔ میرے ذریعے اپنے باپ کی تمام دولت وجائداد پر قبضہ جمائے گی۔ اب اس کے خیالات کہہ رہے تھے۔ وہ اس اندرا کوٹھانی پر عاشق ہوگئی ہے۔ اس کی طرف کھنچی جارہی ہے اور اس کے ساتھ رہنے اور زندگی گزارنے کا فیصلہ کررہی ہے۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا کیا کہ اگر وہ اندرا کوٹھانی کے ساتھ جاکر رہے گی اور دھرم دیر سے بے وفائی کرے گی تو وہ اسے باپ کی دولت وجائداد تو کیا اپنے کاغذات سے بھی کچھ نہیں مل سکے گا۔

اس وقت چنڈال بھی اس کے دماغ میں چھپا ہوا اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس خیال کے جواب میں کہا کہ مجھے دھرم دیر کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ یہ اندرا کوٹھانی بہت چالاک ہے۔ شاطر ہے۔ یہ مجھے اپنے باپ کی تمام دولت وجائداد پر قبضہ جمانے کا موقع دے گا۔

پھر چنڈال جوگیا نے اسے اس بات پر مائل کیا کہ وہ یہی سوال کوٹھانی سے کرے۔ اس نے کوٹھانی سے پوچھا ”کیا میرے باپ اور بھائی سے میرا انتقام لے سکو گے؟ مجھے ان کی دولت وجائداد کی مالکن بناسکتے ہو؟“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”یہ کوئی خاص بات نہیں ہے میرے لیے یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میرا دل خوش کرتی رہو۔ پھر دیکھو میں تمہارے لیے کیا کرتا ہوں۔“

رات کا کھانا کھانے کے بعد بندیا نے ہوٹل کے کمرے سے اپنا بریف کیس اٹھایا پھر اندرا کوٹھانی کے ساتھ اس کی کوٹھی میں چلی گئی۔ مجھے اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی البتہ اس پہلو سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی کہ چنڈال نے میرے جوس میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ اور یہ ثابت کردیا تھا کہ وہ بندیا کے اندر چھپا رہتا ہے اور مجھے تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

اس طرح یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ بندیا خود اندرا کوٹھانی کی طرف مائل نہیں ہوئی تھی بلکہ چنڈال نے اس کی کھوپڑی اس کی طرف گھمادی تھی اور اب وہ اسی طرف گھوم رہی تھی۔

چنڈال ذہانت کے مطابق ایک سیدھا سادہ سا کھیل کھیل رہا تھا۔ پہلے اس نے بندیا کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ میں یعنی دھرم دیر ٹیلی پیتھی جانتا ہوں یا نہیں؟ میرے خیالات پڑھنے کے بعد اسے محسوس ہوگیا کہ میں اس کا مطلوبہ شخص نہیں ہوں۔ اس لیے اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی کی طرف مائل کردیا تھا۔

میں نے کوٹھانی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں اور اونچی سوسائٹی میں بہت جانا پہچانا شخص تھا۔ اس لیے جلد ہی اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوگیا۔ یہ بھی پتا چلا کہ وہ شراب وشباب کا شوقین ہے۔

اس رات اس نے ہوٹل میں کھانے سے پہلے بندیا کے ساتھ تھوڑی سی پی تھی۔ اسے اپنے گھر میں لانے کے بعد کچھ اور زیادہ پی۔ یہ دونوں مستی میں رہے۔ ایسے وقت میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اگر وہ نہ پیتا تب بھی میں اس کے اندر پہنچ سکتا تھا کیونکہ چنڈال جوگیا نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی اور وہ تابعدار کی طرح مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہوئے بھی انجان بنا رہا تھا۔

دوسری طرف چنڈال جوگیا نے بعد میں اس کے اندر آکر معلوم کیا کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو محسوس کررہا ہے۔

چنڈال اس حد تک مجھے دھوکا دینے میں کامیاب رہا۔ اس نے دوسری بار بندیا کے ذریعے یہ معلوم کرلیا کہ ایک ٹیلی پیتھی والا جاننے اس کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ وہ جس کے پاس جاتی ہے وہ اس کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ وہ پہلی بار اس کے بیٹے کے بنگلے میں گئی تھی۔ تو میں نے اس کے بیٹے پر تنویمی عمل کیا تھا۔ دوسری بار وہ اندرا کوٹھانی کے بنگلے میں آئی تو میں اس کے اندر بھی پہنچ گیا۔ یہ بات چنڈال کو معلوم ہوگئی۔

لیکن وہ یہ معلوم نہ کرسکا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہوں۔ اب بھی یہ سوال اس کے ذہن میں چبھ رہا تھا کہ بندیا کے اندر جو ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا رہتا ہے آخر وہ کون ہے؟

اس کا خیال تھا کہ میں اندرا کوٹھانی کے دماغ میں پہنچنے کے بعد اس پر بھی تنویمی عمل کروں گا اور اسے اپنا تابعدار بنانا چاہوں گا لیکن اس کا یہ اندازہ غلط ثابت ہونے لگا۔ میں ایسا نادان نہیں تھا۔ ایک بار دیکھ چکا تھا کہ چنڈال کو اپنے بیٹے کے اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی معلوم ہوچکی ہے۔ دوسری بار میں اپنی موجودگی ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا جب کہ ظاہر ہوچکی تھی۔ لیکن اب اپنی طرف سے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنا تابعدار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ میں بندیا کے ذریعے اندرا کوٹھانی پر نظر رکھ سکتا تھا۔

دونوں طرف سے اندھی چالیں چلی جارہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ چنڈال اپنے آلہ کار اندرا کوٹھانی کے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کو سمجھ رہا ہے۔ میں خوش فہمی میں تھا کہ اس پر تنویمی عمل نہیں کروں گا۔ اسے اپنا تابعدار نہیں بناؤں گا تو چنڈال کو اس کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔

دوسری طرف چنڈال بندیا کے ذریعے اندھی چال چل رہا تھا پھر بھی یہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہوں اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی اصلیت کس طرح معلوم کرے۔ اس کی مجبوری یہ تھی

کہ وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اندرا کوٹھانی کے اندر زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس کے ذریعے آئندہ چار آرمی افسران کو قتل کرنے کی واردات کرانے والا تھا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ اندرا کوٹھانی اور بندیا کے دماغوں سے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھگا دیا جائے۔

اس رات کی صبح ہونے تک اس نے یہی کیا۔ اندرا کوٹھانی کے دماغ میں پہنچ کر مخصوص لہجے میں حکم دیا کہ اب وہ اپنے دماغ کو مقفل رہنے دے۔ کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو اندر نہ آنے دیا کرے۔

پھر اس نے بندیا پر مختصر سا تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو بھی لاک کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بندیا آئندہ اندرا کوٹھانی کے ساتھ رہے۔ اس نے کوٹھانی کو حکم دیا کہ صبح ہوتے ہی وہ دہلی چھوڑ کر شملہ چلا جائے۔ اور بندیا کو حکم دیا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے اندرا کوٹھانی کی کوٹھی کو چھوڑ کر کہیں بھی جا سکتی ہے۔ اگر وہ اپنی دولت وجائداد حاصل کرنا چاہتی ہے تو دھرم دیر کے پاس بھی جا سکتی ہے۔ اب اسے اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

بس یہیں پہنچ کر چنڈال دھوکا کھا گیا۔ وہ دھرم دیر کو یعنی مجھے دہلی کا ایک عام شہری سمجھ رہا تھا جس بندیا کے دماغ کو میرے خلاف لاک کیا گیا تھا۔ اسی کو میری طرف بھیج رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اندرا کوٹھانی کا دماغ لاک ہو جانے کے بعد میں اسے کہیں تلاش نہیں کر سکوں گا۔ کم بخت! بڑی خوش فہمی میں مبتلا رہنے لگا تھا۔

☆☆☆

اس بار کبریا ایک ماں اور دو بیٹیوں سے ٹکرایا تھا۔ ماں کا نام پھول متی تھا اور بیٹیوں میں سے ایک کا نام چندرامتی اور دوسری کا نام تارامتی تھا۔ وہ تینوں اس کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ اسے احمد آباد سے ممبئی تک اپنا ہم سفر بنانا چاہتی تھیں۔ طیارے میں خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ فلائٹ تین گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہونے والی تھی۔ کبریا نے ان تینوں کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ان کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "میں صرف دس منٹ تک خاموش رہنا چاہتا ہوں اور تم تینوں کو بھی خاموش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد باتیں کروں گا اور تمہارے ساتھ بھی رہوں گا۔"

وہ تینوں خوش ہو گئیں۔ اپنے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا کہ اس سے ایک لفظ بھی نہیں بولیں گی۔

وہ ان تینوں کے دماغوں میں باری باری جانے لگا اور ان کے خیالات تفصیل سے پڑھنے لگا۔ اکثر لوگ سوچتے ہیں کہ انہیں موت نہیں آئے گی اور وہ اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اسی طرح پھول متی سوچتی تھی کہ اس پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور وہ ہمیشہ جوان رہا کرے گی۔

وہ کبھی شادی کرنا اور بچے پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ [illegible] کا خیال تھا کہ شادی کرتے ہی ماں بنتے ہی بوڑھی کہلانے لگے گی۔ وہ کئی برس تک شادی سے کتراتی رہی لیکن پھر [illegible] نوجوان کے ساتھ جذبات میں بہہ گئی۔ اس سے شادی کر[illegible] اس نے پہلے شوہر سے چندرامتی کو جنم دیا۔

اس کے دماغ میں یہ بات بری طرح نقش ہو چکی تھی [illegible] وہ کبھی بوڑھی نہیں ہو گی۔ ایک بیٹی کے بعد بھی خود کو [illegible] کنواری ہی سمجھتی رہی۔ اس کے پتی نے ایک بیٹے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے کہا کہ بیٹا پیدا ہونا چاہیے لیکن اب وہ [illegible] پیدا کرنے سے کترا رہی تھی۔ دونوں میں جھگڑا ہوا تو [illegible] علیحدگی ہو گئی۔

پھر اس کی زندگی میں ایک دولت مند شخص آیا۔ [illegible] کے حسن و شباب کی تعریفیں کرتا رہا اور وہ اس پر مائل [illegible] اس سے شادی کی تو اس کے ذریعے دوسری بیٹی تارامتی [illegible] ہوئی۔ اس نے سوچا کہ وہ اسی طرح اگر جذبات [illegible] رہے گی تو اولاد پیدا کرتے کرتے بوڑھی ہو جا[illegible] شادی کے بعد پتی کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ بچے پیدا کر[illegible] ہیں۔ لہٰذا آئندہ وہ شادی نہیں کرے گی۔

پھر اس نے واقعی شادی نہیں کی۔ دونوں بیٹیو[illegible] جوان ہونے تک خود جوان بنتی رہی۔ وہ خود کو بیٹیو[illegible] زیادہ جوان رکھنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ جوان [illegible] اس کی فطری کمزوری تھی۔ ورنہ وہ عادتاً بری نہیں [illegible] ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی تھی۔ اس کی سو[illegible] ہمیشہ جوان اور دولت مند بن کر رہے۔ جوان تو وہ خو[illegible] کر رہی تھی لیکن دولت مند بننے کی خواہش پوری نہیں [illegible] تھی۔ اس کا ایک بیوٹی پارلر تھا۔ جس کے ذریعے [illegible] آمدنی ہو جاتی تھی اور بڑے ٹھاٹ سے گزارہ ہو جا[illegible] پھر بھی دولت مند بننے کی خواہش انگڑائیاں لیتی رہتی [illegible]

اس کی دونوں بیٹیاں چندرامتی، تارامتی بھی [illegible] کبریا سے دلچسپی لے رہی تھیں کہ بیلا نے کسی [illegible] نوجوان کے ملنے کی پیش گوئی کی تھی۔ وہ بازاری [illegible] طرح کبریا کو پھانسنا نہیں چاہتی تھیں۔ صرف تا[illegible] کی وجہ سے اس کی ذات میں دلچسپی لے رہی تھیں۔

کبریا نے سوچا "جب یہ تینوں عادتاً اچھی [illegible] ذات سے کسی کو نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے تو میں [illegible] فائدہ پہنچاؤں گا۔ یہاں سے ممبئی تک ان کے ساتھ رہوں گا۔ [illegible] تاکہ ان کے پتوں کی پیش گوئی ان کے لیے درست ہو سکے۔ اب میں ان کے ساتھ ہوائی جہاز سے سفر نہیں کروں گا" پھر اس نے پھول متی سے پوچھا "یہاں سے ٹرین کب جاتی ہے؟"

پھول متی نے کہا "ٹرین ابھی جانے والی ہو گی۔ آپ فون کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔"

چندرامتی نے فون کے ذریعے ریلوے انکوائری سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ ٹرین ابھی بیس منٹ پہلے جا چکی ہے۔ تارامتی نے کہا "بائی روڈ جائیں تو شارٹ کٹ راستہ ہے اودے پور تک جا کر پھر ٹرین میں سوار ہو جائیں گے۔"

کبریا راضی ہو گیا۔ وہ تینوں خوش ہو گئیں۔ کبریا کے ساتھ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر آئیں پھر بڑی سی وین میں بیٹھ گئیں۔ پھول متی نے کہا "میں حمزہ صاحب کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھوں گی۔ ان کے آرام کا خیال کروں گی۔ چندرامتی تم ڈرائیو کرو۔"

وہ کبریا کے ساتھ لگی رہنا چاہتی تھی کہ بوڑھی جوانی کی آنچ دیتی رہوں گی تو وہ جوان پگھلتا رہے گا۔ وہ اس کے دائیں طرف بیٹھ گئی۔ تارامتی بائیں طرف بیٹھ گئی۔ دونوں ماں بیٹی نے اسے سینڈوچ بنا لیا۔

گاڑی تیزی سے ہائی وے پر جانے لگی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے دائیں بائیں جا رہا تھا۔ دونوں کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ تارامتی اس سے لگی ہوئی تھی اور اس سے متاثر ہو رہی تھی مگر سوچ رہی تھی کہ کیا کرے۔ بوڑھی ماں دیوار بن رہی تھی۔ اسے سمجھایا نہیں جا سکتا تھا کہ اب وہ اپنے بڑھاپے کو تسلیم کرلے اور جوان بیٹی کے لیے راستہ صاف کر دے۔

دوسری طرف پھول متی سوچ رہی تھی کہ یہ تارامتی حمزہ سے اس قدر چپک کر کیوں بیٹھی ہے؟ اسے کچھ تو خیال کرنا چاہیے۔ گھر میں کھانا پکتا ہے تو یہ دونوں پہلے ماں کو کھلاتی ہیں۔ بازار سے کپڑا لاتی ہیں تو پہلے ماں کو پہناتی ہیں۔ آج ایک گبرو جوان ملا ہے تو یہ پہلے مجھے کیوں نہیں اوڑھنے دے رہی ہے؟ جب چادر ایک ہو تو پہلے ماں کا سر ڈھانپنا چاہیے۔"

تارامتی کی سوچ نے کہا کہ اب ماں کو رام نام جپنا چاہیے۔ پرایا مال اپنا نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا مال ملے تو پہلے کسی بیٹی کے حوالے کرنا چاہیے۔ وہ گبرو جوان ماں سے عمر میں چھوٹا ہے۔

ماں نے سوچا "چھوٹا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ شادی ہو گی تو لڑکیوں کا باپ کہلائے گا۔ تارامتی اور چندرامتی کو اسے باپ سمجھنا چاہیے۔"

کبریا نے اس کی سوچ میں تبدیلی پیدا کی "کہیں کسی طرح میرا بڑھاپا تو نہیں جھلک رہا ہے؟"

اس نے پرس میں سے آئینہ نکال کر اپنے آپ کو دیکھا پھر سوچا "چہرے پر پکا پن آ گیا ہے۔ میرے مقابلے میں میری دونوں بیٹیوں کے چہرے پر بڑی نزاکت ہے۔ بڑی تازگی ہے۔ یہ ان کے دل لگانے اور پیار کرنے کی عمر ہے۔ میں خوامخواہ ان کے راستے میں دیوار بن رہی ہوں۔"

وہ ایسا سوچتے وقت پریشان ہو رہی تھی کہ ایسا کیوں سوچ رہی ہے؟ جبکہ دل حمزہ خان کی طرف مائل ہو رہا ہے۔

کبریا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "دل میں تو ہوس بھری ہوئی ہے، دماغ سے کام لینا چاہیے اور پھر میں کب تک جوان بنتی رہوں گی؟ اور بیٹیوں کو بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچاتی رہوں گی؟ جب تک یہ میرے گھاٹ اترے گا اس وقت تک بیٹیاں اتنی بوڑھی ہو جائیں گی کہ پھر کوئی منہ نہیں لگائے گا۔ یہ میری طرف سے بہت بڑا ظلم ہو گا۔"

خیالات کی اس تبدیلی نے اس کے اندر ممتا کا جذبہ بیدار کیا اور وہ سنجیدگی سے دونوں بیٹیوں کے بارے میں سوچنے لگی "اگر حمزہ خان مجھ سے نہ سہی میری کسی ایک بیٹی سے دل لگا لے۔ اس سے منسوب ہو جائے تب بھی ہمارا بھلا ہو گا۔ مجھے اب اپنے لیے نہیں اپنی بیٹیوں کے لیے سوچنا چاہیے۔"

گاڑی اس ہائی وے سے اتر کر ایک ذیلی راستے پر جانے لگی۔ کبریا نے پوچھا "یہ کدھر جا رہی ہو؟"

اس نے کہا "یہ شارٹ کٹ ہے۔ یہاں سے ہم بہت کم وقت میں اودے پور پہنچ جائیں گے اور جو ٹرین وہاں پہنچنے والی ہے اس میں سوار ہو سکیں گے۔"

اتنا کہہ کر وہ چپ ہوئی پھر ڈرائیو کرتے ہوئے سوچنے لگی "ممی اور تارامتی اسے کس طرح بیچ میں لے کر بیٹھی ہوئی ہیں اور مجھے ڈرائیونگ میں لگا دیا ہے۔"

اس نے بہن سے کہا "تارامتی! میں اتنی دور سے ڈرائیو کرتی آ رہی ہوں۔ اب تم یہاں آؤ اور مجھے ذرا آرام کرنے دو۔"

تارامتی نے دل میں کہا "میں خوب سمجھتی ہوں کیسے آرام کرو گی؟ یہاں آتے ہی حمزہ خان سے چپک کر بیٹھ جاؤ گی۔"

اس نے پھول متی سے کہا "ممی! تم گاڑی ڈرائیو کرو۔ چندرامتی کو یہاں آرام کرنے کے لیے بھیج دو۔"

گاڑی آگے جا کر رک گئی۔ پھول متی کی سوچ میں بڑی حد تک تبدیلی آ گئی تھی۔ اب وہ ممتا سے سوچ رہی تھی کہ دونوں بیٹیوں کو حمزہ خان کے پاس ہی رہنا چاہیے۔ پتا نہیں وہ کس سے متاثر ہو جائے۔

وہ گاڑی سے باہر آ گئی۔ چندرامتی کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی "جاؤ بیٹی! حمزہ صاحب کے پاس بیٹھو۔ میں ڈرائیو کرتی ہوں۔"

ماں نے بیٹی کی جگہ اور بیٹی نے ماں کی جگہ سنبھال لی۔ گاڑی پھر آگے چل پڑی۔ وہ وہی شرٹ کٹ راستہ تھا۔ جو گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتا تھا اور پچھلی رات کبریا اس راستے سے گزر چکا تھا۔

اس راستے سے صرف وہی ضرورت مند گزرتے تھے۔ جنہیں جلد از جلد اپنی منزل پر پہنچنا ہوتا تھا۔ ایسے لوگ مسلح ہو کر قافلے کی صورت میں سفر کرتے تھے۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پھول متی نے گاڑی کی رفتار سست کر کے گھبراتے ہوئے کہا "یہ کیسی آوازیں آ رہی ہیں؟"

تارامتی نے کہا "میں نے فائرنگ کی آوازیں سنی ہیں۔ آگے راستے میں کوئی گڑبڑ ہے۔"

پھول متی نے گاڑی روک دی پھر کہا "ہمیں واپس جانا چاہیے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی پیچھے سے بھی فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ اب تو وہی بات ہوئی۔ نہ جانے ماندن نہ پائے رفتن۔ نہ وہاں رک سکتے تھے۔ نہ آگے پیچھے جا سکتے تھے۔ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

انہوں نے کچھ فاصلے پر دو پولیس والوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ دو گولیاں چلیں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بھاگنے والے اچھل کر گرے پھر وہاں سے اٹھ نہ سکے۔ یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ پولیس اور ڈاکوؤں میں مقابلہ ہو رہا ہے۔

تارامتی رونے لگی۔ کہنے لگی "یہ ہم کہاں آ کر پھنس گئے ہیں؟ ڈاکو ہمیں مار ڈالیں گے۔"

کبریا نے کہا "ہمارے پاس ہتھیار بھی تو نہیں ہیں۔"

پھول متی نے کہا "میرے پرس میں ایک پستول ہے۔ میرے پاس اس کا لائسنس بھی ہے۔"

چندرامتی نے چڑ کر کہا "ممی! یہاں کون لائسنس دیکھنے آ رہا ہے؟ ہم نے اپنی جان بچانی ہے۔ کیا ایک پستول سے ہم اپنی حفاظت کر سکیں گے؟"

"انہیں دور سے دکھا تو سکیں گے کہ ہم نہتے نہیں ہیں۔ اس طرح شاید وہ ہم سے دور رہیں۔"

تارامتی نے کہا "پولیس والے ہم سے زیادہ مسلح ہیں۔ وہ ڈاکو ان سے دور نہیں بھاگ رہے ہیں۔ مقابلہ کر رہے ہیں۔ وہ دیکھیں ایک اور سپاہی مارا گیا ہے۔"

رہ رہ کر فائرنگ ہو رہی تھی۔ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ گولیاں کھا کر گر رہے تھے۔ ڈاکو بھی مر رہے تھے اور سپاہی بھی فرض کی ادائی میں مارے جا رہے تھے۔

بڑی دیر تک رہ رہ کر فائرنگ ہوتی رہی۔ وہ تینوں سیٹوں کے درمیان سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ کبریا انتظار میں تھا کہ کسی کی آواز سنائی دے تو اس کے اندر پہنچ کر اسے اپنے قابو میں کر سکے۔ بڑی دیر بعد خاموشی چھا گئی۔ اب کسی طرف سے بھی فائرنگ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی پھر بہت دور سامنے سے ایک جیپ آتی دکھائی دی۔

وہ کوئی بہت بڑا اسمگلر تھا۔ ڈاکوؤں کو اسلحہ سپلائی کیا کرتا تھا۔ ابھی ان سے اسلحے کی بہت بڑی رقم لے کر جانے والا تھا۔ ایسے وقت پولیس نے حملہ کیا تھا۔ ڈاکوؤں نے اس اسمگلر کا ساتھ دیا تھا۔ پولیس اور ڈاکو تو مارے گئے تھے جو بچے بھاگ گئے تھے۔

اب وہ اسمگلر اپنے ماتحت کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس جیپ میں بیٹھ کر احمد آباد کی طرف جا رہا تھا۔ وہ پھول متی کی گاڑی کے قریب آنے سے پہلے رک گیا۔ اپنی گن سنبھال کر للکارتے ہوئے بولا "تم لوگ کون ہو؟ جو بھی ہو دروازہ کھولو اور دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ کر باہر آ جاؤ۔ کسی کے پاس ہتھیار ہوگا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

پھول متی نے سہم کر کہا "وہ میرا پستول دیکھے گا تو مار ڈالے گا۔"

کبریا نے کہا "پستول اسی گاڑی میں چھوڑ دو۔ اور جیسا وہ کہہ رہا ہے ویسا کرو۔ اپنے اپنے ہاتھ گردن کے پیچھے رکھ کر گاڑی سے باہر نکلو۔"

کبریا اس اسمگلر کے اندر پہنچ چکا تھا۔ اس نے کبریا کی مرضی کے مطابق اپنے ماتحت سے کہا "جب تک میں حکم نہ دوں کسی پر گولی نہ چلانا۔ یہ سیدھے سادے مسافر ہیں ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ ان ماں بیٹیوں کے ساتھ گاڑی سے باہر آ گیا۔ اسمگلر نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہارے پاس کتنا مال ہے۔"

پھول متی نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا "ہمارے پاس صرف دس ہزار روپے ہیں۔ تلاشی لو گے تب بھی اس سے ایک پیسا بھی زیادہ نہیں نکلے گا۔ تم ہم سے یہ دس ہزار لے لو اور یہاں سے جانے دو۔"

کبریا نے کہا "تمہیں دس ہزار روپے نہیں دینے چاہئیں۔ تاش کے پتوں نے کہا تھا کہ تمہیں بہت مال ملنے والا ہے۔ جب ملنے والا ہے تو تم نقصان کیوں اٹھانا چاہتی ہو؟"

اسمگلر نے کبریا کو گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

وہ بولا "دیکھیے شری مانت! ممبئی میں کوئی لڑکی ہے۔ اس کا نام بیلا اوبرائے ہے۔ وہ تاش کے پتوں سے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ اس نے ہی ان ماں بیٹیوں کو بتایا ہے کہ یہاں سے انہیں بہت دولت ملنے والی ہے۔ کیا تمہارے پاس دولت ہے؟"

اسمگلر نے ہنستے ہوئے کہا "اس وقت میرے پاس بیس لاکھ روپے ہیں۔ ان لاکھوں روپے کی خاطر میں نے کئی لاشیں گرا دی ہیں۔ تم سب کی بھی لاشیں گرا سکتا ہوں لیکن ان عورتوں پر گولی چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر دس ہزار ہیں تو وہی مجھے دے دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

پھول متی اپنے پرس میں سے رقم نکالنا چاہتی تھی۔ کبریا نے اس کے ہاتھ سے پرس چھین کر کہا "تم تاش کے پتوں کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ تمہیں کچھ دینا نہیں بلکہ بہت کچھ لینا ہے۔ اگر تاش کے پتوں نے سچ کہا ہے تو یہ ابھی بیس لاکھ روپے تمہیں دے گا۔"

تارامتی نے کبریا کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا تمہارا دماغ خراب ہوا ہے؟ یہاں ہماری جان پر بنی ہے اور تم ہمیں لاکھوں روپے کے سبز باغ دکھا رہے ہو۔ ہمیں دولت نہیں چاہیے۔ ممی! آپ دس ہزار اسے دیں اور یہاں سے چلیں۔"

اسمگلر نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹھہرو! مجھے سمجھنے دو۔ میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ تاش کے پتے کچھ کہہ رہے ہیں۔ مجھے تم سے دس ہزار روپے نہیں لینے چاہیے۔ میں تمہیں بیس لاکھ روپے دوں گا۔"

وہ ماں بیٹیاں حیرانی سے ایک دوسرے کو تکنے لگیں۔ اس کے ماتحت نے کہا "باس! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اتنی بڑی رقم آپ انہیں دینا چاہتے ہیں؟"

اسمگلر نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ خاموش رہو۔ وہ بریف کیس اٹھاؤ اور بڑھیا کو دے دو۔"

اسمگلر نے پھول متی کو بڑھیا کہا تھا۔ ان لمحات میں اس نے برا نہیں مانا۔ جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ عمر کا حساب کرنا بھول گئی تھی پھر حیرانی سے سوچ رہی تھی کہ تاش کے پتوں کی پیش گوئی کے مطابق وہ اسمگلر انہیں بیس لاکھ روپے دے رہا تھا۔ اس کے ماتحت نے روپوں سے بھرا ہوا بریف کیس لا کر پھول متی کے سامنے زمین پر رکھ دیا پھر واپس جا کر بولا "باس! یہ آپ نے اچھا نہیں کیا ہے۔ اب کیا خالی ہاتھ جائیں گے؟"

وہ تن کر بولا "ہاں...... کوئی بات نہیں ہم اور لاکھوں روپے کما لیں گے۔ یہاں سے چلو۔"

وہ دونوں جیپ میں بیٹھ گئے۔ کبریا اور وہ ماں بیٹیاں بریف کیس اٹھا کر ایک طرف ہو گئیں۔ وہ جیپ ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے احمد آباد جانے لگا۔ کبریا اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے ماتحت کے... بڑبڑانے کے باوجود تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا جا رہا تھا۔

پھول متی اور اس کی بیٹیاں بریف کیس اٹھا کر اسے سینے سے لگا کر خوشی سے نہال ہو رہی تھیں۔ دونوں بیٹیاں خوشی کے مارے ناچ رہی تھیں۔ دور جاتی جیپ کو دیکھ رہی تھیں اور یقین کر رہی تھیں کہ اب وہ واپس نہیں آئے گا۔ پھول متی نے کبریا کا ہاتھ تھام کر بڑی محبت و عقیدت سے کہا "تم نے تو کمال کر دیا تمہیں کیسے یاد آ گیا کہ تاش کے پتوں نے یہ سب کچھ کہا تھا؟"

چندرامتی نے کہا "ممی! میں تو بیلا اوبرائے کو اب اچھی طرح مان گئی ہوں۔ اس کی دل سے عقیدت مند ہو گئی ہوں۔ تاش کے پتوں کا ذکر آیا تو اس اسمگلر کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ اپنی سنگدلی بھول کر مہربان ہو گیا تھا۔"

تارامتی نے کہا "ہمیں یہاں سے فوراً جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واپس آ جائے۔"

کبریا اب تک اس اسمگلر کے دماغ میں تھا۔ اسے تیز رفتاری سے زیادہ دور بھگا رہا تھا پھر وہ ان کے ساتھ آ کر اس وین میں بیٹھ گیا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اس کے دماغ کو جیسے ہی ڈھیل دے گا تو اس اسمگلر کی کھوپڑی الٹ جائے گی اور پھر اپنی جیپ کو موڑ کر لے آئے گا۔ واپسی کا راستہ روکنا ضروری تھا۔

وہ جس راستے پر ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کے ایک طرف گہری کھائیاں تھیں۔ کبریا نے اس کے ہاتھ کو اسٹیئرنگ پر بہکا دیا۔ اسٹیئرنگ ادھر سے ادھر گھوما پھر وہ اسے کنٹرول نہ کر سکا۔ جیپ سڑک کے کنارے جا کر ڈھلان کی طرف گرتی ہوئی انتہائی گہری کھائی کی طرف جانے لگی۔

کبریا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھول متی گا :

ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ چندرامتی اور تارامتی کے درمیان سمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ تارامتی نے پوچھا ''تم اتنی دیر سے چپ کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں ہو؟''

وہ بولا ''میں حیران ہوں کہ یہ سب کیسے ہوگیا؟ وہ بیلا اوبرائے آخر ہے کون؟ جس کے تاش کے پتے اس قدر سچ بولتے ہیں کہ سیکڑوں ہزاروں میل دور ایک ظالم کو مہربان بنادیتے ہیں۔''

پھول متی نے کہا ''میں تو ممبئی پہنچتے ہی بیلا کے قدموں میں جاکر گر پڑوں گی۔ وہ ایک ملاقات کے پانچ ہزار لیتی ہے۔ میں اسے دس ہزار دوں گی۔''

تارامتی نے کہا ''ہم بیلا کے لیے تحفے بھی لے کر جائیں گے۔ اس نے تو ہمیں ایک ہی دن میں مالا مال کردیا ہے۔''

کبریا نے اتنی بار بیلا کا نام سنا تھا کہ اب اس کے اندر بھی اس کے بارے میں تجسس پیدا ہوگیا تھا۔ اس نے پوچھا ''آخر یہ بیلا ہے کون؟ کیا یہ اس کا پیشہ ہے؟ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے سب کو قسمت کا حال بتاتی ہے۔''

''ہاں...... جو بھی ضرورت منداس کے پاس جاتا ہے وہ اس کے مستقبل کے بارے میں سچی اور کھری بات بتادیتی ہے۔ وہ یہ لحاظ نہیں کرتی ہے کہ سننے والے کو مسرتیں حاصل ہوں گی یا وہ مایوس ہوکر جائے گا۔''

کبریا سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ یہ جو کچھ ہوا تھا اگر دیکھا جائے تو تاش کے پتے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ انہیں مال ملنے والا ہے۔ اگرچہ اس کی خیال خوانی کے ذریعے ایسا ہوا تھا لیکن کچھ بھی ہو تاش کے پتوں کی پیش گوئی درست ہوئی تھی۔

چندرامتی نے کہا ''ممی! ہمیں...... ابھی بیلا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس فون ہے ہم اس سے رابطہ کرسکتے ہیں۔''

کبریا نے چونک کر چندرامتی کو دیکھا۔ اس کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ بیلا کے بارے میں کچھ معلوم کرسکے۔ پھول متی نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے موبائل فون پر نمبر ڈائل کیے پھر اسے کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہوا۔ بیلا اوبرائے کی آواز سنائی دی ''ہیلو کون ہے؟''

''مس بیلا! میں پھول متی۔ تمہیں یاد ہوگا میں اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ تمہارے پاس آئی تھی۔''

بیلا نے کہا ''ہاں...... مجھے یاد ہے۔ آج سے ایک ماہ پہلے تم اپنی بیٹیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ ایک بیٹی کا نام چندرامتی ہے اور دوسری کا نام تارامتی ہے۔''

پھول متی نے کہا ''اوہ...... تم تو کمال کی لڑکی ہو۔ ہمیں اب تک یاد رکھا ہے۔ تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔''

''ٹھیک ہے ابھی تم نے کیوں فون کیا ہے؟ کیا چاہتی ہو؟''

''تم نے پیش گوئی کی تھی کہ ہمیں بہت جلد بہت ساری ساری دولت ملنے والی ہے۔ ابھی ابھی ہمیں بیس لاکھ روپے ملے ہیں۔ میں کیا بتاؤں کہ مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے؟ اور میں تمہاری کتنی عقیدت مند ہوگئی ہوں۔ ممبئی آنے والی ہوں۔ وہاں پہنچتے ہی تمہارے پاس آؤں گی اور تمہیں بہت سے تحفے دوں گی۔''

بیلا نے کہا ''مجھے خوشی ہے کہ میری پیش گوئی درست ثابت ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے آپ جب چاہیں چلی آئیں۔ میرے دروازے تو سب ہی کے لیے کھلے رہتے ہیں۔''

رابطہ ختم ہوگیا۔ کبریا بیلا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔

وہ خیالات کیا تھے؟

وہ خیالات طلسم ہوشربا تھے۔ اسے حیران کردینے کے لیے کافی تھے۔

بیلا اوبرائے کا ذکر پچھلی اقساط میں ہوچکا ہے۔ بظاہر وہ کوئی پراسرار لڑکی نہیں تھی۔ فرمان اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ مسٹر اوبرائے کی بیٹی ہے اور اوبرائے شطرنج کا ماہر کھلاڑی ہے۔ شاطر پتے باز ہے اور باون پتوں کی پتے بازی کے ذریعے خوب دولت کماتا رہا ہے۔

ایک بار فرمان کے ذریعے میں بھی بیلا کے دماغ میں پہنچا تھا۔ صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح باون پتوں سے کھیلتی تھی لیکن اس نے اپنا الگ راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ جوئے بازی سے ہٹ کر تاش کے پتوں کو قسمت کا حال بتانے کے لیے استعمال کرنے لگی۔ کچھ اس کی لگن اور دلچسپی تھی اور کچھ اس نے ماہرین سے یہ ہنر سیکھا تھا۔ اس طرح وہ اب تاش کے پتوں کے ذریعے سچی پیش گوئی کرنے لگی تھی۔

ہم نے خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے اندر پہنچ کر یہ سب کچھ معلوم کیا تھا۔ ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہر بات صحیح طور پر معلوم ہوجائے۔ دراصل بیلا اوبرائے وہ نہیں تھی جو بظاہر دکھائی دے رہی تھی اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے سمجھ میں آرہی تھی۔ بلکہ وہ تھی جو کسی کی سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

اس کی اصل ہسٹری کچھ اور تھی۔ وہ ایک روسی لڑکی تھی۔

روس کے ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئی تھی۔ جہاں صرف پراسرار علوم سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں۔ بچپن میں جب بچہ بولنے لگتا ہے۔ تب ہی سے انہیں علوم سکھائے جاتے ہیں۔ ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی، علوم نجوم، تاش کے پتے، پانسہ پھینکنے کا فن اور کالے جادو کے پراسرار ہتھکنڈے، یہ سب کچھ بچپن ہی سے انہیں سکھایا جاتا ہے۔ بیلا کو بھی بچپن ہی سے یہ تمام پراسرار علوم سکھائے گئے تھے۔

روس میں ایک ہی خاندان ایسا ہے۔ جہاں باپ بیٹے پوتے اور پوتیاں نواسے اور نواسیاں ایسے علوم سیکھتے ہیں اور وہ راسپوٹین کا خاندان ہے۔ اس کا ذکر میں پہلے بھی کرچکا ہوں۔ اس خاندان میں راسپوٹین کہلانے والا صرف ایک ہی شادی کیا کرتا تھا پھر اس سے جو اولادیں ہوتی تھیں انہیں یہ سارے پراسرار علوم سکھائے جاتے تھے۔

راسپوٹین سوم نے دو شادیاں کی تھیں۔ دوسری شادی چھپ کر کی تھی لیکن یہ بات چھپ نہ سکی۔ پہلی بیوی اور اس کے بچے اعتراض کرنے لگے۔ دوسری بیوی سے بیلا پیدا ہوئی تھی۔ راسپوٹین سوم اپنی خاندانی روایات کے مطابق بیلا کو بھی پراسرار علوم سکھا رہا تھا۔ جب وہ بارہ برس کی ہوئی تو اسے ٹیلی پیتھی کا درس دینا شروع کیا۔ وہ بہت ذہین اور حاضر دماغ تھی۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ اس لیے جو کچھ سکھایا جارہا تھا۔ اسے دماغ میں نقش کرتی جارہی تھی۔ صرف دو برس کے عرصے میں یعنی چودہ برس کی عمر میں اس نے خیال خوانی سیکھ لی۔

ان دنوں راسپوٹین سوم کا بیٹا تقریباً پچیس برس کا ہوگیا تھا اور وہ باپ کے مقابلے پر آگیا تھا۔ ماں کی حمایت کرتا تھا اور اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر اب اس کے باپ نے اس دوسری بیوی کو طلاق نہ دی تو وہ اس کی بیوی اور بیٹی کو ختم کردے گا۔

راسپوٹین سوم نے مجبور ہوکر بیلا کی ماں کو طلاق دے دی پھر اسے وہ ملک چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ وہ اپنی بیٹی کو لے کر ہندوستان آگئی۔ راسپوٹین سوم نے اپنے بیٹے اور بیوی وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس نے بیلا کو بھی خاندانی روایات کے مطابق تمام پراسرار علوم سکھادیے ہیں۔ بیلا اور اس کی ماں سے دشمنی رکھنے والا راسپوٹین چہارم ان کے دماغوں میں جاکر یہ حقیقت معلوم کرسکتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اس کے باپ راسپوٹین سوم نے بیلا اور اس کی ماں کے دماغوں پر ایسا عمل کیا تھا کہ ان کے چور خیالات کبھی پڑھے نہیں جاسکتے تھے۔ جو بھی ان کے دماغوں میں آتا وہ ان کے سطحی خیالات پڑھتا اور یہی سمجھتا کہ ان کے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں بھی وہ پڑھ رہا ہے۔

مختصر یہ کہ موجودہ راسپوٹین چہارم نے دھوکا کھایا اور یہ معلوم نہ کرسکا کہ اس کی سوتیلی ماں جو طلاق لے کر گئی ہے تو اس کے ساتھ بیلا تمام پراسرار علوم بھی اپنے دماغ میں نقش کرکے لے گئی ہے۔

بیلا جب اپنی ماں کے ساتھ ہندوستان آئی تو چودہ برس کی تھی اور اس کی ماں ان دنوں بھرپور جوان تھی۔ اس نے ایک برس بعد تاش کے ایک شاطر کھلاڑی ونود اوبرائے سے شادی کرلی۔ ونود کو بچپن سے جوئے کی لت لگی تھی۔ وہ کوئی کام دھندا نہیں کرتا تھا۔ ہمیشہ یہ کہتا رہتا تھا کہ اس کی قسمت تاش کے پتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ وہ اپنی شاطرانہ چالوں کے باعث اکثر بڑی بڑی رقمیں جیت لیا کرتا تھا اور بعض اوقات بری طرح ہار بھی جاتا تھا۔

ایک بار تو اس بری طرح ہار گیا تھا کہ اپنے جوتے اور تمام کپڑے اتار کر صرف نیکر پہن کر گھر آیا تھا۔ اس کے ساتھ کھیلنے والے نے یہی شرط لگائی تھی کہ اگر وہ ہار جائے گا تو اپنے کپڑے بھی اتار کر جائے گا۔ ہارتے رہنے اور کبھی کبھی جیت لینے کے دوران پتا نہیں چلتا کہ کتنی زبردست ہار ہورہی ہے۔ ایک بار وہ اسی طرح اپنا پندرہ لاکھ روپے کا مکان ہار گیا تھا۔ دوسری بار مسلسل جیت ہوتی رہی۔ اس نے بیس لاکھ روپے کا مکان خرید لیا۔ جواریوں کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کبھی فاقے کرتے ہیں اور کبھی مرغن کھانے کھاتے ہیں۔ کبھی سستی مہنگی کاروں میں گھومتے ہیں اور کبھی سڑک اور فٹ پاتھ پر خوار ہوتے ہیں۔

راسپوٹین سوم نے بیلا کی ماں کو طلاق دینے کے بعد اچھی طرح سمجھایا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے پراسرار علوم کے بارے میں کبھی کسی کو نہ بتائے اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو جس قدر چھپا کر رکھے گی بیلا اسی قدر محفوظ رہا کرے گی۔ اس نے اپنے سابقہ شوہر کی اس بات کو گرہ میں باندھ لیا تھا اور موجودہ شوہر ونود اوبرائے کو بیلا کی غیر معمولی صلاحیتوں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

وہ بیوی کی حیثیت سے اوبرائے کے ساتھ قمار خانے میں جایا کرتی تھی۔ دوسروں کی بیویاں بھی وہاں آتی تھیں۔ کچھ اپنے محبوب کے ساتھ یا عاشق کے ساتھ بیٹھ کر وہاں جوا کھیلا کرتی تھیں۔ کھیلنے کے دوران شراب کا دور بھی چلتا رہتا تھا۔ نشے میں انہیں ایک دوسرے کی بیویاں خوب صورت لگتی تھیں۔ ایک رات سیٹھ جمنا داس نے کہا ''اوبرائے! تمہاری بیوی بہت خوب صورت ہے۔''

اوبرائے نے نشے کی ترنگ میں کہا "تمہاری بیوی تو میری بیوی سے بھی زیادہ خوب صورت ہے۔"

وہ دونوں اس بات پر ہنسنے لگے پھر سیٹھ جمنا داس نے کہا "چلو ہو جائے بازی اگر ایک ہی بازی میں تم جیت جاؤ تو میری بیوی کو ایک رات کے لیے لے جاؤ اور میں جیت جاؤں تو تمہاری بیوی ایک رات کے لیے میری ہو جائے گی۔"

اوبرائے نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "ڈن...... لاؤ میں پتے پھینٹتا ہوں۔"

بیلا کی ماں نے پریشان ہو کر کہا "اوبرائے! تم نشے میں ہو۔ میری انسلٹ نہ کرو۔ میں بازی میں ہارنے یا جیتنے والی چیز نہیں ہوں۔ تمہاری بیوی ہوں۔ تمہارے گھر کی عزت ہوں۔"

ونود نے کہا "ہمارے ہندو دھرم میں بیویوں کو جوئے میں ہارنے کی اجازت ہے۔ کیا تم نے گیتا نہیں پڑھی؟ پانڈو بھائیوں نے اپنی مشترکہ بیوی دروپتی کو جوئے میں ہارا تھا اور جیتنے والے کے حوالے کر دیا تھا۔ اسی طرح راجا ہریش چند بھی اپنی بیوی کو جوئے میں ہار گیا تھا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں نہیں جانتی تمہارے ہندو دھرم کو میں روسی ہوں۔ میں تمہارے دھرم کو اور اس جوئے کی لت کو نہیں مانوں گی۔"

اوبرائے نے ڈانٹ کر کہا "بکواس مت کرو۔ تم میری دھرم پتنی ہو۔ زیادہ بکواس کرو گی تو میں تمہیں یہاں سے دھکے دے کر نکال دوں گا اور تمہاری جوان بیٹی کو لا کر یہاں شرط لگاؤں گا۔"

وہ اپنی بیٹی پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ ہونٹ بھینچ کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ سوچنے لگی۔ وہ پتے پھینٹ رہا تھا اور بانٹ رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ یہ بازی ہار جائے گا تو اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اس نے وہاں سے اٹھ کر قریبی کاؤنٹر پر آ کر فون کے ذریعے بیلا سے رابطہ کیا پھر کہا "بیٹی! یہاں بہت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ تمہارا یہ سوتیلا باپ مجھے جوئے میں ہار جانا چاہتا ہے یا پھر جیت کر ایک سیٹھ کی بیوی کو ایک رات کے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تم خیال خوانی کے ذریعے اسے بازی کھیلنے سے روکو۔"

"ممی! آپ فکر نہ کریں۔ اس کے پاس جا کر بیٹھ جائیں۔ میں اس معاملے کو سنبھالتی ہوں۔"

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ بیلا خیال خوانی کے ذریعے اوبرائے کے دماغ میں پہنچی تو پتا چلا کہ پتے پھینٹنے کے بعد بانٹے جا چکے ہیں۔ اوبرائے اور اس سیٹھ کے پاس دو تین پتے پہنچ چکے ہیں۔ اب یہ بازی روکی نہیں جا سکتی تھی۔ وہ دونوں اپنا ایک ایک پتا اٹھا کر ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے اور صرف ایک منٹ کے اندر فیصلہ ہو گیا۔ سیٹھ جیت گیا۔ اوبرائے ہار گیا۔

بیلا نے اپنی ماں کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ممی! آپ نے مجھ سے رابطہ کرنے میں دیر کر دی۔ پہلے بتانا چاہیے تھا۔ جب میں اوبرائے کے پاس پہنچی تو بازی آخری مرحلے پر تھی۔ میں انہیں روک نہ سکی۔"

ماں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بولی "بیٹی! کیا تم اپنی ماں کی توہین ہوتے دیکھو گی؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی ان سے نمٹ لیتی ہوں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تم کیا کر سکو گی؟"

"میں جیسا کہتی ہوں۔ ویسا ہی کریں۔ اس سیٹھ سے پوچھیں کہ وہ آپ کے ساتھ ایک بازی کھیلے گا؟ اگر آپ ہار جائیں گی تو مجھے اس کے حوالے کر دیں گی۔ اس سے پوچھیں کیا میں خوب صورت اور جوان نہیں ہوں؟ کیا وہ میرے لیے للچاتا ہے؟"

"بیٹی! یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تم پر کسی طرح کی شرط لگانا بھی شرمناک بات ہے۔"

"ممی! ابھی آپ ایسا نہ سوچیں۔ آپ شرط نہیں ہاریں گی۔ پلیز میں جو کہہ رہی ہوں وہ کریں۔"

سیٹھ نے بازی جیت کر قہقہہ لگایا پھر اس کی ماں کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا "میں تمہیں جیت چکا ہوں۔ اب تم میرے ساتھ رات گزارنے کے لیے چلو گی۔"

اس نے اوبرائے کو دیکھا۔ اوبرائے کا سر جھک گیا تھا۔ وہ بولی "میرا شوہر مجھے ہار چکا ہے۔ میں انکار نہیں کروں گی لیکن کیا ایک بازی میرے ساتھ کھیلو گے؟"

"اچھا تو تم بھی مجھ سے کھیلنا چاہتی ہو۔ بولو کیا شرط لگاؤ گی؟"

"تم نے میری بیٹی بیلا کو دیکھا ہے۔ جوان ہے خوب صورت ہے۔ کیا اسے حاصل کرنا چاہو گے؟"

وہ نشے کی ترنگ میں جھوم کر بولا "واہ کیا بات کہی ہے! ایک ہی رات میں ماں بھی اور بیٹی بھی۔"

وہ یہ بول کر قہقہہ لگانے لگا۔ وہ بولی "قہقہہ بعد میں بھی لگا سکتے ہو۔ بولو کھیلنا چاہو گے؟"

"ہاں...... ضرور...... یہ بتاؤ کہ مجھے کیا ہارنا ہوگا؟"

"کچھ نہیں بازی میں مجھے ہار دو گے۔ میں گھر واپس چلی جاؤں گی۔"

وہ بولا "منظور ہے۔ یہ تو بہت ہی آسان سی شرط ہے۔ تم ہاتھ آ رہی تھیں۔ ہار جاؤں گا تو ہاتھ سے پھسل جاؤ گی۔ میرا کچھ نہیں جائے گا۔ ہاں...... اگر جیت گیا تو ایک ٹکٹ میں دو تماشے دیکھوں گا۔"

وہ تاش کی گڈی لے کر اسے پھینٹنے لگا۔ بیلا اس کے دماغ میں تھی۔ وہ تاش کے باون پتوں میں سے ایک ایک پتے کو اچھی طرح پہچانتی تھی۔ گڈی میں پھینٹتے وقت کدھر جا رہا ہے۔ وہ پتوں کی چال کو خوب سمجھتی تھی۔ جب اس نے پھینٹنے کے بعد پتوں کو میز پر رکھا تو وہ ماں سے بولی "ممی! اوپر سے صرف ایک پتا کاٹ کر الگ رکھ دیں۔"

ماں نے یہی کیا۔ اس ایک پتے کو کاٹ کر میز پر دوسری طرف رکھ دیا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ بھی کوئی پتے کاٹنا ہوا۔ صرف ایک پتا الگ کر رہی ہو۔ چلو تمہاری مرضی۔"

اس نے گڈی کو اٹھا کر ایک ایک پتا اپنی طرف اور اس کی طرف رکھا پھر تین تین پتے رکھنے کے بعد گڈی کو ایک طرف رکھ دیا۔ اس کے بعد بولا "اب تم اپنا ایک پتا دکھاؤ۔"

اس نے ایک پتا دکھایا۔ وہ چڑیا کا ستہ تھا پھر سیٹھ نے اپنا ایک پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا بادشاہ تھا۔ وہ فاتحانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ اس کی ماں نے دوسرا پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا ستہ تھا۔ سیٹھ نے ایک اور بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے اپنا دوسرا پتا اٹھا کر دیکھا تو وہ چڑیا کا غلام تھا۔ اس کی ماں نے تیسرا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کا ستہ تھا۔ سیٹھ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ فلیش یعنی تین پتوں کے کھیل میں اگر ایک نمبر کے تین پتے آ ئیں تو وہ سب سے بڑے پتے مانے جاتے ہیں۔ اس نے اپنا تیسرا پتا اٹھا کر دیکھا تو وہ اینٹ کا نہلا تھا۔ وہ بازی ہار چکا تھا۔

اس کی ماں قہقہے لگانے لگی۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بیٹی نے اس کی آبرو بچالی تھی۔ ونود اوبرائے نے غصے سے کہا "تو پاگل کی بچی ہے۔ مجھے پہلے کبھی نہیں بتایا کہ تاش کھیلنا جانتی ہے اور اگر بازی لگانی ہی تھی تو کوئی بڑی بازی لگاتی۔ یہ سیٹھ تو ہارنے کے بعد بھی نہیں ہارا۔"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ میں نے اپنی عزت جیت لی، یہی سب سے بڑی جیت ہے۔ مجھے کسی کے ہارنے کی پروا نہیں ہے اور یہ اچھی طرح سن لو۔ آج سے میں تمہاری بیوی نہیں ہوں۔ مجھے طلاق دے دو۔ ورنہ میں قانونی طور پر تم سے طلاق حاصل کر لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی آئی۔

اوبرائے نے گھر آ کر اس سے معافی مانگی۔ اسے منایا سمجھایا اور کہنے لگا "تم کتنا اچھا کھیل لیتی ہو۔ کل سے ہم دونوں کھیلا کریں گے اور خوب رقمیں جیتا کریں گے۔"

وہ بولی "اب تو میں تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کروں گی۔ طلاق دیتے ہو یا نہیں؟"

وہ تن کر بولا "کبھی نہیں دوں گا اور تمہاری اتنی پٹائی کروں گا کہ تمہاری ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔ تم یہاں بستر پر پڑی رہو گی۔ اپنے پیروں پر چل بھی نہیں سکو گی۔"

بیلا اپنے سوتیلے باپ کی کمینگی دیکھ رہی تھی۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے سخت سزائیں دے سکتی تھی لیکن وہ اپنی یہ صلاحیت ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے اوبرائے کے دماغ میں پہنچ کر اسے اپنے قابو میں کیا۔ وہ اچانک ہی ایک دم سے نرم پڑ گیا۔ واپس جا کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر بیلا کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا کہ اس عورت کو طلاق دے کر ان ماں بیٹی سے پیچھا چھڑا لینا چاہیے۔ خوامخواہ میں ان کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔ یہ عورت کبھی میرا ساتھ نہیں دے گی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رائٹنگ ٹیبل پر آیا۔ وہاں بیٹھ کر ایک طلاق نامہ لکھا پھر اپنے سیف میں سے پچاس ہزار روپے نکال کر اس کی ماں کو دیتے ہوئے بولا "تم ماں بیٹی ابھی یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ ہے طلاق نامہ اور یہ ہیں پچاس ہزار روپے تم لوگوں کے رہنے کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس رقم سے کہیں کرائے کے مکان میں رہ سکو گی۔"

اس کی ماں نے وہ رقم لی۔ طلاق نامہ لیا پھر اپنا ضروری سامان سمیٹ کر بیلا کے ساتھ اس گھر سے نکل گئی۔ انہوں نے وہ رات ایک ہوٹل میں گزاری۔ اس کی ماں نے بڑے دکھے ہوئے دل سے کہا "میرے نصیب میں ٹھوکریں لکھی ہوئی ہیں۔ جب بچی تھی تو ماں باپ مر گئے۔ رشتے داروں کی ٹھوکروں میں رہی۔ شادی ہوئی تو تمہارے باپ سے وفا کی پندرہ برس تک اس کی خدمت کرتی رہی پھر اس نے بھی طلاق کی ٹھوکر ماری۔ آج تمہارے دوسرے باپ کے گھر سے بھی ٹھوکر لگی ہے۔ پتا نہیں اور کب تک اسی طرح ٹھوکروں میں رہنا ہے۔"

وہ ماں کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ممی! آپ پریشان نہ ہوں۔ میں نے جتنے پراسرار علوم سیکھے ہیں۔ ان علوم کو کھل کر استعمال کرنے کی اجازت آپ نے نہیں دی۔ ہمیشہ ڈرتی رہیں کہ میرے سوتیلے بھائی راسپوٹین چہارم کو میری اصلیت معلوم ہو گی تو وہ مجھے قتل کر دے گا۔ میں نے اس کے خاندان کے سارے پراسرار علوم سیکھ لیے ہیں۔ یہ بات وہ برداشت

نہیں کرے گا۔''

''میں تمہاری بہتری کے لیے تمہیں روک رہی ہوں۔ تمہیں بہت محتاط رہ کر زندگی گزارنی ہے۔''

''ڈرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہم اسی طرح ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اب میں ان علوم کو اس طرح استعمال کروں گی کہ کسی کو میرے غیر معمولی ہونے کا شبہ نہیں ہوگا۔''

اس نے اسی رات اس سیٹھ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اس نے اسے نیند کی حالت میں جگایا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ کچھ دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ بیلا اس کے دماغ پر اس طرح قبضہ جما رہی تھی کہ اس کی مرضی کے مطابق اسے تاریکی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف کمرے میں وہ تجوری نظر آ رہی تھی جس میں اس کے نقد تین کروڑ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے تجوری کھول کر وہ رقم نکالی پھر ایک بریف کیس میں رکھ کر اپنے بنگلے سے باہر نکل کر کار ڈرائیو کرتا ہوا۔ اس ہوٹل کی طرف آنے لگا۔

اس کے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ صرف وہ راستہ نظر آ رہا تھا۔ جہاں سے گزرتے ہوئے ہوٹل تک پہنچنا تھا۔ ہوٹل کے احاطے میں پہنچ کر وہ اپنی کار میں بیٹھا رہا پھر کوئی اس کے پاس آیا۔ اس نے وہ بریف کیس اٹھا کر اس کے حوالے کیا۔ اس کے بعد کچھ کہے سنے بغیر کار کو واپس موڑ کر اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے وہ نیند کی حالت میں ہے اور کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔

جب وہ اپنے گھر پہنچ کر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا اور اسی طرح گہری نیند میں ڈوب گیا۔ تو بیلا نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بریف کیس لے کر ہوٹل میں ماں کے پاس آ گئی۔ ماں نے پوچھا ''کہاں چلی گئی تھیں؟ یہ کیا لے آئی ہو؟''

اس نے بریف کیس اس کے سامنے رکھ کر اسے کھولا تو بڑے بڑے نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر ماں کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ بولی ''ممی! آج سے آپ ٹھوکریں نہیں کھائیں گی۔ بلکہ ساری دنیا کو ٹھوکریں مارا کریں گی۔''

''بیٹی! یہ تم نے ضرور کسی پراسرار علم کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ اس طرح تو تمہارا بھید کھل جائے گا۔ تم پراسرار کہلاؤ گی۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے بھی تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ بات دور تک پھیلے گی تو تمہارے سوتیلے بھائی تک بھی پہنچے گی۔''

''ممی! آپ تو میرے سوتیلے بھائی کو ہوا بنا رہی ہیں۔ زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ بہت محتاط رہ کر خیال خوانی کیا کروں گی۔ کسی کو میرے اس غیر معمولی علم کا تک نہیں ہوگا۔''

دوسری صبح ان ماں بیٹی نے ایک اسٹیٹ ایجنٹ سے رابطہ کیا۔ اس کے ذریعے ایک خوب صورت سا بنگلا خرید سودا کیا۔ ایک ہفتے کے اندر قانونی کارروائی کے مطابق وہ ان کا ہو گیا۔ اس بنگلے کے سامنے ایک سائن بورڈ لگایا جس پر لکھا تھا کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔

اس نے کثیر الاشاعت اخبارات میں اشتہارات چھپوائے۔ ٹی وی اور دوسرے میڈیا کے ذریعے بھی دعویٰ کر رہی کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا صحیح حال بتاتی ہے۔ اتنی پبلسٹی کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا امیر کبیر خواتین اس کے پاس آنے لگیں۔ مرد حضرات بھی آنے لگے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران اور جاسوس بھی بھیس بدل کر آتے تھے۔ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں تک سچ بولتی ہے۔

وہ ان کے خیالات پڑھ لیا کرتی تھی پھر تاش کے پتوں کو بھی خوب پہچانتی تھی۔ یہ علم اس نے بچپن سے سیکھا ہوا تھا۔ ایک تو تاش کے پتوں سے اسے بہت کچھ معلوم ہو جاتا تھا۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے بھی مزید معلومات حاصل کرتی تھی۔ اس طرح ایسی بھرپور پیش گوئی کرتی تھی کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ اس کی سچائی سے انکار نہیں کرتے تھے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کے تو وہ ماضی اور حال واقعات بھی بیان کر دیتی تھی کہ کون رشوت خور ہے، کون فرض شناس ہے اور کون کام چور ہے۔

بہت سے لوگ اس کی سچی پیش گوئی سے خائف ہو کر بھاگ جاتے تھے پھر دوبارہ نہیں آتے تھے۔ جو اس کی پیش گوئی سے متاثر ہوتے تھے اور آئندہ اپنا فائدہ دیکھتے تھے اسے منہ مانگا معاوضہ دے کر جاتے تھے۔ اس طرح انٹیلی جنس والوں کو یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ غیر قانونی طور پر ناجائز طریقوں سے دولت حاصل کر رہی ہے اور ایک بنگلے کی مالک بنی ہوئی ہے۔ اس کے پاس ایک نہیں دو دو قیمتی کاریں ہیں اور اس کا اچھا خاصا بینک بیلنس بھی ہے۔

پولیس اور انٹیلی جنس والے تو دور کی بات ہے۔ دوسرے ہی اندر اتنی احتیاط اور کامیابی سے چھپی ہوئی تھی کہ ہر خیال خوانی کرنے والے بھی اس کی اصلیت معلوم نہ کر سکے۔ بار فرمان اس کے دماغ میں گیا تھا۔ اس کے خیالات نے بھی مختصر سے خیالات پڑھے تھے پھر تھے۔ دوسری بار میں بھی اس کے دماغ میں گیا تھا۔ وہ بھی اس پر شبہ نہ چند ال کر سکا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے چور خیالات تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے خیالات پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پڑھنے والوں کو اس کے لاشعور کے اندر کی باتیں بھی معلوم ہو رہی ہیں اور چھپی ہوئی باتوں کا مطلب یہی ہوتا تھا کہ چور خیالات کے خانے میں جا کر اسے پڑھ رہا ہے۔ وہ بہترین حکمت عملی کے خول میں چھپ کر ایک سیدھی سادی اور پرامن زندگی گزار رہی تھی۔

ونود اوبرائے نے سنا تھا کہ بیلا نے اپنے ایک بنگلے کے سامنے سائن بورڈ لگا رکھا ہے کہ وہ تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہے۔ یہ سن کر اس نے حقارت سے ہنستے ہوئے کہا تھا ''یہ سالی ماں بیٹی بہت ہی نوٹنکی ہیں۔ انہوں نے ایک ایک یار کو پھانس لیا ہوگا۔ اسی لیے اتنے مہنگے بنگلے میں رہتی ہیں۔ کاروں میں گھومتی ہیں۔''

وہ ایک صبح ان کے بنگلے میں پہنچ گیا۔ بیلا کو دیکھ کر بولا ''یہ تم نے کیا ڈراما شروع کیا ہوا ہے؟ تم کب سے تاش کے پتوں کو پہچاننے لگی ہو؟''

''میں تاش کے پتوں کو پہچانوں یا نہ پہچانوں؟ تم ہمارے معاملات میں بولنے والے کون ہوتے ہو؟ مجھ سے وقت مقرر کیے بغیر آئے ہو۔ میں نے پچھلے رشتے کا لحاظ کرتے ہوئے تمہیں آنے کی اجازت دی ہے۔ کسی کام سے آئے ہو تو بتاؤ؟''

''میں نے تمہاری ماں کو پچاس ہزار روپے دیئے تھے۔ وہ واپس لینے آیا ہوں۔''

''تم نے طلاق دینے کے بعد اپنی مرضی سے وہ رقم دی تھی۔ اس کی تو واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اگر سیدھی طرح سے نہیں دیئے تو میں گردن دبوچ کر وصول کرنا جانتا ہوں۔''

وہ بات بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔ ورنہ اسے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا پڑتا۔ اس نے کہا ''تم مجھے فراڈ سمجھتے ہو۔ ایسا کرو کہ میرے پھینٹے ہوئے تاش کے پتے اٹھاؤ میں تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات بتاؤں گی۔ اگر میری باتیں جھوٹ ہوں گی تو میں پچاس ہزار دوں گی اور اگر وہ باتیں سچ ہوں گی۔ تو تم پچاس ہزار جیت لوگے۔''

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا پھر حقارت سے کہا ''میں تمہارا یہ ہتھکنڈا بھی سمجھنا چاہتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہو۔ لاؤ تاش کی گڈی۔''

وہ تاش کی گڈی لے آئی۔ دونوں ایک سینٹر ٹیبل کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ وہ پتے پھینٹنے لگی تو اوبرائے نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا ''تم تو ماہر پتے باز کی طرح پھینٹ رہی ہو۔ تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے؟''

وہ بولی ''یہ دنیا بہت بڑی درس گاہ ہے۔ یہاں سیکھنے والے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔''

اس نے گڈی میز پر رکھ کر کہا ''اسے کاٹو......''

اس نے گڈی کاٹی گڈی کے باقی پتوں کو اٹھا کر اس کے سامنے سات پتے ایک قطار میں رکھنے لگی پھر اسی طرح اس نے اپنے سامنے سات پتے گن کر رکھے۔ اس کے بعد بولی ''تم اپنے پتوں میں سے ایک پتا اٹھا کر میرے سامنے سیدھا کرو۔''

اس نے ان پتوں کو دیکھا کچھ سوچا پھر ان میں سے ایک پتے کو اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ کالے پان کا بادشاہ تھا۔ بیلا نے اپنے سامنے رکھے ہوئے پتے کو اٹھا کر سیدھا کیا تو لال پان کا دہلا تھا۔ وہ اس کے پتے پر اپنا پتا رکھتے ہوئے بولی ''تمہاری زندگی نہلا ہے۔ تم پر دہلا پڑنے والا ہے۔ اب دوسرا پتا اٹھاؤ۔''

اس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے ایک پتا اٹھایا سیدھا کیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ بیلا نے بھی اپنا ایک پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ بیگم تھی۔ اس نے اس کے سامنے اپنا پتا رکھتے ہوئے کہا ''تم آج یا کل کیسینو میں کھیلو گے تو بادشاہ سلامت رہو گے اور وہاں سے کسی بیگم کو جیت لاؤ گے۔''

وہ فاتحانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ وہ بولی ''اب تیسرا پتا اٹھاؤ۔''

اس نے ایک اور پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ غلام تھا۔ بیلا نے اپنا ایک پتا اٹھا کر سیدھا کیا۔ وہ حکم کا اِکّا تھا۔ وہ بولی ''غلام کے معنی ہیں۔ قیدی، جو تم بنو گے اور کوئی اکا جیسی حکومت رکھنے والا تمہیں گرفتار کر لے گا۔''

اس نے پتوں پر ایک ہاتھ مارا۔ تمام پتے دور تک ادھر ادھر بکھر گئے پھر وہ بولا ''بکواس کرتی ہو۔ یہاں آنے والوں کو بے وقوف بنا کر ان سے اچھا خاصا معاوضہ حاصل کرتی ہو۔ میں ان کی طرح اُلو بننے والا نہیں ہوں۔ میرے پچاس ہزار روپے نکالو۔''

''تم شرط لگا چکے ہو۔ جب تک میری پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوگی۔ میں ہار نہیں مانوں گی۔ نہ ہی تمہیں پچاس ہزار دوں گی۔ تمہیں پچاس ہزار لینے کے لیے آج کیسینو میں

جا کر جوا کھیلنا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہوگا کہ تم میری پیش گوئی کے مطابق جیتتے ہو یا نہیں؟''

وہ انکار کرنا چاہتا تھا لیکن بیلا کی مرضی کے مطابق سوچنے لگا کہ اس لڑکی نے پیش گوئی کی ہے کہ میں کیسینو میں جا کر جب بھی کھیلوں گا۔ تو جیت جاؤں گا یا کسی خوب صورت عورت کو جیت کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ کوئی بات نہیں میں کھیل کر دیکھوں گا۔ ہارنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہار گیا تو یہ پچاس ہزار ہار جائے گی اور مجھے یہ رقم دے گی۔ اس طرح میں ہار کر بھی جیت جاؤں گا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا ''ٹھیک ہے آج رات میں کھیلوں گا۔ دیکھوں گا کہ تمہاری پیش گوئی کہاں تک سچ ثابت ہوتی ہے۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ جوا کھیلنے، شراب پینے اور حسین عورتوں کے ساتھ رات گزارنے والے غلط دھندوں سے باز نہیں آتے ہیں۔ بیلا نے اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا کہ وہ منشیات کا دھندا کرنے والوں سے رابطے رکھتا ہے اور کبھی کبھی ضرورت کے مطابق نشے کی کوئی نہ کوئی چیز حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس وقت اس کے پاس پچاس ہزار روپے تھے۔ وہ بیلا کی مرضی کے مطابق ہیروئن کے اسمگلر کے پاس گیا۔ اس سے اچھی خاصی جان پہچان تھی۔ اس نے پچیس ہزار کے عوض ہیروئن کے پچاس پیکٹس خریدتے۔ اس کے ذہن میں یہ بات پک رہی تھی کہ وہ ان پیکٹ کو بنگلا دیش کے راستے بنکاک پہنچائے گا اور لاکھوں روپے کا منافع حاصل کرے گا۔

بیلا اس کے دماغ میں جو باتیں پکا رہی تھی وہ پکتی جا رہی تھیں۔ وہ ان تمام پیکٹس کو اپنے گھر لے آیا۔ کمرے میں لا کر انہیں بیڈ کے نیچے رکھ دیا پھر اس نے فون کے ذریعے سیٹھ کروڑی مل سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر کہا ''ہیلو...... کروڑی مل! میں ونود داوبرائے بول رہا ہوں۔ آج رات کا کیا پروگرام ہے؟''

وہ بولا ''بڑا ہی شبھ پروگرام ہے۔ کیا کیسینو آؤ گے؟''

''ہاں...... آؤں گا۔ یہ بتاؤ شرط کیا لگے گی؟''

وہ بولا ''آج میرا لکی نمبر نو ہے۔ اس لیے پہلی بازی نو ہزار روپے کی ہوگی۔''

ونود کو یاد آیا کہ نہلے پر دہلا لگنے والا ہے۔ اگر اس کا لکی نمبر نو ہے تو میں ضرور اس پر دہلا ماروں گا۔

پھر اسے یاد آیا کہ بیلا نے کہا تھا وہ آج رات بادشاہ ہے اور کسی بیگم کو جیت لے گا۔ اس نے کہا ''کروڑی مل! تمہاری یہ شرط منظور ہے۔ پہلی بازی نو ہزار روپے سے شروع ہوگی لیکن دوسری بازی کسی حسین لڑکی کے لیے ہوگی۔ آج میں ایک بہترین ماڈل گرل اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ وہ ایک رات کے تیس ہزار روپے لیتی ہے۔ اگر میں ہار جاؤں تو ماڈل گرل تمہاری ہوگی اور اگر میں جیت جاؤں تو اس ماڈل گرل کے تیس ہزار روپے تم ادا کرو گے۔''

کروڑی نے کہا ''مجھے منظور ہے لیکن یاد رکھو کہ ماڈل گرل اے ون ہونی چاہیے۔ تب ہی میں اس کی رقم ادا کروں گا۔ ورنہ اس پر شرط نہیں لگاؤں گا۔''

وہ بولا ''اطمینان رکھو۔ اے ون چیز لے کر آؤں گا۔''

معاملات طے ہو گئے۔ رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کی ممی نے کہا ''بیٹی! تم کیا کر رہی ہو؟ پچاس ہزار روپے اس کے منہ پر دیتیں تو بہتر ہوتا۔ خوامخواہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرتی رہو گی۔ اسے نقصان پہنچانا چاہو گی تو خود کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔''

''مما! آپ فکر نہ کریں۔ میں کبھی خود کو ظاہر نہیں ہونے دوں گی۔''

اس رات کیسینو میں کروڑی مل اور ونود داوبرائے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ان کے درمیان تاش کی گڈی تھی اور ونود کے ساتھ میں ایک حسین ماڈل بھی تھی۔ کروڑی مل اس حسینہ کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور بولا ''مجھے دوسری شرط بھی منظور ہے۔''

پھر بازی شروع ہو گئی۔ پتے پھینٹے گئے اور بانٹے گئے۔ دونوں کے پاس تین تین پتے پہنچ گئے پھر انہوں نے باری باری ایک ایک پتا الٹنا شروع کیا۔ کروڑی مل کا پہلا ہی پتا نہلا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولا ''دیکھو! میں نے کہا تھا کہ آج کا میرا لکی نمبر نو ہے۔''

ونود نے کہا ''اور میرا آج کا لکی نمبر دس ہے۔ نہلے پر دہلا پڑے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنا ایک پتا الٹ کر دکھایا تو وہ نہلے سے چھوٹا پتا تھا۔ وہ مایوس ہو گیا۔ اس نے پھر دوسرا پتا الٹا وہ بھی ایک چھوٹا پتا تھا۔ تیسرا پتا بھی نہلے سے چھوٹا ہی تھا۔ کروڑی مل کے پاس نہلے۔ دہلے اور غلام کے پتے تھے۔

ونود پریشان ہو گیا۔ سوچنے لگا ''بیلا بکواس کرتی ہے۔ وہ کیا اس کا باپ بھی تاش کے پتوں سے قسمت کا حال نہیں بتا سکتا۔ مجھے اس کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔''

وہ دوسری بازی کھیلنے سے کترانا چاہتا تھا۔ اب یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ دوسری بازی ہارے گا تو اسے اس ماڈل سے محروم ہونا ہوگا اور اس ماڈل کو اپنی طرف سے تیس ہزار روپے دینے ہوں گے پھر کروڑی مل اس حسینہ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

وہ بازی کھیلنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ کیسینو کے اصول کے مطابق اسے کھیلنا ہی پڑا۔ پتے پھینٹے گئے بانٹے گئے۔ دونوں کے سامنے تین تین پتے آ گئے۔

وہ تینوں پتے دس دس ہزار روپے کے تھے یہ تجسس پیدا ہو رہا تھا کہ یہ تیس ہزار کون جیتنے والا ہے؟ کروڑی مل نے اپنا ایک پتا اٹھا کر سامنے رکھا۔ وہ چھوٹا پتا تھا۔ اس کے مقابلے میں ونود نے جو پتا اٹھایا وہ اس سے بڑا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ کروڑی نے دوسرا پتا اٹھایا۔ وہ غلام تھا۔ اس کے مقابلے میں اوبرائے کا پتا اینٹ کا بادشاہ تھا۔ وہ پورے یقین سے بولا ''یہ بازی میں جیتنے والا ہوں۔''

کروڑی مل نے پریشان ہو کر اس کے دونوں پتے دیکھے پھر اپنا تیسرا اور آخری پتا اٹھایا تو وہ دہلا تھا۔ اس کے مقابلے میں جو پتا سامنے آیا۔ وہ اِکّا تھا۔ ونود اوبرائے نے وہ بازی جیت لی۔ سیٹھ کروڑی مل نے مایوس ہو کر کہا ''آج کا لکی نمبر نو تھا لیکن میں صرف نو ہزار جیت پایا اور اب تیس ہزار ہار رہا ہوں۔''

اس نے تیس ہزار ادا کر دیئے۔ ونود اوبرائے بہت خوش تھا۔ اس نے جو نو ہزار ہارے تھے۔ اس کی جگہ تیس ہزار مل گئے تھے۔ وہ اس ماڈل گرل کو پندرہ ہزار میں لے کر آیا تھا۔ اس طرح اسے پندرہ ہزار کا منافع بھی ہو رہا تھا اور وہ ماڈل اس کے ساتھ رات بھی گزارنے والی تھی۔

وہ جیتی ہوئی رقم اور ماڈل کو ساتھ لے کر کار میں آ گیا پھر کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں جانے لگا۔ بیلا نے اسے غائب دماغ بنا کر ایک جگہ کار روکی۔ وہ کار روک کر ایک ٹیلی فون بوتھ میں آیا پھر ایک پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کر کے بولا ''ہیلو...... میں آپ کو ایک بہت اہم اطلاع دے رہا ہوں۔ کناٹ پیلس کے رہائشی علاقے میں بنگلا نمبر تین سو سات ہے۔ اس کا مالک ونود اوبرائے ہے۔ اس بنگلے کے ایک بیڈ روم میں ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ رکھا ہوا ہے۔ آپ ابھی چھاپا مار کر اسے مال کے ساتھ گرفتار کر سکتے ہیں۔''

پولیس انسپکٹر نے پوچھا ''تم کون ہو؟ اپنا نام بتاؤ۔''

''سوری...... میں اپنا نام و پتا بتا کر پولیس کیس میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ اگر آپ کو یقین ہے تو آپ وہاں جا کر چھاپا ماریں۔ ورنہ آپ کی مرضی!''

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بوتھ سے نکل کر کار میں آ کر بیٹھ گیا پھر ڈرائیو کرتا ہوا بنگلے کی طرف جانے لگا۔ بیلا نے پولیس انسپکٹر کو مجبور کیا کہ وہ یقین کرے اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہاں جائے۔

وہ اس کی مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ گیا پھر سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں آ کر بیٹھ گیا۔ جب ونود اوبرائے اس ماڈل کے ساتھ اپنے بنگلے میں پہنچا اور بیڈ روم میں آیا تو اس وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔ وہ ناگواری سے بڑبڑایا ''ابھی تو میں باہر سے آیا ہوں۔ یہ کون مجھ سے ملنے آیا ہے؟''

اس نے بیڈ روم سے نکل کر ڈرائینگ روم میں آ کر دروازہ کھولا تو پولیس انسپکٹر چند سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا ''مسٹر! ہمیں افسوس ہے۔ ہم آپ کے بیڈ روم کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

وہ پریشان ہو گیا۔ ایک تو ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ بیڈ کے نیچے رکھا ہوا تھا اور بیڈ کے اوپر ایک حسینہ لیٹی ہوئی تھی۔ یعنی وہ منشیات کے دھندے کے حوالے سے مجرم بھی تھا اور اس حسینہ کے حوالے سے گنہگار بھی۔ وہ قانون کی گرفت میں آنے والا تھا۔ اس نے پریشان ہو کر کہا ''آپ اچانک تلاشی لینے آئے ہیں۔ کیا آپ کے پاس تلاشی لینے کا وارنٹ ہے؟''

''وارنٹ نہیں ہے تو ہم لے آئیں گے لیکن ہم پورے یقین کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم منشیات کا دھندا کرتے ہو۔''

وہ رشوت دینے کی باتیں کرنے لگا۔ انسپکٹر نے اسے دھکا دے کر ایک طرف ہٹایا پھر تیزی سے چلتا ہوا اس کے بیڈ روم میں آیا تو ایک حسینہ کو دیکھ کر بولا ''اچھا تو یہاں ایک بازاری عورت بھی ہے۔''

سپاہیوں نے بیڈ روم کی تلاشی لی۔ زیادہ تلاشی لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ہیروئن سے بھرا ہوا بیگ بیڈ کے نیچے سے برآمد کر لیا گیا۔ ونود اوبرائے کو ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ اسی وقت بیلا نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔ اسے یاد آیا کہ بیلا نے پیش گوئی کی تھی کہ اور کہا تھا کہ تمہارے پاس غلام کا پتا آیا ہے۔ غلام کے معنی قیدی اور تم قانون کی گرفت میں آنے والے ہو۔

اور وہ گرفت میں آ گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئی تھیں۔ ایسے وقت بیلا نے خیال خوانی کرتے وقت محسوس کیا۔ اس کی طبیعت کچھ خراب ہو رہی تھی۔ سر میں درد ہو رہا تھا اور بدن میں حرارت سی محسوس ہو رہی تھی۔

ماں نے پوچھا ''خیریت تو ہے؟''

''بس یونہی سر میں درد ہو رہا ہے۔ حرارت سی محسوس ہو رہی ہے۔ کوئی زود اثر دوا کھاؤں گی تو طبیعت بحال ہو جائے گی۔''

اس نے ڈاکٹر سے کنسلٹ کیا۔ دوا لے کر کھائی۔ رات کو آرام آیا تو سو گئی۔ دوسرے دن پھر اس کا بخار تیز ہو گیا۔ ایسے وقت پھول متی نے اس سے فون پر رابطہ کیا تھا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی پیش گوئی کے مطابق دولت مل رہی ہے۔

پھول متی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس کی دو بیٹیاں چندرا متی اور تارا متی بھی ماں کے ساتھ تھیں اور کبریا ان کے ساتھ اودے پور جا رہا تھا۔ وہاں سے ٹرین کے ذریعے ممبئی جانے والا تھا۔ اس نے ان ماں بیٹیوں کی زبان سے بیلا کا بہت نام سنا تھا۔ بڑی تعریفیں سنی تھیں پھر اس نے سوچا معلوم کرنا چاہیے کہ بیلا اوبرائے کیا چیز ہے؟ اور وہ کس طرح تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا صحیح حال بتا دیتی ہے؟

اس وقت وہ پھول متی اور اس کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ویگن کار میں بیٹھا اودے پور کی طرف جا رہا تھا۔ پھول متی گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ پچھلی سیٹ پر چندرا متی اور تارا متی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس سے لہک لہک کر باتیں کر رہی تھیں۔

اس نے کہا ''میں ذرا آنکھیں بند کر کے آرام کرنا چاہتا ہوں۔ رات بھر سویا نہیں تھا۔ پلیز مجھے آرام کرنے دو اور خاموش رہو۔''

اس نے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں پھر خیال خوانی کے ذریعے بیلا کے اندر پہنچ گیا۔ پتا چلا کہ وہ بیمار ہے بخار بہت تیز ہے۔ اس کی ماں بخار کی شدت کم کرنے کے لیے اس کے سر پر آئس بیگ رکھ رہی ہے۔

ہم سب خیال خوانی کرنے والے بیلا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے سطحی خیالات پڑھ کر رہ گئے تھے۔ اس کے چور خیالات پڑھنے میں ناکام رہے تھے لیکن ان لمحات میں بیلا کے چور خیالات کا خانہ کھل گیا تھا۔ بیماری کے باعث دماغ اس حد تک کھل گیا تھا کہ وہ کبریا کی خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ کبریا پہلا شخص تھا جو اس کی زندگی کی کتاب کو پہلے صفحے سے پڑھ رہا تھا۔ اس کی زندگی کے اہم راز معلوم کر رہا تھا۔ وہ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتی تھی۔ اتنی ذہین اور حاضر دماغ تھی کہ محتاط رہ کر اب تک دشمنوں سے محفوظ تھی اور خاص طور پر اپنے بدترین دشمن راسپوٹین سے بہت دور چلی آئی تھی۔ وہ اس کا سوتیلا بھائی تھا۔ اس سے اب تک یہ بات چھپی ہوئی تھی کہ سوتیلی بہن اپنی مطلقہ ماں کے ساتھ کہیں گئی ہے تو اس کے خاندان میں نسل در نسل تمام پراسرار علوم سکھائے جانے والے اپنے ذہن میں نقش کر کے

لے گئی ہے۔

کبریا کو ایک اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ بیلا اپنے ایک آئیڈیل کی تلاش میں ہے۔ اسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی ہے مگر وہ چہرہ ایسا دھندلا سا ہوتا ہے کہ پہچانا نہیں جاتا ہے۔ وہ اس کی آواز سنتی ہے۔ اس سے باتیں کرتی ہے۔ تاش کے پتوں نے اسے بتایا ہے کہ وہ آئیڈیل ایک دن اسے ضرور ملے گا۔

کبریا اس کے خیالات جتنے پڑھتا جا رہا تھا۔ اتنی ہی اس کی ذات سے دلچسپی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ آئندہ بھی اس کے چور خیالات پڑھتا رہے لیکن اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ بخار اترتے ہی ذہنی کمزوری دور ہوتے ہی اس کے چور خیالات کا خانہ پھر بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اس نے بیلا کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک کر سلا دیا پھر اس پر مختصر سا تنویمی عمل کرنے لگا۔ ایک مخصوص آواز اور لب ولہجہ اس کے ذہن میں نقش کیا۔ اسے ہدایت دی کہ وہ اس لب ولہجے کو کبھی محسوس نہ کرے اور غیر محسوس طریقے سے اس کے چور خیالات کے خانے کا دروازہ کھل جایا کرے۔ اگر ایسے وقت کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا آ جائے تو یہ چور خانہ فوراً بند ہو جایا کرے۔

پھر اس نے ہدایت دی کہ وہ تقریباً دو گھنٹے تک آرام سے تنویمی نیند سوتی رہے۔ جب آنکھ کھلے تو وہ بھول جائے کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا اور کوئی اس کے دماغ میں آیا تھا۔

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

☆☆☆

راسپوٹین کو واقعی پسینہ آ رہا تھا۔ وہ جو سوچ نہیں سکتا تھا۔ وہ اس کے آگے آ چکا تھا۔ اس نے عدنان کو اغوا کرنے کی بڑی زبردست کوشش کی تھی اور اس پلاننگ میں کامیاب بھی ہو رہا تھا۔ پورے شہر میں کسی نے اس کا تعاقب نہیں کیا تھا۔ ساحل پر بھی کسی نے عدنان کو جانے سے نہیں روکا تھا۔ وہ اپنی ڈمی انا میریا کے ذریعے بڑی کامیابی سے اسے موٹر بوٹ میں سوار کروا چکا تھا۔

اسے بیچ سمندر میں لے آیا تھا۔ ایسی جگہ تو کوئی تعاقب کرنے والا پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایسے ہی موقع پر سونیا کو بلائے ناگہانی کہا جاتا ہے۔ جہاں ساحل سے پرندہ بھی پرواز کرتا ہوا نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وہاں گہرے پانی سے ابھر کر اس موٹر بوٹ پر آ گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا ایسی جگہ اپنے پوتے کی حفاظت کرنے آئے گی۔ جہاں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اپنے آلہ کاروں سے مدد حاصل کر سکے گا اور ایسی جگہ اس کی ٹیلی پیتھی بھی بے اثر ہو جائے گی۔

اس گہرے پانی میں اس کی صرف ایک ہی آلہ کار ڈمی انا میریا تھی۔ جس سے وہ اب کام نہیں لے سکتا تھا۔ اس کے برعکس سونیا اس سے اگلوانا چاہتی تھی کہ وہ کس کے لیے کام کر رہی ہے؟ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اس نے خود ہی اپنی ڈمی کے دماغ میں زلزلے پیدا کر کے اسے مار ڈالا۔

وہ بے چاری گہرے پانی میں چلی گئی۔ اس کے بعد پھر اس کا کوئی آلہ کار نہیں رہا جو وہاں رہ کر دیکھ پاتا کہ سونیا اپنے پوتے کو اس موٹر بوٹ میں کہاں لے جا رہی ہے؟

جزیرہ کیپری میں اس کے کئی آلہ کار تھے اور وہ جزیرے کے ساحل پر ڈمی انا میریا اور عدنان کا انتظار کر رہے تھے۔ راسپوٹین چہارم نے ان سے کہا تھا کہ وہ وہاں موجود رہیں اور عدنان کو ایک خفیہ اڈے پر پہنچا دیں۔ اس نے اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں آ کر کہا "وہ بچہ پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ پتا نہیں سونیا اسے کہاں لے جا رہی ہے؟ شاید وہ جزیرہ کیپری کی طرف آئے۔ تم سب محتاط رہو۔ ساحل کے ہر حصے میں پھیل جاؤ۔ جہاں بھی ایک عورت تین یا چار برس کے بچے کے ساتھ دکھائی دے تو سمجھ لو کہ وہی سونیا اور عدنان ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی گولی مار دو۔ یہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کون ہیں کہاں سے آ رہے ہیں؟ وہ ہماری دشمن سونیا ہے بھی یا نہیں؟ کچھ نہ پوچھو۔ اندھا دھند فائرنگ شروع کر دو۔ اس کے پوتے کے ساتھ اسے گولیوں سے چھلنی کر دو۔"

پھر وہ روم کے اس ساحل پر آیا۔ جہاں سے ڈمی انا میریا عدنان کو موٹر بوٹ پر لے گئی تھی۔ وہاں ابھی تک اس کے مسلح آلہ کار اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں یکجا کر کے ڈانٹنا شروع کیا۔ انہیں گالیاں دینے لگا۔ پوچھنے لگا کہ وہ کس طرح ساحل کی نگرانی کر رہے تھے؟ انہوں نے سونیا کو کیوں نہیں دیکھا؟ وہ کس طرح اس ساحل سے گزر کر موٹر بوٹ تک پہنچ گئی تھی؟

وہ مسلح آلہ کار پریشان تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سونیا کس طرح ساحلی حصے میں آئی اور ان کی نظروں سے اوجھل رہی پھر اچانک آگے گہرے پانی میں جا کر نمودار ہو گئی؟

راسپوٹین چہارم نے کہا "وہ صرف مکار نہیں ہے چڑیل بھی ہے۔ وہ جادوگرنی ہے۔ میں نے پہلے بھی تاکید کی تھی کہ اس سے بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے" اس طرح تمہاری آنکھوں میں دھول جھونکے گی کہ پتا بھی نہیں چلے گا اور اپنا کام کر کے چلی جائے گی اور اس نے یہی کیا ہے۔"

ایک آلہ کار نے غصے سے کہا "باس! اس نے ہمیں اُلو بنایا ہے۔ ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ غصے سے بولا "زندہ نہیں چھوڑو گے کیسے گولی مارو گے؟ پہلے اسے تلاش تو کرو۔ اس ساحلی علاقے میں دور تک پھیل جاؤ۔ دیکھو وہ ساحل کے کسی بھی حصے میں اس موٹر بوٹ کے ذریعے پوتے کو لے کر واپس آئے گی۔"

شہر میں جو آلہ کار تھے۔ ان سے راسپوٹین نے کہا "ان دادی اور پوتے کو جگہ جگہ تلاش کرو۔ جہاں کوئی عورت تین یا چار برس کے بچے کے ساتھ دکھائی دے اور اس پر شبہ ہو تو فوراً گولی مار دو۔ اسے فرار ہونے کا موقع نہ دو۔"

وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا اور پاگلوں کی طرح احکامات صادر کر رہا تھا۔ شام تک تین عورتیں اور تین بچے مارے گئے۔ کوئی بے چاری اپنے تین برس کے بیٹے کے ساتھ مکان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ دو گولیاں چلیں اور وہ بے قصور ماں اپنے بچے کے ساتھ ماری گئی۔

دوسری اپنے پوتے کے ساتھ ماری گئی تھی۔ تیسری فٹ پاتھ پر اپنے نواسے کے ساتھ چل رہی تھی پھر چلتے چلتے گولی کھا کر ایسے گری کہ اپنے خدا سے بھی نہ پوچھ سکی کہ پر امن زندگی گزارنے والے اور اپنی اولاد کو محبتیں دینے والے بے قصور کیوں مارے جاتے ہیں؟

ویسے وہ پاگل نہیں تھا۔ محض پاگل پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ سونیا انا میریا اور پورس کو یہ تاثر دے رہا تھا کہ وہ ناکامی کے باعث پاگل ہو گیا ہے اور اب شہر میں خون خرابا کرتا رہے گا۔ جہاں بھی کوئی عورت اور بچہ دکھائی دے گا۔ انہیں موت کے گھاٹ اتارتا رہے گا۔

وہ محض دہشت طاری کرنے کے لیے اور دھیان بٹانے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ پورس انا میریا اور ہمارے تمام خیال خوانی کرنے والے اس قدر پریشان ہو جائیں کہ ان کی تمام توجہ سونیا اور عدنان پر مرکوز ہو جائے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے انا میریا کی طرف سے غافل ہو جائیں تاکہ وہ اسے اغوا کر کے اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدل سکے۔

انا میریا نے عارضی میک اپ کے ذریعے چہرے پر تبدیلیاں کی تھیں۔ تاکہ دشمن اور آلہ کار اسے پہچان نہ سکیں اور وہ ہوٹل سے باہر نکل کر عدنان کو تلاش کر سکے۔

ویسے اعلیٰ بی بی اور عبداللہ خیال خوانی کے ذریعے بتا رہے تھے کہ سونیا کہاں ہے؟ اور وہ کس طرح عدنان کی حفاظت کر رہی ہے۔ وہ اپنے پوتے کو لے کر جزیرہ کیپری کی طرف نہیں جا رہی تھی۔ اس نے موٹر بوٹ کا رخ بدل دیا تھا اور ایک دوسرے جزیرے کورسیکا کا رخ کر چکی تھی۔

عالی نے پورس سے کہا "کورسیکا جزیرے میں پرائیویٹ فلائنگ کمپنی ہے۔ آپ ہوٹل کے کاؤنٹر سے اس فلائنگ کمپنی کا نمبر معلوم کریں اور ان سے رابطہ کریں۔ مما عدنان کے ساتھ وہاں پہنچنے والی ہیں۔ آپ ان کے لیے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو کرائیں۔ وہ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے نپولی جائیں گی۔"

پورس نے اس پرائیویٹ فلائنگ کمپنی کے نمبر معلوم کیے پھر فون کے ذریعے وہاں کے ایک عہدے دار سے رابطہ کیا اور کہا "میں روم کے ایک ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ ابھی کورسیکا پہنچنے والا ہوں۔ میرے لیے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو رکھا جائے۔ میں اس کے ذریعے نپولی شہر جاؤں گا۔ اس سلسلے میں آپ جو بھی ایڈوانس رقم چاہیں وہ آپ کو آدھے گھنٹے کے اندر مل جائے گی۔"

اس عہدے دار نے کہا "سوری۔ ہم فون کے ذریعے کسی کے آرڈر بک نہیں کرتے ہیں۔ آپ کو پہلے اپنے شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات لانے ہوں گے۔ اس کے بعد ہی

آپ کو یہاں سے کوئی سہولت مل سکے گی۔"

عالی نے کہا "بھائی! میں اس کی آواز سن چکی ہوں۔ آپ فون بند کر دیں۔"

وہ اس عہدے دار کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہاں ہیلی پیڈ پر دو ہیلی کاپٹر موجود تھے۔ عالی نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر ایک ہیلی کاپٹر کو فرضی نام سے ریزرو کرایا۔ وہ جانتی تھی کہ دشمن خیال خوانی کے ذریعے ہر جزیرے میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے سونیا اور عدنان کو تلاش کر رہا ہوگا۔ پرائیویٹ فلائنگ کمپنی اور موٹر بوٹس وغیرہ کرائے پر دینے والوں کے دماغوں میں پہنچ رہا ہوگا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا کہ سونیا کس راستے سے عدنان کو لے جا رہی ہے؟ اور کہاں جا رہی ہے؟

انا میریا نے پورس سے کہا "ہمارا بیٹا اپنی دادی کے ساتھ نپولی جانے والا ہے۔ ہمیں بھی وہاں جانا چاہیے۔ دشمنوں کے اس شہر سے نکل جانا ہی بہتر ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ہم چلیں گے لیکن کیسے؟ بائی کار یا بائی ائر؟"

"میں پرائیویٹ کمپنی کے کسی طیارے میں جاؤں گی۔"

وہ بولا "کیا مجھ سے الگ ہو کر جاؤ گی؟"

"ہاں...... دشمن یہ جانتا ہے کہ ہماری ملاقات ہو چکی ہے۔ اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہا کریں گے۔ اگرچہ ہم چہروں سے نہیں پہچانے جائیں گے لیکن جہاں بھی جوان جوڑے دکھائی دے رہے ہوں گے۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوگا۔ جب وہ ہمارے دماغوں میں نہیں پہنچ پائے گا تو سمجھ لے گا کہ ہم ہی اس کا مطلوبہ ٹارگٹ ہیں۔"

پورس نے قائل ہو کر کہا "ہاں...... وہ کم بخت تو ایسے ہی عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ جن پر دادی پوتے ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ وہ ہمارے جیسے جوان جوڑوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کر سکتا ہے۔ ہم ایک ساتھ رہیں گے تو وہ ہمارا سراغ بھی لگا سکتا ہے۔"

انا میریا نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹے سے آئینے کو نکالا پھر کہا "عالی کے ذریعے ہمیں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم ہو رہی ہے پھر بھی میں اپنے طور پر معلوم کرتی ہوں۔"

اس نے آئینے میں دیکھا تو شیوانی دکھائی دینے لگی۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے عدنان کے اندر پہنچ گئی۔ وہ اپنی دادی کے ساتھ تھا۔ ان کی موٹر بوٹ تیزی سے سمندر کے ٹھہرے پانی کو چیرتی ہوئی جا رہی تھی۔ سونیا نہ تو جزیرہ کیپری کی طرف جا رہی تھی، اور نہ ہی جزیرہ کورسیکا کی طرف۔ اس نے موٹر بوٹ کا رخ بدل دیا تھا اور واپس سارڈ... طرف جا رہی تھی۔

اس نے ایسا کرنے میں تھوڑی سی دیر کی تھی۔ وہ چاہ... تھی کہ دشمن اتنی دیر تک الجھتا رہے اور یہی سمجھتا رہے کہ وہ... جزیرہ کیپری نہیں جائے گی تو اس کے آس پاس کے کسی... جزیرے میں ضرور پہنچے گی۔ وہ اتنی احمق نہیں ہے کہ روم واپس آئے گی۔

راسپوٹین چہارم واقعی اب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا... وہ روم واپس نہیں آئے گی۔ اس کے آلہ کار سونیا اور عدنان... کے دھوکے میں تین عورتوں اور تین بچوں کو قتل کر چکے تھے۔ اس نے ایسا کرنے سے آلہ کاروں کو منع کر دیا تھا۔ اب اس... ساری توجہ آس پاس کے جزیروں اور اٹلی کے ساحلی علاقوں کی طرف تھی۔

عدنان نے پوچھا "گرینڈ مما! ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

سونیا نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارے دماغ میں کوئی گھسا ہوا ہے؟ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"میری ممی معلوم کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "ہاں...... اپنی ممی سے کہو کہ ہم ان کی طرف ہی آ رہے ہیں لیکن... وہ ہوٹل چھوڑ کر دوسری جگہ پہنچیں ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔"

انا میریا نے شیوانی کو آئینے میں شکریہ ادا کرنے والے انداز میں دیکھا پھر اس آئینے کو اپنے گریبان میں رکھتے ہوئے پورس سے کہا "ہم اس شہر سے نہیں جائیں گے۔"

پورس نے اس کے گریبان میں دیکھا۔ جہاں اس نے آئینے کو چھپا کر رکھا تھا پھر پوچھا "کیا شیوانی نے تم سے کچھ کہا ہے؟"

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی "ہاں...... مما عدنان کو لے کر اسی شہر میں واپس آ رہی ہیں۔ ہم سے کہا ہے کہ یہ ہوٹل چھوڑ دیں اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

اس وقت عالی پورس کے اندر موجود تھی۔ اس نے یہ بات سن کر کہا "مما! نے کچھ سوچ کر ہی اپنا ارادہ بدلا ہوگا۔ ٹھیک ہے میں اس دشمن کو اور ذرا بھٹکاؤں گی۔ کورسیکا... فلائنگ کمپنی والوں کے پاس جا رہی ہوں۔ وہاں مما کے... سے ایک ہیلی کاپٹر ریزرو کراؤں گی۔ تاکہ اس دشمن کو یقین... ہو جائے کہ وہ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے نپولی جانے...

ہیں۔"

پورس نے کہا "ٹھیک ہے...... تم جاؤ...... اور اسی طرح دشمن کو بھٹکاؤ لیکن عبداللہ کو میرے پاس بھیج دو۔"

وہ چلی گئی۔ چند سیکنڈ بعد ہی عبداللہ آ گیا۔ پورس نے کہا "میں تھوڑی دیر بعد انا کے ساتھ اس ہوٹل سے نکلنے والا ہوں۔ تم ہوٹل کے اندر اور باہر مختلف لوگوں کے دماغوں میں جا کر معلوم کرو کہ یہاں کتنے دشمن چھپے ہوئے ہیں؟"

عبداللہ چلا گیا۔ تقریباً دس یا پندرہ منٹ کے بعد واپس آ کر بولا "تین بندے ہیں۔ ایک ہوٹل کے باہر ہے۔ دوسرا وزیٹر لابی میں ہے اور تیسرا آپ کے کمرے کے باہر کوریڈور میں ٹہل رہا ہے۔"

"کیا تم ان کے دماغوں میں پہنچ چکے ہو؟"

"جی ہاں...... پہنچ چکا ہوں۔ یہ سب نشہ کرنے والے لوگ ہیں پھر آپ لوگوں کا وہ دشمن ان کے اندر آتا رہتا ہے۔ اس لیے ان کے دماغ مقفل نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کمرے کے سامنے ٹہلنے والے کو اندر لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک مسلح شخص اندر آیا۔ عبداللہ نے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا تھا۔ اس لیے وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ پورس نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم یہ گن کیوں ہاتھ میں لیے گھوم رہے ہو؟ اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے عبداللہ کی مرضی کے مطابق کہا "یہ میرے باس کا حکم ہے۔ جب تم دونوں اس کمرے سے باہر نکلو گے تو میں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنی گن پورس کی طرف پھینک دی۔ پورس نے اس کے منہ پر ایک گھونسا مارا پھر اس کی پٹائی کرتا چلا گیا۔ جب وہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو گیا تو وہ اسے گھسیٹ کر باتھ روم میں پہنچا کر باہر سے لاک کر کے بولا "عبداللہ! اب دوسرے کو لے آؤ۔"

وہ ایک کے بعد دوسرے کو پھر تیسرے کو لے آیا۔ پورس نے ان دونوں کی بھی اچھی طرح پٹائی کی۔ اور انہیں بھی بے ہوش کر کے باتھ روم میں بند کر دیا۔ عبداللہ سے کہا "تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہو۔ جب ہم اپنی کاروں میں بیٹھ کر چلے جائیں، تو پھر تم بھی چلے جانا۔"

وہ انا کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ پھر لفٹ کے ذریعے نیچے جانے لگا۔ ان دونوں نے یہ طے کیا تھا کہ الگ الگ اپنی اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جائیں گے۔ جب یہ یقین ہو جائے گا کہ وہ پہچانے نہیں جا رہے ہیں تو پھر ایک ہو جائیں گے۔

ہوٹل سے باہر آ کر انا میریا اپنی رینٹیڈ کار میں جا کر بیٹھ گئی۔ پورس اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے عبداللہ سے بولا "تم ابھی نہ جاؤ تو بہتر ہے۔ ہمیں تین چار کمروں کے بنگلے کی ضرورت ہے۔ مما عدنان کے ساتھ واپس آنے والی ہیں۔ ہمیں رہائش کے لیے کسی بنگلے کی ضرورت ہے۔"

عبداللہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں ابھی آپ کے لیے ایک بنگلے کا انتظام کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ وہ دونوں کار اسٹارٹ کر کے ہوٹل کے احاطے سے نکلے۔ انا آگے جانے لگی۔ پورس اس سے کچھ فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے جانے لگا۔ اس طرح وہ دونوں شہر کی مختلف سڑکوں اور مختلف علاقوں سے گزرتے رہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ کیونکہ انہیں کسی نے ہوٹل سے نکلتے نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے کوئی تعاقب نہیں کر رہا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد انا نے اپنے بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر کار روک دی۔ پورس نے موبائل فون کے ذریعے پوچھا "یہ کس کا بنگلا ہے؟ تم کہاں آئی ہو؟"

"یہ میرا اپنا بنگلا ہے۔ تم بے خوف و خطر یہاں آ سکتے ہو۔

ہمارا کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہے۔"
پورس نے اس کے پاس آ کر کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ یہاں تمہارا اپنا بنگلا ہے؟ میں نے خواہ مخواہ عبداللہ سے کہہ دیا کہ وہ ہمارے لیے رہائش کا انتظام کرے۔"
وہ دونوں اندر آ گئے "کوئی بات نہیں عبداللہ سے کہہ دو کہ وہ کسی بنگلے کا انتظام نہ کرے۔ ہم یہاں محفوظ رہیں گے اور دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں گے۔"
وہ دونوں اس بنگلے میں وقت گزارنے لگے۔ عبداللہ سے کہہ دیا کہ انہیں کسی بنگلے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے کام سے چلا جائے۔
وہ چلا گیا۔ پھر کوئی خیال خوانی کرنے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ عالی بھی کہیں مصروف ہو گئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد انا نے کہا "یہاں قریب ہی ایک بڑا سا شاپنگ سینٹر ہے۔ میں کچھ ضروری چیزیں خریدنا چاہتی ہوں، کیا تم چلو گے؟"
"کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گا؟ جہاں جاؤ گی وہاں سائے کی طرح رہوں گا۔"
وہ ہنسنے لگے۔ پھر دونوں نے غسل کیا۔ لباس تبدیل کیے۔ پھر اس شاپنگ سینٹر میں پہنچ گئے۔ ایسے وقت راسپوٹین چہارم نے موبائل فون کے ذریعے انا کو مخاطب کیا "ہیلو انا! کہاں ہو تم؟"
"میں جہاں بھی ہوں، وہاں تم پہنچ نہیں پاؤ گے۔ کتے کی طرح میری بو سونگھتے پھرو گے۔ اور دور ہی دور سے بھونکتے رہو گے۔"
ایسے وقت ایک نیم پاگل شخص نے پورس کے پاس آ کر ہاتھ پھیلا کر کہا "مسٹر! مجھ کو ایک ڈالر دو۔ گاڈ تم کو دس ڈالر دے گا۔"
پورس نے مسکرا کر اسے دس ڈالر کا نوٹ دیتے ہوئے کہا "تم اپنے گاڈ سے کیوں نہیں مانگتے؟ مجھ سے کیوں مانگ رہے ہو؟"
اس نیم پاگل نے کہا "گاڈ ہی سے مانگ رہا تھا۔ اس نے دیکھو، یہ دے دیا دس ڈالر کا نوٹ...."
وہ ہنستے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ راسپوٹین فون پر کہہ رہا تھا "انا! تم مجھ سے چھپ کر نہیں رہ سکو گی۔ تم مجھے بھونکنے والا اور سونگھنے والا کتا سمجھتی رہو۔ جب میں پاس آ جاؤں گا، تو اس طرح کاٹوں گا کہ چودہ انجکشن بھی مجھ سے ہی لگواتی رہو گی۔"
اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ آنکھیں بند کر کے اس پاگل شخص کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لینے لگا۔ اس نے فون کرنے کے دوران میں اس کی آواز سنی تھی اور اس کے لہجے کو اچھی طرح سن لیا تھا۔ اسے اچھی طرح گرفت میں لینے کے بعد اس کے اندر پہنچا تو پتا چلا کہ وہ ایک شاپنگ سینٹر میں ہے۔
اس نے اس دیوانے کو اپنا آلۂ کار بنا لیا۔ پھر اس کے اندر رہ کر دور ہی دور سے پورس اور انا کی نگرانی کرنے لگا۔ جب وہ کچھ خریدنے کے لیے دکان میں گئی تو اس نے اپنے آلۂ کاروں سے کہا "فوراً اس شاپنگ سینٹر میں پہنچو۔"
وہ آلۂ کار کہیں قریب ہی تھے، تیزی سے وہاں چلے آئے۔ پھر اس نے ایک آلۂ کار سے کہا "انا میریا ایک جوان کے ساتھ ہے اور دیکھو، انا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ میں اسے زندہ سلامت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"
اس نے پوچھا "کیا میں اس جوان کو گولی مار دوں؟"
"بے شک...... انا کو گرفت میں لے کر بے ہوش کرنے سے پہلے اس نوجوان سے پیچھا چھڑاؤ، جاؤ دیر نہ کرو۔"
وہ دو آلۂ کار تھے۔ راسپوٹین چہارم اس نیم پاگل کے دماغ میں تھا اور ان کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "وہ دیکھو! انا اس دکان میں ہے اور اب باہر نکل رہی ہے۔"
وہ پورس کے ساتھ ہنستی بولتی ہوئی دکان سے باہر آ کر ایک سمت جا رہی تھی۔ آلۂ کار نے گن کا سیفٹی کیچ ہٹایا۔ پھر اس کے ٹیلی اسکوپ کو آنکھوں کے قریب رکھ کر پورس کا نشانہ لیا۔ گن کے ساتھ لگی ہوئی دوربین کے ذریعے اپنے ٹارگٹ کو بالکل صاف اور قریب سے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس نے جب گن سیدھی کرنے کے لیے اسے ادھر سے ادھر کر کے پورس کو دیکھنا چاہا تو اسے دیکھنے سے پہلے ایک جگہ اس کی گن رک گئی۔ ٹیلی اسکوپ کے ذریعے اسے عدنان دکھائی دیا۔
راسپوٹین چہارم اس کے دماغ میں تھا۔ اس کے خیالات پڑھ کر چونک گیا کہ یہ عدنان یہاں کیسے آ گیا؟ جب کہ سونیا اسے موٹر بوٹ میں پتا نہیں کہاں لے گئی تھی؟ اس نے بے یقینی سے اس آلۂ کار سے پوچھا "تم کسے دیکھ رہے ہو؟ تمہارے سامنے کیا تین چار برس کا بچہ کھڑا ہوا ہے؟"
اس کا آلۂ کار کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ان پرکشش آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ ہاتھ سے گن چھوٹ گئی تھی اور وہ ان آنکھوں کی سمت ہی کھنچا جا رہا تھا۔
راسپوٹین چہارم نے اس نیم پاگل کے ذریعے دیکھا۔ عدنان کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا اس گن مین کو گھور رہا تھا اور اس کے پیچھے اس کی گرینڈ مما پہاڑ کی طرح کھڑی ہوئی تھی۔

راسپوٹین چہارم تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی بھول گیا۔ سونیا کو اس شاپنگ سینٹر میں دیکھ کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ اس کا دماغ چیخ چیخ کر پوچھ رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ سمندر کی گہرائی سے شارک مچھلی کی طرح نکل کر اس نے میرے تمام منصوبوں کو تہس نہس کر دیا تھا۔ وہاں اپنے پوتے کو بچایا تھا اور اب میں یہاں انا میریا کو اغوا کرنے اور پورس کو قتل کرنے آیا تو یہ یہاں بھی بلائے ناگہانی کی طرح پہنچ گئی ہے۔
وہ حیرانی و پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ پھر خیال آیا کہ میدان سے بھاگ آیا ہے۔ اس وقت شاپنگ پلازا میں نہیں ہے۔ وہ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگا کر اس نیم پاگل شخص کے اندر پہنچا۔ سونیا نے اس قدر حیرت زدہ کیا تھا کہ اسے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ اب وہاں پہنچا تو میدان صاف ہو چکا تھا۔
اس شاپنگ سینٹر میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ نیم پاگل شخص کے خیالات نے بتایا کہ اس کے دونوں آلہ کار ایک دوسرے کو گولی مار کر وہیں مر گئے تھے۔ فائرنگ کی وجہ سے لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے اور اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ عورتیں چیخ رہی تھیں۔ بچے رو رہے تھے۔ وہاں اس کا اب کوئی آلہ کار نہیں رہا تھا۔ وہی ایک نیم پاگل شخص تھا۔ وہ سونیا کو اور عدنان کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ اس بھیڑ میں انا میریا اور پورس بھی کہیں گم ہو گئے تھے۔
اس نے جھنجلا کر سوچا کہ انا میریا اور پورس ہوٹل کے کمرے میں تھے اور وہاں اس کے تین مسلح آلہ کار ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ پھر وہ دونوں ان کی نظریں بچا کر کیسے بھاگ گئے؟
اس نے خیال خوانی کے ذریعے ایک آلہ کار کے پاس پہنچ کر دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ پتا چلا کہ اس کے دو ساتھی بھی پورس سے مار کھاتے رہے تھے اور بے ہوش ہو گئے تھے۔ انہیں پتا نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟ ہوش میں آنے کے بعد وہ تینوں خود کو ایک باتھ روم میں دیکھ رہے تھے۔ دروازہ باہر سے بند تھا۔ کوئی کھولنے والا نہیں تھا۔ وہ دروازے کو زور زور سے پیٹ رہے تھے۔ کوئی اس کمرے کے سامنے سے بھی نہیں گزر رہا تھا۔ ورنہ ضرور دروازہ کھولنے آ جاتا۔
اس نے اپنے ایک آلہ کار سے کہا کہ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر فون کرے اور انہیں بتائے کہ تین بندے ایک کمرے کے باتھ روم میں بند ہیں۔ انہیں وہاں سے نکالا جائے۔
ان تینوں کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ غائب دماغ ہو کر پورس کے کمرے میں آئے تھے اور وہاں اس سے مار کھانے کے بعد بے ہوش ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ اندازہ ہو گیا کہ پورس کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے انہیں ٹریپ کر کے ... پورس کے پاس مار کھانے کے لیے پہنچایا تھا۔
وہ ان چاروں سے سونیا اور پورس کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ انا میریا اور عدنان کو اغوا کر کے کسی خفیہ اڈے پر لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ چاروں گرفت میں آتے آتے پھسل گئے تھے۔ اور اب ایسے گم ہوئے تھے کہ وہ فی الحال ان کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ اتنا تو سمجھ میں آ رہا تھا کہ وہ چاروں اسی شہر میں ہیں اور انہیں جلد سے جلد تلاش نہ کیا گیا تو شاید وہ یہاں سے بھی چلے جائیں۔
وہ سب انا میریا کے بنگلے میں پہنچ گئے تھے۔ راسپوٹین اس بنگلے کا پتا نہیں جانتا تھا لہٰذا ابھی یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ یا اس کے آلہ کار وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ سونیا اور انا مطمئن ہو کر کھانے پینے کا انتظام کر رہی تھیں۔ ان کے درمیان یہ موضوع زیرِ بحث تھا کہ آئندہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟
دشمن کا سراغ بھی لگانا تھا اور اس سے محفوظ بھی رہنا تھا۔ انہوں نے بابا صاحب کے ادارے سے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر ہدایات دی تھیں کہ وہ اس دشمن کا سراغ لگائیں، کسی بھی طرح اسے تلاش کریں۔ اس کی دشمنی سے اس حد تک یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ راسپوٹین سوم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ راسپوٹین سوم بھی عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اسے ہلاک نہ کر سکا۔ یہ موجودہ دشمن اس کا انتقام لے رہا ہے۔
سونیا نے اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا۔ "دشمن کو سب سے پہلے روس میں تلاش کیا جائے۔ راسپوٹین کے خاندان میں پہنچ کر معلومات حاصل کی جائیں کہ وہاں اب ایسے کتنے افراد رہ گئے ہیں جو پراسرار علوم سیکھ رہے ہیں اور ٹیلی پیتھی جیسی صلاحیتوں کے بھی حامل ہیں؟"
ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے ایک نے بتایا کہ وہ راسپوٹین کے خاندان والوں تک پہنچا ہوا ہے۔ راسپوٹین سوم کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ راسپوٹین سوم نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ دوسری بیوی نے ایک بیٹی کو جنم دیا ہے۔ پندرہ برس بعد دوسری بیوی کو طلاق دے دی گئی۔ وہ اپنی بیٹی کو لے کر وہاں سے کہیں چلی گئی۔ ان میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ ماں بیٹی اب زندہ بھی ہیں یا مر چکی ہیں؟
سونیا نے پوچھا "ان کے پراسرار علوم کے بارے میں بتاؤ؟"

''راسپوٹین کی موجودہ اولاد روس میں ہے۔ ان میں سے ایک بیٹا ہے۔ جو بچپن سے بیمار رہتا ہے۔ بیماری کے باعث وہ کوئی پراسرار علم سیکھ نہ سکا۔ اس کی بیٹی اور اس کی بیوی نے کئی طرح کے علوم سیکھے ہیں۔''

پورس نے پوچھا ''تم نے یہ معلومات کس کے ذریعے حاصل کی ہیں؟''

''راسپوٹین کا بیٹا راسپوٹین چہارم کہلاتا ہے۔ وہ دائمی مریض ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر ساری معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ میں نے بھی اسی سے یہ سب کچھ معلوم کیا ہے۔''

ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے کہا ''راسپوٹین سوم کی دوسری بیٹی کے دماغ میں پہنچ کر بھی بہت سی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں لیکن ان میں سے جو ایک بیٹی ہے وہ اور اس کی ماں کے دماغوں میں پہنچا نہیں جاسکتا۔ ان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کی جاسکتیں۔''

سونیا نے کہا ''راسپوٹین سوم کے خاندان میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کا ادھورا انتقام میرے پوتے عدنان سے لینا چاہتا ہے اور وہ شخص ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔''

''راسپوٹین سوم کے بیمار بیٹے کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ ایک اور گمنام شخص ہے جو خود کو راسپوٹین چہارم کہتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ راسپوٹین کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ راسپوٹین سوم نے دو نہیں تین شادیاں کی تھیں۔ تیسری شادی چھپ کر کی تھی اور وہ کسی پر بھی ظاہر نہ ہوسکی۔

سونیا نے کہا ''گویا راسپوٹین کا خاندان پھیلا ہوا ہے۔ اس نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوا اور وہ پہلی بیوی کئی طرح کے پرسرار علوم جانتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بیٹی بھی ایسے ہی علوم کی حامل ہے۔''

''جی ہاں...... اور دوسری بیوی سے جو بیٹا پیدا ہوا ہے۔ وہ راسپوٹین چہارم ہے اور کہیں روپوش رہتا ہے۔ ایک اور بیوی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ وہ ماں بیٹی روپوش ہو کر کسی دوسرے ملک چلی گئی ہیں ان ماں بیٹی کے بارے میں یہ لوگ کچھ نہیں جانتے ہیں۔''

عالی ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے راسپوٹین سوم کے اس بیٹے کے اندر پہنچ گئی جو دائمی مریض تھا۔ وہ اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ وہ کچھ بے چینی سی محسوس کررہا ہے۔

یعنی وہ محسوس کرلیتا تھا کہ کوئی اس کے دماغ میں چلا آیا ہے اور اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ سانس روک کر کسی کو اپنے اندر سے بھگا نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت وہ فوراً اپنی ماں کو آواز دیتا تھا ''ماما! جلدی آؤ۔ میں بے چینی محسوس کررہا ہوں۔''

اس کی ماما یعنی ماں کا نام ارنا کوف تھا۔ وہ بیمار بیٹے کو جان سے زیادہ چاہتی تھی۔ اس کی ایک آواز پر دوڑی چلی آتی تھی۔ اس نے جلدی سے آکر پوچھا ''کیا بات ہے بیٹے! تمہیں کیا ہورہا ہے؟''

''میں اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کررہا ہوں۔''

اس نے گھور کر اس کے سر کو دیکھا پھر کہا ''اس کا مطلب ہے کہ وہ دشمن تمہارا سوتیلا بھائی جو خود کو راسپوٹین چہارم کہتا ہے۔ تمہارے اندر پہنچا ہوا ہے۔ میں اس سے کہتی ہوں کہ مجھ سے بات کرے۔''

عالی خاموش رہی۔ اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ اس خاتون ارنا اور اس کے سوتیلے بیٹے راسپوٹین چہارم کے درمیان دشمنی ہے۔ ارنا کوف اپنے بیٹے کے اندر آکر خیال خوانی کے ذریعے پوچھنے لگی ''تم کون ہو؟ تم ولاڈی میر ہو؟''

عالی کو اس بیمار کے خیالات سے معلوم ہوا کہ اس کا سوتیلا بھائی جو راسپوٹین چہارم ہے اس کا اصل نام ولاڈی میر ہے۔

میں اپنی داستان پیش کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتا ہوں کہ بیک وقت بہت زیادہ کردار میری داستان میں نہ آئیں۔ ان کے نام بھی غیر مانوس غیر ملکی ہوتے ہیں جنہیں یاد رکھنا قارئین کے لیے بھی مشکل ہوجاتا ہے لہذا میں کم سے کم کردار پیش کررہا ہوں۔

فی الحال راسپوٹین سوم کے خاندان سے تعلق رکھنے والے۔ چار اہم کردار ہیں۔ ایک ہیلا اوبرائے، دوسرا ولاڈی میر راسپوٹین چہارم تیسرا اولوپ کوف اور چوتھی اس کی ماں ارنا کوف یہ چاروں میری داستان میں وقتاً فوقتاً آتے رہیں گے۔

اس وقت عالی اس دائمی مریض اولوپ کوف کے دماغ میں رہ کر اس کے مختصر سے خیالات پڑھ رہی تھی اور ارنوف کوپ اس کی ماں اپنے... بیٹے کے اندر آکر بار بار پوچھ رہی تھی ''تم کون ہو؟ جواب کیوں نہیں دے رہے ہو؟''

عالی اسے نظر انداز کرکے چند اہم خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس طرح پتا چلا کہ جو ماں بیٹی اس ملک کو چھوڑ کر کہیں گئی ہیں۔ ان میں سے بیٹی کا نام انا ہیلا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ

ہندوستان جانے کے بعد وہ ہیلا اوبرائے کہلانے لگی ہے۔

بہرحال عالی نے اس بیمار اولوپ کوف کے دماغ میں کہا ''میں کون بول رہی ہوں کیا تم مجھے پہچان سکتی ہو؟''

ارنا کوف نے تعجب سے ایک لڑکی کی آواز سنی پھر پوچھا۔ ''تم کون ہو؟ پہلی بار میرے بیٹے کے اندر آئی ہو۔''

عالی نے کہا ''میں وہ ہوں جس کی تم توقع بھی نہیں کرسکتی تھیں۔''

''ارنا کوف نے کہا ''پہیلیاں نہ بجھواؤ، صاف صاف بتاؤ تم کون ہو؟''

''میں وہی ہوں جس کی ماں کو تم لوگوں نے طلاق دلوائی اور لڑ جھگڑ کر اس ملک سے باہر جانے پر مجبور کردیا۔ میں اسی ماں کی اور اپنے باپ راسپوٹین سوم کی بیٹی انا ہیلا ہوں۔''

ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا ''اوہ گاڈ! تم کہاں سے آٹپکی ہو؟ دو برس پہلے اپنی ماں کے ساتھ یہاں سے چلی گئی تھیں۔ تم کہاں ہو؟ اور ہمارے پاس کیوں آئی ہو؟''

عالی نے کہا ''ظاہر ہے محبت کرنے تو کبھی نہیں آؤں گی کیونکہ جس طرح بے عزتی کرکے میری ماں کو طلاق دلوائی گئی اور ہمیں یہاں سے نکالا گیا۔ اس دشمنی کا تقاضا یہی ہے کہ میں بھی کچھ دشمنی کرلوں۔''

''میرا بیٹا بیمار ہے۔ اسے نقصان پہنچا کر تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ انتقام لینا ہے تو مجھ سے لو۔ میری ایک اور بیٹی ہے۔ اس سے بھی انتقام لے سکتی ہو لیکن ہم تمہارے مقابلے میں کمزور نہیں پڑیں گے۔''

''میں اتنی جلدی انتقامی کارروائی نہیں کروں گی۔ پہلے تمہاری اور راسپوٹین چہارم ولاڈی میر کی دشمنی کا تماشا دیکھوں گی۔ تم لوگ آپس کی دشمنی میں لڑتے مرتے رہو گے۔ تم میں سے جو زندہ بچے گا۔ اس سے میں نمٹ لوں گی۔''

عالی وہاں سے واپس آگئی۔ سونیا کو مخاطب کیا ''ممّا! میں نے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ فی الوقت انا اور عدنان سے جو دشمنی کررہا ہے۔ وہ راسپوٹین چہارم ہے۔ اس کا اصل نام ولاڈی میر ہے۔''

عالی جو کچھ معلوم کرچکی تھی۔ وہ سونیا پورس اور انا میریا کو تفصیل سے بتارہی تھی۔ سونیا نے تمام تفصیلات سننے کے بعد کہا ''ہمارا اندازہ درست نکلا۔ ہمارے دشمن کا تعلق راسپوٹین سوم سے بہت گہرا ہے۔ خون کا رشتہ ہے۔ دشمنی کی بنیادی وجوہات معلوم ہوچکی ہیں۔''

پورس نے کہا ''ایک اور اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ راسپوٹین کے خاندان میں جتنے اہم افراد ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے سوتیلا رشتہ رکھتے ہیں۔ اس لیے ایک دوسرے کے دشمن بھی ہیں۔ ہم آئندہ ان کی دشمنی سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔''

انا میریا نے کہا ''راسپوٹین سوم کو پراسرار علوم کے ذریعے یہ معلوم ہوچکا تھا کہ شیوانی جس بچے کو جنم دے گی وہ اس کے لیے نحوست لائے گا، اس کی بربادی اور موت کا سبب بنے گا۔ اس لیے وہ عدنان کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ بعد میں وہ آپ ہی لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ بات درست ثابت ہوئی کہ عدنان کے پیدا ہونے کے بعد اس کی بربادی شروع ہوگئی تھی۔ انجام کار وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔''

انا میریا نے ایک ذرا توقف سے کہا ''وہ تو مرچکا ہے، اب اس کے خاندان میں جتنے افراد ہیں وہ پراسرار علوم کے حامل ہیں۔ وہ ہم سے انتقام لیتے رہیں گے۔ فی الحال انتقام لینے میں سرفہرست ولاڈی میر راسپوٹین چہارم ہے۔''

سونیا نے کہا ''ہمیں پیرس جانا چاہیے۔ جب تک ولاڈی میر راسپوٹین کو جہنم میں نہ پہنچادوں۔ اس وقت تک اپنے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں رکھوں گی۔ وہاں اس کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہے گی۔''

انا میریا نے کہا ''ممّا! میں آپ کے تجربات کے سامنے طفلِ مکتب ہوں۔ پھر بھی یہ مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ اتنی جلدی اس بنگلے سے باہر نہ جائیں ابھی ایک آدھ دن یہاں چھپ کر رہیں تاکہ دشمن اور اس کے آلہ کار ہمیں تلاش کرتے کرتے تھک ہار جائیں اور یہ سمجھنے پر مجبور ہوجائیں کہ ہم سب یہاں سے جاچکے ہیں۔ تب ہمارا یہاں سے نکلنا مناسب ہوگا۔''

سونیا نے اسے محبت سے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی ''تم طفلِ مکتب ہو کر ذہانت سے بول رہی ہو۔ میں تمہارے اس مشورے پر عمل کروں گی۔ ابھی ایک آدھ دن ہمیں ڈرایا جائے گا، پریشان کیا جائے گا اور دشمن کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی جائیں گی۔''

پورس نے کہا ''اور سب سے اہم بات یہ کہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کہاں روپوش ہے؟ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔''

وہ سب رات کا کھانا کھاچکے تھے۔ عدنان نے کہا ''گرینڈ ممّا! اب میں جاکر سونا چاہتا ہوں۔''

''ہاں بیٹے! اب تم سوجاؤ۔ میں ابھی تمہیں بیڈروم میں لے چلتی ہوں۔''

پھر اس نے انا میریا سے کہا ''تم نے یہ ٹھیک کہا کہ... فی الحال اس بنگلے کی چاردیواری میں چھپ کر رہنا چاہیے۔ اس طرح تھکن اترے گی۔ بہت دنوں سے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں آرام سے گہری نیند سونے کا موقع ملے گا۔''

وہ عدنان کے ساتھ بیڈروم میں جانا چاہتی تھی۔ اس وقت انا کے موبائل کا بزر بولنے لگا۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی۔ انا نے بٹن دبا کر موبائل آن کیا پھر اسے کان سے لگایا تو دشمن کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ''ہیلو...... انا میریا! تم ہو؟''

وہ بولی ''یہ میرا موبائل ہے۔ میں ہی بولوں گی۔ بولو اب کس لیے فون کیا ہے؟''

''یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ سونیا عدنان اور اپنے یار کے ساتھ کس بل میں چھپی ہوئی ہو؟''

''تم سمجھ رہے ہو کہ میں ابھی تک ردم کے اسی بنگلے میں چھپی ہوئی ہوں، جس کا پتا تم آج تک معلوم نہ کر سکے۔''

''بے شک...... تم اسی بنگلے میں ان سب کے ساتھ چھپی ہوئی ہو۔''

انا میریا نے قہقہہ لگایا پھر کہا ''اسی خوش فہمی میں رہو اور اپنے آلہ کاروں کے ساتھ ہمیں ڈھونڈتے رہو۔''

''زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم اس وقت کہیں سفر نہیں کر رہی ہو اور گھر سے باہر نہیں ہو۔ کسی طرح کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔ تمہارے چاروں طرف گہری خاموشی ہے۔ اس کا مطلب ہے، تم چاردیواری میں ہو۔''

''میں اپنی سونیا مما کے ساتھ ہوں۔ جن کی ذہانت بے مثال ہے۔ انہوں نے مجھے ایسی تکنیک بتائی ہے کہ فون کرتے وقت تم میرے آس پاس کسی کی آواز نہیں سن سکو گے اور ایک بات جو تمہاری نیند اڑا دینے کے لیے کافی ہے، وہ میں تمہیں بتا دوں، آج سے اسی لمحے سے اپنے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے دیکھتے رہو۔ اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتے رہو کہ سونیا مما کہاں سے سرنگ بنا کر تمہارے پاس پہنچ رہی ہیں؟ اور میں تمہیں بتا دوں کہ تم مما کی چالاکی کو کبھی نہیں سمجھ پاؤ گے۔ ولاڈی میر!''

وہ ایک دم سے چونک گیا جہاں بیٹھا ہوا تھا وہاں سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا ''تم...... تم مجھے ولاڈی میر کہہ رہی ہو؟''

''ہاں...... راسپوٹین چہارم! تم راسپوٹین سوم کے ناجائز بیٹے ہو۔ میں اس سے آگے کچھ نہیں کہوں گی۔ میری مما بہت جلد تمہارے پاس پہنچ کر بولنے والی ہیں۔''

انا میریا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سونیا نے مسکرا کر کہا ''شاباش! تم نے تو اس کی نیند اڑا دی ہے۔ اب میں اپنے پوتے کو سلانے جا رہی ہوں۔''

وہ عدنان کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اب وہ سب ہی آرام سے گہری نیند سو سکتے تھے۔ اس کے برعکس ولاڈی میر کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اس کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر گر پڑا تھا۔ دماغ میں یہی ایک سوال گونج رہا تھا کہ سونیا کو اس کا نام کیسے معلوم ہو گیا؟ یہ نام اس کے خاندان کے صرف چند افراد جانتے تھے۔ ورنہ وہ خاندان سے باہر کئی ناموں سے چہرے بدل بدل کر زندگی گزار رہا تھا۔

اس کے اندر شدید اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔ ایک ہی بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ سونیا اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے اس کے خاندان تک پہنچ گئی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ سوتیلا بھائی اولوپ کوف دائمی مریض ہے۔ اس کے دماغ میں کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا پہنچ کر بہت سی معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ شاید اس کے ذریعے سونیا اور انا میریا وغیرہ کو میرا اصل نام معلوم ہو چکا ہے۔

اسے اس حد تک اطمینان تھا کہ اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ خاندان والے اس کا اصل نام جانتے تھے اور صرف یہی بتا سکتے تھے کہ وہ راسپوٹین سوم کی دوسری بیوی سے پیدا ہونے والا بیٹا ہے۔ اس سے زیادہ معلومات کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ اس کے خاندان کے لوگ بھی اس کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہ آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو پایا تھا کہ وہ کس طرح روپوش رہ کر زندگی گزار رہا ہے۔

اسے صرف اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے اس خفیہ رہائش کا پتا کرنے کی کوشش کرتی ہو گی۔ وہ حکومت کے تمام شعبوں کے اعلیٰ عہدے داروں کے دماغ میں جا کر اسے ڈھونڈ سکتی تھی یا ان کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتی تھی کہ ایسا کون سا شخص ہے جو اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے انہیں متاثر کرتا ہے اور اگر کوئی کرتا ہے تو وہ کہاں رہتا ہے؟ اور کس طرح ان سے ملاقات کرتا ہے؟

ولاڈی میر نے چھ مختلف قسم کے ماسک رکھے تھے۔ جنہیں پہن کر وہ اپنی شخصیت تبدیل کر لیتا تھا۔ ایک ماسک کے ذریعے وہ ماسکو شہر کا میئر بن سکتا تھا۔ جب بھی اسے خطرہ محسوس ہوتا تو وہ میئر کا ماسک پہن کر اس کی جگہ لے سکتا تھا

اور اس میئر کو ہمیشہ کے لیے غائب کر سکتا تھا۔ دوسرا ماسک آرمی کے ایک اعلیٰ افسر کا تھا۔ اس کے ساتھ بھی وہ یہی کر سکتا تھا۔ ضرورت کے وقت وہ آرمی کا اعلیٰ افسر بن کر اس اعلیٰ افسر کو کہیں دفن کر سکتا تھا۔

اسی طرح روس کی مزید چار اہم شخصیات کے ماسک اس کے پاس تیار تھے۔ وہ جب چاہتا اپنا نام اور شخصیت تبدیل کر سکتا تھا۔ پھر اس نے تنویمی عمل اور ایک پراسرار علم کے ذریعے اپنے دماغ کو اس طرح تبدیل کیا تھا کہ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے اندر پہنچ کر چور خانے کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کی اصلیت معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جس روپ میں جس شخصیت میں ڈھل جاتا اسی شخصیت کے مطابق اس کے خیالات اسے ظاہر کرتے رہتے اور دشمن خیال خوانی کرنے والے دھوکا کھاتے رہتے۔

اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف کئی بار اس کے اندر پہنچ کر دھوکا کھا چکی تھی۔ ان تجربات کے پیش نظر اسے اطمینان تھا کہ سونیا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آ کر اسے پہچان نہیں سکیں گے اور کبھی اس کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔ وہ بڑی احتیاط اور محفوظ تدابیر پر عمل کر رہا تھا اور بلاشبہ محفوظ رہ سکتا تھا۔ اس کے باوجود سونیا سے بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا۔ ایک تو اس نے اس کی پوری ہسٹری پڑھی تھی۔ پھر جس انداز میں وہ خلاف توقع گہرے پانی سے نکل کر اس کے مقابلے پر آئی تھی۔ اس کی ایسی مکاری اور جرأت نے اسے اندر سے دہلا کر رکھ دیا تھا۔

ذہن میں یہ بات نقش ہو گئی تھی کہ وہ کسی وقت بھی بلائے ناگہانی کی طرح اس کی شہ رگ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ زیر لب بڑبڑانے لگا۔ ''میں ایسا کمزور بھی نہیں ہوں چھ پراسرار علوم جانتا ہوں۔ میرا دماغ فولادی ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے اندر زلزلہ پیدا نہیں کر سکتا۔ میرے پراسرار علوم نے بتایا ہے کہ میں دشمنوں پر قابو پاؤں گا اور ایک لمبی عمر تک جیتا رہوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا منتر پڑھتا رہوں اور میں وہ پڑھتا ہی رہتا ہوں۔''

پھر اس نے سوچا کہ اب کچھ سیاست سے کام لینا چاہیے۔ ہیرا پھیری نہ کی گئی تو سونیا کو یہاں تک پہنچنے میں بڑی آسانی ہو گی۔ اس کے راستے میں دشواریاں پیدا کرنا چاہئیں۔

وہ اپنے سوتیلے بھائی اولوپ کوف کے اندر آ گیا۔ وہ سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی بے چین ہو گیا اس نے آواز دی ''مما! میں اپنے اندر پھر کسی کو محسوس کر رہا ہوں۔''

اس کی ماں ارنا کوف نے اس کے دماغ کے اندر آ کر پوچھا ''کون ہے...... میرے بیٹے کے اندر کون ہے...... جواب دو؟''

وہ بولا ''میں ہوں...... ولاڈی میر راسپوٹین چہارم......''

وہ ناگواری سے بولی ''راسپوٹین چہارم تم نہیں ہو میرا بیٹا اولوپ کوف ہے۔''

وہ ہنستے ہوئے بولا ''تمہارے بیٹے کے اندر ایسی کوئی خوبی، ایسا کوئی پراسرار علم یا صلاحیت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ میرے باپ راسپوٹین کا جانشین کہلا سکے۔ صرف میں ہی اپنے باپ کا جانشین کہلا سکتا ہوں۔ اس لیے میں راسپوٹین چہارم ہوں۔''

''تم خود کو یہی کہتے رہو لیکن منظرِ عام پر دنیا والوں کے درمیان آ کر کبھی خود کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ اپنے آپ کو راسپوٹین چہارم نہیں کہہ سکتے۔ آؤ گے خود کو ظاہر کرو گے تو فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں نچوڑ کر رکھ دیں گے۔''

''میں تم سے یہی کہنے آیا ہوں فرہاد اور سونیا کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میں اپنے باپ کا انتقام ان کے پوتے سے لے رہا ہوں۔ اس لیے وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق وہ تمہارے اس بیمار بیٹے کے اندر پہنچے ہوئے ہیں۔ میں تو اس بیمار کے ذریعے بھی ان کے ہاتھ نہیں آؤں گا لیکن تم اور تمہاری بیٹی ان کے ہتھے چڑھ جاؤ گی کیونکہ اس بیمار کے قریب رہتی ہو۔''

ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا ''اسی لیے میں اپنے شوہر کا انتقام فرہاد کے پوتے سے نہیں لے رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ وہ میرے بیمار بیٹے تک پہنچ جائیں گے۔ اسے ہلاک کرنا چاہیں گے۔ تم نے یہ حماقت کی ہے۔ تم ان سے انتقام لے رہے ہو اور وہ ہم پر مصیبت بن کر آنے والے ہیں......''

وہ طنزیہ انداز میں بولا ''تم میرے باپ کی کیسی بیوی ہو کہ اسے ہلاک کیا گیا اور تم اس کے دشمنوں سے انتقام اس لیے نہیں لینا چاہتیں کہ تمہارے بیٹے کی جان جائے گی۔ کیا بیٹے کی جان بچانے کے لیے انتقام لینا بھول جاؤ گی؟ دشمنوں کو موقع دو گی کہ وہ تمہاری بزدلی سے فائدہ اٹھا کر پورے خاندان کو تباہ کر دیں؟''

''میں اپنے شوہر کے قاتلوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی لیکن میرے انتقام لینے کا طریقہ کچھ اور ہے۔ میں کیا کر رہی ہوں، یہ کوئی نہیں جانتا؟ اور تم بھی جان نہیں سکو گے لیکن

تمہاری جلد بازی مجھے نقصان پہنچانے والی ہے۔"
"جب یہ جان رہی ہو کہ نقصان پہنچنے والا ہے تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟ تم بھی جوابی کارروائی کرو! ورنہ یاد رکھو کہ سب سے پہلا حملہ تمہارے اس بیمار بیٹے پر ہی ہوگا اور تم ان کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گی۔ میں تمہیں یہی سمجھانے آیا تھا، اب جارہا ہوں۔"
"ذرا ٹھہرو۔ ایک بات سن لو۔ وہ بات ہم دونوں کے لیے بری خبر ہے۔"
"کوئی بری خبر میرا حوصلہ پست نہیں کرسکتی۔ تم سناؤ، کیا سنانا چاہتی ہو۔"
ارنا کوف نے پوچھا "کیا تم نے اپنی سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن کے خیالات پڑھے تھے؟ جو طلاق لے کر یہاں سے چلی گئی ہیں؟"
"تمہارے اس سوال کا مطلب کیا ہے؟ ویسے میں بتادوں میں نے ان کے خیالات پڑھے تھے۔"
"اور خیالات پڑھنے کے باوجود تم کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تمہارے باپ نے انہیں چوری چھپے پراسرار علوم سکھا دیے تھے۔ وہ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہے۔"
"یہ جھوٹ ہے، میں یقین نہیں کروں گا۔"
"وہ جب بھی تمہارے دماغ میں آنا چاہے گی تو یقین کرلو گے۔ آج وہ میرے بیٹے کے دماغ میں آئی تھی۔ اس نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔"
اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا تمہاری طرح وہ سوتیلی ماں بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے؟"
"یہ میں نہیں جانتی لیکن اس کی بیٹی ضرور یہاں آئی تھی اور مجھ سے باتیں کرتی رہی تھی۔"
"میرا دل نہیں مان رہا ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے چھپ کر اسے پراسرار علوم سکھائے ہوں گے۔"
"ہم سب اس لڑکی کے لیے سوتیلے تھے۔ اس کے خلاف تمہارے باپ کو پریشان کرتے رہتے تھے اسی لیے اس نے یہ بات راز میں رکھی تھی۔ ہم میں سے کسی کو نہیں بتائی اور اسے ہمارے مقابلے میں برابر کا کردیا ہے۔"
"جب وہ یہاں تک پہنچ گئی تھی تو اس نے تمہارے بیٹے کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا؟"
"وہ کہہ رہی تھی کہ ابھی اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔ دور ہی دور سے میرے اور تمہارے لڑنے جھگڑنے اور ایک دوسرے کو برباد کرنے کا تماشا دیکھے گی پھر ہم میں سے جو زندہ رہے گا۔ اس سے وہ انتقام لے گی۔"

وہ حقارت سے بولا "اونہہ...... کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ؟ میں اسے ایک چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا۔"
وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ اس مقصد سے ارنا کوف کے پاس گیا تھا کہ اپنی سوتیلی ماں کو ہمارے خلاف بھڑکائے گا اور اسے ہمارے مقابلے پر لاکر خود پیچھے ہٹ جائے گا۔ وہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔ ارنا کوف خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اپنے بیمار بیٹے کی سلامتی کے لیے سوچ رہی تھی کہ ہمارے خلاف اب کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔
لیکن ولاڈی میر بھی یہ بری خبر سن کر پریشان ہوگیا تھا کہ اس کی ایک اور سوتیلی بہن جو وہاں سے کہیں چلی گئی ہے۔ وہ تمام پراسرار علوم سیکھ کر گئی ہے جو اس کے خاندان میں تمام بچوں کو سکھائے جاتے ہیں۔
ابتدا میں ولاڈی میر نے سوچا تھا کہ ایک تین برس کے بچے کو ہلاک کرنا ہے، یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ چپ چاپ اس کے اندر جائے گا اور اسے ہلاک کرکے اپنے باپ کا انتقام لے گا لیکن اس بچے نے اس کے چھکے چھڑادیے تھے۔ اس نے سوچا تھا کہ چھپ کر حملہ کرے گا اور کامیاب ہوکر پھر پہلے کی طرح روپوش رہے گا۔ ہم کبھی اس کے سائے تک بھی پہنچ نہیں پائیں گے۔ جو سوچا اس کے برعکس ہورہا تھا۔ ہم اس کے سائے تک تو کیا اس کے خاندان تک پہنچ گئے تھے اور اب اس کا بھی سراغ لگانے والے تھے۔
ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اگرچہ تنہا تھا مگر زبردست تھا۔ وہ کوئی موم کا بنا ہوا نہیں تھا کہ ہماری ذرا سی حرارت سے پگھل جاتا اس سے مقابلہ سخت تھا لیکن ایک بات اس کے خلاف تھی کہ وہ بھی تین طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ آگے ہم تھے اور پیچھے اس کی سوتیلی ماں تھی پھر کہیں سے سوتیلی بہن تمام پراسرار علوم کے ساتھ اس کے سر پر سوار ہونے آرہی تھی۔
وہ رات بڑے آرام سے گزری۔ سونیا، پورس، انا میریا اور عدنان صبح دیر تک گہری نیند سوتے رہے۔ انہوں نے تمام ٹیلی فون بند کردیے تھے۔ اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہہ دیا تھا کہ کوئی بہت ہی اہم بات ہو تو انہیں مخاطب کیا جائے ورنہ آرام کرنے دیا جائے۔
وہ صبح آٹھ بجے تک آرام کرتے رہے۔ پہلے سونیا بیدار ہوئی پھر غسل کرنے چلی گئی۔ اس کے بعد انا میریا، پورس اور عدنان بیدار ہوئے۔ سب ہی کی تھکن دور ہوگئی تھی۔ غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے بعد سب ہی اپنے اندر

ایک نئی تازگی محسوس کررہے تھے۔ ناشتا کرنے کے دوران میں ہنس بول رہے تھے۔ عدنان نے کہا "ممّا! میں آؤٹنگ کے لیے جاؤں۔"
سونیا نے کہا "بیٹے! آج نہیں پھر کسی دن جائیں گے آج اور کل دشمنوں کے رنگ ڈھنگ معلوم کرتے رہیں گے۔"
پورس نے عدنان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آج تو ہم بالکل ہی یہاں سے باہر نہیں جائیں گے۔ کل میں تمہیں کہیں لے چلوں گا۔"
انا میریا نے کہا "خواہ مخواہ خطرہ مول لینا نہیں چاہیے۔"
"اگر عدنان تمہارے ساتھ جائے گا یا ممّا کے ساتھ جائے گا تو فوراً پہچانا جائے گا۔ تم اور ممّا بھی پہچانی جاؤ گی لیکن مجھ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا کہ یہ اپنے باپ کے ساتھ ہے.... فی الحال تم اور ممّا سب سے زیادہ اہم ہو۔ مجھے ابھی اہمیت نہیں دی جارہی ہے۔"
سونیا نے کہا "بے شک...... ابھی تمہیں اہمیت نہیں دی جارہی ہے لیکن عدنان جب تمہارے ساتھ جائے گا تو یہ ضرور شبہ کیا جائے گا کہ شاید یہ اپنے باپ کے ساتھ ہے۔ دشمن کے آلہ کاروں کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔"
"ممّا! ہم آج باہر نکلیں یا کل نکلیں یا کبھی نکلیں۔ ہمیں ایک دن دشمنوں کے درمیان سے تو گزرنا ہی ہے۔ میرے ذہن میں ایک پلاننگ ہے۔ آپ سننا پسند کریں گی۔"
"ہاں بیٹے! بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟"
"یہاں بہت سے لاوارث بچے مل جائیں گے۔ ہم تین یا چار بچوں کو اپنا بنالیں گے۔ انہیں اس ادارے سے خرید لیں گے۔ ایک ادھیڑ عمر شخص کو ٹریپ کیا جائے گا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کیا جائے گا کہ عدنان اور تین چار بچے سب ہی آپ کی اولاد ہیں۔ اس طرح آپ کہیں بھی باہر جائیں گی تو کوئی آپ پر شبہ نہیں کرے گا اور نہ ہی عدنان کو کوئی پہچان سکے گا۔"
انا میریا نے مسکرا کر کہا "اچھی پلاننگ ہے۔"
"سونیا نے کہا "ہم آج اور کل اس بنگلے میں بیٹھے بیٹھے یہ کام مکمل کریں گے۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کرکے اور اس پر تنویمی عمل کرکے اسے یہاں پہنچادیں گے۔ اس طرح تین چار بچوں کو بھی یہاں لایا جائے گا۔ اور وہ ہم سب سے مانوس ہوجائیں گے۔ مجھے اپنی ماں اور اس ادھیڑ عمر شخص کو باپ سمجھتے رہیں گے۔"
عالی نے ان سے رابطہ کیا تو پورس نے اسے اپنی پلاننگ بتائی۔ اس نے کہا "یہ اچھی تدبیر ہے۔ ہم اس پر عمل کرسکتے ہیں۔ ان بچوں کے دماغوں میں بھی خیال خوانی کے ذریعے یہ نقش کرسکتے ہیں کہ ممّا ان کی والدہ ہیں اور وہ اجنبی شخص ان کا باپ ہے۔ اور وہ ادھیڑ عمر شخص بھی اپنے آپ کو اس خاندان کا فرد سمجھے گا۔"
سونیا نے کہا "اب ہمارے عدنان کے اور ان بچوں کے نئے شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور ضروری کاغذات تیار کرنے ہوں گے۔ تم عبداللہ کو ساتھ لے کر یہ سارے کام شروع کردو تاکہ جلد سے جلد ایک نئی فیملی بن جائے۔"
ایسے ہی وقت کبریا نے وہاں آکر کہا "ہیلو ایوری باڈی! کیا ہورہا ہے؟"
پورس نے کہا "تم ہم میں سے کسی کے بھی دماغ میں آکر خیالات پڑھ لو۔ یہاں کے حالات معلوم ہوجائیں گے۔"
وہ بولا "میں کسی حد تک یہاں کے حالات جانتا ہوں۔ یہاں تک معلوم ہوچکا ہے کہ جو شخص بھی عدنان سے دشمنی کررہا ہے۔ اس کا تعلق راسپوٹین سوم سے ہے۔"
عالی نے کہا "راسپوٹین سوم تو مرچکا ہے۔ اس کا بیٹا راسپوٹین چہارم ہے اور اس کا اصل نام ولاڈی میر ہے۔"
عالی نے اس کے خاندان کے مختصر حالات بتائے کہ کس طرح اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور کئی پراسرار علوم کی حامل ہے۔"
کبریا نے مسکرا کر کہا "عجیب اتفاق ہے کہ ایک لڑکی سے میرا رابطہ ہوا ہے۔ اس کا تعلق بھی راسپوٹین کے خاندان سے ہے۔"
سونیا نے پوچھا "تم کس کی بات کررہے ہو؟ کون ہے وہ لڑکی؟"
"ہندوستان میں اس کا نام بیلا اوبرائے ہے اور روس میں اس کا نام انا بیلا تھا۔"
یہ سنتے ہی سب سیدھے ہوکر بیٹھ گئے۔ توجہ سے اس کی باتیں سننے لگے۔ انہیں پہلے ہی یہ معلوم ہوچکا تھا کہ راسپوٹین سوم نے تین شادیاں کی تھیں اور پھر اپنی پہلی بیوی کے دباؤ پر دوسری بیوی کو طلاق دے کر روس سے باہر جانے پر مجبور کردیا تھا۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ کہیں چلی گئی تھی۔ اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اب اسی کے بارے میں بہت ساری معلومات مختلف سمتوں سے حاصل ہونے لگی تھی۔ اب اہم اور اصل معلومات کبریا کے ذریعے معلوم ہورہی تھیں۔

☆☆☆

میرے اور چنڈال کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل ہورہا

تھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بندیا کے اندر کون ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے؟ اسے مجھ پر شبہ تھا لیکن اس شبہے کی تصدیق نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی کے پاس پہنچایا تھا تا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کوٹھانی کو ٹریپ کرے تو کم از کم یہ تصدیق ہو جائے کہ واقعی کوئی مستقل بندیا کے اندر چھپا رہتا ہے۔

لیکن میں نے کوٹھانی کو وہاں ٹریپ نہیں کیا تھا۔ اس بار اس کا اندازہ غلط ہوا تھا۔ وہ یہ سمجھ گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا محتاط ہو گیا ہے اور اب چنڈال کے کسی آلہ کار کو نہیں چھیڑے گا اور واقعی میں اس کے موجودہ آلہ کار کو نہیں چھیڑ رہا تھا۔

وہ اندرا کوٹھانی کے ذریعے ان چار یوگا جاننے والے افسران کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ ایسے وقت وہ نہیں چاہتا تھا کہ بندیا اندرا کوٹھانی کے ساتھ رہے اور اس کے پیچھے چھپا ہوا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے راستے کی دیوار بن جائے اور کسی بھی مرحلے پر اسے نقصان پہنچائے۔ اس کے سارے منصوبوں کو تہس نہس کر دے لہٰذا اس نے بندیا کو اندرا کوٹھانی سے الگ کر دیا۔

وہ کوٹھانی کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا اس نے اسی طرح تنویمی عمل کے ذریعے بندیا کے دماغ کو بھی لاک کر دیا تھا۔ یقین تو نہیں تھا کہ بندیا کا دماغ لاک ہو چکا ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اب اس کے اندر نہیں ہو گا پھر بھی اس نے اپنی تسلی کے لیے ایسا کیا تھا اور بندیا کو کوٹھانی سے الگ کر کے آزاد چھوڑ دیا تھا تا کہ وہ کہیں بھی چلی جائے۔ کھونٹے سے بندھی گائے اور کہاں جا سکتی تھی۔ واپس میری طرف چلی آئی۔

اس نے فون کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "مسٹر دھرم! تم کہاں ہو؟ میں ملنا چاہتی ہوں۔"

"میں آگرہ میں ہوں۔ بڑی مصروفیت ہے۔ شاید کل تک دہلی واپس آؤں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں کل تک کہاں رہوں گی۔ میرے لیے مشکل ہو جائے گی پھر ہوٹل میں رہنا ہو گا۔"

میں نے پوچھا "تم تو کسی نئے یار کے ساتھ گئی تھیں؟ کیا اس نے ٹھکرا دیا ہے؟"

"پلیز...... میری انسلٹ نہ کرو۔ میں اس جیسے درجنوں کو ٹھکرا سکتی ہوں۔ کل رات میں نے زیادہ پی لی تھی۔ وہ مجھے بہکا کر لے گیا تھا۔ ہوش آتے ہی مجھے تمہارا خیال آیا تو اسے چھوڑ کر تمہاری طرف آ رہی ہوں۔"

میں نے اسے مشورہ دیا "ایسا کرو کہ کل تک کوئی دوسرا یار کر لو۔ جب میں آؤں تو اسے بھی چھوڑ کر چلی آنا۔"

"پلیز...... مجھے ایسا نہ سمجھو۔ میں صرف تمہیں چاہتی ہوں۔"

"آج رات تھوڑی زیادہ پی لو۔ میری چاہت ختم ہو جائے گی۔ نیا گلفام تمہیں اچھا لگے گا۔ تمہیں دوسری رات گزارنے کی بھی جگہ مل جائے گی۔"

"پلیز دھرم! میری پریشانی کو سمجھو۔ میرے پاس دو کروڑ انہتر لاکھ روپے ہیں۔ میں اس رقم کو لے کر کہاں جاؤں گی؟ کوئی بھی مجھ سے چھین کر لے جا سکتا ہے۔ مجھے قتل کر سکتا ہے۔ اسے بینک میں رکھنے کے لیے اپنے نئے نام سے اکاؤنٹ کھولنا ہو گا اور اکاؤنٹ بھی تمہارے جیسے بڑے بزنس مین کی سفارش سے ہی کھلے گا۔"

"تم اسپتال جا کر میرے منیجر سے ملو۔ وہ سفارشی دستخط کر دے گا تو تمہارا اکاؤنٹ کھل جائے گا۔ تم وہ رقم بینک میں رکھ دو۔ میں فی الحال تمہاری مشکل اسی طرح آسان کر سکتا ہوں لیکن ملاقات نہیں کر سکتا۔ سو سوری۔"

"ٹھیک ہے...... کل تو ملاقات کرو گے نا؟"

"ہاں...... کل ضرور ملوں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر منیجر کو بلا کر کہا "ابھی مس تانی آئیں گی۔ آپ اس کے ساتھ بینک جا کر اس کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا دیں۔ تا کہ وہ اپنی رقم جمع کرا سکے۔ اسے ہرگز یہ نہ بتایا جائے کہ میں یہاں موجود ہوں۔"

منیجر وہاں سے چلا گیا۔ میں چنڈال جوگیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے اندرا کوٹھانی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا تا کہ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر نہ پہنچ سکے اور نہ ہی اس کے اس منصوبے کو معلوم کر سکے کہ وہ اس کے ذریعے چار آرمی افسران کو قتل کرانے والا ہے۔

میں نے اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچنا چاہا تو پتا چلا کہ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے۔ پچھلی رات میں اس کے اندر پہنچ کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ دوسری صبح اس کے دماغ کو لاک کرنے کا مقصد یہی تھا کہ چنڈال جوگیا اس سے بہت اہم کام لینے والا ہے۔ اس لیے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا راستہ روک چکا ہے۔

وہ اپنے طور پر بڑی ذہانت سے کام لے رہا تھا لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اپنے اہم آلہ کار کے دماغ کو لاک کر کے میرے لیے چیلنج بن گیا ہے اور اس بات کو یقینی بنا چکا ہے کہ وہ اپنے منصوبے کے مطابق واردات کرنے والا ہے۔ کم بخت کو اتنی عقل نہیں تھی کہ میں اس کا یہ منصوبہ اس کے بیٹے نفس راج کے دماغ میں رہ کر معلوم کر چکا ہوں۔ اس کی احتیاطی تدبیر بس اتنی سی تھی کہ اس نے اندرا کوٹھانی کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ اپنی دانست میں میرا راستہ روک چکا تھا۔

میں اندرا کوٹھانی کے بارے میں کچھ بتا چکا ہوں کہ وہ کرائے کا قاتل تھا لیکن سوسائٹی میں بہت اونچی حیثیت رکھتا تھا۔ حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں اور دوسرے سیاست دانوں کے لیے قتل کی واردات کرتا تھا اس لیے ان سے گہرے مراسم رہتے تھے۔ ان کی پشت پناہی کے باعث کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔ بلکہ اونچی سماجی حیثیت حاصل کرتا رہتا تھا۔

چونکہ وہ بڑے بڑے سیاست دانوں اور حکمرانوں کے لیے واردات کرتا تھا اور ان کی کمزوریوں سے واقف رہتا تھا اس لیے وہ سب اس کے دباؤ میں رہتے تھے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی عزت کرتے رہتے تھے اور اس کے برے وقت میں کام آتے رہتے تھے۔

اتنے وسیع ذرائع اور اختیارات رکھنے کے باوجود وہ ان پولیس افسران اور ان کے انٹیلی جنس جاسوسوں کی نظروں میں رہتا تھا جو فرض شناس تھے اور اسے پورے ثبوت کے ساتھ گرفت میں لے کر عدالت تک پہنچانا چاہتے تھے۔ میں نے پولیس اور انٹیلی جنس کے ایسے ہی دو چار افسران کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ وہ اسے نظروں میں رکھتے ہیں۔ اس کے بارے میں چوبیس گھنٹے رپورٹ حاصل کرتے رہتے ہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

ایسے ہی ایک جاسوس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا کہ اندرا کوٹھانی آج صبح کی فلائٹ سے شملہ گیا ہوا ہے۔

اس جاسوس نے شملہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر اس سے کہا "مسٹر پربھاکر! آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے کہ اندرا کوٹھانی ابھی صبح چھ بجے کی فلائٹ سے شملہ کے لیے روانہ ہوا ہے۔ وہاں وہ پہنچنے ہی والا ہے۔"

پربھاکر نے کہا "آپ کی اطلاع کا شکریہ! میں سائے کی طرح اس کا پیچھا کروں گا۔ وہ یقیناً یہاں کوئی بڑی واردات کرنے آیا ہو گا۔"

میں پربھاکر کی آواز سن کر اس کے اندر پہنچ گیا پھر اس کے ذریعے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں بھی پہنچنے لگا۔ شملہ کے قریب چند اہم پہاڑی علاقے ہیں جن میں دھرم شالہ ڈل ہوزی کولو اور منالی قابل ذکر ہیں۔ ان علاقوں کے قریب پہاڑیوں میں فوجی چھاؤنیاں بھی ہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ان چار آرمی افسران نے ایسی کسی فوجی چھاؤنی کے قریب ہی چنڈال جوگیا کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔

میں اس جاسوس اور اس کے ساتھیوں کے ذریعے ان تمام علاقوں کے اہم افراد تک بھی پہنچنے لگا۔ آرمی افسران تک بھی رسائی ہونے لگی۔

مجھے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ کسی بھی فوج کی چھاؤنی کے افسر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے کیمپ میں یا آس پاس کے علاقوں میں چار یوگا جاننے والے افسران نے کسی شخص کو بڑی راز داری سے قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔

بڑی حیرانی کی بات تھی کہ اگر چنڈال جوگیا کو وہاں قیدی بنا کر نہیں رکھا گیا تھا تو اندرا کوٹھانی کسی مقصد کے لیے شملہ پہنچ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ سیر و تفریح اور موج مستی میں ڈوب گیا تھا، نہ کسی سے مجرمانہ انداز میں ملاقات کر رہا تھا اور نہ ہی اپنے طور پر کوئی واردات کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے لگے ہوئے جاسوس بھی پریشان تھے کہ وہ کم بخت یہاں کیوں آیا ہے؟ میں تجسس میں مبتلا نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ چنڈال جوگیا بڑے اطمینان سے واردات کروائے گا۔

وہ نادان نہیں تھا۔ اندرا کوٹھانی کے ذریعے شملہ میں اور آس پاس کے علاقوں میں اپنے آلہ کار بنا رہا تھا۔ ان تمام آلہ کاروں کے ذریعے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اندرا کوٹھانی شک و شبے سے بالاتر ہے یا اس کے پیچھے جاسوس لگے ہوئے ہیں؟

قید سے رہائی حاصل کرنے میں اس لیے دیر ہو رہی تھی کہ دن کے وقت وہ چاروں افسران ٹی وی اسکرین پر اس کی حرکتیں دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ٹائلٹ میں بھی جاتا تو وہاں بھی خفیہ کیمرے لگے ہوئے تھے۔ وہ وہاں بیٹھ کر بھی خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جب بھی خاموش ہوتا یا خلا میں تکتا رہتا تو اسے فون کے ذریعے ٹوک دیا جاتا یا فوراً ہی اس کے کمرے میں پہنچ کر پوچھا جاتا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے کہاں پہنچا ہوا ہے؟

وہ چاروں افسران صبح سے لے کر رات تک اسے اپنے ساتھ مصروف رکھتے تھے۔ یا اسے اونچی آواز میں کتابیں پڑھنے کو کہتے تھے تا کہ وہ پڑھنے کے دوران میں خیال خوانی نہ کر سکے۔

اب وہ چاروں افسران اپنے ملک کے داخلی اور خارجہ

پالیسیوں کے مطابق اس کی ٹیلی پیتھی کو استعمال کر رہے تھے اور خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہے تھے لیکن چنڈال اب ان کی بے جا پابندیوں سے بیزار ہو گیا تھا۔ جلد سے جلد ٹونی جے کو یہاں بلا کر اس کے تعاون سے رہائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

رہائی حاصل کرنے کے لیے اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنی اور ٹونی جے کی ٹیلی پیتھی کے ہتھیار استعمال کرے اور دوسرا یہ کہ اندرا کوٹھانی کے ذریعے ان چار افسران پر قاتلانہ حملے کرے۔

اس نے ٹونی جے کے پاس پہنچ کر کہا ''اب پانی سر سے گزر رہا ہے۔ میں اب قیدی بن کر زندگی نہیں گزاروں گا۔ کل تم کسی بھی فلائٹ میں اپنے لیے سیٹ ریزرو کراؤ اور یہاں چلے آؤ۔''

ٹونی جے اور اس کی بیوی ہیلنا نے ہندی زبان اچھی طرح سیکھ لی تھی۔ روانی سے بولنے لگے تھے اور ہندی کلچر کو بھی اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ ہیلنا ساڑھی پہننے کی عادت ڈال چکی تھی۔ اسی کے مطابق ان دونوں نے ہندوؤں کی حیثیت سے اپنا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ اور دوسری اہم دستاویزات تیار کروالی تھیں۔

ایسے مشکل کام ٹیلی پیتھی کے ذریعے چند گھنٹوں میں ہو جاتے ہیں۔

ادھر انیتا اور ہنس راج جوگیا کے حوالے سے کچھ تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ چنڈال اپنی بیٹی کو فرمان سے الگ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ میں یہ بات پک رہی تھی کہ اپنی بیٹی کو ٹونی جے سے منسوب کرے گا یعنی اسے اپنا داماد بنائے گا۔ انیتا اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھے گی تو وہ سگے رشتے دار کی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے گا اور ہمیشہ ان کا وفادار بن کر رہے گا۔

ٹونی جے اور ہیلنا نے شادی سے پہلے محبت کی تھی اور بڑی محبت سے شادی کی تھی۔ شادی کے بعد بھی وہ ایک دوسرے کے دیوانے تھے۔ وہ آپس میں لڑتے بھی تھے اور پیار بھی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ لڑتے رہنے سے محبت اور بڑھتی رہتی ہے۔

وہاں سے روانگی سے پہلے دونوں میں پھر جھگڑا ہو گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے منہ پھیر کر الگ ہو گئے تھے لیکن سفر کی تیاریاں اپنے اپنے طور پر کر رہے تھے۔ وہ دونوں انڈیا جانے کے لیے بے چین تھے۔ چنڈال جوگیا نے ان کے دماغوں میں ہندوازم اور وہاں کے کلچر کو اس طرح نقش کر دیا تھا کہ وہ خود کو ہندو سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کو پیدائشی وطن مان لیا تھا۔

وہ دونوں شام کو شاپنگ کے لیے گئے تھے لیکن ایک دوسرے سے الگ الگ رہے۔ ٹونی جے نے اس کے دماغ میں آکر کہا ''میری جان! تم میری نظروں کے سامنے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک دکان میں اپنی پسند کی جیولری خریدنے گئی ہو۔''

وہ بولی ''میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی؟''

وہ بولا ''ہم جسمانی لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہیں۔ اپنے دماغ سے تو دور نہ کرو۔''

''پہلے سوری بولو۔ تب میں تم سے بات کروں گی۔''

''یہ نہیں ہو سکتا۔ غلطی تمہاری ہے۔ سوری تمہیں بولنا چاہیے۔''

''میں نہیں بولوں گی۔ تمہیں میرے پاس آکر جھکنا ہوگا۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ میں تمہارے دماغ سے جا رہا ہوں۔ اب رات کو بیڈروم میں ملاقات ہوگی۔''

''ہرگز نہیں۔ تمہارے آنے سے پہلے ہی میں بیڈروم کا دروازہ اندر سے بند کر دوں گی۔ تمہیں دوسرے کمرے میں رہنا پڑے گا۔''

وہ دور ہی دور سے ایک دوسرے سے خیال خوانی کے ذریعے بول رہے تھے اور اپنی ضرورت کی چیزیں خرید رہے تھے۔ چنڈال جوگیا نے ہیلنا کے دماغ پر بھی تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ نئی سوچ کی لہروں کو محسوس کر کے سانس روک سکتی تھی۔ صرف ٹونی جے کو اپنے اندر آنے دے گی۔ اس وقت اس نے کہا ''اگر تم سوری نہیں بولو گے تو میں سانس روک کر تمہیں بھگا دوں گی۔''

''پلیز! ایسا نہ کرو۔''

''اس نے سانس روک لی تو ٹونی جے کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ سے نکل آئیں۔ ایسے وقت چنڈال نے ہیلنا کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ ٹونی جے نے بار بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو وہ سانس روکتی رہی۔ آخر وہ مجبور ہو کر بولا ''اچھی بات ہے..... رات کو بیڈروم میں نمٹ لوں گا۔''

ابھی رات ان سے بہت دور تھی۔ چنڈال نے ہیلنا کے دماغ کو اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔ ٹونی جے سمجھ رہا تھا کہ وہ ناراض ہو کر اس کا رابطہ روک رہی ہے۔ اس لیے وہ اس کے دماغ میں پھر نہیں گیا۔ وہ شاپنگ کے بعد ایک دکان سے نکل کر ایک کرفٹ پاتھ پر آئی۔ تو وہ بھی ایک دکان سے نکل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

وہ زیبرا کراسنگ پار کرنا چاہتی تھی۔ سگنل کا انتظار کر رہی تھی۔ گاڑیاں تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ اسی راستے سے ایک ٹرک بھی بڑی تیز رفتاری سے آ رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال نے اس کے ذہن کو جھٹکا پہنچایا۔ اسے ایک دھکا دیا تو وہ اچھل کر اس ٹرک کے سامنے آ گئی پھر اس کی ایک آخری چیخ کے ساتھ ہی ٹونی جے لرز گیا۔ دوڑتا ہوا اس کی طرف گیا تو اس وقت تک اس کی محبت کا قصہ تمام ہو چکا تھا۔ محبوبہ اپنی آخری نیند سو چکی تھی۔

ٹونی جے صدمے سے ٹوٹنے لگا تھا۔ وہ چنڈال کے لیے بہت اہم تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ٹونی جے نامراد عاشق کی طرح ٹوٹ جائے۔

جب وہ ہیلنا کی آخری رسومات اور تدفین کے بعد واپس آیا تو چنڈال نے اسے تھپک کر گہری نیند سلا دیا پھر اس پر تنویمی عمل کر کے ہیلنا کی محبت کو کم سے کم کر دیا۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی کہ مرنے والی مر چکی ہے۔ آئندہ وہ اس کے لیے ماتم نہیں کرے گا۔ ابھی زندگی بہت لمبی ہے۔ اس سے اور بھی زیادہ محبت کرنے والی ہستی مل سکتی ہے۔ لہٰذا وہ ہیلنا کے سلسلے میں ماتم نہیں کرے گا۔

اس نے اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا پھر اپنی بیٹی انیتا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے انیتا کو جس حسین دوشیزہ کے جسم میں پہنچایا۔ اس کا نام ثمرہ سلطانہ تھا۔ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ کہیں ملازمت کر کے گزارہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسے وقت اسے جس مل مالک نے ملازمت دی تھی۔ وہ اس کی عزت سے بھی کھیلنا چاہتا تھا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنڈال نے ان سب کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کیا تھا۔ اس کے غنڈوں کو ہلاک کیا تھا پھر انیتا اس مل مالک کے ساتھ اس کے بنگلے میں آ گئی تھی۔ چنڈال نے اس کے باس کو گہری نیند سلا دینے کے بعد انیتا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ عمل کرنے سے پہلے انیتا نے فرمائش کی تھی کہ وہ آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اس کا نیا جسم کیسا ہے؟ اور وہ کتنی خوب صورت ہے؟

چنڈال نے کہا تھا کہ اس کے پاس وقت نہیں ہے پہلے وہ تنویمی عمل کرے گا۔ جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے گی تو اپنے آپ کو دیکھ سکے گی اور پھر اسے آگے بہت کچھ کرنا ہے۔

بہرحال چنڈال نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ اس کے ذہن سے فرمان کی یادیں مٹا دے اور اسے دوسری طرف مائل کرے۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے یہی کیا تھا۔

جب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہوئی تو اس کا دماغ لاک ہو چکا تھا۔ فرمان کبھی اس کے اندر آنا بھی چاہتا تو نہیں آ سکتا تھا۔ یوں بھی وہ ثمر سلطانہ کے جسم میں داخل ہوئی تھی۔ اس کا اور ثمر سلطانہ کا ذہن مشترک ہو گیا تھا۔ لب ولہجہ بھی ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو گیا تھا۔ انیتا کا پہلا والا لب ولہجہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے فرمان اس کے اندر نہیں آ سکتا تھا۔

انیتا نے تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد دوسرے بیڈ روم میں آکر دیکھا۔ وہ مل مالک گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ قد آدم آئینے کے سامنے آکر اپنے حسن و شباب کو دیکھنے لگی۔ خوش ہونے لگی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش ہو گئی تھی۔

چنڈال نے اس کے پاس آکر کہا ''جب تمہاری موت ہوئی تو اس وقت تم فرمان کے ساتھ اس کے بنگلے میں ممبئی میں تھیں۔ اب تم دہلی میں ہو۔ یہاں تمہیں کوئی نہیں پہچان سکتا ہے۔ تم اس دولت مند کی تجوری کھول کر جتنی دولت اور زیورات یہاں سے لے جا سکتی ہو۔ لے جاؤ۔''

اس نے پوچھا ''پتا جی! میں یہاں سے کہاں جاؤں گی؟''

''تمہارا بھائی ہنس راج اب ایک اور نئے روپ میں ہے۔ اس کا نام منوج اگروال ہے۔ وہ ایک دولت مند باپ کا بیٹا ہے تم اس کے پاس جاؤ گی اور اس کے ساتھ رہو گی، میں اسے سمجھا دوں گا، اسے بتا دوں گا کہ تم اس کی بہن ہو، وہاں رہو گی تو کسی کو تم پر کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ یہاں سے جلد نکلو، میں اس مل مالک کو ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ بعد میں تمہارا پیچھا نہ کرے یا تمہارے لیے مصیبت نہ بن جائے۔''

اس نے تکیے کے نیچے سے چابیاں نکالیں پھر الماری اور سیف وغیرہ کھول کر دیکھنے لگی۔ اس کی بیوی میکے گئی ہوئی تھی۔ الماری میں اس کے بہت ہی خوب صورت اور نئے ڈیزائن کے زیورات رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر للچاتے ہوئے بولی ''یہ تو بڑے ہی فنٹاسٹک ہیں۔ میں سب کے سب لے جاؤں گی۔''

سیف میں نقد پچاس لاکھ روپے رکھے ہوئے تھے اور بہت سی دستاویزات تھیں جو اس کے کام کی نہیں تھیں۔ اس نے تمام نقد رقم اور زیورات نکال کر ایک بیگ میں رکھے پھر وہاں سے نکلتے ہوئے بولی ''پتا جی! آپ مجھے گائیڈ کریں، کہاں جانا ہے؟ ہنس راج جوگیا نئے روپ میں کہاں رہتا ہے؟''

"میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔ وہ باہر اپنی کار میں بیٹھا ہوا ہے، تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ بیگ اٹھا کر باہر آ گئی۔ وہاں بہت ہی قیمتی کار میں ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اجنبیت سے دیکھا۔ ثمر سلطانہ اس قدر پرکشش تھی کہ وہ دیکھتا ہی رہ گیا، یہ بھول گیا کہ بہن کو دیکھ رہا ہے۔ چنڈال نے غصے سے کہا "ابے...... گدھے کے بچے! یہ تیری بہن ہے۔ چل...... اسے اپنے ساتھ لے جا۔"

اس نے کار سے اتر کر کہا "انیتا! میں ہنس راج ہوں۔ اب میرا نام منوج اگروال ہے۔ پتاجی نے تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ آؤ...... گاڑی میں بیٹھو......"

وہ گاڑی کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی پھر سوچ کے ذریعے بولی "پتاجی! میرا موجودہ نام کیا ہوگا؟ میری حیثیت کیا ہوگی؟ میں انیتا رہوں گی یا ثمر سلطانہ کہلاؤں گی؟"

"تم ہندو ہو ہندو ہی رہو گی...... پھر تمہارا بھائی بھی ایک ہندو کے جسم میں ہے اور ابھی تم یہاں سے جا کر ہندو گھرانے میں رہو گی۔ لہٰذا تمہارا نام انیتا ہی رہے گا۔"

ایسے وقت اس کے اندر چھپی ہوئی ثمر سلطانہ نے کہا "یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں ہندو بن کر نہیں رہوں گی۔ مسلمان ہوں، مسلمان ہی رہوں گی۔"

چنڈال نے کہا "تم مر چکی ہو، ثمر سلطانہ ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم اب مسلمان نہیں ہو۔ بے شک یہ جسم اور یہ دماغ تمہارا ہے، لیکن اس پر ہمارا قبضہ ہے، تم پر انیتا کی آتما حاوی رہے گی اور میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے رفتہ رفتہ تمہیں شانت کر دوں گا۔ ضد کرنا بھول جاؤ۔"

"کیسے بھول جاؤں؟ کیا تمہاری بیٹی ہندو سے مسلمان ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں ہو سکتی تو میں بھی اپنا مذہب نہیں بدلوں گی۔"

"تم بولتی رہو، نہ تمہاری آواز سننے والا کوئی ہے اور نہ ہی کوئی تمہاری ضد پوری کرنے والا ہے۔"

یہ چنڈال جوگیا کے لیے نیا تجربہ تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے انیتا کو پوری طرح اپنے قابو میں کیا تھا۔ وہ اسے فرمان سے دور کر چکا تھا لیکن ثمر سلطانہ کو قابو میں نہیں کر پایا تھا۔ ایسا کیوں ہو رہا تھا؟ یہ بات اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ رفتہ رفتہ ثمر سلطانہ کے ذہن کو قابو میں کر لے گا اور اس کا ذہن انیتا کے ذہن کے ساتھ گڈمڈ ہو جائے گا پھر ثمر سلطانہ انیتا کے اندر گم ہوتی چلی جائے گی۔

وہ اپنے بھائی کے ساتھ اس کے نئے بنگلے میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد چنڈال کے دماغ میں یہ بات آئی اگر انیتا کو ٹونی جے سے منسوب کر دیا جائے اور اسے اپنا داماد بنا کر رکھا جائے تو رشتہ گہرا ہو جائے گا اور وہ ہمیشہ میری بیٹی کا دیوانہ اور میرا داماد بن کر رہے گا۔

تب اس نے منصوبہ بنایا کہ ہیلنا کو کس طرح راستے سے ہٹایا جائے، پھر اس نے بڑی بے رحمی اور سنگدلی سے اس محبت کرنے والی ہیلنا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ٹونی جے کے اندر اس کی اہمیت کم کر دی تا کہ وہ اس کا ماتم نہ کرے۔ اسے رفتہ رفتہ بھول جائے اور ہندوستان پہنچ کر اس کی بیٹی انیتا کی طرف مائل ہو جائے۔

اس نے انیتا اور ہنس راج سے کہا "امریکا سے میرے ایک دوست کا نوجوان بیٹا آ رہا ہے۔ وہ بہت خوب صورت ہے۔ انیتا اسے دیکھتے ہی پسند کر لے گی۔ میں چاہتا ہوں، انیتا اسے ریسیو کرنے ائرپورٹ جائے۔"

انیتا نے پوچھا "وہ کب آ رہا ہے؟"

"وہ کل شام کی فلائٹ سے ممبئی پہنچنے والا ہے۔"

وہ بولی "لیکن میں تو دہلی میں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، ابھی ہنس راج تمہارے لیے کل کی فلائٹ میں ممبئی کے لیے سیٹ ریزرو کرا لے گا۔ تم دو گھنٹے کے اندر ممبئی پہنچ جاؤ گی۔"

چنڈال جوگیا نے انہیں ٹونی جے کی اصلیت نہیں بتائی۔ بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ امریکا میں پیدا ہوا ہے۔ اس نے وہیں تعلیم حاصل کر کے کاروبار شروع کیا ہے۔ وہ نیویارک کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اب یہاں آ کر کوئی کاروبار کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے بہت کام کا آدمی ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔

وہ ٹونی جے کو ہندوستان اپنے پاس بلا کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر رہا تھا۔ اس نے اب سے پہلے فرمان کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر رکھنے کی کوششیں کی تھیں، لیکن وہ ناکام رہا تھا۔ اس بار کامیابی اتنی اہم تھی کہ وہ ٹونی جے پر بڑی توجہ دے رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ جب ٹونی جے ممبئی ائرپورٹ پہنچے گا تو وہ مسلسل اس کے دماغ میں رہے گا تا کہ اسے کسی طرح بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چنڈال کو میری طرف سے اندیشہ تھا وہ یہ جانتا تھا کہ میرے علاوہ میری ایک بیٹی اور بیٹا بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور وہ ہندوستان میں موجود ہیں۔ ہم سب کے علاوہ فرمان بھی کسی وقت اس کے لیے دردِ سر بن سکتا تھا۔

وہ بڑے اچھے منصوبے بنا رہا تھا۔ ان پر عمل کر رہا تھا۔ بڑی حد تک کامیاب بھی ہو رہا تھا لیکن پہلے وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں اس قدر سرگرم عمل نہیں رہا تھا۔ یہاں کی ہیرا پھیری کو ابھی اچھی طرح سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس لیے اس کی نظر اپنے منصوبے کے ہر پہلو پر نہیں تھی۔

مثلاً اس نے اس بات کو نظر انداز کیا یا بھول گیا کہ فرمان ممبئی میں ہے۔ انیتا ٹونی جے کے استقبال کے لیے ممبئی جائے گی تو وہاں فرمان سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے۔

جب وہ دوسرے دن ایک فلائٹ سے ممبئی پہنچ گئی۔ تب اس نے اس پہلو پر دھیان دیا تو پریشان ہو گیا۔ اس نے ہنس راج سے کہا "تم نے فرمان کے بنگلے میں اسے فون کیا تھا۔ تمہیں اس کا موبائل نمبر بھی معلوم تھا۔ اس سے رابطہ کرو۔ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

ہنس راج نے اس کے بنگلے کے فون پر رابطہ کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ ہنس راج نے کہا "میں مسٹر انیل شرما سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یہاں کوئی مسٹر انیل شرما نہیں رہتے۔ کل تک ایک بنگالی نجومی رہا کرتا تھا۔ اس کی دھرم پتنی کا دیہانت ہو گیا۔ وہ یہ بنگلا چھوڑ کر جا چکا ہے۔"

چنڈال نے اپنے بیٹے سے کہا "فرمان وہاں ایک بنگالی نجومی کی حیثیت سے رہتا تھا۔ اب وہاں سے جا چکا ہے۔ تم اس کے موبائل پر رابطہ کرو۔"

اس نے موبائل پر رابطہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے پھر وہی آواز سنائی دی "ہیلو...... کون......؟"

ہنس راج نے کہا "میں مسٹر انیل شرما سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ابھی تو آپ نے ہمارے فون پر رابطہ کیا تھا۔ ہم کہہ چکے ہیں۔ یہاں کوئی انیل نہیں رہتا۔"

اس نے پوچھا "یہ موبائل فون آپ کے پاس کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتا، یہ موبائل فون کس کا ہے؟ وہ بنگالی نجومی اپنا بہت سارا سامان یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اس میں یہ موبائل فون بھی رکھا ہوا تھا۔"

ہنس راج نے رابطہ ختم کر دیا۔ چنڈال نے پریشان ہو کر کہا "پتا نہیں وہ کم بخت کہاں گم ہو گیا ہے؟ ممبئی میں ہے یا وہاں سے جا چکا ہے؟"

اس نے پوچھا "پتاجی! آپ کو پریشانی کیا ہے؟"

"پریشانی یہ ہے کہ انیتا ممبئی پہنچ گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ فرمان سے اس کا سامنا ہو جائے۔"

"تو ہونے دیں۔ آپ کو ڈر کس بات کا ہے؟ انیتا کا چہرہ اور جسم اب وہ نہیں رہا ہے۔ لب و لہجہ بھی بدل گیا ہے۔ آپ نے تنویمی عمل کے ذریعے فرمان کو اس کے ذہن سے بھلا دیا ہے پھر اندیشہ کس بات کا ہے؟"

وہ بولا "مجھے یقین ہے کہ نہ تو انیتا اسے پہچان سکے گی اور نہ ہی وہ انیتا کو پہچان سکے گا لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔"

چنڈال کے لیے موجودہ حالات میں لازمی ہو گیا تھا کہ وہ دو اطراف میں دھیان دیتا رہے۔ انیتا کے دماغ میں بھی جاتا آتا رہے اور ٹونی جے جب ممبئی ائرپورٹ پہنچے تو اس کے دماغ میں بھی مستقل رہا کرے۔ یہ اس کے لیے ذرا مشکل تھا۔ وہ ایک ہی طرف پوری توجہ دے سکتا تھا۔

آخر اس نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر ٹونی جے کو مخاطب کیا۔ وہ ایک طیارے میں سفر کر رہا تھا۔ اس نے اسے اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی پوچھا "یس...... مسٹر جوگیا! کیا حکم ہے؟"

وہ بولا "جب تم ممبئی پہنچو گے تو وہاں میری خوب صورت بیٹی تمہارا استقبال کرنے آئے گی۔ جیسا کہ تم جانتے ہو، فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے انڈیا میں موجود ہیں۔ وہ میری بیٹی کا تعاقب کر سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کا دماغ لاک رہتا ہے لیکن وہ کسی بھی ہتھکنڈے سے اس کے اندر پہنچ سکتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ تم اس سے ملتے ہی اس کی طرف زیادہ سے زیادہ دھیان دو اور مسلسل اس کی نگرانی کرتے رہو۔ آس پاس کا خیال رکھو۔ تمہیں کسی پر دشمنی کا شبہ ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

ٹونی جے نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ وہ تمہاری بیٹی ہے تو میں دل و جان سے اس کی حفاظت کروں گا۔ تم نے اسے میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟"

چنڈال جوگیا اسے بتانے لگا کہ انیتا اسے اپنے دوست کا بیٹا سمجھ رہی ہے۔ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ بہت بڑا بزنس مین ہے اور یہاں کاروبار کرنے کے ارادے سے آ رہا ہے۔

وہ دونوں باتیں کر رہے تھے، ایک ذرا اندیشے میں مبتلا

تھے لیکن بڑا حوصلہ تھا کہ وہ ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں۔ وہ پوری طرح محتاط رہیں گے۔ خود کو دشمنوں پر ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔ جیسے بھی حالات پیش آئیں گے ان سے نمٹ لیں گے۔"

یہ تو سب ہی سوچتے ہیں کہ آنے والے مصائب سے نمٹ لیا جائے گا لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ مصائب کس نوعیت کے ہوں گے؟

اب یہ تو آنے والا وقت ہی کسی مصیبت کا چہرہ دکھا سکتا تھا۔

☆☆☆

کبریا احمد آباد سے سفر کرتا ہوا ممبئی پہنچ گیا۔ وہ پھول متی، چندرامتی اور تارامتی کے ساتھ سفر کرتا رہا تھا۔ پھول متی نے کہا "بھگوان کا شکر ہے، ہم ممبئی پہنچ گئے۔"

چندرامتی نے کہا "ممی! ہم سب سے پہلے بیلا اوبرائے کے پاس جائیں گے۔ اس کا شکریہ ادا کریں گے۔"

"ہاں یہ تو میں راستے بھر سوچتی آئی ہوں۔ اس نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست نکلی ہے۔ ہمیں بیس لاکھ روپے ملے ہیں۔ ہم بیلا کے لیے تحفے خرید کر لے جائیں گے۔"

تارامتی نے کبریا سے کہا "ہمارے ساتھ شاپنگ سینٹر چلو۔ ہم وہاں خریداری کریں گے۔"

کبریا نے کہا "مجھے معاف کرو۔ اتنے لمبے سفر سے تھکا ہوا ہوں۔ ابھی سامنے والے ہوٹل میں جاؤں گا اور فریش ہونے کے بعد لمبی تان کر سو جاؤں گا۔"

چندرامتی نے بڑی لگاوٹ سے پوچھا "تم ہمیں چھوڑ کر کہیں چلے تو نہیں جاؤ گے؟"

"میں اس ہوٹل میں رہ کر تم تینوں کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

وہ ان سے پیچھا چھڑا کر ہوٹل کے اندر آ گیا۔ وہ تینوں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر شاپنگ کے لیے چلی گئیں۔ کبریا نے ہوٹل کے اندر آ کر کمرا نہیں لیا۔ اس کا تو وہاں ایک بہت بڑا بنگلا تھا۔ وہ ان تینوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہوٹل کے اندر آ گیا تھا۔ وہ ان تینوں کے جانے کے بعد ہوٹل سے نکل کر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے بنگلے میں چلا آیا۔ سفر کی تھکن تھی۔ وہ غسل کرنے کے بعد فریش ہو کر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا اور دماغ کو ہدایت دے کر سو گیا۔

وہ تینوں بیلا اوبرائے کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لیے جانے والی تھیں۔ کبریا اس کے خیالات پڑھنے کے بعد اس کی پوری ہسٹری معلوم کر چکا تھا اور اب اسے روبرو دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی ذات سے اس لیے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا تعلق راسپوٹین کے خاندان سے تھا۔ موجودہ راسپوٹین چہارم ولاڈی میران سے دشمنی کر رہا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ بیلا اوبرائے بھی عدنان سے دشمنی کرے گی یا نہیں؟

اس کا باپ راسپوٹین سوم عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے لیے منحوس سمجھتا تھا مگر اس کے برعکس ہوا۔ عدنان کو ہلاک کرنے والا خود ہی جہنم میں پہنچ گیا تھا۔

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سب ہی عدنان اور انا میریا کے دشمن تھے۔ بیلا بھی راسپوٹین سوم کی بیٹی تھی۔ اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ خون کا گہرا رشتہ تھا۔ کیا وہ اپنے باپ کا انتقام انا میریا اور عدنان سے لینا چاہے گی؟

کبریا اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر چکا تھا مگر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ رہ گیا تھا۔ اب تو وہ اس کے اندر جگہ بنا چکا تھا اور کسی وقت بھی آرام سے وہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ بیلا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی اس طرح اس کی بیماری اور دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے اندر یوں گھس آئے گا اور دور تک پہنچ کر، چور خیالات پڑھ کر اس کی پوری ہسٹری معلوم کر لے گا۔

اس نے سوچا تھا کہ وہ ایک ضرورت مند کی طرح بیلا کے پاس جائے گا اور تاش کے پتوں کے ذریعے اپنی قسمت کا حال معلوم کرے گا۔ جیسا کہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ سچی پیش گوئی کرتی ہے۔ لہٰذا اسے اپنے بارے میں اور آئندہ زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بے چینی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس کے بارے میں کس حد تک سچ بولتی ہے؟

کچھ عرصہ پہلے جب آرمی انٹیلی جنس والے جینا اور کبریا کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے اور چنڈال جوگیا ان کے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ تب میں نے اس سے پہلے ہی جینا اور کبریا کے دماغوں پر تنویمی عمل کر کے یہ نقش کیا تھا کہ وہ کسی کی بھی خیال خوانی کی لہروں کو محسوس کر کے سانس نہیں روکیں گے۔ انجان بن کر رہیں گے اور ان کے چور خیالات کے دروازے بند رہیں گے۔

چنڈال نے جب کبریا کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے تھے تو اسے یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ حمزہ خان ہے اور وہاں کا ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ ایک غیر ملکی دوا ساز کمپنی میں شیئر ہولڈر ہے۔

اب بیلا کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ خاموشی سے اپنے پاس آنے والے گاہکوں کے خیالات پڑھتی ہے۔ اسے خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے پھر تاش کے پتے بھی اسے بہت کچھ بتاتے ہیں۔ کبریا جانتا تھا کہ جب وہ اس کے سامنے جائے گا تو وہ اس کے خیالات ضرور پڑھے گی اور دھوکا کھائے گی۔ اسے صرف یہ معلوم ہوگا کہ وہ حمزہ خان ہے اور ایک بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اسے کبریا کی حقیقت کبھی معلوم نہیں ہو سکتی تھی۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ رات کی تاریکی پھیلنے والی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے منہ ہاتھ دھونے کے بعد فریج سے کچھ نکال کر کھایا اور چائے بنا کر پینے لگا۔ اس دوران میں اس نے بیلا کے خیالات پڑھنے چاہے، اس کی آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کی پرواز کی لیکن اس کے دماغ میں پہنچتے ہی وہ چونک گیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ کبریا کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔

وہ حیرانی سے سوچنے لگا "یہ کیسے ہو گیا؟"

اس نے بیلا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کبریا کے مخصوص لب و لہجے کو اپنے دماغ کے اندر محسوس نہیں کرے گی اور تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد بھول جائے گی کہ اس پر کسی اجنبی نے عمل کیا تھا۔

لیکن خلافِ توقع بات کچھ اور ہی ہو رہی تھی۔ یعنی ایسا لگ رہا تھا، جیسے کبریا نے اس پر تنویمی عمل کیا ہی نہیں ہے اور اگر کیا تھا تو اس کے عمل میں کوئی خامی رہ گئی تھی یا بیلا نے پراسرار علوم کے ذریعے اپنے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق اس طرح ڈھال لیا تھا کہ کوئی اس کی مرضی کے خلاف اس پر تنویمی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کرتا تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ جب وہ دماغی توانائی حاصل کر لیتی تو وہ تنویمی عمل یکسر ختم ہو جاتا۔ جیسا کہ اب ہو چکا تھا۔

کبریا نے مجھے مخاطب کیا "پاپا! میں بیلا اوبرائے کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہاری مما کہہ رہی تھیں کہ تم نے اس کے ایسے چور خیالات پڑھے ہیں جو اب تک ہم بھی نہیں پڑھ سکے تھے۔ اب تو تم جب چاہو گے، اس کے اندر پہنچ سکو گے۔"

"یہی بتانے کے لیے میں نے آپ کو مخاطب کیا ہے کہ اب اس کے اندر نہیں جا سکوں گا۔"

مما نے پوچھا "کیا خلافِ توقع کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے؟"

"اس کا دماغ عجیب و غریب ہے۔ میں نے اس کی بیماری اور دماغی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اب وہ صحت یاب ہونے کے بعد، دماغی توانائی حاصل کرنے کے بعد میرے عمل سے نجات حاصل کر چکی ہے ابھی میں نے اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔"

"راسپوٹین کے خاندان میں عجیب و غریب پراسرار علوم سیکھے جاتے ہیں۔ وہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف سب ایسے ہی پراسرار علوم کے حامل ہیں۔ ان کے دماغ بھی ایسے ہی عجیب و غریب ہوں گے۔ جب ہم ان کے دماغوں میں جانا چاہیں گے تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"میں نے بیلا کی وہ ہسٹری پڑھی جسے اب تک کوئی نہ پڑھ سکا تھا۔ سوچا تھا، آئندہ بھی اس کے بہت سے خیالات پڑھتا رہوں گا۔ اس کے مزاج کو سمجھوں گا کہ کیا وہ عدنان اور انا میریا سے اپنے باپ کا انتقام لینا چاہے گی؟ یا اس کا مزاج دوسروں سے مختلف ہے؟"

"تم اس کے پاس جاؤ۔ کسی طرح دوستی کرو۔ اس کے قریب رہا کرو گے تو ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف تک پہنچنے کا اسے ذریعہ بنا سکو گے۔"

وہ میرے دماغ سے چلا گیا۔ سوچنے لگا۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن چکی ہے۔ جب چاہے گا، اس سے ملاقات کر سکے گا لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے اس سے فون پر بات کرنا ضروری تھا۔ وہ ملاقات کا وقت مقرر کرتی۔ تب ہی وہ اس سے جا کر مل سکتا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر اس کے نمبرز پنچ کیے پھر انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی پھر ایک نسوانی آواز سنائی دی "ہیلو...... کون......؟"

"میں حمزہ بیگ بول رہا ہوں۔ کیا تم بیلا اوبرائے ہو؟"

"نہیں۔ میں اس کی ماں ہوں۔ انتظار کرو۔ میں اسے بلاتی ہوں۔"

وہ انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی آواز سنائی "ہیلو میں بیلا اوبرائے بول رہی ہوں۔ فرمائیں؟ آپ کون ہیں؟"

"میرا نام حمزہ خان ہے۔ میں ایک بزنس مین ہوں۔ مجھے علم نجوم سے دلچسپی ہے۔ میں ہاتھ کی لکیریں پڑھ لیتا ہوں۔ ان کے مطابق صحیح حالات بھی بتاتا ہوں اور پیش گوئی بھی کرتا ہوں۔ تمہاری بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم تاش کے پتوں سے کس طرح قسمت کا حال بتاتی

ہو؟ میں تمہاری زبانی اپنے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے کچھ زیادہ وقت دو گی تو میں تمہاری مطلوبہ فیس سے زیادہ رقم ادا کروں گا۔"

"میں اپنے علم کے مطابق کچھ نہ کچھ آپ کے حالات بتا سکوں گی اور اپنے حالات بھی ہاتھ کی لکیروں کے ذریعے معلوم کرنا چاہوں گی۔ اگر مناسب سمجھو تو تم سے اپنی فیس نہیں لوں گی۔ تم بھی اپنی فیس طلب نہ کرو۔ ہم اپنی اپنی صلاحیت سے ایک دوسرے کو اس کے حالات بتا سکیں گے۔"

پھر تو یہ کام دوستانہ انداز میں ہو سکے گا اور یہ مجھے منظور ہے۔ کیا میں ابھی آ جاؤں؟"

حیرت سے بولی "ابھی......؟"

"ہاں۔ مجھے تمہارا ایڈریس معلوم ہے۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ جاتا ہوں۔"

لیکن...... اب تو رات ہو چکی ہے۔ میں شام کے بعد کسی سے نہیں ملتی۔"

آسمانی کتابوں میں نہیں لکھا ہے کہ شام کے بعد نہیں ملنا چاہیے۔ یہ تو اپنی مرضی پر، اپنے مزاج پر اور اپنے دل پر ہے۔ تم چاہو گی تو ابھی مل سکو گی۔ میں ایک ٹانگ پر کھڑا تمہارے ہاں کہتے ہی تیر کی طرح پہنچوں گا۔

وہ ہنستی ہوئی بولی "تم دلچسپ آدمی ہو۔"

"آدمی بڑی عمر کے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ میں ابھی لڑکا ہوں۔ سترہ برس کا جوان ہوں۔"

"لیکن تمہاری آواز میں بھرپور پختگی اور مردانگی ہے۔"

"میری پرورش ایسی ہوئی ہے۔ مجھے باڈی بلڈنگ کا شوق رہا ہے۔ اچھا کھاتا پیتا رہتا ہوں۔ اس لیے اپنی عمر سے زیادہ قد آور اور صحت مند دکھائی دیتا ہوں۔"

"تم فون پر اس قدر بول رہے ہو۔ نہ جانے روبرو کتنی دیر تک بیٹھے بولتے رہو گے۔ میں زیادہ وقت نہیں دوں گی۔"

"میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ تم جب بھی دھکا دو گی۔ میں باہر نکل آؤں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی پھر بولی "چلے آؤ......"

وہ ریسیور رکھ کر باہر آیا۔ اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ وہ باندرہ ہل میں رہتا تھا۔ بیلا بھی اسی علاقے میں رہتی تھی۔ ان کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پندرہ منٹ میں پہنچ گیا۔ اس نے دروازے پر پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر میں بیلا نے آ کر دروازہ کھولا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "میں نے آدھے گھنٹے میں آنے کی بات کی تھی۔ سوری پندرہ منٹ پہلے چلا آیا ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولی "اتنی جلدی......؟ ایسا لگتا ہے، باہر گ... میں کھڑے ہوئے تھے۔ فون بند کرتے ہی یہاں دروازے... پہنچ گئے ہو۔ اندر آ جاؤ۔"

وہ دونوں اندر آ گئے۔ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہ اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے تاش کے پتوں نے بتایا تھا۔ اس کی زندگی میں ایک خوب رو جوان آنے والا ہے۔ اس نے فرمان سے بھی کہا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر بتائے، وہ جوان اس کی زندگی میں کب تک آئے گا؟

اس کا دل دھڑک دھڑک کر کہہ رہا تھا، وہ خوابوں اور خیالوں سے نکل کر آ چکا ہے۔ یہ جو سامنے بیٹھا ہوا ہے، یہی اس کا مقدر ہے۔

اس نے کبریا کے فون کرنے کے بعد اس کے اندر پہنچ کر خیالات پڑھے تھے۔ ان خیالات نے بتایا تھا کہ واقعی اس کا نام حمزہ خان ہے۔ ایک بزنس مین ہے۔ غریبوں اور محتاجوں پر اپنی دولت لٹاتا رہتا ہے۔ کچھ عرصے تک سہاگن دیوی کے ساتھ رہ چکا ہے۔ اس دیوی کے ساتھ احمد آباد جا کر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کروڑوں روپے تقسیم کر چکا ہے۔

وہ سطحی طور پر کبریا کے خیالات پڑھ چکی تھی لیکن خیالات کے خانے تک نہیں پہنچ پائی تھی۔ اس وقت بھی ا... دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ کبریا نے مسکرا کر کہا "تم... مسلسل دیکھ رہی ہو اور سوچ رہی ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ اسے احساس ہوا، وہ بے اختیار اس کی طرف کھنچی جا رہی ہے اور اسی کے بارے میں سوچتی جا رہی ہے۔ وہ ذرا سنبھلتے ہوئے بولی "وہ...... وہ... سوچ رہی تھی کہ پہلے اپنا ہاتھ دکھاؤں گی۔ یہ دیکھنا چاہوں... کہ تم ہاتھ کی لکیروں کو کتنی سچائی سے پڑھ لیتے ہو۔"

وہ بولا "میرے اندر بھی یہی تجسس ہے کہ تمہارے... کیے ہوئے تاش کے پتوں کو اٹھاؤں اور تم میری قسمت کا... بتاؤ۔ میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنی سچائی سے میری... کا حال پڑھ لیتی ہو۔"

"میں ابھی تاش کی گڈی لے کر آؤں گی مگر پلیز پہلے... ہاتھ دیکھو۔"

اس نے بایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ بولا "... ہاتھ ان لڑکیوں کا دیکھا جاتا ہے جو اپنے ماں باپ... سرپرست پر انحصار کرتی ہیں لیکن تم کسی کی محتاج نہیں ہو۔

کماتی ہو۔ ایک بھرپور متحرک زندگی گزار رہی ہو۔ اس لیے اپنا دایاں ہاتھ لاؤ۔"

اس نے کبریا کے سامنے دائیں ہتھیلی پھیلائی۔ کبریا نے اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ بیلا کی سانسیں اوپر کی اوپر رہ گئیں۔ یکبارگی دل نے چیخ چیخ کر کہا، یہ وہی ہاتھ ہیں۔ وہی مضبوط گرفت ہے؟ جس کا وہ انتظار کر رہی تھی۔

کبریا کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہاتھ گوشت پوست کا نہیں ہے۔ اسے مکھن سے تراشا گیا ہے۔ وہ بہت ہی خوب صورت، نازک اور پھسلتا ہوا سا ہاتھ تھا۔ اس نے اچھی طرح اسے تھام لیا، کہیں پھسل نہ جائے۔

وہ ہاتھ کی لکیروں کو توجہ سے دیکھنے لگا۔ جب اسے بیلا کے دماغ میں جگہ مل گئی تھی اور وہ اس کے چور خیالات دور تک پڑھ رہا تھا، تب ہی اس نے بیلا کے بارے میں بہت سی اہم معلومات حاصل کی تھیں۔

اس نے پوچھا "پہلے تمہاری زندگی کے بارے میں بتاؤں؟ یا محبت اور شادی کے بارے میں؟"

"میں چاہتی ہوں، پہلے میرے دل کی باتیں بتاؤ۔"

وہ سر جھکا کر دل کی لکیر کو دیکھنے لگا۔ اس لکیر پر ایک انگلی پھیرنے لگا۔ بیلا کو ہلکی ہلکی سی گدگدی کا احساس ہو رہا تھا۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ بولا "تمہاری زندگی میں ایک خوب رو جوان آنے والا ہے۔ تم اسے خوابوں میں اور خیالوں میں دیکھتی آ رہی ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔ تم بڑی شدت سے اس کا انتظار کر رہی ہو۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا "ہاں۔ یہ درست ہے۔"

"تم غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہو۔ جو تمہاری زندگی میں آئے گا، وہ بھی تمہاری صلاحیتوں کے مطابق ہوگا لیکن تم دونوں کے درمیان ایک بات آڑے آئے گی۔"

اس نے بے چینی سے پوچھا "وہ کیا بات ہوگی؟"

"بات یہ ہے کہ تم یہودی ہو اور وہ یہودی نہیں ہوگا۔ اس کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں، میں پیار محبت سے اسے یہودی بنا لوں گی۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر بولا "نہیں، جو تمہاری زندگی میں آئے گا، وہ بہت ضدی اور مستقل مزاج ہوگا۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔ تھوڑی دیر کے لیے بھول گئی کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے رکھا ہے اور اسے آگے بھی بہت کچھ پوچھنا ہے۔ وہ بولا "تم بہت مضبوط ارادے کی مالک ہو لیکن اپنے محبوب کے سامنے تمہارے ارادے متزلزل ہو جایا کریں گے۔"

"کیا ہاتھ کی لکیریں یہ بتا سکتی ہیں کہ وہ میری زندگی میں کب آئے گا؟"

"یہ بتا رہی ہیں، وہ آ چکا ہے۔"

اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ انجان بنا ہوا اس کے ہاتھ کی لکیروں پر جھکا ہوا تھا۔ جیسے اس کا ردعمل سمجھ نہیں رہا ہو پھر اس نے پوچھا "کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ وہ کیسا ہوگا اور اس کا تعلق کس مذہب سے ہوگا؟"

"میں بتا چکا ہوں، وہ خوب رو، قد آور اور صحت مند ہوگا مگر اس کا مذہب کیا ہوگا یہ ہاتھ کی لکیر نہیں بتا رہی ہے۔"

اس کا ہاتھ کبریا کے ہاتھوں میں تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ قید ہو کر رہ گیا ہو اور وہ قید اسے بہت اچھی لگ رہی تھی۔

کبریا نے کہا "تمہاری ذہانت کی لکیر کہہ رہی ہے کہ تم بہت ذہین اور قابل لڑکی ہو۔ تم نے کئی طرح کے علوم سیکھے ہیں اور وہ غیر معمولی علوم ہیں، جو عام طور پر لوگ نہیں سیکھ پاتے۔"

بیلا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے پراسرار علوم کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات حاصل کرے، اس نے بات بدلتے ہوئے کہا "میری زندگی کی لکیر دیکھو اور اس کے بارے میں کچھ کہو۔"

وہ اس کی زندگی کی لکیر پر انگلی پھیرتے ہوئے بولا۔ "تمہاری زندگی خانہ بدوشوں جیسی ہے۔ تم بہت دور سے آئی ہو۔ ہندوستان تمہارا ملک نہیں ہے۔ زندگی بہت لمبی ہے۔ پتا نہیں تمہیں ابھی کتنی دور جانا ہے؟ پہلے تم جس جگہ رہتی تھیں، وہاں تمہارے دشمن ہیں۔ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ تم غیر معمولی علوم کی حامل ہو اور ان علوم کے حوالے سے ان کی برابری کر رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر سن رہی تھی اور سمجھ رہی تھی کہ ولادی میر راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں اریناکوف نے ماضی میں دشمنی کی تھی۔ اس کی ماں کو طلاق دلائی تھی۔ تب سے وہ ماں کے ساتھ ہندوستان آ کر روپوشی کی زندگی گزار رہی تھی۔ ان خون کے رشتوں پر جو جانی دشمن ہیں، یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ ان کی طرح پراسرار علوم کی حامل ہے اور اب کبریا اسے بتا رہا تھا کہ اس کا یہ بھید کھل چکا ہے اور اس کا سوتیلا بھائی اور سوتیلی ماں اسے تلاش کر رہے ہیں۔

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا وہ مجھے ڈھونڈ لیں

گے؟"

"ایک نہ ایک دن سامنا ضرور ہوگا اور اس وقت تک تمہاری زندگی میں تمہارا آئیڈیل، تمہارا محافظ آ جائے گا۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔"

بیلا نے اطمینان کی سانس لی۔ ایسے وقت بے خیالی میں اس نے بڑی لگن سے کبریا کو دیکھا۔ جب اس سے نظریں ملیں تو وہ جھینپ کر سر جھکا کر بولی "بے شک تم علم نجوم میں ماہر ہو۔ میرے ماضی اور حال کی بہت سی سچی باتیں بتا رہے ہو، مستقبل کے بارے میں جو کہہ رہے ہو، اس پر بھی یقین آ رہا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ واقعی میرے دشمن ہیں۔ میں اور ممی کوشش کرتی ہیں کہ کبھی ان سے سامنا نہ ہو لیکن مقدر کی لکیریں کہہ رہی ہیں تو پھر سامنا ہوگا۔ دیکھوں گی کہ کیا ہوگا؟" پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں اپنی ممی کے ساتھ بہت طویل عرصے سے تنہا زندگی گزار رہی ہوں۔ اب تنہائی مجھے ڈس رہی ہے۔ میری زندگی میں میرے آئیڈیل کو آ جانا چاہیے۔"

کبریا نے کہا "وہ آئے گا ضرور...... مگر خود نہیں آئے گا۔ تمہیں لانا ہوگا۔ تم اسے حوصلہ دو گی تو وہ تمہاری طرف بڑھے گا۔"

بیلا نے جھجکتے ہوئے پوچھا "کیا...... تمہاری زندگی میں کوئی...... لڑکی آ چکی ہے؟"

کبریا نے چشم تصور میں جینا کو دیکھا پھر کہا "ہاں...... ایک لڑکی آئی تھی۔ تم نے سہاگن دیوی کا نام سنا ہوگا، وہ ایک ادھوری لڑکی ہے۔ مکمل نہیں ہونا چاہتی ہے۔ آپریشن سے ڈرتی ہے۔ ہمارا ساتھ کبھی نہیں ہو سکے گا۔ ہم نہ تو کبھی شادی کر سکیں گے، اور نہ ازدواجی زندگی گزار سکیں گے۔ لہٰذا ہم نے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔"

"کیا اس سے پھر نہیں ملو گے؟"

"تقدیر ملائے گی تو ضرور ملوں گا۔ ہم سب تدبیریں بہت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ اپنی تدبیروں سے جیتے جا رہے ہیں۔ جبکہ تقدیر ہر تدبیر کے پیچھے رہتی ہے۔ اس کی مرضی سے ہماری تدبیر کامیاب ہوتی ہے اور اسی کی مرضی سے ناکام ہوتی ہے۔ تم تدبیریں کرتی رہو۔ جب تقدیر منظوری دے گی تب ہی تمہاری تدبیریں کامیاب ہو سکیں گی۔"

"بے شک ہم بہترین تدبیریں سوچتے رہتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں لیکن وہ تدبیریں قدرتی حالات کے مطابق کبھی کامیاب ہوتی ہیں اور کبھی ناکام رہ جاتی ہیں۔"

"میں نے بہت کچھ بتایا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔ تاش کے پتے لے آؤ۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ روم میں گئی پھر کچھ دیر بعد تاش کی گڈی لے کر آ گئی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر انہیں پھینٹتے ہوئے بولی "تمہارے ساتھ میں بھی پتے اٹھاؤں گی اور اپنی قسمت کا حال معلوم کروں گی۔"

اس نے گڈی اس کے سامنے رکھی۔ کبریا نے گڈی کاٹی۔ وہ باقی گڈی اٹھا کر اس کے پتے کبریا کے سامنے اور اپنے سامنے رکھنے لگی۔ دونوں کے سامنے سات سات پتے آ گئے۔ وہ سب الٹے رکھے ہوئے تھے۔ یہ پتا نہیں تھا کہ کس کے پاس کون سا پتا گیا ہے؟

وہ بولی "ہمیں ان سات پتوں میں سے تین پتے باری باری اٹھانے ہیں۔ پہلے میں اٹھاتی ہوں۔"

اس نے ایک پتا اٹھایا۔ وہ چڑیا کا چھکا تھا۔ کبریا نے اپنا ایک پتا اٹھا کر دکھایا۔ وہ چڑیا کا ستہ تھا۔ اس نے پوچھا "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ بولی "جو میں سوچ رہی ہوں اس کے مطابق میرے پتے سے تمہارا ایک پتا بڑا ہوا کرے گا تو اس کے بعد میں بتاؤں گی اس کا مطلب کیا ہے؟"

اس نے یہ کہہ کر دوسرا پتا اٹھایا۔ وہ اینٹ کا دہلا تھا۔ اس کے جواب میں کبریا نے دوسرا پتا اٹھایا تو وہ اینٹ کا غلام تھا۔ وہ بولا "میرا دوسرا پتا بھی تمہارے پتے سے بڑا ہے۔"

وہ اندر ہی اندر خوش ہو رہی تھی۔ جو چاہتی تھی، وہی ہو رہا تھا۔ اس نے تیسرا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کی بیگم تھی۔ کبریا نے اس کے جواب میں اپنا پتا اٹھایا تو وہ لال پان کا بادشاہ تھا۔ وہ خوشی سے کھل گئی۔

کبریا نے حیرانی سے پوچھا۔ "جیت میری ہوئی ہے۔ میرے تینوں پتے تمہارے پتوں پر بھاری پڑتے رہے ہیں۔ مجھے خوش ہونا چاہیے لیکن تم ہار کر خوش ہو رہی ہو؟"

وہ بولی "یہ کوئی تین پتوں کا کھیل نہیں تھا۔ میں اپنی اور تمہاری تقدیر ملا رہی تھی۔ میرے اور تمہارے تین تین پتوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں تمہارے زیر اثر رہنے والی ہوں اور تم مجھ پر بھاری پڑنے والے میرے آئیڈیل ہو۔"

کبریا نے اس کی طرف جھک کر اس کے خوب صورت سے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس ہاتھ کے ساتھ اس کی زندگی کی تمام لکیریں بھی کبریا کے نام ہو رہی تھیں۔

☆☆☆

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کی پریشانی بڑھ گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس ماں کو لڑ جھگڑ کر اس نے اپنے باپ سے طلاق دلوائی تھی اور ان ماں بیٹی کو ملک بدر کروایا تھا،

وہی بیٹی اس کے برابر پراسرار علوم حاصل کر چکی ہوگی۔
وہ ہمیشہ اپنے زائچے کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اپنے علاوہ اس نے سوتیلی ماں ارنا کوف کا بھی زائچہ بنایا تھا اور اس پر بھی نظر رکھتا تھا۔ یہ سمجھتا رہتا تھا کہ اس سوتیلی ماں کی تقدیر کیا کہہ رہی ہے؟ اس کا حال اور مستقبل کیا ہے؟ اسی طرح اس نے عدنان کا بھی زائچہ بنا رکھا تھا۔ جو بھی اسے کانٹے کی طرح چبھتا تھا۔ وہ اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے اپنے پراسرار علوم سے استفادہ حاصل کرتا تھا۔
وہ انا میریا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس کے پراسرار علوم نے بتایا تھا کہ انا میریا غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اس کے پیچھے کوئی پراسرار قوت چھپی ہوئی ہے جو اس کی رہنمائی بھی کرتی ہے اور حفاظت بھی کرتی ہے۔
ولاڈی میر یہ نہیں جانتا تھا کہ شیوانی اس کی پشت پر ہے۔ وہ آئینے میں شیوانی کا عکس دیکھ کر پراسرار قوتیں حاصل کر لیتی ہے۔ مثلاً وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی لیکن شیوانی کی آنکھوں میں جھانک کر عدنان کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔ کسی پردے یا دیوار کے پیچھے معلوم کرنا ہوتا کہ وہاں کیا ہے تو شیوانی کا عکس اسے بتا دیا کرتا تھا۔
انا میریا کے سلسلے میں ولاڈی میر کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس کی سوچ کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ قدرت کا کیا کرشمہ ہے؟
وہ دو وجوہات کی بنا پر انا میریا کا دشمن بن گیا تھا۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ عدنان کی ماں بن کر اسے تحفظ دے رہی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انا میریا کا زائچہ، اس کا نام اور اعداد یہ بتا رہے تھے کہ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی اس کی زندگی میں آ جائے گی تو وہ اس کی صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرتا رہے گا۔ اسی لیے وہ انا میریا کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اسے اغوا کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا تھا۔
اس کے برعکس عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا لیکن اسے ہلاک کرنے کے سلسلے میں ایک قباحت تھی، اس کے پراسرار علوم کہہ رہے تھے کہ اگر وہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرے گا۔ تب ہی وہ تباہی و بربادی سے محفوظ رہے گا۔ اس بچے کے پیچھے اس کی موت چھپی ہوئی ہے وہ بچہ تو اسے ہلاک نہیں کرے گا لیکن اس کے پیچھے رہنے والے اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ لہٰذا اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا لازمی ہو گیا تھا۔
وہ غصے کے وقت اپنے آلہ کاروں سے کہتا تھا کہ عدنان جہاں دکھائی دے اسے گولی مار دو لیکن وہ انہیں عملی طور پر ایسا کرنے سے باز رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے عدنان کو اغوا کرنے کے بعد کسی آلہ کار کے ذریعے قتل نہیں کروایا تھا۔ اسے جزیرہ کیپری پہنچانا چاہتا تھا۔ اس جزیرے سے ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے اسپین پہنچایا جاتا۔ وہاں ولاڈی میر اس کی موت بن کر بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا لیکن سونیا نے اس کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا تھا۔
وہ ناکام ہونے کے بعد فوراً ہی دوسرا حملہ کرنا چاہتا تھا۔ عدنان کو تلاش کر کے پھر اغوا کرانا چاہتا تھا لیکن حالات اس کے موافق نہیں تھے۔ ایک تو عدنان کو پتا نہیں کہاں چھپایا گیا تھا؟ دوسرا یہ کہ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے یہ معلوم کر چکے تھے کہ اس کا تعلق روس سے ہے۔ اس کا نام ولاڈی میر راسپوٹین چہارم ہے اس کے علاوہ وہ خیال خوانی کرنے والے اس کے پورے خاندان تک پہنچ گئے تھے اور بہت سی معلومات حاصل کر چکے تھے۔ سونیا اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تیز رفتاری کہہ رہی تھی کہ وہ ان پر کسی بھی سمت سے زبردست حملہ کرنے والے ہیں۔
موجودہ حالات میں ولاڈی میر کو سب سے پہلے اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اپنے اور اپنے مخالفین کے زائچے دیکھ رہا تھا اور پراسرار علوم کے ذریعے آئندہ کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ وہ جتنے حالات معلوم کر رہا تھا اتنی ہی پریشانیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ یہ ایک نئی پریشانی کم نہیں تھی کہ اس کی سوتیلی بہن بیلا پراسرار علوم کے معاملات میں اس سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔
جب وہ اپنا زائچہ دیکھا کرتا تھا اور دوسرے علوم سے اپنے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتا تھا۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اپنوں کی طرف سے بھی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ موت تو عدنان کے حوالے سے ہی آئے گی لیکن اپنے رشتے داروں کے ذریعے بھی شامت آ سکتی ہے۔
ایسی معلومات حاصل کرتے وقت وہ یہی سمجھتا رہا کہ اپنوں میں اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف ہے۔ اس کا بیٹا اولوپ کوف دائمی مریض ہے اس کی طرف سے خطرہ نہیں ہے لیکن اس دائمی مریض کی چھوٹی بہن ہے جس کا نام تاشا کوف ہے اور وہ بھی پراسرار علوم کی حامل ہے۔ ولاڈی میر کو ان سوتیلی ماں اور بہن سے خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اس کے پراسرار علوم بھی کہتے تھے کہ ان سوتیلوں سے اگرچہ موت نہیں آئے گی مگر

شامت آتی رہے گی۔
اس وقت تک وہ صرف سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن تاشا کوف کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ اب ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی کہ جو دوسری سوتیلی بہن انا بیلا وہاں سے گئی تھی۔ وہ بھی اس کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کی طرف سے بھی مصیبتیں نازل ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ سراغ لگانا ضروری ہو گیا تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کس ملک میں ہے؟ اور کیا کرتی پھر رہی ہے؟
انا بیلا اس کے خاندان میں پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے اسے اس کی تاریخ پیدائش معلوم تھی اس نے اس کا زائچہ بنایا تھا اور اس کا بغور مطالعہ کرتا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے دوسرے پراسرار علوم سے بھی بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ اتنا پتا چلا تھا کہ وہ دوسری لڑکیوں سے مختلف ہے۔ یعنی غیر معمولی ہے اور ان دنوں جنوب مشرقی ایشیا کے کسی حصے میں زندگی گزار رہی ہے۔
وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انا بیلا کے بارے میں کس حد تک صحیح معلومات حاصل کر رہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف بھی سکون سے نہیں ہوگی۔ وہ بھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی ہوگی۔ لہٰذا اس سے بھی کچھ معلوم کرنا چاہیے۔
وہ اپنے سوتیلے بھائی اولوپ کوف کے دماغ میں آیا پھر بولا "اپنی ماں کو بلاؤ۔ میں ولاڈی میر بول رہا ہوں۔"
اس نے ماں کو آواز دی "مما! میرے دماغ میں ولاڈی میر آیا ہے اور تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"
ماں نے کچن سے جواب دیا "میں ابھی آ رہی ہوں۔ انتظار کرو۔"
ولاڈی میر نے اپنے سوتیلے بھائی سے کہا "میں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کرتا رہتا ہوں۔ تم اعصابی کمزوریوں کا شکار رہتے ہو۔ تمہاری ماں اپنے پراسرار علوم کے ذریعے تمہارا علاج کیوں نہیں کرتی ہے؟"
"وہ علاج کرتی رہتی ہیں۔ اسی لیے تو میں صحت مند جوانوں کی طرح چلتا پھرتا ہوں۔ کلبوں میں جاتا ہوں۔ سیر و تفریح کرتا ہوں۔"
ولاڈی میر نے کہا "تمہارے خیالات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب تم جسمانی طور پر محروم نہیں ہو مگر دماغ کمزور ہے جو بات تمہارے ذہن میں نقش کی جائے۔ اسے تھوڑی دیر بعد ہی بھول جاتے ہو۔"
چونکہ وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد تھے۔ اس لیے ولاڈی میر یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا وہ سوتیلا بھائی اولوپ کوف بچپن ہی سے بیمار رہتا تھا۔ اس کے باپ راسپوٹین سوم نے کہہ دیا تھا کہ میری یہی ایک اولاد ایسی ہے جسے میں اپنے تمام پراسرار علوم نہیں سکھا پاؤں گا۔ یہ ایک بھی علم نہیں سیکھ سکے گا۔ لہٰذا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ البتہ اس کی چھوٹی بہن تاشا کوف بہت ذہین اور سمجھ دار تھی۔ اس نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔
ولاڈی میر اپنی اس سوتیلی بہن تاشا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا کہ سوتیلی ماں نے اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے؟ وہ کہاں رہتی ہے؟ اور اس کی ماں اسے کن معاملات میں مصروف رکھتی ہے؟ اس کا انکشاف آگے چل کر ہونے والا تھا۔
ارنا کوف نے اپنے بیمار بیٹے کے دماغ میں آ کر کہا "بولو ولاڈی میر! کیوں آئے ہو؟"
وہ بولا "جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری سوتیلی بہن انا بیلا پراسرار علوم سیکھنے کے بعد ہی یہاں سے اپنی ماں کے ساتھ گئی ہے۔ تب سے میں فکر میں مبتلا ہوں۔ تمہیں بھی فکر مند ہونا چاہیے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔ کیونکہ ہم دونوں نے ہی لڑ جھگڑ کر اس کی ماں کو طلاق دلوائی تھی اور ان دونوں کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔"
ارنا کوف نے کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب سے تم نے انا بیلا کے بارے میں ایسی خبر سنی ہے۔ تب سے تمہارا سکون غارت ہو رہا ہوگا۔ تم بہت ہی کمینے ہو۔ اپنے مقابلے میں اپنے کسی بھائی یا بہن کو پنپتے نہیں دیکھو گے۔ ان کے پراسرار علوم تمہیں کھٹکتے رہیں گے۔ اسی لیے میں نے اپنی بیٹی تاشا کو تم سے بہت دور کر دیا ہے۔ تم اس کا سراغ لگانے کی بڑی کوششیں کرتے رہتے ہو اور ناکام ہوتے رہتے ہو۔ میرے جیتے جی تم کبھی میری بیٹی تاشا تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"
وہ بولا "میں تمہاری دشمنی کو سمجھ رہا ہوں۔ تم میرے لیے ایک کھلی دشمن ہو اور بیٹی کو پردے میں رکھا ہے۔ وہ تاریکی میں چلنے والی گولی کی طرح کسی دن کسی وقت بھی میری طرف آ سکتی ہے۔"
وہ بولی "فی الحال میری بیٹی تاشا کی طرف سے مطمئن رہو۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ تم اس کے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے میں مصروف ہو۔ جب تم انتقام لے لو گے۔ فرہاد اور سونیا جیسے پہاڑ سے ٹکرانے کے بعد تم زندہ رہو گے۔ تب ہم تمہارے بارے میں سوچیں گے۔ یہ بتاؤ کہ ابھی کیوں آئے ہو؟"
"میں معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ انا بیلا اپنی ماں

کے ساتھ کس ملک میں ہے؟ یقیناً تم بھی اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہو گی۔"

"بے شک کسی بھی دشمن سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے۔ میری وہ سوتیلی بیٹی میرے سامنے کی بچی ہے۔ میں اسے چٹکیوں میں مسل سکتی ہوں پھر بھی اسے کمزور نہیں سمجھوں گی۔ اس کی طرف سے محتاط رہوں گی۔"

"میری معلومات کے مطابق وہ ماں بیٹی جنوب مشرقی ایشیا کے کسی حصے میں ہیں۔"

"میری معلومات بھی یہی کہتی ہیں کہ وہ اور انا بیلا پاکستان، انڈیا، بنگلا دیش یا پھر سری لنکا میں ہیں۔"

"تم یقیناً اپنے آلہ کاروں کے ذریعے اسے تلاش کرو گی؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم بھی تو یہی کرو گے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹالنے والی باتیں کر رہے تھے۔ اپنا اپنا طریقہ کار نہیں بتا رہے تھے۔ ارنا کوف نے کہا "بہت باتیں کر چکے ہو۔ اب میرے بیٹے کے دماغ سے جاؤ۔"

وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا مگر ٹھٹک گیا۔ رک گیا۔ اسے اس بیمار ادنوپ کوف کے دماغ میں ایک اجنبی بھاری بھرکم سی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ اس بیمار کی ماں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "ارنا...... میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کے دماغ میں اتنی لمبی گفتگو نہیں کرو گی۔"

ارنا کوف نے پریشان ہو کر کہا "میں کیا کروں؟ یہ میرا سوتیلا بیٹا جب چاہتا ہے میرے بیمار بیٹے کے اندر آ جاتا ہے۔ میں اسے جبراً بھگا نہیں سکتی۔"

اس بھاری بھرکم آواز نے کہا "اس کتے سے کہو۔ ابھی اس کی عمر باقی ہے۔ یہ کچھ عرصے جیے گا۔ اس لیے میں ابھی اس پر تھوکنے نہیں آ رہا ہوں۔ جب وقت آئے گا تو ایسا تھوکوں گا کہ یہ میرے منہ سے بلغم کی طرح نکل کر موت کے منہ میں چلا جائے گا۔"

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے غصے سے کہا "ابے کتا ہو گا تو......! تیرا باپ اور تیرے خاندان کے لوگ......! تو ہے کون؟"

پھر اس نے ارنا کوف سے پوچھا "اے خبیث بڑھیا! یہ تو نے کسی یار کو پال رکھا ہے؟ کون ہے یہ جو ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور مجھے چیلنج کرنے کی جرأت کر رہا ہے؟"

اس اجنبی نے ہلکا سا قہقہہ یوں لگایا۔ جیسے طعنہ دے رہا ہو۔ ارنا کوف نے کہا "ولاڈی میر! تو اس شخص کو گالی نہ دے۔ یہ گالی تجھے بہت مہنگی پڑے گی۔"

"بکواس نہ کر۔ مجھے اس سے ڈرانے کی کوشش نہ کر۔ بتا کہ یہ ہے کون؟ تیرے جیسی خطرناک عورت اس کی حمایت کر رہی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ تو نے اسے پناہ دے رکھی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے تو نہیں سمجھ سکے گا۔ اس نے مجھے بھی مجبور اور بے بس بنا رکھا ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "تجھ جیسی خطرناک چڑیل کو کوئی مجبور اور بے بس بنائے گا یہ میں کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ بتا کہ یہ ہے کون؟"

ارنا کوف نے کہا "کیا تیرے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا تو یہ نہیں دیکھ رہا ہے کہ یہ میرے بیٹے کے دماغ میں آ جاتا ہے۔ یہ کسی وقت بھی اسے ہلاک کر سکتا ہے پھر میں اس کا کیا بگاڑ لوں گی؟"

پھر وہ اجنبی قہقہہ سنائی دیا۔ وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا "میں اس کتے کو بھی مجبور اور بے بس بنا سکتا ہوں...... یہ اچھی طرح جانتی ہے کہ میں اسے ڈھیل کیوں دے رہا ہوں؟"

ارنا کوف نے کہا "ہاں...... ہاں...... میں جانتی ہوں کہ یہ نہیں جانتا۔ اس بات کو یہیں ختم کرو۔ پلیز...... میرے بیٹے کے دماغ سے چلے جاؤ۔"

وہ بھاری بھرکم آواز سنائی دی "میں جا رہا ہوں۔ پانچ منٹ کے بعد آ کر دیکھوں گا۔ اگر یہ شخص موجود رہا تو پھر میں تیرے بیٹے کے دماغ سے نہیں جاؤں گا۔ اسے دھیمی دھیمی اذیت دوں گا۔ تو خود کو بہت چالاک سمجھتی ہے، اپنے بیٹے کو طرح طرح صحت یاب بنا کر تھوڑا پراسرار علم سکھانا چاہتی ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ اس خاندان میں جو بھی پراسرار علم جانتا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ارنا کوف نے کہا "تو مجھے غلط سمجھ رہا ہے۔ میرے بیٹے کے دماغ میں پہنچ کر یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ کسی بھی طرح کا علم سیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ میں اسے کچھ نہیں سکھا رہی ہوں۔"

"تو پھر تو اپنے سوتیلے بیٹے سے دوستی کر رہی ہے۔ اس سے ساز باز کر کے مجھے نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کر رہی ہوں۔ تو خوامخواہ مجھ پر شبہ کرتا رہتا ہے۔ تجھے نمٹنا ہے تو میرے اسی سوتیلے بیٹے سے نمٹ لے۔ ہمارے لیے کیوں مصیبت بنا ہوا ہے؟"

"تو نے ہی کہا تھا کہ میں ابھی ولاڈی میر کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں۔ اس سے دور ہی رہوں۔ اب بات کیوں بدل رہی ہے؟"

"صرف اپنے بیٹے کی سلامتی کے لیے ایسی بات کر رہی ہوں۔ ورنہ میں یہی چاہتی ہوں کہ جب تک یہ میرے مرحوم شوہر راسپوٹین سوم کا انتقام دشمنوں سے لے رہا ہے۔ اس وقت تک تو اس سے دشمنی نہ کر۔ میں اپنے سوتیلے بیٹے سے کبھی دوستی نہیں کروں گی۔ اس سے کبھی سمجھوتا نہیں کروں گی۔ میں اس بات کی بہت بڑی ضمانت تجھے دے چکی ہوں۔ اب تو تجھے مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "میں جا رہا ہوں...... مگر اس کتے کو بھی چلے جانا چاہیے۔"

وہ چلا گیا۔ راسپوٹین چہارم ولاڈی میر غصے سے اسے گالیاں دینے لگا۔ ارنا کوف نے کہا "کیوں بکواس کر رہے ہو؟ دشمن خاموش ہے۔ تیری طرف نہیں آ رہا ہے۔ میں نے اسے روک رکھا ہے پھر کیوں اسے بھڑکا رہا ہے؟"

"تو یہ کیا گیم کھیل رہی ہے؟ مجھے اب اس پر غور کرنا ہو گا، تو اتنی مکار ہے کہ اب تک اس بات کو چھپا رکھا تھا۔ اگر میں اچانک اس بیمار کے دماغ میں نہ آتا تو مجھے کبھی پتا نہ چلتا کہ تو نے کس سے یاری کر رکھی ہے؟ جب تک تو مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائے گی۔ میں اس بیمار کے دماغ سے نہیں جاؤں گا۔"

ارنا کوف نے کہا "یہ جو ابھی آیا تھا۔ آوازون سوم ہے تجھے پتا ہے تیرے دادا پردادا راسپوٹین اول نے آوازون سوم کے دادا کو زار روس کے محل میں داخل ہونے نہیں دیا تھا۔ اس کا دادا وہاں بہت اونچا مقام حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن تمہارے دادا راسپوٹین اول کی سازشوں کے باعث اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"

ولاڈی میر نے قائل ہو کر کہا "ہاں...... یہ کم بخت میرے باپ سے بھی انتقام لینے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد اچانک ہی کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ یہ مر چکا ہے۔ یہ کم بخت تو شیطان کی اولاد کی طرح زندہ ہے۔"

"میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں۔ سوچا تھا کہ جب تم دشمنوں سے انتقام لے لو گے۔ تب میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گی کہ یہ کس طرح ہم سب کو رفتہ رفتہ مجبور اور بے بس بناتا جا رہا ہے۔"

وہ غصے سے بولا "خبیث بڑھیا! تو مجبور کیوں ہو گئی تھی؟ تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"میں تجھے اپنی مجبوری کیا بتاؤں؟ تجھے تو سن کر شرم بھی نہیں آئے گی کہ میں نے اپنے بیمار بیٹے کے لیے تیری بہن کو اس کے پاس گروی رکھا ہے۔"

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا "کیا تو نے اپنی بیٹی اور میری سوتیلی بہن تاشا کو اس کے پاس گروی رکھا ہے؟ کیا مطلب ہے؟ کیا اس نے اسے داشتہ بنا رکھا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ مجھ سے اور کچھ نہ پوچھ۔ فار گاڈ سیک۔ یہاں سے چلا جا۔ ورنہ وہ ابھی آتا ہو گا۔"

"تو نے ایسی چونکا دینے والی شرمناک باتیں بتائی ہیں کہ مجھے جانا ہی ہو گا اور اپنے طور پر تنہائی میں سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا کہ میں اس شیطان کے بچے کے خلاف کس طرح محاذ بنا سکتا ہوں؟"

وہ خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ارنا کوف نے پوچھا "کیا تو جا چکا ہے؟"

"نہیں! میں اس شیطان کے بارے میں اور تجھ جیسی چڑیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"اب سوچنے کے لیے کیا رہ گیا ہے؟ میں کہہ رہی ہوں کہ وہ آئے گا تو خوامخواہ بات بڑھے گی۔ پلیز یہاں سے چلا جا۔"

"چلا جاؤں گا مگر میری عقل تسلیم نہیں کر رہی ہے کہ تجھ جیسی مکار چڑیل، کسی کے قابو میں آ جائے گی! سچ بتا تو یہ کیا گیم کھیل رہی ہے؟ مجھے اُلو بنا رہی ہے۔ بات کچھ اور ہو گی اور تو مجھے دھوکا دینے کے لیے آوازون سوم کو پیدا کر رہی ہے۔ میرے ایک اندازے کے مطابق وہ کہیں مر کھپ چکا ہے۔"

وہ بولی "کم بخت! وہ آوازون میرے حواس پر چھایا ہوا ہے میرے بیٹے کے اندر چلا آتا ہے۔ میری بیٹی کو اس نے یرغمال بنا کر رکھا ہوا ہے۔ اس پر بھی تو کہتا ہے کہ میں کوئی [illegible] دکھا رہی ہوں۔ تو چل یہی سہی مگر فار گاڈ سیک...... میرے بیٹے کے اندر سے چلا جا۔"

"ٹھیک ہے۔ جا رہا ہوں۔ میں غور کروں گا۔ تو اس قسم کے ڈرامے میرے باپ کی زندگی میں بھی کیے کرتی رہی ہے۔ اب بھی ایسا ہی کر رہی ہے۔ میں سمجھنے کی کوشش کروں گا۔"

ولاڈی میر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اب اس کی زندگی میں ایک نئی مصیبت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ پہلے وہ سمجھتا تھا کہ صرف سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن سے ہی نمٹنا ہے پھر اس نے عدنان اور انا میریا سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اب اس پر عمل کر رہا تھا۔

اس کے بعد پتا چلا کہ ایک اور سوتیلی بہن انا بیلا پراسرار علوم سیکھنے کے بعد اس دنیا کے کسی حصے میں پہنچی ہوئی ہے اور شاید کبھی اس سے ٹکرانے والی ہے۔

وہ انا بیلا کے بارے میں معلومات حاصل کررہا تھا۔ ایسے میں یہ بری خبر ملی کہ ایک اور نیا دشمن آوازون پیدا ہوگیا ہے۔ یہ دنیا دوستی سے قائل رہتی ہے۔ دشمنی کی جائے تو ایک دشمنی کے بعد دوسری دشمنی جنم لیتی ہے۔ یہ ایسی دلدل ہے کہ نکلتے نکلتے انسان اس میں دھنستا چلا جاتا ہے۔

☆☆☆

انیتا ایک فلائٹ کے ذریعے دہلی سے ممبئی پہنچ گئی تھی اور اب اسے اس فلائٹ کا انتظار تھا جو امریکا سے آرہی تھی اور جس میں اس کا ایک نیا مہمان مہادیو بھاٹیہ (ٹونی جے) آرہا تھا۔

چنڈال جوگیا کی مصروفیات تین طرفہ تھیں۔ ایک طرف تو وہ اندرا کوٹھانی کی نگرانی کررہا تھا جو شملہ پہنچا ہوا تھا اور ابھی عیش وعشرت میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس سے بہت سے کام لینے تھے لیکن چنڈال کو ابھی ٹونی جے کی آمد کا انتظار تھا۔

دوسری طرف وہ ٹونی جے کی طرف دھیان دے رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک طیارے میں سفر کررہا تھا اور چند گھنٹے بعد ممبئی پہنچنے والا تھا۔ تیسری طرف انیتا کی طرف دھیان دینا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ ممبئی پہنچی ہوئی تھی اور وہاں فرمان موجود تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بنی پھر اس سے ٹکرا جائے اور اس سے متاثر ہوجائے۔

اسے امید تو نہیں تھی کہ ایسا ہوگا، لیکن اندیشے جنم لیتے ہی رہتے ہیں۔ اتفاقاً ایسا ہوسکتا تھا۔

ٹونی جے طیارے میں سفر کررہا تھا۔ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوسکتا تھا۔ کوئی دشمن بھی اسے ٹکرا سکتا تھا۔ اسی لیے وہ اس کے دماغ میں بار بار جارہا تھا۔ ٹیلی پیتھی بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اس کے ذریعے ناممکن کو بھی ممکن بنادیا جاتا ہے لیکن بعض اوقات جو بات ممکن ہوتی ہے۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی کے ذریعے سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

اس وقت بھی چنڈال یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ٹونی جے کے آس پاس اور انیتا کے آس پاس تقدیر کیا کھیل کھیل رہی ہے؟ مقدر کے کھیل سب کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اگر آجاتے تو انسان تقدیر سے پہلے ہی اپنی بازی جیت لیا کرتا۔

جس طیارے میں ٹونی جے سفر کررہا تھا۔ اسی طیارے میں ایک نوجوان عورت بھی سفر کررہی تھی۔ اس کا نام ارچنا تھا۔ وہ اور ٹونی ایک دوسرے سے دور بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کو نہ تو جانتے تھے اور نہ ہی ایسے آثار تھے کہ ایک دوسرے کو جان سکیں گے۔

ارچنا کے پاس ایک زرد رنگ کا بیگ تھا۔ اس بیگ کی خاصیت یہ تھی کہ اس کے درمیانی حصے میں ایک ایسی تہ بنی ہوئی تھی۔ جس کے اندر اسمگل کی جانے والی کوئی بھی چیز چھپا کر رکھی جاسکتی تھی۔ اس بیگ میں اوپر نیچے ارچنا کی ضرورت کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان چھوٹے چھوٹے قیمتی ہیرے چھپا کر رکھے گئے تھے۔

وہ ان ہیروں کو دیکھ رہی تھی اور پریشان ہورہی تھی۔ بیش قیمت ہیرے جن کی مالیت تقریباً تین کروڑ روپے تھی۔ اس بیگ میں کہاں سے آگئے......؟ کیسے آگئے......؟

وہ ہیرے امریکا سے واپسی پر اسے کروڑ پتی بنانے والے تھے۔ انہیں اس بیگ میں کس نے پہنچایا؟

ارچنا کی ذہنی حالت ایسی تھی کہ وہ ان ہیروں کے بارے میں کچھ جانتی تھی اور کچھ نہیں جانتی تھی۔ ایک ہفتہ پہلے اس کی ملاقات کالیا اسرانی سے ہوئی تھی۔ کالیا اسرانی جادو کا ماہر تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے ذہنی مریضوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

ارچنا ان دنوں دماغی الجھنوں میں تھی۔ اس کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی تھی۔ جسے وہ اچھا کھانے کمانے والا سمجھتی تھی۔ شادی کے بعد پتا چلا کہ اس کا کوئی مستقل روزگار نہیں ہے اور وہ مکمل طور پر ازدواجی زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہے۔ دونوں میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے شروع ہوئے۔ دو ماہ کے اندر ہی طلاق ہوگئی۔ اس واقعہ کا اس پر اثر ہوا۔ ایک تو یہ کہ شادی ناکام ہوئی تھی اور دوسری بات یہ کہ طلاق کے بعد وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہوگئی تھی۔ ماں باپ نہیں تھے اس لیے میکے میں بھی اسے پناہ نہیں مل رہی تھی۔ ایک تقریب میں کالیا اسرانی نے اسے دیکھ کر کہا "میں بڑی دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ تم ذہنی الجھنوں میں گرفتار ہو۔"

اس نے چونک کر اسے دیکھا پھر کہا "کیا تم چہرے پڑھ لیتے ہو؟"

"ہاں...... چہروں اور آنکھوں کو پڑھ لیتا ہوں۔ ماہر نفسیات ہوں۔ کسی کی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ کیا میں تمہارے لیے کچھ کرسکتا ہوں؟ میرا نام کالیا اسرانی ہے۔"

"میں نے تمہارا بہت نام سنا ہے۔ بڑی بڑی ہستیوں والے تمہارے پاس علاج کے لیے آتے ہیں۔ میں شاید تمہاری فیس ادا نہ کرسکوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری ذہنی الجھنیں دور کردوں اور تم اس قابل ہوسکو کہ اچھی خاصی دولت کما سکو۔ تو میری فیس ادا کردینا۔"

وہ طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولی "میں اور دولت...... نہیں میں بہت بدنصیب ہوں۔ دولت تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔"

"نصیب بنانے سے بن جاتے ہیں۔ تم میرے بنگلے میں آؤ میں تمہارا نفسیاتی تجزیہ کروں گا۔ اس کے بعد تم دیکھو گی کہ کس طرح تمہارے حالات بدلتے ہیں۔"

وہ دوسرے دن اس کے بنگلے میں گئی۔ اس نے کئی طرح کے سوالات کیے پھر اس سے کہا "تم آرام سے بیڈ پر لیٹ جاؤ۔ میں ایک مختصر سا عمل کروں گا۔ تم دیکھو گی کہ کس طرح تمہاری ذہنی پریشانی دور ہوجائے گی۔"

وہ اس کی ہدایت کے مطابق ایک بیڈ پر آکر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ اس کی ہدایت کے مطابق اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا "اسی طرح مجھے دیکھتی رہو۔ اپنا دھیان صرف میری آنکھوں پر اور میری آواز پر رکھو۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتی رہی۔ صرف اس کی طرف توجہ دیتی رہی پھر اسے محسوس ہوا کہ جیسے اس کی آواز اور لہجہ اسے متاثر کررہا ہے۔ اس کے دل میں اتر رہا ہے اور وہ اس کی بڑی بڑی پرکشش آنکھوں میں ڈوبتی جارہی ہے پھر آہستہ آہستہ وہ ہوش وحواس سے بیگانی ہوگئی۔ اسے صرف اس کی آنکھیں ہی دکھائی دیتی رہیں اور اس کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اس کے آس پاس کے نظارے گم ہوگئے تھے۔ صرف اس کی آنکھیں ہی باقی تھیں۔

وہ اپنے آپ کو بھول گئی۔ اس نے اس پر عمل کیا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے اور آئندہ اس کے احکامات کی تعمیل کیا کرے گی۔ اپنے پتی سے طلاق لینے کے بعد اسے میکے میں بھی صحیح طرح پناہ نہیں مل رہی تھی۔ اس نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کے پاس آکر رہا کرے گی اور اس کے ساتھ ایک ہفتے کے اندر نیویارک جائے گی۔

تنویمی عمل کے بعد وہ اس کی معمولہ اور تابعدار بن گئی۔ اسی کے پاس آکر رہنے لگی۔ اسی کے ساتھ وہ نیویارک گئی تھی۔ اس نے اسے ایک زرد رنگ کا بیگ دیا تھا۔ اس میں ہیروئن کے پیکٹ چھپائے گئے تھے۔ یہاں کسٹم کا ایک آفیسر بھی اس کا معمول اور تابعدار تھا۔ وہ ہیروئن کے پیکٹس بڑی آسانی سے لے گیا۔ اس کے ساتھ دھندا کرنے والا ایک ساتھی نیویارک میں رہتا تھا۔ اس نے وہاں ایک کسٹم آفیسر سے معاملات طے کرلیے تھے۔ انڈیا سے امریکا تک وہ قانونی گرفت میں نہیں آیا۔ وہاں اچھی خاصی آمدنی ہوئی۔ اس نے تین کروڑ کے ہیرے خریدے پھر انہیں اس کے زرد رنگ کے بیگ میں رکھتے ہوئے بولا "میں تم سے دو دن پہلے انڈیا جارہا ہوں۔ تمہاری سیٹ دو دن بعد والی فلائٹ میں ریزرو ہوچکی ہے۔ تم یہاں ہوٹل کے کمرے میں رہ کر خوب عیش کرو۔ گھومتی پھرتی رہو۔ جب انڈیا آؤ گی تو میں وہاں اپنے تابعدار کسٹم آفیسر کے ذریعے راستہ ہموار کروں گا۔ اس کامیابی کے بعد تمہارے لیے دولت کمانے کے راستے کھل جائیں گے۔"

وہ اس سے دو دن پہلے انڈیا واپس آگیا۔ اس کے تنویمی عمل کا اثر دس یا بارہ دنوں تک رہتا تھا۔ واپسی میں اسے یاد آیا کہ ارچنا پر تنویمی عمل کیے ہوئے نو دن ہوچکے ہیں۔ اب مزید تین دنوں کے اندر اسے انڈیا واپس آجانا چاہیے۔ ورنہ وہ اس کے سحر سے نکلے گی تو کوئی گڑبڑ ضرور کرے گی۔ اس کی تابعدار نہیں رہے گی۔ اپنی من مانی کرتی رہے گی اور تین کروڑ کے ہیرے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

ویسے وہ زیادہ فکرمند نہ تھا۔ جس فلائٹ میں اس کے لیے سیٹ او کے کروائی تھی وہ بارھویں دن انڈیا پہنچنے والی تھی اور اس وقت تک وہ اس کے زیراثر رہنے والی تھی۔

ایسے ہی موقع پر انسان کو سمجھنا چاہیے کہ وہ سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ تدبیر کچھ کرتا ہے اور تقدیر کچھ کرتی ہے۔ جس فلائٹ سے وہ روانہ ہونے والی تھی۔ وہ کسی ٹیکنیکل خرابی کے باعث چھ گھنٹے لیٹ ہوگئی۔ وہ طیارہ سفر کے دوران میں لندن اور پھر جدہ میں رکنے والا تھا۔ اس طرح بارہ گھنٹے کا سفر تھا۔

جب کالیا اسرانی کو پتہ چلا کہ فلائٹ چھ گھنٹے لیٹ ہے تو وہ پریشان ہوگیا۔ اس کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ وہ انڈیا پہنچنے سے پہلے اس کے تنویمی اثر سے نکل جائے گی۔ وہ کئی گھنٹے پہلے ممبئی ائرپورٹ کی وزیٹر لابی میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ بےچینی سے ارچنا کی آمد کا انتظار کررہا تھا۔

اس نے کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں۔ سوچ رہا تھا کہ ارچنا اس کے قابو سے باہر ہوگی۔ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرے گی اور وہ زرد بیگ اس کے حوالے نہیں کرے گی تو وہ اسے جبراً اپنے ساتھ لے جائے گا اور اس کام کے لیے اس نے انجکشن کی چھوٹی سی سرنج اپنی جیب میں رکھی تھی۔ اس انجکشن کے ذریعے وہ چشم زدن میں اسے بےہوش کرسکتا تھا۔

جب طیارے نے جدہ سے پرواز کی تو انڈیا پہنچنے کے

لیے دو گھنٹے رہ گئے تھے۔ وہ سفر کے دوران رفتہ رفتہ تنویمی عمل سے نکل رہی تھی۔ ان دو گھنٹوں سے پہلے ہی اس نے نجات حاصل کرلی۔ اسے یاد آنے لگا کہ کس طرح اس نے کالیا اسرانی سے ملاقات کی تھی اور کس طرح اس نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور پھر وہ اس کے ساتھ نیو یارک گئی تھی۔ نیو یارک جانے اور آنے کے دوران میں کروڑوں روپے کا دھندا ہوتا رہا تھا اور کالیا اسرانی اسی کے کاندھوں پر سوار ہو کر یہ دھندا کرر ہا تھا۔ کروڑوں روپے کمار ہا تھا۔

ارچنا نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اسمگلنگ جیسی واردات میں ملوث ہوگی۔ وہ دولت کمانے کی خاطر ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن سحر زدہ ہو کر یہ سب کچھ کرتی رہی تھی۔

اسے یہ سوچ کر غصہ آنے لگا کہ کالیا اسرانی اسے خطرات سے دو چار کرر ہا تھا۔ وہ اپنی تدبیر سے اور ارچنا اپنی تقدیر سے بچ گئی تھی اور اب کامیابی سے واپس آرہی تھی۔ صرف ممبئی ائر پورٹ کے کسٹم والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا تھی اور اسے یقین تھا کہ کالیا اسرانی وہاں بھی معقول انتظام کر چکا ہوگا اور وہاں کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوگا۔

وہ غصے سے سوچ رہی تھی کہ اس سے فریب کیا گیا ہے۔ اسے تنویمی عمل کے ذریعے آلہ کار بنا کر اتنی بڑی واردات کروائی گئی ہے۔ جب وہ اتنی بڑی واردات کر ہی چکی ہے۔ تو اب وہ ان ہیروں سے تین کروڑ خود کمائے گی۔ اسرانی کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی جانے نہیں دے گی۔

وہ طیارہ ممبئی ائر پورٹ کے رن وے پر اتر گیا۔ مسافر اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنا دستی سامان سنبھالنے لگے۔ ٹونی جے اس طیارے سے اترنے والا پہلا مسافر تھا۔ ارچنا اپنی سیٹ پر بیٹھی رہ گئی۔ وہ تیزی سے سوچ رہی تھی کہ اسے ائر پورٹ کی عمارت میں پہنچ کر کیا کرنا ہے؟ کس طرح کالیا اسرانی کو ڈاج دے کر وہاں سے نکلنا ہے؟

ٹونی جے امیگریشن کاؤنٹر سے گزر کر کسٹم والوں سے نمٹ کر باہر آیا تو وہاں وزیٹر لابی میں انیتا کھڑی ہوئی تھی۔ چنڈال دونوں کے دماغوں میں آرہا تھا اور جار ہا تھا۔ اس نے انیتا سے کہا "وہ جو ڈارک بلیو سوٹ میں ہے اور جس کی نکٹائی سرخ اور گولڈن ہے۔ وہی مہادیو بھاٹیا ہے۔"

وہ ایک طرف کھڑا دور تک نظریں دوڑار ہا تھا۔ انیتا اس کے پاس آکر مسکراتے ہوئے بولی "ہائے مسٹر بھاٹیا! جسے تم ڈھونڈ رہے ہو۔ وہ میں ہوں۔"

ٹونی جے نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر کہا "میں مہادیو بھاٹیا ہوں۔ تم سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

وہ اپنا نام بتانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اس کے اندر سے آواز نکلی "میرا نام ثمر سلطانہ ہے۔"

چنڈال چونک گیا۔ انیتا پریشان ہوگئی۔ اس کے اندر سے ثمر سلطانہ نے ضد کی تھی۔ اچانک ہی بول پڑی تھی۔ ٹونی جے نے کہا "لیکن مجھے تو بتایا گیا ہے کہ تمہارا نام انیتا ہے۔"

وہ جلدی سے بولی "ہاں...... ہاں۔ میرا نام انیتا ہے بس وہ زبان سے دوسرا نام نکل گیا۔"

چنڈال نے اس کے دماغ میں کہا "بھاٹیا! یہ درست کہہ رہی ہے۔ اس کا نام انیتا ہے یہ میری بیٹی ہے۔ کبھی کبھی اس کی ذہنی رو بھٹک جاتی ہے۔ تو اپنے آپ کو ثمر سلطانہ کہہ دیتی ہے۔"

انیتا کے اندر ثمر سلطانہ نے غصے سے کہا "مجھے کیوں دبایا جاتا ہے؟ مجھے کہنے دو۔ میری اپنی ایک پرسنالٹی ہے۔ یہ جسم و دماغ میرا ہے۔"

انیتا نے کہا "بکواس مت کرو۔ اب تمہارے اندر میری آتما ہے اور آتما ہی سب کچھ ہوتی ہے اور اس کے ساتھ میں اپنا دماغ لے کر آئی ہوں۔ جو تمہارے دماغ پر حاوی رہا رہے گا۔"

چنڈال نے کہا "بیٹی! تم بھاٹیا سے باتیں کرو۔ میں اس ثمر سلطانہ کو اب بولنے نہیں دوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے ٹونی جے سے بولی "مجھے افسوس ہے۔ میں نے آتے ہی آپ کو الجھا دیا۔"

وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولا "کوئی بات نہیں تم بہت خوب صورت ہو۔ میں راستے میں سوچتا رہا کہ جو لڑکی میرا استقبال کرنے آئے گی۔ وہ کیسی ہوگی؟ میں تصور میں کیسا دیکھ رہا تھا۔"

وہ بولی "تصور میں ہر چیز خوب صورت دکھائی دیتی ہے جب سامنے آئے تو مایوسی ہوتی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم تو میرے تصور سے بھی زیادہ خوب صورت اسمارٹ اور بھرپور ہو، پُر کشش ہو۔"

وہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ ایک ادائے ناز سے بل کھا رہی تھی پھر بولی "ہمیں چلنا چاہیے۔"

وہ بولا "مجھے جہاز میں پانی پی لینا چاہیے تھا۔ حلق خشک ہو رہا ہے۔ کیوں نہ ہم کولڈ ڈرنک پی لیں پھر یہاں سے چلیں۔"

وہ بولی "ہاں۔ ضرور آؤ ہم وہاں ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔"

وہ دونوں وہاں سے چلتے ہوئے ایک ریسٹورنٹ میں آئے۔ ایک میز کے اطراف آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا "کیا پیو گی؟"

"جو تم پیو گے۔"

"کیا میری پسند کو اپنی پسند بناؤ گی؟"

"ہاں۔ اگر تم بھی میری پسند کو اپنی پسند بنالیا کرو تو...... سمجھ رہے ہو ناں؟"

"ہاں۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ بائی دا وے میں اورنج جوس پینا چاہوں گا۔"

"میرے لیے بھی یہی منگوالو۔ اگر مائنڈ نہ کرو تو میں جوس کے آنے تک واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں ضرور تمہیں جانا چاہیے۔ تم سے ملنے کے بعد تمہارا انتظار کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی پھر واش کی طرف جانے لگی۔ چنڈال بیٹی کے دماغ میں تھا۔ اس نے پوچھا "تم کتنی دیر میں آؤ گی؟"

"اوہ پتا جی! آپ میرے دماغ میں کیوں ہو؟ آپ کو تو اس کے پاس ہونا چاہیے۔ اب میں کیا بتاؤں مجھے کتنی دیر لگے گی؟ پلیز آپ جائیں مجھے پندرہ بیس منٹ لگ جائیں گے۔"

چنڈال اپنے تابعدار بھاٹیا کے پاس آیا۔ اس سے باتیں کرنے لگا۔ وہ واش روم میں آگئی۔ وہاں حاجت روائی کے لیے چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے۔ کیبن کے اندر چھوٹی سی دیوار کھڑی ہوئی تھی۔ تاکہ ایک دوسرے سے پردہ رہے۔ انیتا نے اندر آکر دروازے کو بند کیا پھر اپنا پرس درمیانی دیوار کے اوپر رکھ دیا۔

وہ دس منٹ تک مصروف رہی۔ اس نے لباس درست کرتے ہوئے جب سر گھما کر دیکھا تو اس درمیانی دیوار پر اس کا پرس نہیں تھا۔ ایک زرد رنگ کا بیگ رکھا ہوا تھا۔ وہ اس بیگ کو اٹھا کر کیبن سے باہر آئی۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو واش روم میں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی واش روم سے باہر آئی پھر دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ کچھ فاصلے پر کالیا اسرانی کھڑا ہوا تھا۔ وہ ارچنا کو تلاش کرر ہا تھا۔ انیتا کے ہاتھ میں زرد رنگ کا بیگ دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے تیزی سے قریب جا کر پوچھا "ہیلو......! یہ بیگ آپ کا ہے؟"

وہ بولی "نہیں۔ میں وہاں واش روم میں تھی تو میرا پرس کوئی عورت لے گئی ہے اور یہ بیگ چھوڑ گئی ہے۔"

وہ بولا "یقیناً آپ اپنا پرس تلاش کر رہی ہوں گی۔"

"ظاہر ہے میرے پرس میں ضروری چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔"

"آپ میرے ساتھ آئیں۔ وہ عورت یقیناً پارکنگ ایریا یا ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف گئی ہوگی۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی ریسٹورنٹ سے باہر آئی۔ قریب ہی ایک خوب صورت سی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے شیشے کلرڈ تھے۔ اندر بیٹھے ہوئے افراد دکھائی نہیں دیتے تھے۔ کالیا اسرانی نے کہا "وہ یقیناً اسی گاڑی کے اندر ہے۔ آؤ چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہ تیزی سے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کار کے قریب آئی۔ دروازے کے قریب پہنچی۔ کالیا نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر سرنج کی سوئی چبھو دی۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ بے ہوش ہو کر اس کی بانہوں میں آگئی۔ اس نے جلدی سے پچھلا دروازہ کھول کر اسے اندر لٹایا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ کار کے باہر کھڑے رہ کر دور تک نظریں دوڑانے لگا۔ ائر پورٹ کی عمارت کے اندر بھی وہ بڑی دیر تک ارچنا کو تلاش کرتا رہا تھا۔ وہ نظر نہیں آرہی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ ارچنا نے انیتا کا پرس لے کر اپنا بیگ اس کے حوالے کیا ہے۔ تین کروڑ کے ہیرے وہ کبھی اس کے حوالے نہیں کرے گی۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہوں گی۔

کالیا کی عقل کہہ رہی تھی کہ انیتا ارچنا سے ملی ہوئی ہے اور انجان بنی ہوئی ہے۔ ارچنا کسی دوسری جگہ انیتا سے مل کر یہ بیگ لینے والی ہے پھر دونوں میں حصے داری ہوگی۔

چنڈال نے ٹونی جے سے کہا "بیس منٹ ہو چکے ہیں۔ انیتا ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔"

وہ بولا "کسی وجہ سے دیر ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے لیے پریشان ہو تو اس کے اندر جا کر معلوم کرو۔"

"وہ میری بیٹی ہے۔ واش روم میں گئی ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا۔"

"اگر تم اجازت دو تو میں اس کے اندر جا کر معلوم کروں؟"

"میں نے اس کے دماغ کو لاک کیا ہوا ہے۔ تم نہیں جا سکو گے۔"

"تمہارے دماغ میں رہ کر تو جا سکتا ہوں۔"

"بات تو وہی ہوگی۔ جب میں تمہیں انیتا کے دماغ میں پہنچانے کے لیے اس کے اندر جاؤں گا تو پھر میں ہی کیوں نہ

چلا جاؤں؟ میں دس منٹ اور انتظار کر لیتا ہوں۔"

کالیا اسرانی اپنی کار کے پاس کھڑا چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ارچنا وہ ہیرے حاصل کرنے کے لیے انیتا کے پاس ضرور آئے گی اور جب وہ دیکھے گی کہ اسرانی اس کی دوست کو گرفت میں لے چکا ہے اور اسے قیدی بنا کر لے جا رہا ہے۔ تو وہ ضرور ادھر آئے گی لیکن اتنی دیر انتظار کرنے کے باوجود وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک نظر انیتا پر ڈالی اور سوچنے لگا کہ کیا بیگ کو یہیں کھول کر دیکھا جائے؟

اس بیگ کے اندر کافی سامان بھرا ہوا تھا۔ ان سب کو الٹنے کے بعد ہی وہ تہ دکھائی دیتی جس کے اندر ہیرے چھپے ہوئے تھے۔ ایک پولیس انسپکٹر اس کار کے نزدیک ہی کھڑا ہوا تھا۔ اسرانی نے کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہ سمجھا۔ سوچا کہ جب بیگ ہاتھ لگ ہی گیا ہے تو وہ اسے گھر لے جا کر دیکھے گا۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے وہاں سے جانے لگا۔ ٹونی جے ریسٹورنٹ میں بیٹھا اورنج جوس پی رہا تھا۔ چنڈال نے دس منٹ کے بعد خیال خوانی کے ذریعے انیتا کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو پریشان ہو گیا۔ پتا چلا کہ وہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے اور اس کے بے حس دماغ سے یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اور اچانک بے ہوش کیسے ہو گئی ہے؟

اس نے ٹونی جے کے پاس آ کر کہا "غضب ہو گیا۔ میری بیٹی بے ہوش ہو گئی ہے۔ تم واش روم میں جا کر دیکھو۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتا ہوا واش روم میں آیا۔ دروازہ کھول کر اندر جانا چاہتا تھا کہ ایک عورت نے وہاں سے نکلتے ہوئے اسے گھور کر دیکھا پھر بولی "یہاں کہاں آ رہے ہو؟ دیکھتے نہیں یہ لیڈیز کے لیے ہے؟"

ٹونی جے نے اس عورت کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق واپس واش روم کے اندر چلی گئی۔ وہ اس عورت کے ذریعے واش روم کے اندر انیتا کو تلاش کرتا رہا۔ پتا چلا کہ وہ وہاں نہیں ہے پھر وہ وہاں سے چلتا ہوا عمارت کے باہر آیا۔ پریشان ہو کر بولا "مسٹر چنڈال! تمہاری بیٹی کہیں دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

وہ بھی پریشان ہو کر بولا "اے بھگوان! یہ کیا ہو گیا ہے؟ جس کا ڈر تھا وہی ہو رہا ہے۔ کہیں وہ فرمان کا بچہ اسے اپنے ساتھ نہ لے گیا ہو۔"

وہ یہ بات ٹونی جے سے نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی بیٹی پہلے فرمان کے ساتھ رہ چکی ہے۔ پہلے وہ چہرے اور جسمانی طور پر کوئی اور تھی اور اب کوئی اور ہے۔ اس کے اندر سے ثمر سلطانہ نے درست کہا تھا کہ وہ انیتا نہیں ہے۔ ثمر سلطانہ ہے۔

ٹونی جے نے کہا "مسٹر چنڈال! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ جب بھی ہوش میں آئے گی تو تم اس کے اندر جا کر بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔"

"کیا خاک معلوم کروں گا۔ جس نے بھی اسے بے ہوش کیا ہے۔ وہ نادان نہیں ہوگا۔ اس نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی بے ہوش کیا ہوگا۔ شاید وہ جانتا ہوگا کہ اس اندر ٹیلی پیتھی جاننے والے آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ اسے ہم سے دور رکھنے کے لیے نہ جانے کتنے دنوں تک اسے غافل رکھے گا۔ ہو سکتا ہے اسے کوما میں لے جائے پھر ہم انتظار کرتے ہی جائیں گے۔"

ٹونی جے اندر جا کر ٹرالی میں اپنا سامان لے آیا پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈرائیور سے بولا "میں یہ شہر گھومنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے گھماتے رہو۔ میں تمہیں تمہاری توقع سے زیادہ رقم دوں گا۔"

اس نے ایک ہزار کا نوٹ اسے دیا۔ وہ خوش ہو گیا۔ ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اسے ممبئی کی سیر کرانے لگا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "میں اسی طرح گھومتا پھرتا باہر دیکھتا رہوں گا۔ شاید کہیں انیتا نظر آ جائے۔ جب میں تھک جاؤں گا تو کسی ہوٹل میں آرام کر لوں گا۔ تم بھی اسے تلاش کرو۔"

وہ اپنی بیٹی کو مسلسل تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ بار بار اس کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ دن کا وقت تھا۔ وہ چاروں آرمی افسر ٹی وی اسکرین پر اسے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے۔ وہ ذرا دیر خاموش رہتا تو اس سے پوچھتے تھے کہ کیا وہ خیال خوانی کر رہا ہے۔ کہاں پہنچ رہا ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ کس سے باتیں کر رہا ہے؟

اس سے طرح طرح کے سوالات کیے جاتے تھے وہ پریشان ہو کر جھنجلاتا تھا۔ سوچتا تھا کہ اب جلد سے جلد ان لوگوں سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔

اس وقت بھی وہ چاروں افسران اس کے بنگلے میں آئے تھے اور اس کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔ اہم معاملات پر گفتگو ہونے لگی کہ اب وہ کئی گھنٹوں تک اپنی بیٹی کے پاس نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی ٹونی جے سے باتیں کر سکتا تھا۔ ویسے اس نے ٹونی جے کو سمجھا دیا تھا کہ جب وہ اس کے پاس نہ آئے تو وہ اس کے دماغ میں آ جایا کرے۔ اس طرح اسے پتا چلے گا کہ وہ کس طرح آرمی افسران کے اندر پھنسا ہوا ہے اور ایسے حالات میں وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟

بہر حال ٹونی جے ٹیکسی میں بیٹھا انیتا کو ڈھونڈتا ہوا اس شہر میں گھوم رہا تھا۔ دوسری طرف چنڈال آرمی افسران کے درمیان پھنسا ہوا تھا اور ابھی وہ کئی گھنٹوں تک انیتا کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ ادھر کالیا اسرانی اپنے بنگلے میں پہنچنے کے بعد اپنے ملازموں سے بولا "میری گاڑی میں ایک مریضہ بے ہوش پڑی ہے۔ اسے اٹھا کر میرے کمرے میں پہنچا دو۔"

وہ زرد رنگ کا بیگ اٹھا کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بیگ کو کھول کر اس کا تمام سامان الٹ کر اس حصے میں پہنچا جہاں وہ ہیرے چھپائے گئے تھے۔ اس نے اس حصے کو کھول کر دیکھا تو وہاں سونے کے کچھ زیورات رکھے ہوئے تھے۔ ارچنا اپنے زیورات وہاں چھوڑ کر تمام ہیرے سمیٹ کر لے گئی تھی۔

وہ ایک دم سے جھنجلا گیا۔ ارچنا کو گالیاں دینے لگا۔ دیوار پر گھونسے مارنے لگا۔ فرش پر پاؤں پٹختا ہوا ادھر سے ادھر جانے لگا۔ اپنے آپ کو سمجھانے لگا کہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ وہ عورت اسے دھوکا دے کر کہیں نہیں جا سکتی۔ وہ اسی شہر میں ہوگی۔ ہیرے جواہرات اتنی آسانی سے فروخت نہیں کیے جاتے۔ اس کے لیے خاصا وقت لگتا ہے۔ وہ انہیں فروخت کر کے ہی اس شہر سے کسی دوسری جگہ جا سکے گی۔ ورنہ ہیرے اپنے پاس رکھے گی تو ہمیشہ اندیشوں میں مبتلا رہے گی کہ پولیس اور انٹیلی جنس والے اسے گرفتار کر سکتے ہیں۔ چور ڈاکو آ سکتے ہیں اور کالیا سے تو اور زیادہ خطرہ رہے گی۔ اس لیے بہت سوچ سمجھ کر ہیروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی اس شہر سے جا سکے گی۔

کالیا کے دماغ میں یہ بات آئی کہ وہ جس لڑکی کو بے ہوش کر کے یہاں لے آیا ہے۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ارچنا کا کچھ پتا چل سکے۔ ویسے امید تو نہیں تھی۔ وہ زرد رنگ کا خالی بیگ کہہ رہا تھا کہ ارچنا اس لڑکی کو بھی دھوکا دے کر اپنے ہیرے اس کے پرس میں رکھ کر لے گئی ہے۔

وہ دروازہ کھول کر بیڈ روم سے باہر آیا۔ اس بنگلے میں اس کا ایک خاص کمرا تھا۔ جہاں وہ ذہنی مریضوں پر تنویمی عمل کیا کرتا تھا۔ اس کمرے کے ایک بیڈ پر انیتا کو لٹایا گیا تھا۔ اس نے وہاں آ کر ملازموں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے۔ اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر قریب آ کر انیتا کو دیکھا۔ پہلی بار تنہائی میں توجہ سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ بے حد حسین اور پرکشش ہے۔ وہ ارچنا کو تو کہیں ڈھونڈ ہی لے گا۔ اس سے ہیرے بھی چھین لے گا لیکن آئندہ اس لڑکی کو استعمال کرے گا۔ اس کے ذریعے یہاں سے منشیات اسمگل

کرے گا اور وہاں سے ہیرے لایا کرے گا۔ اس پر ایسا مستحکم تنویمی عمل کرے گا کہ یہ اسے کبھی دھوکا نہیں دے سکے گی۔

وہ اسے توجہ سے دلچسپی سے اور بڑی لگن سے دیکھ رہا تھا اور آئندہ کے لیے منصوبے بنا رہا تھا پھر وہ کسمسانے لگی۔ ہوش میں آنے لگی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے اسے کمرے کی چھت نظر آئی پھر اس نے دیدے گھما کر دیکھا تو کالیا اسرانی دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی یاد آیا کہ وہ ائرپورٹ میں نظر آیا تھا اور اب یہاں بند کمرے میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر بیٹھنا چاہتی تھی۔ اسرانی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھکے سے لٹاتے ہوئے کہا ''اسی طرح لیٹی رہو۔''

کالیا کی آواز میں ایسی گھن گرج تھی کہ سیدھی دل میں آ کر لگتی تھی۔ وہ اس سے متاثر ہو کر لیٹی رہی۔ سہمی ہوئی اسے دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا ''تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟''

وہ سخت لہجے میں بولا ''تم مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گی۔ میں جو سوال کروں اس کے جواب دو گی۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ارچنا سے تمہارا کیا تعلق ہے؟''

''تم کس ارچنا کی بات کر رہے ہو؟ میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتی ہوں۔''

''تم کون ہو؟''

وہ جواب دینا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے ہی اندر سے آواز ابھری ''میرا نام ثمر سلطانہ ہے۔''

انیتا نے تڑپ کر کہا ''نہیں میرا نام انیتا ہے۔''

اس نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر پوچھا ''کیا تمہارے دو نام ہیں؟''

''نہیں۔ میری زبان سے یونہی ثمر سلطانہ کا نام نکل گیا تھا۔''

اس وقت ثمر سلطانہ کو قابو میں کرنے کے لیے چنڈال موجود نہیں تھا۔ اس لیے ثمر سلطانہ نے پھر اندر سے کہا ''یہ جھوٹ کہہ رہی ہے۔ میں ثمر سلطانہ ہوں۔ یہ میرا جسم ہے۔ میرا دماغ ہے۔ اس کی آتما میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔''

کالیا اسرانی حیرانی سے سن رہا تھا اور دیدے پھاڑے انیتا کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا ''یہ کیا بھید ہے؟ سچ سچ بتاؤ یہ تمہارے اندر سے دوسری آواز کس کی ابھرتی ہے۔ جب تم خود کو ثمر سلطانہ کہتی ہو تو تمہارا لہجہ اور آواز بدل جاتی ہے۔''

انیتا یہ بھید بتانا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ تھوڑی دیر میں اس کا باپ اس کے اندر آ جائے گا تو ان حالات پر قابو پالے گا۔ وہ ڈھٹائی سے بولی ''میں انیتا ہوں اور میرے ... سے جو بھی آواز نکل رہی ہے۔ وہ میرے اندر ایک طرح کی بیماری ہے۔ میں کبھی کبھی دہری شخصیت کی مالک بن جاتی ہوں۔''

وہ سخت لہجے میں بولا ''تم جھوٹ بول رہی ہو ... کچھ چھپا رہی ہو۔ مجھ سے جھوٹ بولو گی۔ مجھے دھوکا دو گی تو میں تمہارے اس بدن کو نوچ کھسوٹ کر رکھ دوں گا۔''

''میں بہت پریشان ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سوچنے سمجھنے دو پھر جو بھی سچ ہے وہ میں تم سے بولتی رہوں گی۔''

''نہ تمہیں کچھ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں تم سے کچھ پوچھوں گا۔ بس تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ میری آنکھوں میں دیکھو۔''

اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو پھر اس سے نظر نہ ہٹا کر رہ گئی۔ بڑی خوں خوار بڑی پرکشش آنکھیں تھیں جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اسے حکم دے رہا تھا کہ اسی طرح اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہے اور اس دنیا سے غافل ہوتی رہے۔ بھول جائے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ صرف اس کی آنکھوں کو یاد رکھے اور اس کی آواز سے متاثر ہوتی رہے۔

وہ اس کے احکامات کی تعمیل کر رہی تھی۔ جیسا کہہ رہا تھا ویسا ہی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کے زیر اثر ہو گئی۔ اس نے پوچھا ''سچ بتاؤ تم کون ہو۔ انیتا ہو یا ثمر سلطانہ ہو؟''

وہ بولنے لگی ''میں ثمر سلطانہ ہوں۔ میرا جسم میرا اپنا ثمر سلطانہ کا ہے پھر کہیں سے یہ آتما میرے اندر آ گئی۔ خود کو انیتا کہتی ہے۔ میں آتما شکتی کے آگے مجبور ہو جاتی ہوں۔ وہ میرے دماغ پر حاوی ہو جاتی ہے اور پھر اپنی شخصیت مجھ پر طاری کر دیتی ہے۔ انیتا بن کر رہتی ہے اور میں اس کے اندر ڈری سہمی ایک قیدی کی طرح خاموش رہتی ہوں۔''

وہ کہہ رہی تھی اور وہ حیرانی سے سن رہا تھا۔ اس نے کہا ''اس کا باپ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ اس کے اندر آتا ہے ... خیال خوانی کے ذریعے مجھے کچلتا رہتا ہے۔ میری شخصیت مٹانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ میں مجبور ہوں اور سمجھ رہی ہوں کہ جلد ہی اس کے اندر نابود ہو جاؤں گی پھر میری اپنی شخصیت نہیں رہے گی۔''

کالیا نے کہا ''اب میں حکم دیتا ہوں کہ تمہارے اندر آتما شکتی کے ذریعے انیتا ہے وہ اپنی روداد بیان کرے۔ میں اس کی بات سننا چاہتا ہوں۔'' پھر انیتا بولنے لگی۔ اپنے باپ کے بارے میں بہت کچھ بتانے لگی۔ وہ سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ بڑی خطرناک ہے۔ اس کا باپ جب بھی اس کے دماغ میں آئے گا تو میرے تنویمی عمل کو ناکام بنا دے گا۔ مجھے جلد سے جلد مختصر سا تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو لاک کر دینا چاہیے۔ تاکہ اس کا باپ پھر کبھی اس کے اندر آ سکے اور نہ ہی میرا اپنا ٹھکانا معلوم کر سکے۔

اس نے کہا ''انیتا! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جاؤ اور ثمر سلطانہ کے جسم میں ہمیشہ خاموش رہو۔ کبھی کچھ نہ بولو۔ یہ بھول جاؤ کہ تم انیتا ہو۔ بولو کہ تم انیتا نہیں ہو۔''

وہ سحر زدہ تھی۔ اس کے زیر اثر تھی۔ اس نے کہا ''میں انیتا نہیں ہوں۔''

''تم ثمر سلطانہ سے کم تر رہو گی۔ اس سے برتر ہو کر کبھی نہیں بولو گی۔ تم اپنے باپ کو اس کی آواز کو اور لب و لہجے کو بھول جاؤ گی۔''

اس نے کہا ''میں اپنے باپ کو اس کی آواز اور لب و لہجے کو بھول جاؤں گی۔''

''میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم ثمر سلطانہ کے جسم کے اندر اب گہری نیند سوتی رہو گی اور جب تک میں حکم نہیں دوں گا۔ تم بیدار نہیں ہو پاؤ گی۔''

اس نے اس کی بات دہرائی پھر اس نے ثمر سلطانہ سے کہا ''میں تمہیں ایک شرط پر آزادی دے رہا ہوں کہ تم میرے زیر اثر رہو گی۔ میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی تو ہمیشہ انیتا اور اس کے باپ پر حاوی رہو گی۔ وہ کبھی تمہارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔ تمہارا دماغ لاک ہو چکا ہو گا۔''

ثمر سلطانہ نے خوش ہو کر کہا ''اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ مجھے میرا نام اور شخصیت واپس مل جائے گی اور مجھے ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ وہ سہارا تم بن جاؤ گے۔ مجھے منظور ہے۔ میں تمہاری معمولہ اور تابعدار بن کر رہوں گی۔''

یہ طے ہو گیا۔ وہ اس پر عمل کرنے لگا۔ اس نے اپنے عمل کے ذریعے ثمر سلطانہ کو انیتا پر حاوی کر دیا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ اب چنڈال تو کیا کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا۔ ان لمحات میں انیتا عارضی طور پر مر چکی تھی اور ثمر سلطانہ دوبارہ زندگی پا رہی تھی۔

☆☆☆

سونیا نے ایک نئی فیملی بنالی۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کیا گیا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا۔ اس طرح اس نے اس ادھیڑ عمر کے شخص کو اپنے بچوں کا باپ بنالیا۔

ان تین بچوں میں ایک عدنان تھا۔ باقی دو بچوں کو لاوارثوں کے ادارے سے خریدا گیا تھا۔ ان کے ذہنوں میں بھی یہ نقش کر دیا گیا تھا کہ سونیا ان کی ماں ہے اور وہ شخص ان کا باپ ہے۔ ان نئے ناموں اور نئے رشتوں کے مطابق پاسپورٹ اور دوسرے اہم کاغذات تیار کروا لیے گئے تھے۔

انہوں نے اپنے چہروں پر بھی ہلکی سی تبدیلیاں کی تھیں تاکہ کوئی پچھلے چہروں کے حوالے سے انہیں پہچان نہ سکے۔

پورس نے کہا ''مما! آپ کی تیاری مکمل ہو چکی ہے۔ اب کیا خیال ہے؟''

''پہلے تم اور انامیریا یہاں سے نکل جاؤ۔ کسی بھی فلائٹ سے پیرس چلے جاؤ پھر میں دوسرے دن دوسری فلائٹ سے ان بچوں کے ساتھ اور ان کے باپ کے ساتھ چلی آؤں گی۔''

اعلیٰ بی بی نے آ کر کہا ''مما! میں پھر اس بیمار اونوپ کے دماغ میں گئی تھی۔ اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ کچھ نئے انکشافات ہوئے ہیں۔''

''راسپوٹین کا وہ بیمار بیٹا ہمارے لیے معلومات کا ذریعہ بن گیا ہے۔ یہ اچھا بھی ہے۔ تم اس کے دماغ میں بار بار آتی جاتی رہا کرو۔ یہ بتاؤ کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں؟''

اعلیٰ بی بی نے کہا ''راسپوٹین چہارم اور اس کی سوتیلی ماں ارنا کوف زائچے بنا رہے ہیں۔ مختلف پراسرار علوم کے ذریعے بیلا اوبرائے کے بارے میں معلومات حاصل کررہے ہیں۔ اب تک یہی معلوم کرسکے ہیں کہ وہ پاکستان، ہندوستان، بنگلا دیش یا سری لنکا میں ہے۔''

انا میریا نے کہا ''اگر چہ وہ لڑکی انا بیلا یا بیلا اوبرائے انہیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا رہی ہے۔ پچھلے دو تین برس سے خاموش ہے۔ اپنی ماں کے ساتھ کہیں پرسکون زندگی گزار رہی ہے پھر بھی یہ لوگ اس سے دشمنی کرنے کے لیے اسے تلاش کررہے ہیں۔''

عالی نے کہا ''ان کے خیالات کے مطابق وہ اس سے دشمنی نہیں کررہے ہیں۔ بلکہ اس کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیے اسے تلاش کررہے ہیں اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

پورس نے کہا ''وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ان سے پہلے کبریا بیلا تک پہنچ چکا ہے۔ جب وہ لوگ بیلا تک پہنچیں گے تو ہمارے لیے اور بھی راستے کھلیں گے۔ ہم کبریا اور بیلا کے ذریعے ان دشمنوں کے اندر دور تک پہنچتے رہیں گے۔''

عالی نے کہا ''دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ ارنا کوف کی بیٹی کا نام تاشا کوف ہے اور وہ بھی ٹیلی پیتھی کے علاوہ دوسرے پراسرار علوم جانتی ہے۔''

سونیا نے کہا ''ہوں...... یعنی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے اور وہ سب ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔''

عالی نے کہا ''ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کا اضافہ ہوچکا ہے۔ اس کا نام آوازون ہے۔ اسے آوازون سوم کہتے ہیں۔ اس کے دادا آوازون اول نے زار روس کے محل میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں راسپوٹین نے ایسی دھاک جمائی ہوئی تھی کہ زار اس کی بیوی اور شاہی خاندان کے سب ہی لوگ راسپوٹین کی حمایت میں بولتے تھے۔ آوازون اول صرف ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔ دوسرے پراسرار علوم کے ذریعے شاہی خاندان کے افراد کو متاثر نہ کرسکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راسپوٹین اول نے یعنی موجودہ راسپوٹین چہارم ولاڈی میر کے پردادا نے سازشیں کرکے آوازون اول کو قتل کروادیا تھا۔''

پورس نے کہا ''گویا ایک نئی دشمنی کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔''

''ہاں...... اور وہ آوازون سوم زبردست دشمن ثابت ہورہا ہے۔ ارنا کوف کے بیمار بیٹے کے باعث ان پر حاوی ہوچکا ہے۔ وہ اپنے بیمار بیٹے کی سلامتی کی خاطر اس کے دباؤ میں رہتی ہے۔ آوازون اپنے دادا کے قتل کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ ارنا کوف اس دشمن سے سمجھوتا کررہی ہے۔ دوستی کررہی ہے۔ دوستی کرنے کے لیے اس نے اپنی بیٹی تاشا کو اس کے حوالے کردیا ہے۔''

سونیا نے پوچھا ''یعنی وہ اپنے بیمار بیٹے کی سلامتی کے لیے اپنی بیٹی کی عزت کو داؤ پر لگا چکی ہے؟''

''ارنا کوف کا بیان یہی ہے لیکن راسپوٹین چہارم ولاڈی میر یقین نہیں کررہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ارنا کوف بہت ہی مکار اور چڑیل ہے۔ وہ کبھی کسی کے دباؤ میں نہیں آتی ہے۔ اس نے پراسرار علوم جاننے والی بیٹی کو کہیں چھپار کھا ہے اور خواہ مخواہ مظلومیت ظاہر کررہی ہے کہ اس کے دشمن آوازون سوم نے اس کی بیٹی کو یرغمال بنا کر رکھا ہے۔''

پورس نے کہا ''ہوسکتا ہے کہ واقعی وہ فراڈ کررہی ہو اور آوازون سوم کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔''

''ایسی بات نہیں ہے۔ آوازون سوم اس بیمار اولاد پر کوف کے دماغ میں آچکا ہے۔ اس کی آواز ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے بھی سنی ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا وجود وہاں ہے جو ان کے لیے دردسر بنا ہوا ہے۔''

سونیا نے کہا ''چلو یہ ہمارے لیے اطمینان کی بات ہے کہ میرے پوتے کا دشمن سکون سے نہیں ہے۔ چاروں طرف سے دشمنوں سے گھرا ہوا ہے۔ اسی لیے وہ اب ادھر پوری توجہ نہیں دے پا رہا ہے۔ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔''

انا میریا اور پورس اسی شام ایک فلائٹ سے پیرس روانہ ہوگئے۔ دوسرے دن کی فلائٹ سے سونیا اور اس کی فیملی کے لیے سیٹیں ریزرو ہوچکی تھیں۔ چنڈال نے زبردست پلاننگ کی تھی۔ ٹونی جے کو پلا کر اسے انیتا سے منسوب کرنا چاہتا تھا اور چار آرمی افسران کو قتل کروانا چاہتا تھا۔ اس وقت یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان تدابیر پر عمل کرتے ہوئے کامیابی کے دوران کہیں ناکامی بھی چھپی ہوگی۔

اس کی اپنی بیٹی انیتا اس کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔

اسی طرح ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے عدنان کو ہلاک کرنے کی پلاننگ کی تھی لیکن یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے خلاف بھی دشمن پیدا ہوجائیں گے۔ ایک طرف سے بیلا اوبرائے چلی آئے گی۔ دوسری طرف سے پرانا دشمن آوازون سوم اس کے خاندان کے افراد پر حاوی ہوجائے گا اور وہ چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جائے گا۔

اسی طرح سونیا نے بھی زبردست پلاننگ کی تھی۔ اپنے پوتے کو وہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک نئی فیملی بنائی تھی۔ وہ بھی یہ سوچ نہیں سکتی تھی کہ تدبیر کرتے رہنے کے دوران تقدیر اندر ہی اندر اپنے کیا تماشے دکھاتی رہتی ہے۔

وہ اپنے پوتے کے ایک اور دشمن کو بھول چکی تھی۔ وہ اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اس نے اس کے پوتے پر اس کنڈر میں قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا۔ وہ جیک کلر تھا۔

سونیا اور ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے عارضی طور پر جیک کلر کو نظر انداز کردیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہادھابی نے جیک کلر پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کرنے کے بعد اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا تھا۔

دوسروں کی طرح مہادھابی بھی محتاط تھا۔ دور ہی دور رہ کر جیک کلر کو آلہ کار بنا کر عدنان کو ختم کردینا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ بچہ ان لوگوں کے لیے بھی مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا۔

ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی سینڈی گرے عدنان کی وجہ سے مارا گیا تھا پھر جیک کلر بھی عدنان کو قتل کرنے گیا تھا لیکن اس کی موت سر پر آگئی تھی۔ اس کی قسمت اچھی تھی کہ صرف زخمی ہوا تھا پھر مہادھابی نے اسے بچالیا تھا لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ عدنان ان کے لیے مصیبت بن چکا تھا۔ اسی بچے کی وجہ سے انہوں نے اسلحہ فروشی کے کاروبار میں کروڑوں روپے کا نقصان اٹھایا تھا۔ آئندہ بھی یہی اندیشہ تھا کہ نقصان اٹھاتے رہیں گے اور موت کے قریب ہوتے رہیں گے۔

مہادھابی نے جیک کلر کے دماغ پر اچھی طرح قبضہ جمانے کے بعد اس کا حلیہ بدل دیا تھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کا شخص بن کر روم کی گلیوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ بڑے ہوٹلوں میں جاکر بھیک مانگتا تھا۔ اس طرح مہادھابی اس کے اندر رہ کر عدنان کو تلاش کررہا تھا۔

ایسے ہی وقت مہادھابی کو پتا چلا کہ جیک کلر کے دماغ میں کوئی پہنچا ہوا ہے اور اسے ٹریپ کرکے کہیں لے جارہا ہے۔ وہ چپ چاپ تماشائی بن کر دیکھنے لگا کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ پتا چلا کہ اسے ایک ایسے بنگلے میں لے جایا گیا تھا۔ جہاں سونیا اور عدنان موجود تھے۔ وہاں یہ پلاننگ کی گئی تھی کہ سونیا اس ادھیڑ عمر کے شخص کو ان فرضی بچوں کا باپ بنائے گی۔ اس لیے اس پر تنویمی عمل کیا گیا۔

مہادھابی ان کے عمل کے دوران میں اس کے اندر پہنچتا رہا تھا۔ اس طرح وہ عدنان کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ وہ چاہتا تو وہیں اس پر کسی طرح سے حملہ کرواسکتا تھا لیکن وہاں صرف عدنان نہیں تھا۔ سونیا جیسی خطرناک عورت تھی جو بڑے بڑے حملے کو ناکام بنادیتی تھی پھر اس کے علاوہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی انا میریا اور عدنان کا باپ پورس بھی موجود تھا۔ سب ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ اس لیے مہادھابی نے یہ طے کیا کہ خاموشی سے تماشا دیکھے گا۔ جب کبھی ایسا موقع ملے گا کہ عدنان کو ہلاک کرنے میں بہت آسانی ہوگی اور کہیں سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ تب ہی وہ جیک کلر کے ذریعے اس بچے کو ہلاک کرے گا۔

یہی کیا کم تھا کہ وہ اپنی حکمت عملی سے عدنان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بلکہ اس فیملی کے اندر گھس آیا تھا۔ صرف یہی نہیں سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اس بچے کا باپ بھی بن گیا تھا۔ اسی دن کی فلائٹ سے وہ سونیا اور بچوں کے ساتھ پیرس کی طرف روانہ ہوچکا تھا۔ طیارہ پرواز کرچکا تھا۔

وہ بچہ تو کیا اس کا باپ اور اس کی دادی بھی اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ موت ان کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

بے شک موت ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ انسان جب ماں کے پیٹ میں متحرک ہوتا ہے۔ تب ہی سے موت اس کے ساتھ لگ جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ پیٹ سے پیدا ہو جائے۔ وہ اندر ہی مر جاتا ہے اور مقدر میں زندگی ہو تو پیدا ہو جاتا ہے پھر پیدا ہونے کے بعد بھی ہر لمحے ہر سانس میں یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ موت آ رہی ہے، اب آ رہی ہے اور تب آ رہی ہے۔

عدنان پیرس جانے والے طیارے میں اپنی موت کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ سونیا نے ایک نئی فیملی بنائی تھی۔ وہ اس فیملی کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے عدنان کے علاوہ لاوارثوں کے ادارے سے دو بچے خریدے تھے اور ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو ٹریپ کر کے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنا تابعدار بنایا تھا۔

منصوبے کو کہیں تو کھٹائی میں پڑنا تھا۔ لہٰذا وہ ادھیڑ عمر کا شخص دشمن نکل آیا۔ وہ عدنان کا جانی دشمن جیک کلر تھا۔

جب اعلیٰ بی بی نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے تین بچوں کا باپ اور سونیا کا عارضی شوہر بنایا تھا تب اس کے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ کیونکہ مہادھاجی جیک کلر کے اندر سمایا ہوا تھا اور اس کے چور خیالات کنٹرول کر رہا تھا۔

تنویمی عمل کے بعد بھی اس کے خیالات نہیں پڑھے گئے۔ مہادھابی نے موقع پا کر اس پر پھر ایک بار تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ سونیا کے عارضی شوہر کی حیثیت سے رہے گا اور جیک کلر کی حیثیت سے خود کو بھول جائے گا۔ ایسے تنویمی عمل کے باعث وہ خود کو بھولا ہوا تھا۔ اپنے آپ کو سونیا کا شوہر اور تین بچوں کا باپ سمجھ رہا تھا۔ اسی لیے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں سے کوئی یہ سمجھ نہیں پایا کہ اس کے پیچھے جیک کلر چھپا ہوا ہے اور جیک کلر کے پیچھے مہادھابی موجود رہتا ہے۔

ان دو دشمنوں کو عدنان کے بالکل قریب پہنچنے کا موقع مل گیا تھا۔ اتنے قریب پہنچنے کے باوجود وہ اس پر قاتلانہ حملہ نہیں کر رہے تھے۔ بہت محتاط تھے۔ اس سے پہلے کئی بار آزما چکے تھے، صرف وہی نہیں دوسرے دشمن بھی عدنان کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں ناکام رہے تھے۔ لہٰذا اب وہ جلد بازی سے کام لینا نہیں چاہتے تھے۔

وہ تینوں بچے ایک قطار میں تین سیٹوں پر شانہ بہ شانہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سیٹوں کے بعد راہداری کا فاصلہ تھا پھر اس کے بعد والی سیٹ پر سونیا جیک کلر کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

مہادھابی نے جیک کلر کے ذریعے سونیا سے پوچھا ''ہم پیرس پہنچ کر کہاں قیام کریں گے؟ تم کس ہوٹل میں قیام کرنا پسند کرو گی؟''

سونیا نے مختصر سا جواب دیا ''ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ پیرس پہنچ کر دیکھا جائے گا۔''

مہادھابی سمجھ رہا تھا کہ سونیا اپنے اندر کی بات نہیں بتا رہی ہے لیکن یہ موٹی عقل سے بھی سوچا جا سکتا تھا کہ وہ عدنان کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں جائے گی۔ وہ روم میں دشمنوں کے حصار سے نکل کر آئی ہے۔ اب یہ نہیں چاہے گی کہ پیرس میں بھی دشمن اس کے پوتے کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ پہلے وہ اپنے پوتے کی سلامتی چاہے گی اور سلامتی بابا صاحب کے ادارے میں ہی ممکن ہو سکے گی۔

مہادھابی یہ جانتا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو عدنان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور بری طرح اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اس نے ایسے آلہ کاروں کو دیکھا تھا۔ جو عدنان کو اور انا میریا کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔ ایسے ہی آلہ کاروں میں ایک کے اندر وہ پہنچا ہوا تھا۔

پھر وہ جیک کلر کے ذریعہ سونیا اور عدنان وغیرہ کے قریب آیا۔ تو اس نے انہیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھا۔ تب اسے پتا چلا کہ جو دشمن عدنان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اس کا نام ولاڈی میر راسپوٹین چہارم ہے۔

مہادھابی جیک کلر کے اندر رہ کر اور سونیا کے قریب رہ کر بڑی اہم معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ کسی طرح اس دائمی مریض انوپ کوف کے اندر پہنچ جائے تا کہ اس کے خیالات پڑھنے کا موقع ملتا رہے اور راسپوٹین کی فیملی کی کمزوریاں بھی معلوم ہوتی رہیں۔

مگر اسے ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا اور وقت بہت کم تھا۔ مہادھابی کو جو بھی کرنا تھا وہ پیرس پہنچنے تک کر گزرنا تھا۔ اس نے راسپوٹین کے آلہ کار کے اندر آ کر اس کے خیالات پڑھے۔ وہ راسپوٹین کا تابعدار تھا۔ اس کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا آقا کون ہے؟ ابتدا میں راسپوٹین خود اس کے پاس آتا تھا اور اپنا مطلوبہ کام کرا لیا کرتا تھا پھر اس نے اسے اپنا ایک موبائل نمبر دیا اور یہ تاکید کی کہ جب بھی اسے عدنان یا انا میریا کا سراغ ملے تو وہ فوراً ہی اسے اس نمبر پر اطلاع دے۔

اس نے مہادھابی کی مرضی کے مطابق فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ کچھ دیر بعد ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کی آواز سنائی دی۔ ''ہیلو...... کیا بات ہے؟ کس لیے فون کیا ہے؟''

وہ بولا ''میرے دماغ میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا گھس آیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔''

ولاڈی میر کچھ دیر تک خاموش رہا۔ سوچنے لگا پھر بولا ''ٹھیک ہے، اس سے کہو، مجھ سے باتیں کرے، وہ کیا کہنا چاہتا ہے؟''

مہادھابی نے اس آلہ کار کے ذریعہ کہا ''میں تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم جسے تلاش کر رہے ہو، میں تمہیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں۔''

''تم کیسے جانتے ہو کہ مجھے کسی سے دشمنی ہے؟ اور میں اسے تلاش کر رہا ہوں؟''

''میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔''

''میں پہلے یہی جاننا چاہوں گا کہ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟''

''تمہارا نام ولاڈی میر ہے اور تم خود کو راسپوٹین چہارم کہتے ہو۔ جبکہ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف تمہیں اپنے شوہر کی اولاد تسلیم نہیں کرتی ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''او مائی گاڈ! تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟''

اس نے کہا ''تمہاری ایک سوتیلی بہن ہے۔ وہ بھی پراسرار علوم کی حاصل ہے اور تم لوگوں کا ایک بہت پرانا دشمن جسے اوازون سوم کہتے ہیں۔ وہ تم لوگوں کے لیے مسئلہ بنا ہوا ہے۔''

اس نے تعجب سے پوچھا ''تم کون ہو؟ جو میرے اور میرے خاندان کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو؟''

''میں اس بچے کا دشمن ہوں۔ جس کی موت تم بھی چاہتے ہو۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں لیکن اس بچے کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایک دوسرے کے ہم خیال بن سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے سمجھوتا کر سکتے ہیں۔ وہ بچہ میرے لیے بھی منحوس ہے۔ جب تک وہ زندہ رہے گا، اس وقت تک مجھے اندیشوں میں مبتلا رکھے گا۔ پتا نہیں وہ کس وقت موت بن کر میرے سر پر سوار ہو جائے؟''

''تم نے ابھی کہا تھا کہ تم مجھے اس بچے تک پہنچا سکتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو تم خود کیوں نہیں پہنچ رہے ہو؟ خود اس سے انتقام کیوں نہیں لے رہے ہو؟''

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں اس بچے کے پاس موجود ہوں۔ اس وقت وہ مجھ سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہے۔ اس کے ساتھ اس کی دادی سونیا بھی ہے۔ میں جلد بازی سے پرہیز کر رہا ہوں۔ خوب سوچ سمجھ کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں اس سے پہلے کتنے ہی حملہ کرنے والوں کو ناکام ہوتے دیکھ چکا ہوں۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی اس پر حملہ کرنے کے بعد ناکام رہا ہوں اور اب مجھے دوسری بار حملہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا ہے۔''

''میں تمہیں یہی موقع دینا چاہتا ہوں۔ میرے اور تمہارے پاس صرف ڈیڑھ گھنٹے کا وقت ہے۔ اگر ہم ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اسے ٹھکانے نہ لگا سکے تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا پھر میں تمہیں اس تک نہیں پہنچا سکوں گا۔''

''تو پھر باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ مجھے وہاں تک پہنچاؤ۔''

''ہمارے درمیان کچھ لین دین ہو گا۔ اگر میں تمہیں کچھ دوں گا تو تم سے کچھ لوں گا۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟''

''تمہارا ایک بیمار سوتیلا بھائی ہے، اس کا نام انوپ کوف ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھے ادھر پہنچاؤ گے تو میں تمہیں ادھر عدنان تک پہنچا دوں گا۔''

''اچھا تو تم میرے ذریعے میرے خاندان تک پہنچنا چاہتے ہو؟''

''تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ سب تمہارے سوتیلے ہیں، تمہارے دشمن ہیں۔''

''بے شک میں اعتراض نہیں کروں گا۔ تم مجھے عدنان کے پاس پہنچاؤ۔''

''نہیں پہلے تم مجھے انوپ کوف تک پہنچاؤ پھر میں عدنان کے پاس پہنچاؤں گا۔''

''میں کیسے یقین کروں کہ تم بعد میں میرے کام آؤ گے؟''

''یقین تو کرنا ہی ہو گا۔ میں خود بھی اس بچے کو ہلاک کر سکتا ہوں لیکن احتیاطاً یہ چاہتا ہوں کہ دوسری طرف سے تم حملہ کرو تا کہ ایک ناکام رہے تو دوسرے کو کامیابی ہو۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے، مجھے انوپ کوف تک نہیں پہنچاؤ گے تو میں تنہا کوشش کروں گا۔ کامیاب ہو گیا تو اچھی بات ہے۔ ناکام ہو گیا تو وہ بچہ زندہ رہے گا اور ہم دونوں کے لیے مصیبت بنا رہے گا۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ''تم میرے متعلق بہت کچھ جان گئے ہو۔ کچھ اپنے بارے میں بھی تو بتاؤ۔ مجھے بھی تو کچھ معلوم ہونا چاہیے۔''

''ایک دوسرے کو جاننا اتنا ضروری نہیں ہے، جتنا کہ وہ

بچہ ضروری ہے۔ ہمارا مسئلہ وہ بچہ ہے۔ اس کی بات کرو۔"
"کیا وہ بچہ ابھی تک روم میں ہے؟"
"تم میری شرط پوری کیے بغیر یہ سوال کر رہے ہو۔ سوری...... میں کوئی جواب نہیں دوں گا۔"

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اپنے اطراف کئی دشمنوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک نیا اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا تھا۔ اگر وہ اس سے دوستی اور سمجھوتا نہ کرتا تو ایک دشمن کا مزید اضافہ ہو جاتا۔ سمجھوتا کرنے سے فائدہ ہوتا۔ ایک دشمن کم ہو جاتا۔ وہ بچہ سب سے زیادہ اہم دشمن تھا۔ سب سے بڑی مصیبت تھا۔ سب سے پہلے اس مصیبت کو دور کرنا ضروری تھا۔

اس نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں تمہیں اپنے سوتیلے بھائی الوپ کوف کی آواز اور لب ولہجہ سنا رہا ہوں۔ تم اسے ذہن میں نقش کرو اور اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ الوپ کوف کی آواز و لہجہ بنا کر بولنے لگا۔ دو چار بار بولتا رہا پھر خاموش ہو گیا۔ مہادھابی نے کہا "میں! اس آواز اور لہجے کو اپنے ذہن میں نقش کر رہا ہوں۔ اگر ناکام ہوا تو پھر تمہیں مخاطب کروں گا۔ کامیاب ہوا تو دس منٹ کے بعد پھر تمہارے اس آلہ کار کے اندر آؤں گا اور تمہیں عدنان کے پاس پہنچا دوں گا۔"

اس نے الوپ کوف کے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ پہلی ہی پرواز میں کامیاب رہا۔ فوراً ہی اس بیمار کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ اس کے مختصر سے خیالات پڑھنے لگا۔ الوپ کوف نے چیخ کر آواز دی۔ "ماما! پھر کوئی میرے اندر آیا ہے۔"

ارنا کوف نے اپنے بیٹے کے اندر آ کر پوچھا "کون ہو تم......؟ کیا ولاڈی میر ہو؟"
"نہیں...... میں تم سب کے لیے اجنبی ہوں۔"
اس نے پوچھا "میرے بیٹے کے پاس کیوں آئے ہو؟"
"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔ دنیا میں جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں، میں ان کا سراغ لگاتا رہتا ہوں۔ ان کے اندر پہنچنے کی اور ان سے دوستی کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ تم سے بھی دوستی کروں گا۔ فی الحال مصروف ہوں، ڈیڑھ گھنٹے یا دو گھنٹے بعد مجھے فرصت ملے گی۔ تو میں ضرور تمہارے پاس آؤں گا۔ فی الحال گڈ بائے......"

وہ دس منٹ بعد ولاڈی میر کے آلہ کار کے اندر آیا۔ وہاں وہ انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کہا "ولاڈی میر! تم نے میرا کام کیا ہے شکریہ...... اب میں ضرور تمہیں عدنان کے پاس پہنچاؤں گا۔ اس وقت سونیا طیارے میں ایک شخص اور تین بچوں کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔"
"وہ شخص کون ہے؟"
"وہ سونیا کا ڈمی شوہر ہے اور ان تین بچوں میں سے دو بچے بھی ڈمی ہیں۔ سونیا نے یہ ایک نئی فیملی بنائی ہے۔ وہ اس شخص کی بیوی اور ان تین بچوں کی ماں بن کر روم سے نکلی ہے۔ تمہارے تمام آلہ کار دھوکا کھا چکے ہیں۔ وہ ایک طیارے میں سفر کرتی ہوئی چالیس منٹ کے بعد پیرس ائرپورٹ میں پہنچنے والی ہے۔"
"مجھے سونیا کے اس ڈمی شوہر کے اندر پہنچاؤ۔"

مہادھابی اتنا احمق نہیں تھا کہ اسے اپنے آلہ کار جیکب کے اندر پہنچا دیتا۔ اس نے بات بنائی "میں نہ اس کے اندر جا سکتا ہوں اور نہ تمہیں پہنچا سکتا ہوں۔ اس کے دماغ کو لاک کیا گیا ہے۔ البتہ عدنان کے علاوہ جو دو بچے ہیں۔ ان کے دماغوں کو لاک نہیں کیا گیا ہے۔ صرف یہ ذہن میں نقش کیا گیا ہے کہ سونیا ان کی ماں ہے اور وہ شخص ان کا باپ ہے۔ ان میں سے ایک بچی کا نام پومی ہے۔ میں اس کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کر رہا ہوں۔ تم اسے ذہن نشین کرو۔"

وہ ایک تین برس کی بچی پومی کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کرنے لگا۔ ولاڈی میر توجہ سے اس لب و لہجے کو سننے لگا۔ پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تو فوراً ہی پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کے ذریعہ سونیا، عدنان اور اس شخص کو دیکھنے لگا۔

وہ کسی حد تک مطمئن ہو کر اپنے آلہ کار کے پاس آیا اور بولا "میرے اجنبی دوست! کیا تم اس کے اندر موجود ہو؟"
مہادھابی نے کہا "ہاں...... تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ بولو۔ کیا تم اس بچی کے اندر پہنچ گئے تھے؟"
"ہاں...... پہنچ گیا ہوں۔ اس کے ذریعے اور بچوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک عدنان ہو گا مگر میں کیسے یقین کر لوں کہ اس طیارے میں عدنان اور سونیا موجود ہیں؟ ہو سکتا ہے یہ بچہ عدنان نہ ہو۔"
"یہ معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔ میں بھی پومی کے دماغ میں ہوں۔ ہاں...... ایک طریقہ ہے۔ تم عدنان کی آواز سنو اور اس کے دماغ میں جاؤ۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی ایک سوچ پڑھنے کو ملتی ہے۔ تم اس کا کوئی ایک خیال پڑھ کر یقین کر سکتے ہو کہ میں نے تمہیں صحیح جگہ پہنچایا ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں جا رہا ہوں۔ تم پانچ منٹ بعد پھر اسی آلہ کار کے پاس آؤ۔"

وہ ایک بار پھر پومی کے اندر پہنچ گیا اور اس کے ذریعہ عدنان کی آواز سننے لگا۔ وہ سونیا سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ سن کر ہی یقین ہو گیا کہ وہی عدنان ہے کیونکہ پہلے وہ بھی کئی بار اس کے اندر جا چکا تھا پھر بھی اس نے عدنان کے خیالات پڑھنے چاہے مگر پڑھ نہ سکا۔ اس کے اندر خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔

وہ پانچ منٹ بعد پھر اپنے آلہ کار کے اندر آیا۔ وہاں مہادھابی موجود تھا۔ اس نے کہا "تم نے مجھے بالکل صحیح جگہ پہنچایا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں عدنان اور سونیا کے قریب پہنچ گیا ہوں۔ میرے اجنبی دوست! تم کون ہو؟ کیا ہم ہمیشہ کے لیے دوست نہیں بن سکتے؟ اسی طرح ایک دوسرے کے کام نہیں آ سکتے؟"
"ضرور دوست بن سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ فی الحال اسے ٹھکانے لگانے کی بات کرو۔ میں تو چاہتا ہوں، پیرس پہنچنے سے پہلے اسے طیارے میں ہی ختم کر دیا جائے۔"
"کیا تم اسے پیرس کے ائرپورٹ میں ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ وہاں وقت بہت کم ہو گا۔ اگر ناکام ہوئے تو سونیا اسے بابا صاحب کے ادارے میں لے جائے گی پھر ہم وہاں کچھ نہیں کر پائیں گے۔"

ولاڈی میر نے کہا "بات اصل میں یہ ہے کہ میں عدنان کو اغوا کرنا چاہتا ہوں۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔"
"یہ کیا بات ہوئی؟ اگر تم نے اسے یہاں ہلاک نہ کیا تو کیا اغوا کرنے کے بعد کر سکو گے؟ اور کیا اسے اغوا کرنا اتنا آسان ہے؟"
"تم میری مجبوری نہیں سمجھ رہے ہو۔"
"تمہاری مجبوری گئی جہنم میں...... اگر یہ بچہ ابھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ تم نہیں جانتے، بابا صاحب کا ادارہ ایک فولادی قلعہ ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا شاطر دشمن بھی آج تک اس قلعے کے اندر قدم نہیں رکھ سکا پھر ہماری کیا حیثیت ہے؟"
"تم اپنے طور پر درست کہہ رہے ہو لیکن تمہیں میری مجبوریوں کو سمجھنا چاہیے۔ نہیں سمجھو گے تو ہمارے درمیان بات نہیں بنے گی۔"
"تمہاری کیا مجبوری ہے؟ جلدی بولو۔"
"میرے پراسرار علوم نے مجھے بتایا ہے کہ اس بچے کو میں ہی اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دوں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکا تو میرے مقدر میں تباہی و بربادی ہی رہے گی اور میں ہمیشہ زوال کی طرف جاتا رہوں گا۔"
"میں پراسرار علوم کو نہیں مانتا...... دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ یہ میں جانتا ہوں، دو اور دو پانچ یا تین کبھی نہیں ہوتے۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے، ہم تدبیر کریں گے اور اس پر کامیابی سے عمل کریں گے تو ضرور اسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"
"نہیں مسٹر! تم مجھ سے دوستی کرنے آئے ہو۔ تو میری بات مان لو۔ میرے پراسرار علوم کبھی جھوٹ یا غلط نہیں کہتے۔ میرے ساتھ یہ سمجھوتا کرو کہ تم عدنان کو یہاں ہلاک نہیں کرو گے۔ بلکہ پیرس ائرپورٹ سے اسے اغوا کرنے کے سلسلے میں میری مدد کرو گے۔"
"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو؟ جب میں اس بچے کو ہلاک کر سکتا ہوں تو پھر کیوں نہ کروں؟ کیا صرف اس لیے اس سنہری موقع کو ہاتھ سے جانے دوں کہ تم اسے اغوا کرنا چاہتے ہو؟"
"تم دوست بن کر میری بہتری اور سلامتی کی خاطر ایسا کر سکتے ہو۔ مجھ پر بھروسا کرو۔ اسے پیرس ائرپورٹ سے اغوا کر کے اسی شہر کے کسی خفیہ اڈے میں لے جایا جائے گا۔ اسے قید کر کے رکھا جائے گا پھر میں وہاں پہنچ کر اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دوں گا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ میں کسی آلہ کار کے ذریعے اسے ہلاک نہیں کرا سکتا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دباؤں گا یا کسی ہتھیار کے ذریعہ اسے ختم کر دوں گا۔"
"ٹھیک ہے...... میں تمہارے ساتھ تعاون کروں۔ یہ چاہوں گا کہ تم اسے اغوا کر کے کہیں لے جاؤ لیکن اس دوران میں مجھے موقع ملے گا تو میں اسے ہلاک ضرور کر دوں گا۔"
"یہی تمہاری غلطی ہو گی۔ کیونکہ اسے ہلاک کرنے کے سلسلے میں تم ناکام رہے تو سونیا ہوشیار ہو جائے گی پھر ہم اپنا کوئی داؤ استعمال نہیں کر سکیں گے۔"
"سوری مسٹر ولاڈی میر! میں ایک حد تک تم سے تعاون کروں گا۔ میں کہہ چکا ہوں، مجھے موقع ملے گا تو میں اسے ہلاک کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔"
"اور میں بھی تم سے سوری کہتا ہوں۔ اگر تم اسے ہلاک کرنا چاہو گے تو میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اسے تمہارے حملے سے بچاؤں گا۔ وہ محفوظ رہے گا۔ تب ہی میں اسے اغوا کرا سکوں گا۔"

''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دوست بنتے بنتے ایک دوسرے کے مخالف بنتے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے تعاون بھی کرنا چاہتے ہیں اور مخالفت بھی کر رہے ہیں۔ یہ بات ہم دونوں کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ وہ بابا صاحب کے فولادی قلعے میں پہنچ کر محفوظ ہو جائے گا۔''

ان دونوں کی بحث جاری تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ مہادھابی نے گھڑی دیکھی۔ طیارے کے پیرس پہنچنے میں صرف آدھا گھنٹا رہ گیا تھا۔ اس آدھے گھنٹے میں ولاڈی میر کو کسی بھی طرح عدنان کی حفاظت کرنی تھی۔ اسے اغوا کر کے کہیں لے جانا تھا اور اسی آدھے گھنٹے میں مہادھابی کو بھی اپنا کام کر گزرنا تھا۔ اس مختصر سے عرصہ میں اگر وہ عدنان کو ہلاک نہ کرتا تو پھر وہ بچہ اس کے ہاتھ نہ آتا۔

ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور مہادھابی دونوں دوست بنتے بنتے ایک دوسرے کے مخالف بن گئے تھے۔ ایک عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ دوسرا بچانا چاہتا تھا۔ قدرت کے عجیب تماشے ہوتے ہیں۔ جب حالات مجبور کرتے ہیں۔ قدرت اپنا تماشا دکھاتی ہے تو جان لینے والے بھی جان بچانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ کون اسے مارتا ہے اور کون اسے بچاتا ہے؟

☆☆☆

جب سے انیتا ممبئی گئی تھی۔ تب سے چنڈال اندیشوں میں مبتلا رہا تھا۔ اسے فرمان کی طرف سے اندیشہ تھا۔ وہ بھی ممبئی میں تھا اور اس کا انیتا سے کہیں نہ کہیں سامنا ہو سکتا تھا۔ اگرچہ انیتا کا جسم اور چہرہ بدل چکا تھا۔ وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا پھر بھی چنڈال کے دل کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ فرمان اس کی بیٹی کو پھر کہیں لے جائے گا۔ اسے باپ سے دور کر دے گا۔

اس کا یہ اندیشہ اس حد تک درست تھا کہ بیٹی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ وہ تقدیر کا کھیل نہیں جانتا تھا کہ بیٹی کس طرح ہاتھ سے نکلے گی؟ وہ تو ابتدا سے ہی فرمان کو اپنا دشمن سمجھتا رہا تھا۔ اس لیے صرف اس کے متعلق سوچتا رہا تھا لیکن دشمن کوئی اور نکلا۔ تنویمی عمل کا ماہر، منشیات اور ہیروئن کا اسمگلر کالیا اسرانی اس کی بیٹی کو لے اڑا تھا۔

چنڈال کی تمام تر توجہ اپنے معمول اور تابعدار ٹونی جے پر تھی۔ وہ ایک ہندو بزنس مین مہادیو بھاٹیا بن کر وہاں آیا تھا۔ چنڈال کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے کے اندر پہنچ سکتا ہے۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے اس پر شبہ کر سکتے ہیں۔ معاملات بگڑ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ اس کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ٹونی جے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچا تھا۔ وہ بخیریت امریکا سے دہلی پہنچ گیا تھا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ انیتا ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ٹونی جے کو اپنے حسن و شباب کے جال میں جکڑ لے۔ اسے اپنا دیوانہ بنا کر رکھے۔ تاکہ وہ ایک طرف سے بیٹی کا دیوانہ رہے اور دوسری طرف باپ کا معمول اور تابعدار بن کر رہے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ بے ہوش تھی اور ان کا خیال تھا کہ ایک آدھ گھنٹے میں اسے ہوش آئے گا تو چنڈال اس کے دماغ میں پہنچ سکے گا لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی وہ اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے۔ جب بھی چنڈال نے خیال خوانی کی پرواز کی تو سوچ کی لہریں بھٹکتی ہوئی واپس آ گئیں۔

چنڈال جوگیا پریشان ہو گیا تھا اور حیران ہو رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ ٹونی جے کی سمجھ میں بھی بات نہیں آئی۔

وہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ کالیا اسرانی نے اپنے عمل کے ذریعے ثمر سلطانہ کو انیتا پر حاوی کر دیا ہے۔ ثمر سلطانہ کی آواز اور لب و لہجہ انیتا پر حاوی ہو گیا ہے اور انیتا کا لب و لہجہ تقریباً مٹ چکا ہے۔

چنڈال نے تھک ہار کر ٹونی جے سے کہا ''ہم اسے خیال خوانی کے ذریعے تلاش کرتے رہیں گے۔ تم کسی بھی پہلی فلائٹ سے دہلی چلے آؤ۔ یہاں تمہارے پرسنل سیکریٹری نے تمہاری رہائش کا انتظام کیا ہے۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم اس کے خیالات پڑھ کر بہت کچھ معلوم کر لو گے کہ اب تمہیں دہلی میں کس طرح رہنا چاہیے؟ اور وہ پرسنل سیکریٹری کس طرح تمہارے کام آتا رہے گا؟

اس نے ٹونی جے کی آمد سے پہلے ایک نہایت ہی قابل شخص کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ مہادیو بھاٹیا کا پرسنل سیکریٹری بن کر دہلی میں رہے گا اور اس کے لیے تمام اہم کام کرتا رہے گا۔ اس کے تنویمی عمل کے مطابق اس پرسنل سیکریٹری نے ٹونی جے عرف مہادیو بھاٹیا کے لیے دہلی میں ایک نہایت شاندار بنگلا خریدا تھا۔ چنڈال ضرورت کے مطابق بڑی بڑی رقمیں پرسنل سیکریٹری تک پہنچا دیا کرتا تھا۔

اس پرسنل سیکریٹری نے مہادیو بھاٹیا کے حق میں سرکاری اجازت نامہ حاصل کیا تھا کہ وہ امریکا سے آ کر یہاں کاروبار شروع کرے گا۔ اس نے نئے کاروبار کے سلسلے میں تمام اہم کاغذات حاصل کر لیے تھے۔ لب و لہجے اور ریکارڈ کے مطابق وہ بالکل ہندو تھا اور امریکا سے جو کاغذات لے کر آیا تھا اس کے مطابق اس کے باپ دادا، پردادا سب ہی ہندو تھے۔ باپ امریکا آ گیا تھا۔ وہاں وہ کاروبار کرتا رہا تھا۔ وہیں مہادیو بھاٹیا پیدا ہوا تھا اور اب جوان ہونے کے بعد واپس اپنے دیس ہندوستان آیا ہے۔ اب وہیں کاروبار کرنے والا ہے۔

انیتا کے سلسلے میں چنڈال کا شبہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے پر بھی تھا جو بندیا کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور دہ میں تھا۔ وہ مجھ پر شبہ کرنے کے باوجود اب تک اس بات کی تصدیق نہیں کر سکا تھا کہ بندیا کے پیچھے فرہاد علی تیمور ہی ہے۔

انیتا کے گم ہو جانے کے بعد چنڈال یہ سوچ رہا تھا کہ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا بندیا کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اس نے اس کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا ہے کہ آتما شکتی کے ذریعے جس طرح بندیا کا جسم تبدیل ہو چکا ہے۔ اسی طرح چنڈال نے انیتا کے جسم کو بھی تبدیل کیا ہوگا۔

اس کا خیال تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے جب پہلی بار اس کے بیٹے ہنس راج کو ٹریپ کیا تھا اور اس پر تنویمی عمل کیا تھا تب ہی اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس کی ایک بہن انیتا ممبئی میں فرمان کے ساتھ ہے۔

اس نے یہ بھی معلوم کیا ہوگا کہ چنڈال فرمان سے دشمنی کر رہا ہے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے فرمان سے دوستی کر لی ہو۔ اس طرح وہ معلوم کر چکا ہوگا کہ انیتا کی زندگی بھی مختصر تھی۔ اس لیے وہ اچانک ہی مر گئی ہے۔

اور اگر اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے فرمان کی دوستی ہے تو پھر اس نے فرمان کے ذریعے یہ معلوم کیا ہوگا کہ چنڈال نے ہی اپنی بیٹی کو مار ڈالا تھا اور پھر اسے نئی زندگی بھی دی ہے۔

چنڈال جوگیا بڑی الجھی ہوئی باتیں سوچ رہا تھا۔ خیالات کو دور دور تک دوڑاتے ہوئے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ انیتا کو کس نے غائب کیا ہے؟

ٹونی جے رات کی فلائٹ سے دہلی پہنچنے والا تھا۔ اس کے آنے سے پہلے ان چار آرمی افسران کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ادھر کچھ کرنے سے پہلے ادھر انیتا کے معاملے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

اس کا آلۂ کار اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا اور اس کے حکم کا منتظر تھا۔ وہ اسے جب بھی واردات کرنے کے لیے کہتا تو وہ ان چار آرمی افسران کے لیے موت بن جاتا۔

میں اس کے آس پاس اپنے آلۂ کاروں کے ذریعہ موجود تھا۔ ایک تو چنڈال نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ دوسرا یہ کہ اسے تاکید کی تھی کہ وہ کبھی شراب نہیں پیے گا۔ نشے کی کسی چیز کو بھی ہاتھ نہیں لگائے گا اور وہ اس پر عمل کر رہا تھا۔

میرے لیے مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ میں دور ہی دور سے دوسرے آلۂ کاروں کے ذریعہ اس کی نگرانی کر رہا تھا لیکن اس کے اندر پہنچ کر یہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ چنڈال جوگیا کیا کرتا پھر رہا ہے؟ اگر میں اپنے کسی آلۂ کار کے ذریعہ اسے زخمی کراتا یا اعصابی کمزوری میں مبتلا کرتا تو چنڈال کو پتا چل جاتا۔ میں نے سوچا کہ خود وہاں جا کر دیکھنا چاہیے۔ اس کے قریب رہ کر ایک ذرا سا بھی موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھا کر اس کے دماغ میں جگہ بنانا چاہیے۔

میں اسی دن ایک فلائٹ سے شملہ پہنچ گیا۔ وہ شملہ کے قریب ہی منالی کے ایک ہوٹل میں تھا۔ میں نے بھی اسی ہوٹل میں ایک کمرا کرائے پر حاصل کر لیا۔ مجھے وہاں رہ کر وقت ضائع نہیں کرنا تھا۔ میں نے سوچا آدھی رات کے بعد دو بجے یا تین بجے سب ہی گہری نیند میں ہوتے ہیں۔ چنڈال بھی خیال خوانی سے تھک کر سو جاتا ہوگا۔ مجھے ایسے ہی وقت اندرا کوٹھانی کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے۔

میرا ارادہ تھا کہ رات کے پچھلے پہر اندرا کے کمرے میں جا کر اسے اپنے قابو میں کروں گا لیکن جو سوچا تھا وہ نہ ہو سکا۔ وہ کم بخت ساری رات کے لیے کسی حسینہ کے ساتھ کہیں چلا گیا تھا۔ میں رات کے تین بجے تک انتظار کرتا رہا پھر سو گیا۔

دوسری صبح میں نو بجے تک سوتا رہا۔ جب آنکھ کھلی تو خیال خوانی کے ذریعہ ہوٹل کی کاؤنٹر گرل کے اندر پہنچا۔ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا کہ اندرا کوٹھانی کے کمرے کی چابی کی بورڈ پر ہے یا وہ کمرے میں آ چکا ہے؟

اس کی سوچ نے بتایا کہ چابی کی بورڈ پر ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ابھی واپس نہیں آیا ہے۔

میں پھر آرام سے سو گیا۔ دو گھنٹے بعد آنکھ کھلی تو میں نے پھر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا وہ کم بخت اب تک نہیں آیا تھا۔ میں جتنی جلدی اسے ٹریپ کر لینا چاہتا تھا وہ اتنی ہی دیر کر رہا تھا۔ پتا نہیں کہاں مر گیا تھا؟

جب ایک بجے آنکھ کھلی اور میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ ہوٹل کے کاؤنٹر پر پہنچا ہوا ہے اور اپنے کمرے کی چابی لے رہا ہے۔ میں فوراً ہی بستر سے اتر کر آئینے میں اپنا حلیہ درست کرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا اور اس کے کمرے کی طرف

جانے لگا۔ اس وقت تک وہ لفٹ کے ذریعہ اوپر آ چکا تھا اور اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

میں بھی اس کے پیچھے چلتا گیا۔ جب وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا تو میں نے اسے ایک زور کی لات ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر جا گرا۔ میں نے کمرے کے اندر آ کر دروازے کو بند کر دیا۔

کبھی کبھی ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنا پڑتا ہے۔ وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے پہلے ہی اس کا گھی نکالنا شروع کر دیا۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اب تک نہ جانے کتنے قتل کر چکا تھا۔ وہ ایک خطرناک قاتل ضرور تھا مگر ایک اچھا فائٹر نہیں تھا۔ میرے دو ہاتھ کھاتے ہی کمرے سے بھاگنے کے بارے میں سوچنے لگا۔

میں نے اس کی گردن کو اپنے ایک بازو میں دبوچ لیا۔ اتنی زور سے دبوچا کہ اس کا سانس لینا دوبھر ہو گیا۔ ایسے میں میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کیا لیکن سانس روک کر مجھے بھگا نہ سکا۔ کیونکہ اس کا دم پہلے گھٹ رہا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

میں نے اس کے اندر پہنچتے ہی ہلکا سا زلزلہ پیدا کیا پھر اسے چھوڑ دیا۔ وہ چیخیں مار کر فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ میں اس کے اندر رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس وقت چنڈال جوگیا وہاں موجود ہے یا نہیں......؟''

وہاں اس کی موجودگی کے آثار نہیں مل رہے تھے۔ عین ممکن تھا کہ وہ خاموش تماشائی بن کر دیکھ رہا ہو اور سمجھنا چاہتا ہو کہ میں کون ہوں؟ اور اس پر حملہ کرنے کے بعد اب کیا کرنے والا ہوں؟

ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میں اس پر تنویمی عمل کرتا تو وہ اس کے اندر چھپا رہتا اور میرے عمل کو ناکام بنا دیتا۔ وہ اندرا کوٹھانی کے اندر رہ کر بہت کچھ کر سکتا تھا۔

لیکن وہ کچھ کرنے کے لیے وہاں موجود نہیں تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب انیتا ائر پورٹ سے اغوا ہوئی تھی۔ وہ اور ٹونی جے پریشان ہو گئے تھے۔ اسے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ چنڈال کئی گھنٹوں تک اندرا کوٹھانی کی طرف توجہ نہ دے سکا تھا۔

میں نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا، اس کے دماغ میں ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے کو نقش کیا اور اسے حکم دیا کہ میں جب بھی اس مخصوص لہجے کے ساتھ اس کے اندر آؤں تو وہ مجھے محسوس نہ کرے۔ پہلے کی طرح چنڈال کا معمول اور تابعدار بن کر رہے لیکن جب میں مخصوص لہجے میں اسے کوئی حکم دوں تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرے۔

میں نے اس پر عمل کرنے کے بعد اس سے کہا کہ وہ تنویمی نیند پوری کرنے کے بعد یہ بھول جائے کہ اس کی [illegible] ہوئی تھی اور اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ پہلے کی طرح نارمل رہا کرے گا۔

وہ تنویمی نیند سو گیا۔ میں عمل کرنے کے دوران میں اور اس کی نیند کے دوران میں بار بار اس کے اندر جاتا رہا اور دیکھتا رہا کہ چنڈال اس کے پاس آ رہا ہے یا نہیں......؟''

جب وہ ایک گھنٹے بعد بیدار ہوا تب میں نے پھر اس کے اندر پہنچ کر معلوم کیا۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا اور پہلے کی طرح نارمل تھا۔ سوچ رہا تھا، ساری رات جاگتا رہا ہے پھر کیوں ایک گھنٹے بعد بیدار ہو گیا ہے؟ اسے مزید سونا چاہیے۔ لہٰذا وہ پھر بستر پر لیٹ گیا۔

اس بات کا اطمینان ہوا کہ پچھلے دو گھنٹوں سے چنڈال اس کے اندر نہیں آیا ہے۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ میرا تنویمی عمل کامیاب رہا تھا اور چنڈال نے چھپ کر میرے عمل کو بے اثر نہیں بنایا ہے۔

وہ خیال خوانی کے ذریعہ ٹونی جے کے ساتھ مصروف تھا۔ ٹونی جے دہلی پہنچ گیا تھا۔ اپنے بنگلے میں آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور پرسنل سیکریٹری کے خیالات پڑھنے لگا......''وہ پرسنل سیکریٹری اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف تھا۔ چنڈال نے کہا ''مسلسل اس کے خیالات پڑھتے رہو گے تو کافی وقت لگے گا۔ اپنی اہم مصروفیات سے وقت ملا کرے تو اس کے خیالات پڑھ لیا کرو۔ اب ہمیں ان چار آرمی افسران کی طرف دھیان دینا چاہیے۔''

ٹونی جے نے کہا ''مسٹر چنڈال! مجھے ایک بات کھٹک رہی ہے۔''

''کون سی بات۔''

''کل ائر پورٹ میں انیتا نے میرا استقبال کیا تھا۔ ہم تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ انیتا کو جس نے بھی اغوا کیا ہے۔ اس نے اس کے ساتھ مجھے بھی دیکھا ہے۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔ انیتا کے ممبئی پہنچتے ہی کوئی دشمن اس کی تاک میں لگا ہوا تھا۔ کسی نے اچانک اسے اغوا نہیں کیا ہے۔ اچھی خاصی پلاننگ کے بعد ہی کوئی اسے کہیں لے گیا ہے۔''

''اگر وہ تمہارا دشمن ہے تو پھر وہ میرے متعلق بھی سوچتا ہو گا کہ میں کون ہوں؟ اور انیتا کیوں مجھ سے ملنے آئی تھی؟

وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہو گا؟ یا میری نگرانی کر رہا ہو گا؟''

چنڈال سوچ میں پڑ گیا۔ ٹونی جے نے کہا ''کئی گھنٹے گزرنے کے بعد بھی ہم انیتا کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے جس نے بھی اغوا کیا ہے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔''

وہ ایک ذرا توقف سے بولا ''سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ تنویمی عمل جانتا ہے تو کیا ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے۔''

چنڈال نے قائل ہو کر کہا ''یقیناً جانتا ہو گا۔ ایک عام سا شخص ہم سے دشمنی کر کے زیادہ دیر تک صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے کے باعث ہماری گرفت میں نہیں آ رہا ہے۔''

''تم صرف اپنی بیٹی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ اس طرف دھیان نہیں ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والا مجھے نظر انداز نہیں کرے گا۔ اس نے انیتا پر تنویمی عمل کرنے کے دوران میں یہ معلوم کیا ہو گا کہ میں کون ہوں اور امریکا سے کیوں آیا ہوں؟ تم میری ذات میں دلچسپی لے رہے ہو تو اس دلچسپی کے پیچھے کون سے مقاصد چھپے ہوئے ہیں؟''

وہ پریشان ہو کر بولا ''میں نے تو اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا کہ انیتا کو جس نے بھی اغوا کیا ہے۔ وہ تمہاری ذات میں بھی دلچسپی لے رہا ہو گا اور تمہارے بارے میں انیتا کے ذریعہ یہ معلوم کر چکا ہو گا کہ میں تمہاری ذات میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ صرف میں ہی نہیں میری بیٹی بھی تم میں دلچسپی لے رہی تھی۔ یہ سب کچھ معلوم کرنے کے بعد وہ تمہارے بارے میں دور تک معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔''

وہ دونوں اندیشوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جبکہ ایسا کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ کالیا اسرانی نہ تو ٹیلی پیتھی جانتا تھا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا تھا۔ وہ ایک اسمگلر تھا اور اپنے حال میں مست رہتا تھا۔

چنڈال نے کہا ''کل تم امریکا سے ممبئی پہنچے۔ وہاں سے یہاں دہلی آئے۔ اب تک بیس گھنٹے گزر چکے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن نہ تو تمہارے دماغ میں آ رہا ہے اور نہ ہی ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ ہماری نگرانی کر رہا ہے۔''

''مسٹر چنڈال! اگر وہ اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ ہماری نگرانی کر رہا ہو گا تو ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟ ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں آج اور کل دن رات اس شہر میں گھومتا پھرتا رہوں گا۔ لوگوں سے ملتا رہوں گا، کاروباری معاملات میں دلچسپی لیتا رہوں گا۔ اس دوران میں دیکھا جائے گا کہ وہ دشمن میرے کتنے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے؟''

''پھر تو بہت دیر ہو جائے گی۔ میں ان چار افسران سے جلد از جلد نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اب مزید قیدی بن کر زندگی نہیں گزارنا چاہتا۔''

''میں خود یہی چاہتا ہوں کہ تمہیں جلد سے جلد رہائی مل جائے۔ میں یہاں کاروباری معاملات میں مصروف رہنے کے دوران میں زیادہ توجہ تمہاری طرف دوں گا۔ تم مجھ سے جو کام لینا چاہو گے، میں وہ کرتا رہوں گا۔ یہ بتاؤ۔ اب کیا کرنا چاہتے ہو؟''

وہ بولا ''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے ایک شخص کو آلہ کار بنایا ہے۔ وہ بہت ہی خطرناک قاتل ہے۔ اس کا نام اندرا کوٹھانی ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ، میں تمہیں اس کے اندر لے چلتا ہوں۔''

وہ چنڈال کے اندر آیا پھر وہ دونوں اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچ گئے۔ میں نے اس پر تقریباً دن کے ایک بجے تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ دو بجے تک سوتا رہا تھا۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ دوبارہ سو گیا تھا اور اب تک سو رہا تھا۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ چنڈال نے ٹونی جے سے کہا ''تم اس کے اندر پہنچ چکے ہو۔ اب اس کے حالات پڑھتے رہو، میں بھی آتا ہوں۔''

وہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اس کے نکلتے ہی اندرا کوٹھانی نیند سے چونک گیا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہا تھا۔ چنڈال کے تنویمی عمل کے مطابق اس کا دماغ پرائی سوچ کی لہروں کو فوراً ہی محسوس کر لیتا تھا لہٰذا وہ محسوس کرتے ہی نیند سے بیدار ہو گیا۔

ٹونی جے نے چنڈال کے پاس آ کر کہا ''تمہارے جاتے ہی وہ نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔ اس نے سانس روک کر میری سوچ کی لہروں کو بھگا دیا ہے۔''

چنڈال نے مسکرا کر کہا ''ہاں...... میں بھول گیا تھا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر نہیں آنے دیتا ہے۔ بہرحال اس طرح میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمارا کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی تک اندار کوٹھانی پر نہ تو شبہ کر رہا ہے اور نہ اسے ٹریپ کر رہا ہے۔''

اس نے کوٹھانی کے پاس آ کر کہا ''میں چنڈال جوگیا بول رہا ہوں......''

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر بولا ''اب سے کچھ دیر پہلے میں نے کسی کی سوچ کی لہروں میں محسوس کیا

تھا۔"

"ہاں...... وہ میرا ایک ساتھی ہے۔ میں اس سے تمہارا تعارف کراؤں گا۔ تم اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کرلو۔ جب وہ آئے تو اسے آنے سے نہ روکنا اور اس کا حکم ایسے ہی مانتے رہنا، جیسا کہ میرا حکم مانتے ہو۔"

ٹونی جے نے کہا "ہیلو...... مسٹر اندرا کوٹھانی! میں مہادیو بھاٹیا بول رہا ہوں۔ آج سے تم میرے احکامات کی بھی تعمیل کرتے رہو گے۔ میری آواز اور میرے لہجے کو اچھی طرح یاد کرلو۔ آئندہ میں دن رات تمہارے پاس آیا کروں گا اور جو حکم دیتا رہوں گا۔ تم اس پر عمل کرتے رہو گے۔"

چنڈال نے کہا "ابھی تم مزید اپنی نیند پوری کرو۔ آج رات تمہیں جاگنا ہے۔ رات کو کسی وقت بھی ہم تمہیں جہاں پہنچنے کا حکم دیں۔ وہاں اپنے ہتھیاروں کے ساتھ پہنچ جانا ہے۔ ایک شخص کا مرڈر کرنا ہے۔"

اس نے پوچھا "کون ہے وہ شخص......؟ کیا وہ اسی شہر میں ہے؟"

"نہیں...... تم ابھی سو جاؤ۔ جب سو کر اٹھو گے تو تمہیں بتایا جائے گا کہ کہاں جانا ہے، اور کیا کرنا ہے؟ رات آٹھ بجے تک آرام کرتے رہو اور اپنی تھکن دور کرتے رہو۔ ابھی ہم جا رہے ہیں۔"

وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے آئے۔ ٹونی جے نے پوچھا "وہ چاروں افسران کہاں رہتے ہیں؟ اب مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

چنڈال نے کہا "شملہ کے قریب ایک شہر ہے۔ جس کا نام منالی ہے۔ یہاں ایک بنگلے میں مجھے قید کیا گیا ہے۔ دو آرمی افسران صبح سے شام تک میری نگرانی کرنے کے لیے اس بنگلے میں رہتے ہیں۔ شام کو وہ دونوں چلے جاتے ہیں پھر ان کی جگہ دوسرے افسران چلے آتے ہیں۔ اس طرح یہ چاروں افسران دن رات میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

ٹونی جے نے پوچھا "جب دو افسران تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ تب دوسرے دو افسران کہاں جاتے ہیں؟ ان کا قیام کہاں ہے؟"

"یہ اپنی ہر بات مجھ سے چھپاتے ہیں اور بہت محتاط رہتے ہیں لیکن میں نے بڑی مشکلوں سے کسی کو آلہ کار بنا کر ان دو افسران کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کرلیا ہے۔ انہوں نے ڈل ہوزی میں ایک بنگلا کرائے پر لے رکھا ہے۔"

"تم نے اندرا کوٹھانی کو رات آٹھ بجے تک سونے کا حکم دیا ہے۔ وہ آٹھ بجے کے بعد ڈل ہوزی جائے گا تو کتنی رات کو وہاں پہنچے گا؟"

"وہ ڈھائی یا تین گھنٹے میں پہنچ جائے گا۔ اگر آدھی رات کو بھی پہنچے گا تو باقی آدھی رات واردات کے لیے کافی ہو گی۔"

"بات صرف واردات کی نہیں ہے۔ واردات کرنے سے پہلے دیکھنا پڑتا ہے کہ شکار کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ کہیں اس کا پروگرام تبدیل تو نہیں ہو رہا ہے؟ اس قسم کی معلومات حاصل کرنے کے لیے کوٹھانی کو بہت پہلے سے وہاں پہنچنا چاہیے۔"

چنڈال نے قائل ہو کر کہا "ہاں...... بعض اوقات ہم سوچتے کچھ ہیں اور ہوتا کچھ ہے۔ اندرا کو پہلے سے وہاں جا کر اس کے بنگلے کے اندر اور باہر کے حالات معلوم کرنے چاہئیں اور ان دو افسران کے پروگرام سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ کہ وہ آج کی رات بنگلے میں گزاریں گے یا کسی دوسری جگہ جا کر حسیناؤں کی آغوش میں رات گزارتے رہیں گے؟"

وہ دونوں کوٹھانی کے اندر آ گئے۔ چنڈال نے اسے جگایا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ پہلی بار کوٹھانی کے دماغ میں آئے تھے۔ تب میں وہاں نہیں تھا۔ اپنے معاملات میں مصروف تھا۔ اس بار میں اس وقت پہنچ گیا۔ جب انہوں نے کوٹھانی کو نیند سے جگایا تھا۔

اس نے پوچھا "کیا حکم ہے مسٹر چنڈال؟"

"تمہیں ابھی تیار ہو کر ڈل ہوزی جانا ہوگا۔"

وہ فوراً ہی بیڈ سے اترتے ہوئے بولا "میں ابھی غسل کر کے لباس تبدیل کرتا ہوں اور وہاں اپنے ہتھیار سمیت جاتا ہوں۔"

"دیر نہیں ہونی چاہیے۔ آدھے گھنٹے کے اندر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ وہاں پہنچتے رہو گے تو ہم تمہارے دماغ میں آ کر پھر تمہیں بتائیں گے کہ تمہیں کہاں جانا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟"

وہ دونوں اس کے دماغ سے چلے گئے۔ وہ واش روم میں جا کر غسل کرنے لگا اور میں اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ تب ایک نیا انکشاف ہوا کہ چنڈال کے علاوہ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں آتا ہے اور اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے۔

میں نے اندرا کوٹھانی کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ مہادیو بھاٹیا کون ہے؟

اس کی سوچ نے جواب دیا "پتا نہیں یہ شخص کون ہے؟

چنڈال اسے میرے دماغ میں لے آیا ہے۔ اب مجھے چنڈال کے حکم کے مطابق مہادیو کے احکامات کی بھی تعمیل کرنی ہوگی۔ دونوں گہرے دوست معلوم ہوتے ہیں۔"

میں نے اس کے اندر پھر سوال پیدا کیا کہ وہ بھاٹیا لب و لہجے سے کس ملک کا باشندہ لگتا ہے؟"

"وہ تو کٹر ہندوستانی ہے۔ بڑی روانی سے ہندی بول رہا تھا۔"

یہ میرے لیے حیرانی کی بات تھی۔ کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟"

سب سے پہلے بھارتی حکمرانوں نے چنڈال جوگیا کو ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حیثیت سے پیش کیا تھا تو کوئی تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ انڈیا میں اچانک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو سکتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ چنڈال جوگیا نے اپنی اہمیت منوالی تھی۔ اب یہ دوسرا ہندوستانی.... پیدا ہوا تھا جو خیال خوانی کے ذریعے اندرا کے اندر آیا تھا اور مجھے حیران کر رہا تھا۔ صرف مجھے ہی کیا ٹیلی پیتھی کی دنیا میں جو بھی سنتا وہ حیران ہوتا اور یقین نہ کرتا کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گیا ہے۔ جو خالص ہندوستانی ہے اور وہ مذہب کے حوالے سے ہندو ہے۔

میں تجسس میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے بارے میں جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر وہ کون ہے؟ اور چنڈال اسے کہاں سے پکڑ لایا ہے؟

اندرا کوٹھانی ڈل ہوزی کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں واردات کرنے سے پہلے ان دو آرمی افسران کے بارے میں معلومات حاصل کرنے والا تھا۔ ایسے وقت... چنڈال اور وہ نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھی اس کے اندر رہ کر اسے گائیڈ کرنے والے تھے۔

ایسے وقت میں بھاٹیا کی آواز سن سکتا تھا اور اس کے بارے میں کچھ مطلوبہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

وہ ایک رینٹڈ کار میں بیٹھ کر پہاڑی علاقوں سے گزرتا ہوا ڈل ہوزی کی طرف جا رہا تھا۔ ایسے ہی وقت چنڈال اور ٹونی جے پھر اس کے اندر آ گئے۔ اسے ہدایات دینے لگے کہ ڈل ہوزی پہنچ کر اسے کیا کرنا ہے؟

میں اس کے اندر رہ کر چنڈال کے علاوہ مہادیو بھاٹیا کی بھی آواز سن رہا تھا۔ وہ کوٹھانی سے کہہ رہا تھا "ڈل ہوزی کے ایک بنگلے میں پہنچنے کے بعد اس بنگلے کے مالک کا پتا معلوم کرے۔"

ٹونی جے نے کہا "جب تم اس سے فون پر بات کرو گے تو ہم تمہارے ذریعے اس کے اندر پہنچ جائیں گے۔ بنگلے کا وہ مالک ان دو افسران کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوگا کہ وہ تمام دن اور تمام رات کہاں گزارتے ہیں؟ کیسے گزارتے ہیں؟ کس سے ملتے ہیں؟ اور ان کی مصروفیات کیا ہوتی ہیں؟"

میں مہادیو کی باتیں سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ واقعی وہ بڑی روانی سے ہندی بول رہا تھا۔ لب و لہجہ سے بھی بالکل ہندوستانی لگ رہا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہندوستان میں یکے بعد دیگرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہو رہے تھے۔

ویسے ہندوستان ایک بہت ہی زرخیز ملک ہے۔ یہاں طرح طرح کے مزاج رکھنے والے اور طرح طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والے اور حیرت انگیز کارنامے سرانجام دینے والے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اگر مہادیو بھاٹیا بھی پیدا ہو گیا تھا تو یہ کوئی بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔

جب اندرا کوٹھانی ڈل ہوزی پہنچا تو سات بج رہے تھے۔ رات کی تاریکی چھا گئی تھی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا اس بنگلے کے سامنے آیا۔ جہاں وہ دو افسران جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ رہتے تھے۔ بنگلے کے اندر تاریکی تھی۔ باہر بھی خاموشی اور سناٹا تھا۔

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا پڑوس والے بنگلے کے سامنے آیا پھر کار سے اتر کر احاطے کے اندر داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت اس بنگلے سے باہر آئی۔ وہ بہت ہی چست لباس پہنے ہوئے تھی اور ایسا گاڑھا میک اپ کیے ہوئے تھے جیسے سولہ برس کی کنواری بننے کی کوششیں کرتی رہی ہو۔ وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنے بالوں کو اور اپنے لباس کو درست کرتی ہوئی ایک ادائے ناز سے بولی "کیا مجھ سے ملنے آئے ہو؟"

کوٹھانی نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر پوچھا "کیا تمہارے پتی دیو ہیں؟"

وہ بڑی رازداری سے بولی "نہیں ہیں...... دہلی گئے ہوئے ہیں۔ میں بالکل اکیلی ہوں۔ اندر آ جاؤ۔"

کوٹھانی ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں تو یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تمہارے پڑوس والے بنگلے کا مالک کہاں رہتا ہے؟"

وہ ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ وہ جو سامنے والا بنگلا ہے۔ وہاں رہتا ہے۔ تمہیں اس بنگلے کے مالک سے کیا لینا ہے؟"

وہ بولا "میں نے ابھی دیکھا ہے۔ اس بنگلے میں تاریکی

ہے۔ خالی لگتا ہے۔ اگر یہ خالی ہے تو میں اسے کرائے پر لینا چاہتا ہوں۔"

وہ ذرا قریب آتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی "اس بنگلے سے زیادہ میں خالی ہوں۔ تم آ جاؤ کرایہ بھی نہیں لوں گی۔"

وہ پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر سوچ کے ذریعے بولا "مسٹر چنڈال! یہ مجھے کہاں لا کر پھنسا دیا ہے؟ مجھے جلدی بتاؤ یہ اگر تمہارے کام کی ہے تو میں اس سے دلچسپی لوں گا۔"

چنڈال اور ٹونی جے اس کے خیالات پڑھ رہے تھے۔ میں بھی یہی کر رہا تھا۔ وہ عورت بولی "آج میری بیٹی بھی گھر پر نہیں آئے گی بہت آوارہ ہوتی جا رہی ہے۔ کسی نہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ کہیں چلی جاتی ہے۔ تم اندر کیوں نہیں آتے؟"

ٹونی جے نے کہا "کوٹھانی! یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔ سامنے والے بنگلے میں جا کر کسی سے بات کرو۔"

وہ عورت بالکل قریب آ کر کوٹھانی کی گردن میں باہیں ڈال رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر دھکا دیتے ہوئے بولا 'اندر جاؤ اور آئینے میں اپنی صورت دیکھو۔ اپنی عمر کا حساب کرو۔ ایسا چست لباس پہنا ہے۔ ایسا زبردست میک اپ کیا ہے جیسے بڑھاپے کو جوانی کا تڑکہ لگا رہی ہو......"

وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ چنڈال اور ٹونی جے بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں اس عورت کے اندر رک گیا۔ جب کوٹھانی سامنے والے بنگلے میں پہنچتا اور وہاں باتیں کرتا تو میں اس کے پاس پہنچ جاتا۔ فی الحال میں سوچ رہا تھا کہ اس عورت سے کام لے سکتا ہوں۔ اگر کوٹھانی اس بنگلے کے مالک تک نہ پہنچ پائے اور ان دو افسران کے بارے میں مطلوبہ معلومات حاصل نہ کر سکے۔ تو میں اس عورت کے دماغ پر قبضہ جما کر اس بنگلے کے اندر جاؤں گا۔ وہاں ایسی چیزیں تلاش کروں گا جن سے ان دو افسران کی کمزوریاں معلوم ہو سکیں۔

اس عورت نے فون کی گھنٹی سنی پھر تیزی سے چلتے ہوئے بنگلے کے اندر آئی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے ریسیور اٹھایا پھر اسے کان سے لگا کر کہا "ہیلو...... میں مسز ایڈوانی بول رہی ہوں۔ تم کون ہو؟"

دوسری طرف سے ایک لڑکی کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی "ہیلو ممی!...... میں کوکی بول رہی ہوں۔"

"کوکی!...... تم کہاں ہو؟ گھر کب آ رہی ہو؟"

"اوہ نو ممی...... میں آج رات نہیں آؤں گی۔ ہم یہاں گیٹ ٹو گیدر پارٹی انجوائے کر رہے ہیں۔ میں صبح تک آؤں گی۔ یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا۔ او کے...... گڈ نائٹ...... سی یو۔"

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا۔ مسز ایڈوانی نے ناگواری سے ریسیور رکھتے ہوئے زیر لب کہا۔ "راتوں کو گھر سے غائب رہتی ہے۔ میرا کیا ہے پچھتائے گی۔ کئی بار سمجھایا ہے کہ جوانی کو سنبھال کر رکھنا چاہیے۔ فضول خرچ کرتی رہو گی تو جلدی خرچ ہو جائے گی۔ میری طرح گاڑھا میک اپ کرنے لگو گی لیکن یہ آج کل کی اولاد سنتی کہاں ہے۔ اپنی من مانی کرتی پھرتی ہے؟"

میں اس کی جوان بیٹی کوکی کے اندر پہنچ گیا۔ وہ ایک چھوٹے سے بنگلے میں تنہا بیٹھی اپنے عاشق کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بنگلا اس کی ایک سہیلی پرمیلا کا تھا۔ پرمیلا اپنے عاشق کے ساتھ شملہ گئی ہوئی تھی اور اپنے بنگلے کی چابی اس نے کوکی کو دے دی تھی۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کا محبوب اگرچہ ایک ادھیڑ عمر شخص ہے لیکن آج کل کے نوجوانوں کے مقابلے میں اچھا خاصا تگڑا ہے۔ اپنی صحت کا اتنا خیال رکھتا ہے کہ کبھی شراب نہیں پیتا۔ نشے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

کوکی کے ان خیالات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ایسا شخص یوگا کا ماہر ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے اس کا نام و پتا معلوم کیا پھر جواب سن کر مطمئن ہو گیا۔ میں اپنی منزل کے قریب پہنچ گیا تھا۔

اس کی سوچ نے کہا "اس کا نام جگدیش راٹھور ہے اور وہ اس کے پڑوس والے بنگلے میں رہتا ہے۔"

یعنی وہ جوان لڑکی اپنے پڑوسی پر عاشق ہو گئی تھی اور اس سے چھپ کر ملتی رہتی تھی۔ اس بنگلے میں رہنے والے دو آرمی افسران میں سے ایک کا نام جگدیش راٹھور تھا اور دوسرے کا نام ہردیو سنگھ تھا۔ وہ دونوں خود کو آرمی افسر کی حیثیت سے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ ایک عام شہری کی طرح خود کو ظاہر کرتے تھے۔

کوکی اسے آرمی افسر کی حیثیت سے نہیں جانتی تھی اور نہ ہی اس نے اپنی اصلیت اس لڑکی پر ظاہر کی تھی۔ اس کے خیالات پڑھ کر ایک اور بات معلوم ہوئی کہ اس کی سہیلی پرمیلا نے دوسرے آرمی افسر ہردیو کو پھانس رکھا ہے۔

پرمیلا کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بہت ہی ادنیٰ درجے کی پیشہ کرنے والی لڑکی تھی۔ اس کی ماں اور دوسری جوان بہنیں شملہ میں رہ کر دھندا کیا کرتی تھیں۔

اس آرمی افسر ہردیو سنگھ نے پچیس ہزار ماہانہ کے حساب سے پرمیلا کو اپنی داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ جب وہ دہلی ہیڈ کوارٹر میں تھا۔ تو وہاں بھی کبھی پرمیلا کو بلا لیا کرتا تھا۔ اب یہاں ڈل ہوزی آ کر ہر روز ملنے لگا تھا۔ آج رات وہ اس کے ساتھ شملہ گیا ہوا تھا۔

مسز ایڈوانی میرے لیے معلومات کا زبردست ذریعہ بن گئی تھی۔ میں اس کے ذریعے کوکی کے اندر پہنچا تھا پھر کوکی کے ذریعے پرمیلا کے بارے میں معلوم ہو رہا تھا۔ ان دو لڑکیوں نے ان دو آرمی افسران کو پھانس رکھا تھا۔

چنڈال اور ٹونی جے اس عورت مسز ایڈوانی کو غیر ضروری سمجھ کر اپنے آلہ کار کوٹھانی کو دوسرے بنگلے کی طرف لے گئے تھے۔ اس بنگلے میں وہ مالک مکان رہتا تھا۔ جس کے کرایہ دار وہ دو آرمی افسران تھے۔ وہ مالک مکان بھی انہیں آرمی افسران کی حیثیت سے نہیں جانتا تھا۔

اندرا کوٹھانی نے اس سے بھی یہی کہا کہ وہ اس کا بنگلا کرائے پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سے یہ معلوم کیا کہ ان دو کرائے داروں کی مصروفیات کیا ہیں؟

وہ ان کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا تھا۔ جو روزانہ دیکھتا آ رہا تھا وہی اس کے خیالات نے بتایا تھا کہ وہ دونوں کبھی بنگلے میں موجود ہوتے ہیں اور کبھی کہیں چلے جاتے ہیں۔ دن کے وقت اکثر بندوق لے کر شکار کرنے کے لیے نکل جاتے ہیں پھر شام تک واپس آتے ہیں۔ آدھی رات کسی کلب میں رات گزارتے ہیں پھر دوسری صبح تک پڑے سوتے رہتے ہیں۔

اس کے خیالات نے پھر یہ بتایا کہ اس کے کرایہ دار دو نہیں چار ہیں۔ یہ دو جب کہیں چلے جاتے ہیں تو وہ دو ان کی جگہ آ کر رہنے لگتے ہیں۔

اس کے خیالات درست کہہ رہے تھے۔ جب مانک لال اور راج تلک اروڑا اس خفیہ بنگلے میں چنڈال کی نگرانی کرتے تھے۔ تو ادھر ڈل ہوزی والے بنگلے میں جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ رہا کرتے تھے۔ جب یہ دونوں چنڈال کی نگرانی کے لیے جاتے تھے۔ تو پھر ڈل ہوزی والے بنگلے میں مانک اور راج تلک اروڑا چلے آتے تھے۔

اس رات جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ اس بنگلے میں تھے۔ بلکہ نہیں تھے۔ اپنی اپنی محبوباؤں کے ساتھ گئے تھے۔

چنڈال کو اور ٹونی جے کو مالک مکان سے بھی ان کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی۔ وہ کوٹھانی سے کہہ رہے تھے کہ وہ ڈل ہوزی کے کلبوں میں جائے اور وہاں معلوم کرے کہ وہ دو افسران کب آتے ہیں؟ کیا ان کی سیر و تفریح کی کوئی دوسری جگہ بھی ہے؟

اندرا ڈل ہوزی میں جگہ جگہ جا رہا تھا اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ان کی معلومات کا ذریعہ صرف مسز ایڈوانی ہو سکتی تھی۔ جسے انہوں نے غیر ضروری سمجھا تھا۔ اب اس کی طرف واپس آنے والے نہیں تھے۔ وہ پرمیلا تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ہردیو سنگھ کے ساتھ شملہ چلی گئی تھی اور کوکی پرمیلا کے خالی بنگلے میں تھی۔ وہاں سے باہر نکلنے والی نہیں تھی۔ کیونکہ اسے اپنے عاشق کا انتظار تھا۔

چنڈال اس رات اندرا کے ذریعے ان دو افسران تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ویسے آج نہ پہنچتا تو دوسرے دن پہنچ سکتا تھا۔ میں بھی چاہتا تھا کہ چنڈال ان چار آرمی افسران سے نجات حاصل کر لے لیکن اس طرح کہ اسے رہائی حاصل کرنے کے بعد وہ اور اس کا ساتھی مہادیو بھاٹیا دونوں ہی میری نظروں میں رہا کریں۔

میں نے ایک فیصلہ کیا کہ پہلے اسے دو افسران جگدیش راٹھور اور ہردیو سنگھ سے نجات دلائی جائے لیکن دوسرے دو افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا سے وہ فوراً ہی نجات حاصل نہ کر سکے۔ پہلے میں اپنا گیم کھیلنا چاہتا تھا۔

پہلے تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مہادیو بھاٹیا کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس کے علاوہ یہ چاہتا تھا کہ چنڈال یا بھاٹیا دونوں میں سے کوئی بھی میرے زیر اثر آ جائے۔ اس کے بعد وہ ان باقی دو افسران سے رہائی حاصل کر لیتا تو مجھے اعتراض نہ ہوتا۔

کوکی نے کال بیل کی آواز سن کر دروازے کو کھولا پھر جگدیش کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ آگے بڑھ کر اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ شکایت کرنے لگی کہ وہ دیر سے کیوں آیا ہے؟

وہ اندر آ کر بڑے پیار سے اس کی شکایتیں دور کرنے لگا۔ وہ بھی سارے گلے شکوے بھول گئی کہنے لگی "مجھے بازوؤں میں اٹھا لو۔ کہیں بھی لے چلو۔"

وہ اسے بازوؤں میں اٹھا کر ڈرائنگ روم سے گزرتا ہوا بیڈ روم میں آ گیا۔ مجھے ان کی رومانی اور جذباتی فلم دیکھنے کا شوق نہیں تھا۔ ابھی بہت سا کام تھا۔ جو مجھے صبح سے پہلے کر لینا تھا۔

جگدیش نے کوکی کو وہاں لا کر بستر پر بٹھا دیا۔ بستر کے سرہانے والی میز پر پھلوں سے بھری ایک تھالی رکھی تھی۔ ان پھلوں کے ساتھ ایک چاقو بھی رکھا ہوا تھا۔ جگدیش بیڈ پر آ کر اس پر جھکا تو وہ کروٹ بدل کر اس سے دور ہو گئی۔ اس کی

سمجھ میں آیا کہ یہ محبوبانہ ادا ہے لیکن جب وہ اس کی طرف پلٹی تو اس کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ اس نے چاقو کی نوک ایک بازو میں پیوست کردی۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ کوکی حیران رہ گئی۔ کہ یہ اس نے کیا کیا ہے؟

راٹھور نے چاقو کے دستے کو پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے بازو سے باہر نکالا۔ چاقو زیادہ گہرائی تک نہیں گیا تھا پھر بھی خون بہنے لگا تھا۔

کوکی گھبرا کر حیران ہو کر بولی "میں فرسٹ ایڈ بکس لے کر آتی ہوں۔ اوہ گاڈ! یہ میں نے کیا کیا ہے؟ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ کیا میں پاگل ہو گئی تھی؟"

وہ بڑبڑاتی ہوئی گئی پھر فوراً ہی فرسٹ ایڈ بکس لے آئی۔ اس کے پاس رکھ کر اس میں سے دوائیں نکال کر اس کی مرہم پٹی کرنے لگی۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ضرور چنڈال کی حرکت ہے۔ اس نے کوکی کو آلہ کار بنا کر مجھ پر حملہ کرایا ہے۔ اب وہ یقیناً میرے دماغ میں پہنچ چکا ہوگا۔

میں خاموش تھا۔ کچھ نہیں بول رہا تھا۔ اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہا تھا۔ "چنڈال! تم خاموش کیوں ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ تمہاری تو مراد بر آئی ہے۔ تم نے اپنی مکاری دکھائی ہے۔ میرے دماغ میں پہنچ چکے ہو اور اب خاموشی سے میرے خیالات پڑھ رہے ہو۔"

کوکی اس کی مرہم پٹی کرنے کے دوران میں شرمندہ شرمندہ سی تھی۔ بار بار اس سے معافی مانگ رہی تھی اور وضاحت کر رہی تھی کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے۔ پتا نہیں کیسے اس کی ذہنی رو بہک گئی تھی؟

راٹھور کو اپنے دماغ میں چنڈال کی طرف سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے کوکی کو دیکھا پھر پوچھا "کیا اب سے پہلے بھی تمہاری ذہنی رو اس طرح بہکی تھی؟"

وہ میری مرضی کے مطابق بولی "ہاں...... پچھلے دو تین برسوں میں ایسا ایک دو بار ہو چکا ہے۔ ایک بار میں اچانک ہی اپنی سہیلی کا منہ نوچ ڈالنا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً ہی میرے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا اور اسی وقت مجھے ہوش آ گیا تھا۔ ایک بار میں نے اپنی ممی کو دھکا دے کر گرا دیا تھا۔"

وہ یہ سب بول رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ جھوٹ کیوں بول رہی ہے؟ میں نے اسے کہہ کر قائل کیا کہ اس وقت اسی طرح جھوٹ بول کر بات بنانی چاہیے۔ ورنہ راٹھور ناراض ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ میں نے دشمنی سے اس پر حملہ کیا ہے۔

وہ اس بات سے قائل ہو گئی کہ چاقو سے اچانک ہی حملہ کرنے کا کوئی جواز تو پیش کرنا ہی چاہیے۔ لہٰذا اس طرح وہ باتیں بنا رہی ہے تو پھر درست ہے۔ بات بن رہی ہے۔ راٹھور قائل ہو رہا ہے۔

راٹھور کا دماغ کمزور ہوا تھا۔ اسی لیے میں اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اب میں نے اس کے دماغ میں اور زیادہ کمزوری کا احساس پیدا کیا۔ وہ سر تھام کر بولا "میں تھوڑی دیر لیٹنا چاہتا ہوں۔"

کوکی نے جلدی سے کہا "ہاں...... ہاں...... یہاں آؤ لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا سر سہلاتی ہوں۔ اوہ گاڈ! میں نے تمہیں کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔"

وہ لیٹتے ہوئے بولا "تم خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہی ہو۔ تم نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا ہے۔ آؤ میرے پہلو میں آ جاؤ۔"

وہ اس کے پاس آ کر اس سے لگ کر لیٹ گئی۔ راٹھور نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں تھپک تھپک کر اس کے دماغ کو سلانے لگا۔ وہ ایک منٹ کے اندر ہی گہری نیند میں ڈوب گیا پھر میں نے اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا۔ اس کے دماغ میں یہ باتیں نقش کیں کہ وہ اپنے بازو کے زخم کو اپنے ساتھیوں سے چھپائے گا۔ دوسری بات یہ کہ تنویمی نیند سے جاگنے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جائے گا۔ پہلے کی طرح اس کا دماغ مقفل رہے گا۔ صرف میری آواز اور لب و لہجے کو محسوس نہیں کرے گا اور کبھی یہ سمجھ نہیں پائے گا کہ میں چپ چاپ اس کے دماغ میں چھپا ہوا ہوں اور اس کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔

میں نے ایسی چند خاص باتیں اس کے دماغ میں نقش کیں پھر ایک گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کوکی میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھ کر ٹیلی فون کے پاس آئی پھر ریسیور اٹھا کر اپنی سہیلی پرمیلا کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔

اب میں پرمیلا کے اندر پہنچ کر اس کے ساتھ رہنے والے دوسرے آرمی افسر ہردیو سنگھ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا اور اسے بھی ٹریپ کر لینا چاہتا تھا۔

کوکی کے مختصر حالات پڑھنے سے پتا چلا کہ پرمیلا کا پاؤں بھاری ہے۔ اور وہ ماں بننے والی ہے۔ اس بات سے پرمیلا اور ہردیو سنگھ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہردیو چاہتا تھا کہ بچے کو پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ اس سے پہلے ہی اسے ختم کر دیا جائے۔

اس کے برعکس پرمیلا بچے کو جنم دینا چاہتی تھی۔ پرمیلا کی ماں نے بھی یہی کہا کہ ہمارا یہ دھندا ہے۔ ہو سکتا ہے پرمیلا خوبصورت سی ایک بیٹی کو جنم دے۔ ہمارے خاندان میں بیٹیاں پیدا نہیں ہوں گی تو ہمارا دھندا کیسے چلے گا؟

ہردیو سنگھ اسے غصہ دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تم میری بیٹی پیدا کر کے اس سے دھندا کرانا چاہتی ہو۔ میری عزت کو خاک میں ملانا چاہتی ہو۔

پرمیلا نے کہا "میں کچھ نہیں جانتی۔ شملہ چلو میری ماں کے پاس بیٹھ کر بات کرو پھر کسی نتیجے پر پہنچا جائے گا کہ بچے کو جنم دینا چاہیے یا نہیں؟"

ہردیو اسی سلسلے میں پرمیلا کی ماں سے بات کرنے کے لیے شملہ گیا ہوا تھا۔ کوکی نے میری مرضی کے مطابق پرمیلا سے رابطہ کیا۔ تو فون پر اس کی آواز سنائی دی۔ کوکی نے کہا "میں بول رہی ہوں۔ کیا تم شملہ پہنچ گئی ہو؟"

"ہاں...... میں ممی کے بنگلے میں ہوں۔ تم یہاں کے فون پر بھی مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔ اکیلی ہو یا تمہارا وہ دیوانہ موجود ہے؟"

"ہاں...... وہ موجود ہے۔ میں تمہاری طرف سے فکرمند ہوں۔ چاہتی ہوں کہ ہردیو سے تمہارے معاملات خراب نہ ہوں۔ اس لیے کہ ہردیو اور راٹھور دونوں دوست ہیں۔ ادھر ہم دونوں سہیلیاں ہیں۔ ہم سب کو مل جل کر رہنا چاہیے۔ کوئی بات اختلاف کی ہے تو اسے پیار محبت سے حل کرنا چاہیے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں سارے معاملات سنبھال لوں گی۔ کل شام تک وہاں آؤں گی۔ اچھا فون رکھ رہی ہوں۔ یہاں ضروری باتیں ہو رہی ہیں۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ میں پرمیلا کے اندر پہنچ گیا۔ کوکی اور پرمیلا کی دوستی کچھ زیادہ پرانی نہیں تھی۔ ایک ہفتہ پہلے کوکی کو راٹھور نے دیکھا تھا۔ اس پر دل آ گیا تھا۔ اس نے ہردیو سے کہا کہ یار اپنی پرمیلا سے کہو کہ وہ کوکی کو میرے لیے پھانسے تم تو موج کر رہے ہو۔ میں ابھی تک تنہا ہوں۔"

ہردیو نے پرمیلا سے کہا۔ پرمیلا نے کوکی سے دوستی کی۔ کوکی پہلے ہی فلرٹ تھی۔ بوائے فرینڈ بناتی پھرتی تھی۔ راتوں کو گھر سے باہر رہتی تھی۔ پرمیلا نے اس کی دوستی راٹھور سے کرا دی لیکن اسے یہ نہیں بتایا کہ جگدیش اور ہردیو کا تعلق آرمی سے ہے۔ وہ بہت بڑے افسران ہیں۔

اس وقت ہردیو شملہ میں تھا اور پرمیلا کی ممی کے بنگلے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم میں اس کے ممی ڈیڈی موجود تھے۔ اسی مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ پرمیلا کو ماں بننا چاہیے یا نہیں؟

مجھے پرمیلا کے خیالات بتا رہے تھے کہ جس صوفے پر ہردیو سنگھ بیٹھا ہوا ہے۔ وہیں اس کے پیچھے اور نیچے حساس قسم کے مائیکروفون چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی باتیں دوسرے کمرے میں ریکارڈ ہو رہی ہیں۔

پرمیلا اور اس کے ماں باپ اس کی کمزوریاں اپنے ہاتھوں میں لے کر اسے بلیک میل کرنا چاہتے تھے۔ مجبور کرنا چاہتے تھے کہ وہ پرمیلا سے شادی کرے یا نہ کرے لیکن اپنی آدھی جائیداد اس کے نام کر دے۔

اب سے پہلے بھی پرمیلا نے بیڈروم کی تنہائی میں مائیکروفون چھپا کر رکھے تھے اور اس کی جذباتی باتیں ریکارڈ کرتی رہی تھی۔

یہ ثابت کرنا تھا کہ اتنے بڑے آرمی افسر نے اسے داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ وہ بار بار اس سے شادی کی فرمائش کرتی تھی۔ عزت کی زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن وہ آرمی افسر کی حیثیت سے اسے دھونس میں رکھتا تھا اور اس کی عزت سے کھیلتا رہتا تھا۔

اس نے بڑی رازداری سے ایک ویڈیو فلم بھی تیار کروائی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی کمزوریوں سے کھیلنے کی تیاریاں کی جا چکی ہیں۔ وہ آرمی افسر کی حیثیت سے بڑے رعب دبدبے کے ساتھ پرمیلا کے باپ اور ماں کے پاس آیا تھا اور اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کر رہا تھا۔ انہیں دھمکیاں دے رہا تھا۔ اگر انہوں نے پرمیلا کو ماں بننے دیا اور اس سے بیٹی پیدا کرائی تو وہ ان میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ جو ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے اس کے بارے میں دنیا نہیں جانتی کہ وہ ایک آرمی افسر کی بیٹی ہے۔ لہٰذا اسے دنیا میں نہیں آنا چاہیے اور اگر آ گئی اور اسے کوٹھے پر بٹھایا گیا تو وہ پرمیلا اور اس کے ماں باپ کو نرگ میں پہنچا دے گا۔

پرمیلا کے باپ نے کہا "ہم مانتے ہیں کہ تم بہت بڑے آرمی افسر ہو۔ تم آرمی والے اس ملک کے آدھے حکمران ہو۔ دن کو رات اور رات کو دن بنا دیتے ہو لیکن یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے خلاف کچھ نہ کر سکیں گے۔ میں تمہارے خلاف عدالت میں مقدمہ درج کراؤں گا۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولا "کس بات کا مقدمہ درج کراؤ گے؟ میرے خلاف کیا بولو گے؟ کیا میں تمہاری بیٹی کی عزت سے کھیلتا رہا ہوں؟ اگر یہ بولو گے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟"

پرمیلا کے باپ نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے ٹی وی اور وی سی آر کو آن کیا۔ ایک منٹ کے اندر ہی ٹی وی اسکرین

پر ہردیو اپنے آپ کو پرمیلا کے اس کے ساتھ دیکھنے لگا۔ اگرچہ وہ شرم ناک ویڈیو نہیں تھی۔ کچھ زیادہ ننگا پن نہیں تھا۔ اس کے باوجود بہت ہی جذباتی اور رومانی مناظر تھے۔ یہ ثابت کر رہے تھے کہ ہردیو جیسا اعلیٰ افسر پرمیلا کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

ہردیو وہ فلم دیکھ کر غصے سے تلملا رہا تھا پھر اسے ایسی آڈیو سنائی گئی جس میں اس کی باتیں تھیں اور اس کی باتوں سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اس کے پرمیلا کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور وہ پرمیلا پر جبر کر رہا ہے۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہے لیکن وہ اسے داشتہ بنا کر رکھتا ہے اور اپنے آرمی افسر ہونے کی دھونس جماتا رہتا ہے۔

پرمیلا کے باپ نے کہا ”یہ آڈیو اور وڈیو کیسٹ پولیس والوں تک پہنچاؤں گا۔ تمام ثبوت کے ساتھ نہایت ٹھوس مقدمہ تمہارے خلاف درج کراؤں گا۔“

ہردیو سنگھ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے گالیاں دیتے ہوئے بولا ”کتے کے بچے! تو اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ مل کر مجھے دھوکا دیتا رہا اور میرے خلاف اس طرح کے ثبوت حاصل کرتا رہا۔ میں تیری ایسی کی تیسی کر دوں گا۔“

اس نے ٹی وی اٹھا کر فرش پر دے مارا پھر پرمیلا کے باپ کی پٹائی کرنے لگا۔ پرمیلا اور اس کی ماں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ پرمیلا فون کے ذریعے پولیس والوں سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ ہردیو نے اس سے ریسیور چھین کر اس کی بھی پٹائی شروع کر دی۔

پٹائی کے دوران کہتا رہا۔ ”اگر تم سب اپنی زندگی چاہتے ہو اور سلامتی سے رہنا چاہتے ہو۔ تو اس وڈیو فلم اور تمام آڈیو کیسٹ کی ماسٹر کاپیاں ابھی میرے حوالے کر دو۔“

پرمیلا کا ایک بھائی ڈرائنگ روم کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اسے پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ہردیو افسرانہ رعب اور دبدبہ دکھائے یا کوئی زیادتی کرنے لگے تو وہ فوراً ہی پولیس کو اطلاع دے کر یہاں بلائے۔ اس نے یہی کیا تھا۔ وہ پولیس کو فون کر چکا تھا۔ صرف پندرہ منٹ کے اندر قریبی تھانے سے پولیس افسر سپاہیوں کے ساتھ وہاں آ گیا۔

ہردیو اس وقت تک پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی اچھی خاصی پٹائی کر چکا تھا۔ وہ سب لہولہان ہو گئے تھے۔ پرمیلا اور اس کی ماں تو بے ہوش ہو گئی تھیں۔ اس کا باپ نیم بے ہوشی کی حالت میں فرش پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے یہ منظر دیکھتے ہی ریوالور نکال کر ہردیو سے کہا ”ہاتھ اوپر کرو...... خبردار! اب ذرا بھی حرکت کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“

ہردیو نے بڑے رعب اور دبدبے سے کہا ”انسپکٹر! ریوالور کو ہولسٹر میں رکھ لو۔ میں آرمی کا ایک بہت بڑا افسر ہوں۔“

انسپکٹر نے کہا ”میں نے تمہارے جیسے بناسپتی آفیسر بہت دیکھے ہیں۔“

اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ”میرے پاس یہ آئی۔ڈی کارڈ ہے۔ اسے دیکھ کر تمہیں یقین ہو جانا چاہیے۔“

انسپکٹر اس کارڈ کو پڑھنے کے بعد کچھ نرم پڑنے والا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا ”تمہارے آرمی افسر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم عام شہریوں کو اس طرح مارتے پھرو اور انہیں لہولہان کرتے رہو۔ تم نے ان عورتوں کو بے ہوش کر دیا ہے۔ میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں۔“

اس نے ایک سپاہی سے کہا ”اسے ہتھکڑی پہنا دو۔“

سپاہی ہتھکڑی لے کر آگے بڑھا تو ہردیو نے اسے ایک گھونسا رسید کیا۔ ایسے ہی وقت انسپکٹر نے میری مرضی کے مطابق گولی چلائی۔ گولی اس کی ٹانگ میں لگی۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ میں انسپکٹر کو چھوڑ کر ہردیو کے دماغ میں آ گیا۔ ادھر انسپکٹر پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے ایک آرمی افسر پر گولی چلائی تھی۔ اس نے فوراً ہی فون کے ذریعے اپنے ایک اعلیٰ افسر سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ یہاں کی سچویشن کیا ہے؟ ایک آرمی افسر نے یہاں کیا کچھ کیا ہے؟

پرمیلا کے بھائی نے فون کے ذریعے ڈاکٹر کو بلا لیا تھا۔ انسپکٹر نے اسے دیکھ کر کہا ”پلیز ڈاکٹر! میں نے ان کی ٹانگ پر گولی ماری ہے۔ آپ پہلے ان کی مرہم پٹی کریں۔“

پرمیلا کے بھائی نے کہا ”میری بہن اور میری ماں بے ہوش پڑی ہیں۔ میرا باپ زخمی ہے۔ پہلے ان کی مرہم پٹی کی جائے۔ انہیں ہوش میں لایا جائے۔“

ڈاکٹر نے کہا ”پلیز! آپ بحث نہ کریں۔ میں سب ہی کی مرہم پٹی کر دوں گا اور ان لیڈیز کو ہوش میں لے آؤں گا۔“

میں ہردیو کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ بری طرح پریشان ہو گیا تھا۔ اس کی کمزوریاں وہاں موجود تھیں۔ وڈیو فلم اور آڈیو کیسٹس بھی موجود تھیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ان کی ماسٹر کاپیاں کہاں چھپا کر رکھی گئی ہیں؟ ایک آرمی افسر نے کسی کے گھر میں گھس کر ایسی حرکتیں کی تھیں۔ اس لیے پولیس کے اعلیٰ افسران وہاں پہنچ گئے تھے۔ آرمی والوں سے رابطہ کیا جا رہا

تھا۔ ان کے افسران کو یہ اطلاع دی جا رہی تھی کہ ایک آرمی افسر ہردیو سنگھ نے ایک گھر میں گھس کر وہاں کے مکینوں کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور انہیں بری طرح لہولہان کر دیا ہے۔

ہردیو کو قابو میں کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں مگر وہ جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مجبوراً ہمارے انسپکٹر نے اس پر گولی چلائی اور اسے زخمی کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہردیو وہاں کے مکینوں کو مار ہی ڈالتا۔

ڈاکٹر ان عورتوں کو ہوش میں لے آیا تھا اور تمام زخمیوں کی مرہم پٹی کر چکا تھا۔ وہاں آنے والے آرمی افسران نے ہردیو سنگھ کے آئی ڈی کارڈ کو پڑھا تھا پھر وہ اس سے اپنے طور پر سوالات کرنا چاہتے تھے۔ اس نے کہا ”میں ابھی کسی کو جواب نہیں دوں گا۔ پہلے اپنے ایک سینئر افسر سے بات کروں گا۔ مجھے ٹیلی فون پر اس سے بات کرنے کی اجازت دی جائے۔“

اسے اجازت دے دی گئی۔ اس نے مانک لال سے رابطہ کیا پھر اسے اپنے حالات بتانے لگا۔ مانک لال نے پریشان ہو کر کہا ”میں نے بہت پہلے سمجھایا تھا کہ پرمیلا جیسی عورت کو داشتہ نہ بناؤ۔ یہ بازاری عورتیں کبھی کبھی بڑی مصیبت بن جاتی ہیں۔“

وہ بولا ”میں سرحدوں پر لڑنے والا، دنیا جہان کے تجربات رکھنے والا ایک عورت سے بے وقوف بن جاؤں گا۔ یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بہرحال جو ہو چکا ہے، اس پر مٹی ڈالو اور مجھے یہاں سے لے نکالو۔“

مانک لال نے کہا ”میں چنڈال کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔ تم گولی کھا کر زخمی ہو چکے ہو۔ مجھے شبہ ہے کہ چنڈال تمہارے اندر پہنچ گیا ہو گا یا اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی وقت بھی تمہارے اندر پہنچ سکتا ہے اور ہمارے راز معلوم کر سکتا ہے۔ تمہارے ذریعہ ہمارے دماغوں کو کمزور بنا سکتا ہے۔ لہٰذا اب تم ہم سے دور رہو گے۔ میں ہیڈ کوارٹر سے حکم جاری کراتا ہوں کہ تمہیں گرفتار نہ کیا جائے۔ وہاں سے رہائی حاصل کرنے کے بعد تم دہلی ہیڈ کوارٹر چلے جاؤ گے پھر کبھی ہماری طرف رخ نہیں کرو گے۔“

وہ بولا ”میرا موجودہ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ مجھے یہاں سے رہائی مل جائے۔ دراصل میرے خلاف جو ٹھوس ثبوت ان کے پاس موجود ہیں۔ میں انہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں جتنے بھی افسران موجود ہیں ان سے کہا جائے کہ وہ پرمیلا اور اس کے ماں باپ کو راضی کریں یا مجبور کریں اور وہ تمام ثبوت میرے حوالے کر دیں۔“

مانک لال نے کہا ”یہ تو ممکن نہیں ہے۔ تم نے پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی اس بری طرح پٹائی کی ہے اور انہیں لہولہان کیا ہے کہ وہاں بڑے بڑے افسران اس بات کے چشم دید گواہ ہو گئے ہیں کہ تم نے جنون میں مبتلا ہو کر قانون کو ہاتھ میں لیا ہے اور ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ ان کے پاس تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت ہیں۔ لہٰذا وہ یہ تمام ثبوت تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ میں اس سلسلے میں مجبور ہوں۔“

جس طرح غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے اندر سے ایک آرمی افسر ہونے کا غرور نکل گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ آرمی کا بہت بڑا افسر ہے۔ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کر سکے گا۔ پرمیلا جیسی عورتیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی لیکن وہ اپنی بہت سی کمزوریاں اس کے حوالے کر چکا تھا۔ اب اس کے اعلیٰ افسران بھی اسے نہیں بچا سکتے تھے۔

وہ شکست خوردہ انداز میں سوچ رہا تھا کہ پرمیلا سے سمجھوتا کرنا ہو گا۔ اس کے آگے جھکنا ہو گا۔ پیار محبت سے گلے لگا کر تمام اختلافات دور کرنے ہوں گے۔ جو وہ کہے گی، اسے ماننا ہو گا۔

اس نے پھر یہ بھی سوچا کہ اگر وہ پرمیلا سے شادی کر لے گا اور جب اس سے بیٹی پیدا ہو گی تو وہ اسے بازار میں نہیں بٹھا سکے گی۔ کیونکہ پرمیلا اس کی دھرم پتنی ہو گی اور اب اس کا تعلق شریف خاندان سے رہے گا۔

اب وہ سمجھوتے پر آمادہ ہو رہا تھا۔ پرمیلا کے آگے جھکنا چاہتا تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ ان چار افسران میں سے مانک لال سب سے بڑا آرمی افسر تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ زخمی ہو چکا ہے اور کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے اندر ضرور پہنچا ہو گا۔ یا پہنچنے والا ہو گا۔ لہٰذا اب اسے دہلی ہیڈ کوارٹر میں جا کر رہنا ہو گا۔ چنڈال کے قریب آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اگر وہ ہیڈ کوارٹر میں جا کر رہے گا تو میں اس کے ذریعہ چنڈال تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔ لہٰذا وہ میرے لیے بے کار ہو چکا ہو گا۔ اس لیے چنڈال کی مرضی کے مطابق اسے مر جانا چاہیے۔

میں نے اس کے اندر منفی خیالات پیدا کیے ”نہیں...... مجھے پرمیلا سے اور اس کے ماں باپ سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سب بازاری ہیں۔ اگر میں اس سے شادی کر دوں گا۔ تو شادی کے بعد یہ اور سر چڑھ کر بولیں گے اور میری دولت و جائیداد لوٹ کر نہ جانے میرا کیا حشر کریں گے؟“

وہاں پولیس افسران کے علاوہ آرمی افسران بھی موجود

تھے۔ پولیس کے ایک افسر نے کہا "مسٹر ہردیو! ہم آپ کوحراست میں لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچائیں گے وہاں آپ کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔"

ہردیو نے کہا "میں تھوڑی سی مہلت چاہتا ہوں۔ پرمیلا سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک کمرے میں جا کر اس سے تنہائی میں بات کرنا چاہوں گا۔"

پرمیلا نے پیچھے ہٹ کر کہا "نہیں...... میں تنہائی میں اس کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتی۔ اسے جو کہنا ہے، یہاں کہہ دے۔ میں آپ سب کے سامنے صاف صاف کہہ دیتی ہوں کہ میں اس کے ساتھ کوئی سمجھوتا نہیں کروں گی۔"

ہردیو نے میری مرضی کے مطابق چور نظروں سے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ریوالور لیے کھڑا تھا۔ اس نے اچانک ہی اس انسپکٹر پر چھلانگ لگائی۔ اس سے ریوالور چھین کر فرش پر گر کر لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ وہاں سے پرمیلا کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "سؤر کی بچی! تو مجھ سے سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی؟ اب بتا! میری بات مانے گی یا مرنا پسند کرے گی؟"

پولیس والے اور آرمی والے اسے سمجھانے لگے کہ وہ ریوالور پھینک دے۔ قانون کو ہاتھ میں نہ لے لیکن اس نے میری مرضی کے مطابق پرمیلا پر گولی چلا دی۔ اس طرح کہ اسے گولی نہ لگے۔ میں خواہ مخواہ اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی اس حرکت سے سب کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اس پر پھر جنون طاری ہو گیا ہے اور وہ سب کو مار ڈالے گا۔ لہٰذا ایک افسر نے اپنے ریوالور سے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلا دی۔ وہ گولی اس کے سینے کے پار ہو گئی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا اور وہ سینہ تھام کر آگے کی طرف جھکتا ہوا زمین بوس ہو گیا پھر وہاں سے اٹھ نہ سکا۔ اس کے دماغ سے میری سوچ کی لہریں نکل آئیں۔ کیونکہ وہ مردہ ہو چکا تھا۔

چنڈال کو جس بنگلے میں قید کیا گیا تھا۔ وہاں آرمی کے دو افسران موجود تھے۔ ایک مانک لال تھا اور راج تلک اروڑا...... وہ دونوں اس وقت ہردیو کے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہے تھے۔ افسوس ظاہر کر رہے تھے کہ ان کا ایک بہترین یوگا جاننے والا ساتھی ان سے بچھڑ رہا ہے۔ اب اسے ادھر آنے نہیں دیا جائے گا۔ وہ ہیڈ کوارٹر میں رہا کرے گا۔

راج تلک نے کہا "چنڈال کو قیدی بنا کر خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ اس نے امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اسے یہاں بلایا تھا۔ جب وہ ہیلی کاپٹر میں ادھر آ رہا تھا تو اس کے ساتھ ہمارے دو یوگا جاننے والے افسران تھے۔ وہ بھی اس ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے۔"

مانک لال نے کہا "کبھی کبھی میرے دماغ میں یہ بات آتی ہے کہ کیا واقعی چنڈال اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کو یہاں لا رہا تھا؟ یا ہم سے فراڈ کر رہا تھا؟"

"وہ فراڈ کیسے کرے گا؟"

"ہو سکتا ہے، اس نے ٹونی جے کی ڈمی بنائی ہو۔ اسے وہاں سے یہاں لانے کے دوران میں اسی کے ذریعہ ہیلی کاپٹر میں بم کا دھماکا کرایا ہو؟ کیا اس طرح اس نے ہمارے دو بہترین ساتھیوں سے نجات حاصل نہیں کی ہے؟"

راج تلک نے سوچتے ہوئے اس کی تائید میں سر ہلایا پھر کہا "یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایسی چالیں چلتے ہیں کہ کبھی کبھی ان پر ایک ذرا شبہ نہیں ہوتا۔ یہی دیکھ لو کہ ادھر ہمارا ساتھی ہردیو گولی کھا کر زخمی ہو گیا ہے۔ بظاہر تو ایک پولیس انسپکٹر نے اسے گولی ماری ہے لیکن کیا چنڈال نے اس کے اندر جا کر ایسا نہیں کیا ہوگا؟"

"ہردیو سنگھ اتنا زیادہ جوشیلا اور غصے والا نہیں ہے پھر اس نے کس طرح جنون میں مبتلا ہو کر پرمیلا اور اس کے ماں باپ کی پٹائی کی ہے؟ انہیں لہولہان کیا ہے، کیا یہ شبہ نہیں ہوتا کہ اس کے دماغ میں گھس کر اسے جنون میں مبتلا کیا گیا ہے؟"

اسی وقت موبائل فون کا بزر سنائی دیا۔ مانک لال نے اسے آن کر کے کان سے لگایا پھر کہا "ہیلو...... میں مانک لال بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے ایک آرمی افسر نے کہا "سر! ابھی آپ نے مسٹر ہردیو سے بات کی تھی۔ میں نے آپ کا یہ نمبر نوٹ کر لیا تھا۔ اب آپ کو میں ایک بری خبر سنا رہا ہوں۔ مسٹر ہردیو اچانک ہی جنون میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ پرمیلا کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ ہم نے بہت مجبور ہو کر انہیں گولی ماری ہے۔ افسوس...... وہ مر چکے ہیں۔"

مانک لال نے بڑے دکھ سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ساتھی راج تلک کو دیکھا پھر فون پر کہا "ہمیں ہردیو کی موت کا صدمہ ہے۔ پلیز! اب آپ اس سلسلے میں ہم سے رابطہ نہ کریں۔ ہیڈ کوارٹر والوں سے رابطہ کریں۔"

اس نے فون بند کر دیا پھر راج تلک کو بتایا کہ ان کا ایک اور ساتھی ہردیو سنگھ مر گیا ہے اور کہا "وہ جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ مجبوراً اسے گولی مار دی گئی ہے۔ اب ہمارا خیال درست معلوم ہو رہا ہے۔ وہاں پولیس اور آرمی کے کئی افسران تھے۔ ان کی موجودگی میں اس نے خود کو قانون کے حوالے نہیں کیا۔ بلکہ جنون میں مبتلا ہو کر پرمیلا کو

قتل کرنا چاہا۔"

راج تلک نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا "یہ کم بخت چنڈال جوگیا ہم سے مکاری کر رہا ہے۔ بڑی راز داری سے خیال خوانی کرتا ہوا ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہا ہے۔"

ان دونوں نے غصے سے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھا۔ چنڈال جوگیا رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے بیڈروم میں سونے کے لیے جا رہا تھا۔ اس وقت دس بجنے والے تھے۔ مانک لال نے ریسیور اٹھا کر اس سے رابطہ کیا۔ وہ اپنے بیڈروم میں آیا تو فون کی گھنٹی سنائی دی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر کہا "لیس سر! میں بیڈروم میں موجود ہوں اور اب سونے جا رہا ہوں۔"

مانک لال نے غصے سے کہا "جی تو چاہتا ہے، تمہیں ہمیشہ کے لیے سلا دیا جائے۔ تم ہم سے مکاری کر رہے ہو۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "سر! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کیا مکاری کی ہے؟"

"تم بڑی راز داری سے خیال خوانی کر رہے ہو۔ تم نے ہمارے ایک یوگا جاننے والے ساتھی ہردیو سنگھ کو مار ڈالا ہے۔"

چنڈال یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس افسر کو وہ مار ڈالنا چاہتا ہے، وہ اس کی کسی کوشش کے بغیر ہی مر چکا ہے۔ اس نے شدید حیرانی سے پوچھا "سر! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو ہردیو سنگھ کے دماغ میں نہیں جا سکتا تھا۔ پھر اسے کس طرح ہلاک کر سکتا ہوں؟"

"ہم ٹیلی پیتھی کے ہتھکنڈے تو نہیں جانتے لیکن عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ تم کیا کچھ کر سکتے ہو؟ تم نے ہردیو کے دماغ میں کسی طرح چالاکی سے جگہ بنا لی تھی۔ پھر اسے جنون میں مبتلا کر دیا۔ جبکہ وہ شخص جنونی نہیں تھا۔ تم نے اس کے ذریعے اس کی داشتہ اور اس کے ماں باپ کی پٹائی کروائی۔ پھر وہ تمہاری مرضی کے مطابق پرمیلا کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ مجبوراً ایک آرمی افسر کی گولی چلانی پڑی۔ اس طرح ہردیو مارا گیا ہے۔ تم اپنی چالبازیوں میں کامیاب ہو چکے ہو اور سمجھتے ہو، ہم تمہاری اس چالبازی کو سمجھ نہیں پائیں گے؟"

"سر! میں کیسے یقین دلاؤں کہ یہ سب کچھ میں نے نہیں کیا ہے۔ میں اپنی بیٹی کی قسم کھاتا ہوں۔ بھگوان کی قسم کھاتا ہوں۔ جس کالی ماتا کی پوجا کرتے کرتے میں نے یہ کالا جادو سیکھا ہے، اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں ہردیو کے دماغ میں کبھی نہیں گیا اور نہ ہی میں نے اسے ہلاک کیا ہے۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہردیو کی موت کے سلسلے میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر شبہ کیا جائے۔ میں نے اس کی موت کا جو ڈراما پلے کیا تھا، اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی بدنامی کے ڈر سے اور وہ آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی ماسٹر کاپیاں حاصل کرنے کے لیے جنون میں مبتلا ہو گیا تھا لیکن مانک لال اور راج تلک اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ وہ اس قدر جنونی نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں گھس کر اسے جنونی بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں یقین کی حد تک چنڈال پر شبہ کر رہے تھے۔

اس طرح یہ بات میرے منصوبے کے خلاف ہو گئی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ چنڈال یا وہ یوگا جاننے والے افسران ہردیو کی موت کے سلسلے میں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے پر شبہ کریں۔ اس طرح چنڈال پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اور وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا پہلے بندیا کے ذریعے اس کے بیٹے ہنس راج جوگیا کے اندر پہنچا تھا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا رہا تھا۔ چنڈال نے اپنے بیٹے کو اس کے عمل سے نجات دلائی تھی۔ پھر دوسری بار ممبئی ائرپورٹ سے کالیا اسرانی نے اس کی بیٹی انیتا کو غائب کیا تھا اور وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے اور اب ہردیو کی ہلاکت سے اسے پورا یقین ہو گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کا تعاقب کرتے کرتے شملہ پہنچ گیا ہے۔

اس کے دماغ میں چھپے ہوئے ٹونی جے نے پوچھا "آخر یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے جو بالکل خاموش رہتا ہے؟ تم سے کچھ بولتا نہیں ہے لیکن بہت ہی آہستہ آہستہ سرنگ بناتا ہوا شملہ تک پہنچ گیا ہے۔"

چنڈال اس وقت ٹونی جے سے باتیں نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مانک لال فون پر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ پورے یقین سے کہہ رہا تھا کہ ہردیو کو اسی نے ہلاک کیا ہے۔ اس نے کہا "میں نے بڑی بڑی قسمیں کھائی ہیں۔ اس کے بعد بھی تم لوگوں کو مجھ پر شبہ ہے، تو میں دل چیر کر اپنی سچائی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لیے خاموش ہو جاتا ہوں۔ میرے سونے کا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے اجازت دو تا کہ میں لائٹ آف کر کے سو جاؤں۔"

مالک لال نے کہا "ٹھیک ہے، سو جاؤ۔ ہم کل صبح تم سے نمٹ لیں گے۔"

اس نے فون بند کر دیا۔ چنڈال نے کمرے کی تمام لائٹس بجھا دیں۔ پھر بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔ ٹونی جے سے بولا۔ "میں حیران ہوں کہ وہ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہو سکتا

ہے؟ ہم اپنے آلۂ کار اندرا کوٹھانی کو شملہ سے ڈل ہوزی تک لے گئے۔ ان دو افسران کو تلاش کرتے رہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آیا لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا کسی ایک کے اندر پہنچ گیا اور اسے ہلاک بھی کر دیا۔"

ٹونی جے نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے تمہارے دشمن کو کیوں ہلاک کیا ہے؟ وہ کیوں تمہارے راستے کی دیوار گرا رہا ہے تاکہ تم بآسانی اس قید سے رہائی حاصل کر سکو؟"

"ہاں...... دیکھا جائے تو یہی بات ہے۔ اس نے میری ایک بہت بڑی مصیبت ختم کر دی ہے۔ پہلے تو اس نے میرے بیٹے کو معمول اور تابعدار بنانا چاہا تھا۔ یہ سراسر مجھ سے دشمنی تھی۔ مگر اب اس نے جو کیا ہے' یہ تو عملی دوستی لگتی ہے۔"

پھر وہ جھنجلا کر بولا "میں سوچتے سوچتے تھک جاتا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا' وہ کم بخت کون ہے؟ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ مجھ سے دشمنی کر رہا ہے تو دشمنی کی وجہ کیوں نہیں بتا رہا ہے؟ اور اگر دوستی کر رہا ہے تو پھر اسے ایک دوست کی طرح مجھے مخاطب کرنا چاہیے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہئیں لیکن وہ ایک گہرے راز کی طرح میرے آس پاس کہیں چھپا ہوا ہے۔ روز بہ روز پراسرار بنتا جا رہا ہے۔"

ٹونی جے نے کہا "جھنجلانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ہمیں اب یہ سوچنا ہے کہ جب وہ شملہ تک پہنچ گیا ہے اور اس نے ایک افسر کو ہلاک بھی کر دیا ہے تو اس کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ آئندہ کیا کرنے والا ہے؟"

چنڈال نے کہا "ہردیو اور جگدیش راٹھور ڈل ہوزی میں تھے۔ وہاں ہم نے اندرا کوٹھانی کے ذریعے انہیں تلاش کیا۔ تو وہ نہیں ملے' اب ہمیں معلوم ہوا کہ ہردیو شملہ میں تھا۔ وہیں اس کی ہلاکت ہوئی ہے' کیا جگدیش راٹھور بھی شملہ میں ہوگا؟"

"شملہ میں جہاں ہردیو کو ہلاک کیا گیا ہے' وہاں آس پاس کچھ لوگ ہوں گے۔ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس کی ہلاکت کہاں ہوئی ہے؟ اور ہلاکت کے وقت اس کے آس پاس کون لوگ تھے؟"

وہ دونوں پھر اندرا کوٹھانی کے پاس پہنچے۔ اس سے کہا "ڈل ہوزی میں بھٹکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فوراً واپس شملہ جاؤ۔"

وہ اسی طرف جاتے ہوئے بولا "اب کیا بات ہوگئی ہے؟"

"جسے تم ہلاک کرنے والے تھے' اسے کسی اور نے ہلاک کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ جو دوسرا افسر جگدیش راٹھور تھا، پتا نہیں وہ کہاں ہے؟ تم شملہ پہنچ کر پولیس والوں سے ملو۔ ان سے یونہی باتیں کرو۔ تاکہ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر معلوم کریں کہ ہردیو کا مرڈر کہاں ہوا تھا؟ اور اس وقت کون لوگ اس کے آس پاس تھے؟"

مانک لال اور راج تلک اروڑا دونوں ہی تشویش میں مبتلا تھے۔ ہردیو کی موت نے انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب سے پہلے ان کے دو یوگا جاننے والے ساتھی افسران مارے گئے تھے۔ اب ان کے بارے میں بھی یہی سوچا جا رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر کا حادثہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ چنڈال نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے وہ حادثہ کرایا تھا۔

آرمی کے چھ یوگا جاننے والے افسران نے چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا تھا اور وہ چنڈال رفتہ رفتہ بڑی رازداری سے ایک ایک افسر کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ آج اس نے تیسرے افسر کو مار ڈالا تھا۔

وہ دونوں کمرے میں بیٹھے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھ رہے تھے' اسکرین پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ چنڈال اپنے بیڈ روم میں لائٹس آف کرنے کے بعد سو رہا ہے۔

راج تلک نے کہا "وہ سو نہیں رہا ہے۔ ہمیں دھوکا دے رہا ہے اور وہ ہمیشہ یہی کرتا ہے۔ کمرے میں اندھیرا کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ سو رہا ہے جبکہ وہ جاگتا ہوگا اور خیال خوانی کے ذریعے نہ جانے کہاں کہاں پہنچتا ہوگا اور کیا کیا کرتا ہوگا؟"

مانک لال نے تشویش بھرے لہجے میں کہا "ہم چھ یوگا جاننے والے ساتھی تھے۔ تین مارے گئے ہیں' یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ آہستہ آہستہ موت بن کر ہر ایک کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ ہماری طرف بھی آنے والا ہے اور کس طرح آنے والا ہے' یہ ابھی ہم نہیں جانتے۔"

"جگدیش راٹھور ہمیشہ ہردیو کے ساتھ رہا کرتا ہے۔ ابھی وہ کہاں ہوگا؟ کیا اسے ہردیو کی ہلاکت کی خبر نہیں ملی ہے؟ ہمیں اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے۔"

مانک لال نے ریسیور اٹھا کر اس کے موبائل نمبر پنچ کیے' پھر اسے کان سے لگا کر سننے لگا۔ موبائل کے ٹیپ سے مخصوص آواز ابھر رہی تھی۔ یہ پتا چلا کہ جگدیش راٹھور نے اپنا موبائل فون بند کیا ہوا ہے' مانک لال نے جھنجلا کر ریسیور رکھتے ہوئے کہا "اس نے اپنا فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ کیا اسے اپنے ساتھی کی ہلاکت کی خبر نہیں ہوئی ہے' یہ کہاں ہے...... کیا کر رہا

ہے؟"

راج تلک نے کہا "مانک لال! یہ بہت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ ادھر اسکرین کی طرف دیکھو' وہاں تاریکی ہے۔ وہ چنڈال وہاں تاریکی میں چھپا ہوا موت بن کر ہم سب کی طرف بڑھتا آ رہا ہے۔ پتا نہیں اس وقت جگدیش راٹھور کی طرف جا رہا ہے یا جا چکا ہے یا اسے ختم کر چکا ہے؟ اس کے بعد میری اور تمہاری باری آئے گی۔ یہ جو ہم نے بنگلے کے باہر مسلح گارڈز رکھے ہیں' یہ ہمارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے فنا ہو جائیں گے۔"

مانک لال نے اس بنگلے کے مالک کو فون کیا' جہاں جگدیش راٹھور اور ہردیو کرائے دار کی حیثیت سے رہتے تھے۔ اس نے رابطہ ہونے پر کہا "میں مانک لال بول رہا ہوں۔ آپ کے ان چار کرائے داروں میں سے ایک ہوں۔ یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دونوں ساتھی بنگلے میں ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں...... تو کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کہاں گئے ہیں؟"

مالک مکان نے کہا "میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ شام تک بنگلے میں تھے۔ اس کے بعد دروازے لاک کر کے کہیں چلے گئے ہیں؟"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ راج تلک نے کہا "مانک لال! میں بہت خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ ہم اس بنگلے میں محفوظ نہیں ہیں۔ اس علاقے میں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ ہمیں اپنی سلامتی کے لیے جلد سے جلد ہیڈ کوارٹر جانا ہوگا۔"

مانک لال نے کہا "صرف ہمارے یہاں سے بھاگ جانے سے بات نہیں بنے گی۔ اس چنڈال کو زخمی کرنا ہوگا یا بے ہوش کر کے قیدی بنا کر پھر ہیڈ کوارٹر لے جانا ہوگا ورنہ یہ ہمارے پیچھے رہے گا تو کبھی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ موت کی طرح ہر لمحہ ہمارے لیے دھمکی بنا رہے گا۔"

وہ دونوں تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتے رہے پھر مانک لال نے کہا "ہم صبح تک انتظار کریں گے' دیکھتے ہیں' کیا ہوتا ہے؟ جگدیش راٹھور اس وقت کہاں ہے؟ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ اگر اسے کچھ ہو جائے گا تو ہم چنڈال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں سے جاتے جاتے اسے موت کے گھاٹ اتار کر جائیں گے۔"

اب ان دونوں کو اپنے بچاؤ کی فکر ہوگئی تھی۔ چنڈال کی ٹیلی پیتھی سے انہیں بڑے فائدے پہنچ رہے تھے اور آئندہ بھی وہ اس سے بہت کچھ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اپنی سلامتی کی خاطر اسے قتل بھی کر سکتے تھے۔

وہ طے کر چکے تھے کہ بہت زیادہ مجبور ہونے کے بعد انہیں یہی کرنا ہوگا۔

اندرا کوٹھانی شملہ واپس پہنچ گیا تھا۔ وہاں ایک پولیس والے سے باتیں کر رہا تھا۔ چنڈال اور ٹونی جے اس پولیس والے کے دماغ میں پہنچ گئے' اس کے خیالات پڑھنے لگے۔ پتا چلا کہ پرمیلا نام کی ایک بہت ہی اونچی طوائف زادی کے گھر میں یہ ساری واردات ہوئی ہے۔

ٹونی نے اس افسر کو مجبور کیا کہ وہ پرمیلا سے فون پر بات کرے۔ اس نے فون کے ذریعے پرمیلا کو مخاطب کیا۔ دوسری طرف سے اس کے باپ کی آواز سنائی دی "میں بول رہا ہوں' فرمایئے۔"

اس افسر نے کہا "آپ خیریت سے تو ہیں؟ میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا ہے۔"

پرمیلا کے باپ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ افسر نے فون بند کر دیا۔ وہ دونوں اس کے دماغ میں پہنچ گئے۔ اس بوڑھے کے خیالات نے بتایا کہ ہردیو نے ان کی بیٹی پرمیلا کو داشتہ بنا کر رکھا تھا۔ وہ ماں بننے والی تھی۔ اسی سلسلے میں جھگڑا بڑھ گیا تو بات یہاں تک پہنچی کہ ہردیو کو زندگی سے محروم ہونا پڑا۔

ٹونی جے نے اس کے اندر یہ سوچ پیدا کی کہ ہردیو کے ساتھ اس کا ایک اور ساتھی جگدیش راٹھور بھی تھا۔ کیا وہ بھی یہاں آیا تھا؟

اس بوڑھے کی سوچ نے بتایا کہ ہردیو وہاں تنہا آیا تھا اور وہ اس کے ساتھی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

وہ بوڑھا اس کی مرضی کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ کر پرمیلا کے بیڈ روم میں آیا۔ وہ وہاں لیٹی ہوئی تھی۔ زخموں سے چور تھی۔ تکلیف سے کراہ رہی تھی۔ اس نے پوچھا "بیٹی! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

"پتا جی! تکلیف تو ہو رہی ہے لیکن یہ سوچ کر اطمینان ہو رہا ہے کہ وہ کتا مارا گیا ہے۔"

وہ دونوں پرمیلا کے اندر پہنچ گئے۔ اس کے خیالات پڑھنے سے پتا چلا کہ وہ ہردیو کے ساتھی جگدیش کو جانتی ہے اور اس جگدیش راٹھور کے لیے اس نے کوکی نام کی ایک نوجوان لڑکی کو پھانسا تھا۔ جگدیش اس لڑکی کوکی کے ساتھ پرمیلا کے بنگلے میں اس وقت موجود ہے۔

انہوں نے پرمیلا کو فون کرنے پر مائل کیا۔ وہ ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ تھوڑی دیر میں رابطہ ہوا۔ دوسری طرف سے کوکی کی آواز سنائی دی "ہیلو...... میں کوکی بول رہی ہوں۔"

''ہیلو...... میں پرمیلا ہوں۔ میں نے ہردیو کے دوست سے تمہاری دوستی کرائی۔ یہ بہت برا کیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ لوگ کیسے ظالم کتے ہیں؟''

وہ کوکی کو ہردیو کے بارے میں بتانے لگی۔ کوکی حیرانی سے سن رہی تھی پھر بولی ''کیا ہردیو مر چکا ہے؟''

جگدیش راٹھور اس کے پاس بیٹھا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس بات سے چونک کر بولا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

کوکی نے کہا ''پرمیلا ابھی بتا رہی ہے کہ ہردیو نے اس پر بہت ظلم کیا تھا۔ اسے اور اس کے باپ کو مار پیٹ کر پریشان کر دیا تھا۔ پولیس والوں نے آ کر انہیں بچایا ہے۔ اس کے بعد ہردیو جنون میں مبتلا رہا تھا۔ پرمیلا کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لیے ایک آرمی افسر نے اسے گولی مار دی۔ وہ مر چکا ہے۔''

ان کی باتوں کے دوران میں چنڈال اور ٹونی جے کوکی کے اندر پہنچ چکے تھے۔ اس کے ذریعے جگدیش کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ ہردیو کی موت کی خبر سن کر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا موبائل فون آن کر کے مانک لال سے رابطہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد مانک لال کی آواز سنائی دی۔ اس نے کہا ''میں نے ابھی ہردیو کی موت کی خبر سنی ہے۔ کیا آپ تک یہ خبر پہنچی ہے؟''

''ہم بہت پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں۔ تمہیں اطلاع دینا چاہتے تھے تم نے اپنا موبائل فون کیوں بند کر رکھا ہے؟ تم کہاں ہو کیا کر رہے ہو؟ کیا اپنے لیے خطرہ محسوس نہیں کر رہے ہو؟''

اس نے حیرانی سے پوچھا ''کیسا خطرہ؟ ہردیو کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے نہیں بلکہ ایک آرمی افسر نے مارا ہے۔''

''تم چنڈال کی مکاری کو نہیں سمجھ رہے ہو۔ وہ آہستہ آہستہ ہم سب کو ختم کرتا جا رہا ہے۔ تمہیں بنگلے میں واپس نہیں جانا چاہیے ہو سکتا ہے کہ چنڈال نے وہاں کوئی جال بچھا رکھا ہو۔''

جگدیش نے پوچھا ''کیا وہ اس بنگلے میں نہیں ہے؟ تمہیں ٹی وی پر نظر نہیں آ رہا ہے؟''

''وہ اپنے کمرے کی تمام لائٹس آف کرنے کے بعد سو گیا ہے۔ ہم لوگ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں کہ وہ خیال خوانی کے ذریعے ہم لوگوں پر مصیبت بن رہا ہے۔''

''میں تو کہتا ہوں کہ اس مکار کو سونے نہ دو۔ اسے رات بھر جگاتے رہو۔ اسے ٹارچر کرو اور پوچھو کہ ہردیو کو کیوں قتل کیا ہے؟''

''وہ تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ حیرانی ظاہر کر رہا ہے کہ ہردیو کیسے قتل کیا گیا ہے؟''

''چور کبھی چوری کا اعتراف نہیں کرتا۔ وہ کبھی اپنے قاتل ہونے کا اعتراف نہیں کرے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے سونے نہ دو۔ ورنہ وہ سونے کے بہانے پتا نہیں کہ ہمارے خلاف کیا کرتا پھرے گا۔''

''واقعی...... تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس کم بخت کو سونے کے بہانے کمرے میں اندھیرا کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ہم ابھی اس کے پاس جاتے ہیں۔''

چنڈال نے ٹونی سے کہا ''وہ دونوں کم بخت میرے پاس آ رہے ہیں۔ اب تم ہی خیال خوانی کے ذریعے کچھ کرو۔ میں ان کے ساتھ باتوں میں مصروف رہوں گا۔ تم کوکی کے دماغ میں رہ کر راٹھور کو ٹریپ کرنے کی کوشش کرتے رہو۔''

فون کا رابطہ ختم ہو گیا۔ راٹھور نے اپنے موبائل کو بند کیا۔ کوکی اس کے پاس آ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی ''تمہارے دوست کو قتل کیا گیا ہے۔ تمہیں کتنا صدمہ پہنچا ہوگا۔ میں جانتی ہوں۔''

''وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی ''آؤ...... لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا دل بہلاؤں گی۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ یہ خیالی میں بھول گئی کہ وہ بازو زخمی ہو چکا ہے۔ جیسے ہی اس نے بازو کو پکڑا راٹھور تکلیف سے کراہ اٹھا۔ کوکی نے جلدی سے ہاتھ ہٹا کر کہا ''اوہ سوری...... مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ تم زخمی ہو چکے ہو۔''

یہ سنتے ہی ٹونی جے نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی لیکن اس نے سانس روک لی۔ اس کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ اب یہ سوچنے سمجھنے کی بات تھی کہ وہ زخمی ہونے کے باوجود سوچ کی لہروں کو کیسے محسوس کر رہا ہے؟

سیدھی سی بات سمجھ میں آ گئی کہ کسی نے اسے زخمی کرنے کے بعد اس پر تنویمی عمل کیا ہے اور اس کے دماغ کو لاک کیا ہے۔ ایسے وقت میں وہاں موجود تھا۔ فون پر ہونے والی سن رہا تھا۔ یہ پتا نہیں تھا کہ ٹونی جے وہاں موجود ہے۔ جیسے جگدیش نے اچانک سانس روکی تو میں نے کوکی کے اندر رہ کر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے اور سمجھ لیا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ فوراً ہی اس کے دماغ میں آیا۔ تو پتا چلا کہ تھوڑی دیر پہلے اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا۔ اس لیے سانس روک لیا تھا۔ مجھے اطمینان ہوا کہ میں اس کے دماغ کو لاک کر کے

تھا۔ وہ آنے والوں کو اسی طرح سانس روک کر بھگا سکتا تھا۔

لیکن دوسری طرف کیا ہو رہا تھا یہ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کیونکہ دوسری طرف چنڈال اور وہ دو یوگا جاننے والے افسران تھے۔ ان میں سے کسی کے بھی اندر میں نہیں پہنچ سکتا تھا اور نہ معلوم کر سکتا تھا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ٹونی جے نے چنڈال کے پاس جا کر کہا "وہ راٹھور زخمی ہے اس کے دماغ میں پہنچا جا سکتا ہے۔ لیکن میرے وہاں پہنچتے ہی اس نے سانس روک لی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے اسے زخمی کرنے کے بعد اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ اپنے لیے راستہ ہموار کیا ہے۔ اور ہم سب کے لیے راستے بند کر دیے ہیں۔"

چنڈال ان دو افسران سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس نے مختصر سا جواب دیا "بھاٹیا! وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا بہت پراسرار بنتا جا رہا ہے۔ وہی یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ کسی طرح اس کا سراغ لگاؤ۔ میں ان سے نمٹ رہا ہوں۔"

وہ پھر ان دو افسران سے باتیں کرنے لگا۔ وہ اس سے کہہ رہے تھے کہ تم اس وقت کمرے میں اندھیرا کر کے جاگ رہے تھے اور خیال خوانی کر رہے تھے اور ہم دونوں کو دھوکا دے رہے تھے۔ اب تم اسی طرح جاگتے رہو گے۔ صبح تک تمہیں سونے نہیں دیا جائے گا۔

چنڈال نے کہا "مجھے صبح تک جگائے رکھنے سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ کیا تمہارا ساتھی ہردیو زندہ ہو جائے گا؟ یا وہ جو دوسرا جگدیش راٹھور ہے وہ خطرات سے بچ نکلے گا؟ پہلے اس کی فکر کرو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟"

"وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔ ابھی ہم سے فون پر باتیں ہوئی ہیں۔"

"فون پر باتیں کرو گے تو یہ کبھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ کوئی دشمن اس کے اندر چھپا ہوا ہے۔ تم دونوں میری باتوں کا یقین نہیں کرو گے۔ اس کو کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مارا ہے اور اب راٹھور بھی اس کے نشانے پر ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایسا کر رہا ہے؟ اگر تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو تو ہمیں بتاؤ۔ ہم اس کا سراغ لگائیں گے۔ اس سے رابطہ کریں گے۔ اس سے معلوم کریں گے کہ وہ ہم سے دشمنی کیوں کر رہا ہے؟ ہم سے کیا چاہتا ہے؟

چنڈال نے کہا "میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ کوئی دشمن ہے۔ وہ میرے دماغ میں بھی آنا چاہتا ہے لیکن میں ہمیشہ سانس روک لیا کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے کہا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے بعد پھر آئے گا اور مجھ سے بات کرنا چاہے گا لیکن میں اسے نہیں آنے دوں گا۔"

راج تلک نے کہا "تمہیں اس سے ضرور بات کرنی چاہیے۔ تم ہمارے پاس آدھے گھنٹے سے بیٹھے ہوئے ہو، ابھی آتا ہی ہوگا۔ اس بار تمہیں بات کرنی ہے اور ہم سے بھی بات کروانی ہے۔"

ٹونی جے پھر چنڈال کے پاس آیا تھا۔ وہ بولا "یہ پھر سے دماغ میں آیا ہوا ہے۔ آپ دونوں کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

مانک نے کہا "اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے کہو کہ فون کے ذریعے ہم سے بات کرے۔ ہمارا نمبر بتا دو۔"

چنڈال نے کہا "وہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا نمبر وہ جانتا ہے۔ ابھی فون کر رہا ہے۔"

ٹونی نے اپنے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔ ان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مانک نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو...... کون؟"

ٹونی نے آواز بدل کر کہا "میں وہی ہوں جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ تم لوگوں نے بہت عرصے تک چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔ اب میں اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا چاہتا ہوں لیکن تم لوگوں نے اتنے سخت انتظامات کیے ہیں کہ ان انتظامات کو توڑنے میں ذرا وقت لگ رہا ہے۔ ہردیو کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ تمہارے راٹھور کو زخمی کیا ہے۔ اس کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ اس کے بعد تم دونوں تک پہنچوں گا۔"

"تم خواہ مخواہ ہم سے دشمنی نہ کرو۔ سمجھوتا کرو۔"

ٹونی نے کہا "سمجھوتا یہی ہو سکتا ہے کہ چنڈال کو رہا کر دو۔ میں اسے اپنا تابعدار بنانا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر تم ہماری طرف موت بن کر آنا چاہو گے اور ہم تمہارا مقابلہ کسی وجہ سے نہیں کر پائیں گے تو مرنے سے پہلے چنڈال کو مار ڈالیں گے۔ تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔"

"تو پھر تم سے کوئی سمجھوتا نہیں ہوگا۔ نہ ہی میں فون پر باتیں کر کے وقت ضائع کروں گا۔ گڈ بائی سو فار......"

ٹونی جے نے فون بند کر دیا۔ مانک نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے راٹھور سے رابطہ کیا۔ رابطہ ہونے پر اس نے پوچھا "راٹھور...... تم ہم سب سے بڑی دیر فون پر باتیں کر رہے۔ تم نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ تم زخمی ہو چکے ہو۔"

راٹھور نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ آپ سے کس نے کہا ہے۔ میں...... میں تو زخمی نہیں ہوں؟"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ کسی نے تمہیں زخمی کیا؟ تمہیں اپنا معمول اور تابع دار بنایا ہے۔ تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے۔ تم خود سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ کسی کے زیر اثر آ چکے ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم زخمی نہیں ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں...... میں زخمی نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے ہم کسی اور راستے سے معلوم کر لیں گے کہ تم کس حال میں ہو؟ اور جب تک تمہارے بارے میں یقین نہیں ہوگا کہ تم پہلے کی طرح یوگا کے ماہر ہو اور کسی نے تمہیں زخمی نہیں کیا ہے۔ اس وقت تک تمہیں ہماری طرف آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ادھر آؤ گے تو گولی مار دی جائے گی۔"

اس سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ ٹونی نے اپنے موبائل کے ذریعے راٹھور کو مخاطب کیا۔ رابطہ ہونے پر بولا "تم مجھے نہیں جانتے مگر میں تمہیں جانتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے دماغ میں آیا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔"

راٹھور نے کہا "اچھا...... تو وہ تم تھے۔ میرے پاس کیوں آئے تھے اور تم ہو کون؟"

"جب ہماری دوستی ہوگی تو میرے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

راٹھور نے میری مرضی کے مطابق کہا "میں دوستی ضرور کروں گا۔ لیکن ہمیں پہلے ایک دوسرے سے متعارف ہونا چاہیے۔"

"میں اس سے متعارف ہونا چاہتا ہوں جو تمہارے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"میرے اندر جو بھی چھپا ہوا ہے۔ تم اس سے متعارف ہو کر کیا کرو گے؟"

"میں اس کی مدد چاہتا ہوں۔ اس نے ان دو کا کام تمام کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ چنڈال کو قید سے رہائی دلانے کے سلسلے میں میری مدد کرے۔"

"تم کس قسم کی مدد چاہتے ہو؟"

"تین گھنٹے بعد میرا ایک آدمی اس بنگلے کی طرف جائے گا۔ جہاں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ ٹھیک ایسے وقت میں چاہتا ہوں کہ تم بھی وہاں آ جاؤ۔ تم دونوں وہاں جا کر مانک لال اور راج تلک اروڑا کو اپنے قابو میں کر لو۔ تو چنڈال کی رہائی ممکن ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے میں تمہاری مدد کروں گا۔ تین گھنٹے بعد تم آ کر بتاؤ کہ کس وقت اس بنگلے کی طرف جانا ہے؟"

اس نے تین گھنٹے کا وقت اس لیے لیا تھا کہ اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا۔ اس نے اسے کہا کہ وہ فوراً منالی کی طرف روانہ ہو جائے جہاں چنڈال کو قید کیا گیا ہے۔ اس بنگلے کے باہر دو مسلح پہرے دار ہیں۔ انہیں ٹھکانے لگانا ہے۔ تمہاری مدد کے لیے ایک اور شخص وہاں موجود ہوگا۔

اندرا کوٹھانی وہاں سے روانہ ہو گیا۔ تین گھنٹے کے اندر ہی منالی کے اس بنگلے میں پہنچنے والا تھا۔ جہاں چنڈال ایک قیدی کی زندگی گزار رہا تھا اور شاید ایک قیدی کی حیثیت سے آخری رات تھی۔ صبح تک وہ رہائی پانے والا تھا۔

میں نے یہ پلان کیا تھا کہ اس کی رہائی کے سلسلے میں بھرپور مدد کروں گا جب وہ رہائی پا کر اس بنگلے سے نکلنے لگے گا۔ تب میں اسے زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ چنڈال کے اندر پہنچنے کا اب یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔

☆☆☆

ثمر سلطانہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی۔ آنکھیں کھول کر اپنے آس پاس دیکھنے لگی۔ اسے یاد آیا کہ وہ کالیا اسرانی کے بنگلے میں ہے۔ ارچنا نامی ایک عورت نے اسے دھوکا دیا تھا۔ تین کروڑ کے ہیرے لے کر کہیں گم ہو گئی تھی۔

کالیا نے ہیروں والا زرد رنگ کا بیگ انیتا کے ہاتھوں میں دیکھا تھا تو دھوکا کھا گیا تھا کہ اس میں ہیرے ہیں۔ وہ اسے اغوا کر کے اپنے بنگلے میں لے آیا تھا۔ وہاں آ کر بھید کھلا کہ وہ بیگ خالی ہے اور ارچنا ہیرے لے کر جا چکی ہے۔

اسرانی نے سوچا کہ وہ بھاگ کر کہاں جائے گی؟ اسے کہیں نہ کہیں ڈھونڈ نکالے گا۔ فی الحال وہ انیتا کے حسن و شباب سے متاثر ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے ذریعے اسمگلنگ کا کاروبار جاری رکھ سکے گا لہٰذا اس نے اس پر تنویمی عمل کرنا شروع کیا تو ایک نیا انکشاف ہوا۔

اسے یہ عجیب سی بات معلوم ہوئی کہ انیتا کے اندر دو شخصیات سمائی ہوئی ہیں۔ ایک تو خود انیتا ہے دوسری ثمر سلطانہ ہے۔ کالیا نے جب تنویمی عمل شروع کیا تو اس کے عمل سے وہ دونوں متاثر ہو رہی تھیں۔ دونوں نے اس کے سوالات کے جواب دیے۔

ثمر سلطانہ کا دعویٰ تھا کہ جسم اس کا ہے اور دماغ بھی اس کا ہے اور انیتا کا دعویٰ تھا کہ آتما اس کی ہے اور آتما کے بغیر جسم و دماغ کسی کام کا نہیں رہتا۔

ثمر سلطانہ نے کہا کہ جسم و دماغ نہ رہے تو آتما باہر ہی بھٹکتی رہ جاتی ہے اسے کہیں ٹھکانا نہیں ملتا۔

انیتا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بہت بڑے گیانی باپ کی بیٹی ہے اس کا باپ ٹیلی پیتھی بھی جانتا ہے اور جادو بھی جانتا ہے۔ اگر کالیا نے اسے آزاد نہ کیا اور قیدی بنا کر رکھا تو بہت

پچھتائے گا۔

انیتا کا یہ چیلنج کالیا کو بہت برا لگا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ ثمر سلطانہ کو اہمیت نہیں دے گا اور انیتا پر تنویمی عمل کرے گا اور اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنائے گا تو کسی وقت بھی اس کا وہ جادوگر باپ آ کر اسے چھین کر لے جائے گا اور اس تنویمی عمل کرنے والے پر بھی مصیبت بن جائے گا۔

اس نے اپنے عمل کے ذریعے انیتا کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر ثمر سلطانہ سے کہا ''اگر تم میرے احکامات کی تعمیل کرتی رہو گی۔ میری وفادار بن کر رہو گی تو میں کبھی انیتا کو تمہارے اندر سے ابھرنے نہیں دوں گا۔ دس دن تک میرے عمل کا اثر رہتا ہے۔ میں ہر دسویں دن تم پر عمل کیا کروں گا اور اسے تمہارے اندر کچل کر رکھوں گا۔ وہ کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی اور نہ ہی اپنی شخصیت ظاہر کر سکے گی۔''

کالیا کو پہلی بار بہت ہی مشکل عمل سے گزرنا پڑا۔ پہلے اس نے اس کے دماغ سے انیتا کے باپ کے تنویمی عمل کو دھو ڈالا۔ بالکل مٹا ڈالا۔ ایسے وقت انیتا کو یاد آیا کہ وہ اپنے فرمان کی دیوانی ہے اور اس سے بچھڑ گئی ہے۔ اسے جانے دیا جائے۔ وہ اپنے فرمان کے پاس جانا چاہتی ہے۔

لیکن وہ تنویمی عمل کے زیر اثر تھی۔ بستر سے اٹھ کر جا نہیں سکتی تھی۔ پھر اسرانی نے اس پر عمل کیا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی کہ وہ ثمر سلطانہ کے زیر اثر رہا کرے گی۔ کبھی اس پر حاوی ہونے کی کوشش نہیں کرے گی۔ دنیا والوں پر خود کو کبھی ظاہر نہیں کرے گی۔

اس طرح عمل کرنے کے بعد اس نے انیتا کو ثمر سلطانہ کے اندر سلا دیا۔ اس کے بعد ثمر سلطانہ سے اس کی ہسٹری سننے لگا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد بولا ''تم میری معمولہ اور تابعدار بن کر رہو گی تو میں تمہارے اندر انیتا کو اسی طرح خوابیدہ رکھوں گا۔ وہ کبھی تم پر حاوی ہونے نہیں پائے گی۔''

ثمر سلطانہ نے کہا ''میں ہر طرح سے تمہاری وفادار رہوں گی۔ تمہاری ہر بات مانتی رہوں گی۔ لیکن اپنا جسم کبھی نہیں دوں گی۔ میرا یہ جسم میری یہ آبرو صرف اپنے ایک مرد کے لیے ہے۔ اور میرا وہ آئیڈیل کبھی نہ کبھی میری زندگی میں آئے گا۔ میں اس کی امانت ہوں۔''

کالیا نے کہا ''مجھے تمہارے حسن و شباب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں عورتوں سے زیادہ ہیرے جواہرات کا شوقین ہوں۔ تمہارے جیسی حسین عورتیں ہر شہر ہر گلی کوچے میں مل جاتی ہیں لیکن ہیرے جواہرات نہیں ملتے لہٰذا تم میرے ساتھ اسمگلنگ کا دھندا کروں گی۔''

وہ راضی ہو گئی۔ اس نے اس پر تنویمی عمل کیا۔ اسے انیتا پر پوری طرح حاوی کیا پھر اس کے دماغ کو لاک کر دیا۔ تاکہ چنڈال اس کے اندر نہ آ سکے۔ اب وہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد یہ تمام باتیں یاد کر رہی تھی اور خوش ہو رہی تھی کہ اسے انیتا سے نجات مل گئی ہے۔ وہ اس پر کبھی حاوی نہیں ہو گی اور اب وہ پہلے کی طرح زندگی گزارتی رہے گی۔

ہر انسان کو اپنے نام، چہرے اور جسم سے پیار ہوتا ہے۔ یہ جسم چہرہ اور یہ نام اپنے ساتھ لگا رہتا ہے۔ کوئی اسے چرا نہیں سکتا لیکن چنڈال اور اس کی بیٹی نے اسے چرا لیا تھا۔ اب وہ خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ پھر سے اپنا نام اور ایک نئی زندگی حاصل کر رہی ہے۔

وہ واش روم گئی وہاں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا۔ اس کا اپنا لباس کوئی نہیں تھا۔ ارچنا کی کئی ساڑھیاں اور دوسرے ملبوسات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کو پہن لیا۔ آئینے کے سامنے آ کر اپنے آپ کو اور لباس کو دیکھ کر خوش ہونے لگی۔ اب سے پہلے انیتا آئینے کے سامنے خوش ہوا کرتی تھی۔ اب اسے اپنے حسن و شباب پر ناز کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی بلکہ فیصلہ کر رہی تھی کہ کالیا کو ہمیشہ خوش رکھے گی۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے گی۔ تاکہ وہ ہر ہفتے اس پر تنویمی عمل کرتا رہے اور انیتا کو اس کے اندر سلاتا رہے۔

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا پھر پوچھا ''ہیلو...... کون؟''

دوسری طرف سے کالیا کی آواز سنائی دی ''میں بول رہا ہوں۔ گھڑی دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ تم تنویمی نیند سے بیدار ہو چکی ہو۔ یہ بتاؤ کیسا محسوس کر رہی ہو؟''

وہ بولی ''میں بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔''

''صرف شکریہ ادا کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ میرا کام کرتی رہو۔ اگر تھکن دور ہو چکی ہے تو اچھا سا لباس زیب تن کر کے گھر سے نکلو اور ارچنا کو تلاش کرو۔ تم اسے دیکھ چکی ہو۔ اس کا چہرہ یاد... نہ ہو تو الماری میں البم رکھی ہوئی ہے۔ اس میں ارچنا کی کئی تصویریں ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھ کر اسے ذہن نشین کر لو۔''

''میں ابھی اس کی تصاویر دیکھوں گی۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟ میں تم سے کس طرح رابطہ کر سکتی ہوں؟''

اس نے اپنا فون نمبر بتایا۔ وہ اسے نوٹ کرنے کے بعد

بولی ''ٹھیک ہے میں یہاں سے نکلنے سے پہلے تم سے رابطہ کروں گی۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم میں ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے آن کیا۔ پھر الماری کھول کر البم نکال کر ارچنا کی تصاویر دیکھنے لگی۔ ایسے وقت اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو ٹی وی پر اسے اس سیٹھ کی تصویر دکھائی دی جس نے اسے اغوا کیا تھا۔ اس کی عزت لوٹنا چاہتا تھا۔ اور وہ اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ اچانک مر گئی تھی۔ اس کے اندر انیتا کی آتما آ کر سما گئی تھی۔

ٹی وی میں اس سیٹھ کی تصویر دکھائی دینے لگی اور پس منظر میں آواز سنائی دی ''یہ سیٹھ ایشور لال ہیں۔ کل رات اچانک ہی ان کی موت ہو گئی اور موت کے سلسلے میں کہا جا رہا ہے کہ موت طبعی نہیں ہے۔ انہیں ہلاک کیا گیا ہے۔

اسی رات سیٹھ ایشور لال کے گودام میں دو غنڈے مردہ پائے گئے ہیں۔ گودام میں پہرا دینے والے مسلح چوکیداروں کا بیان ہے کہ وہاں سیٹھ آئے تھے ان کے ساتھ ایک حسین لڑکی بھی تھی۔ وہ لڑکی ان کے دفتر میں کام کرتی تھی۔ اس کا نام ثمر سلطانہ تھا۔ جب وہ سیٹھ ایشور کے ساتھ گودام سے باہر آئی تو چوکیداروں کو بعد میں معلوم ہوا کہ گودام کے اندر وہ دونوں غنڈے مردہ پڑے ہوئے ہیں۔ پھر دوسری صبح پتا چلا کہ سیٹھ ایشور اپنے بیڈ روم میں مردہ پائے گئے ہیں۔

وہاں بنگلے کے ملازموں کا بیان ہے کہ رات کو ثمر سلطانہ ان کے ساتھ آئی تھی۔ پھر اچانک کہیں چلی گئی ہے۔ اس کے جانے بعد ایک بوڑھے ملازم نے آ کر دیکھا تو سیٹھ ایشور لال مردہ پڑے ہوئے تھے۔ سیف کھلا ہوا تھا اور اس میں سے قیمتی زیورات اور نقد روپے غائب تھے۔''

ثمر سلطانہ بڑی توجہ سے سیٹھ کی تصویر دیکھ رہی تھی اور خبر سن رہی تھی پھر ایک دم چونک گئی۔ اسکرین پر اسے اپنی تصویر دکھائی دینے لگی۔ پس منظر میں کہا جا رہا تھا کہ یہ ثمر سلطانہ ہے۔ سیٹھ کے دفتر میں اس کی یہ تصویر پائی گئی ہے۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے یہ لڑکی جسے بھی جہاں کبھی دکھائی دے وہ فوراً ہی قریبی تھانے میں اطلاع کرے۔ اطلاع دینے والے کو پچاس ہزار روپے دیے جائیں گے۔

ثمر سلطانہ کا سر گھومنے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بات اتنی بڑھ جائے گی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ جو ثمر سلطانہ مر چکی ہے اس کے ساتھ اس کی پچھلی ہسٹری بھی ختم ہو چکی ہے۔ اس نے اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ جب دوبارہ زندگی مل چکی ہے وہی جسم ہے وہی چہرہ ہے تو پھر وہ لاکھوں میں پہچانی جائے گی۔

اگر انیتا اس پر بھاری پڑتی رہتی تب بھی وہ پکڑی جاتی۔ وہ خود کو لاکھ انیتا کہتی لیکن کوئی یقین نہ کرتا اور اب تو وہ اندر سے بھی ثمر سلطانہ تھی اور باہر سے بھی وہی ثمر سلطانہ تھی جسے ٹی وی اسکرین پر اس شہر کے اس ملک کے اور تمام دنیا کے لوگ دیکھ رہے تھے۔ اچھا ہوا کہ اس نے باہر جانے سے پہلے ٹی وی کھول لیا تھا اور اس خطرے سے آگاہ ہو گئی تھی کہ باہر جائے گی تو پکڑی جائے گی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ آئینے کے سامنے اپنے چہرے اور اپنے جسم پر فخر کر رہی تھی اور شکر ادا کر رہی تھی کہ اسے ثمر سلطانہ کی حیثیت سے نئی زندگی مل گئی تھی۔ اب یہی چہرہ اور جسم اس کے لیے مصیبت بن گیا تھا۔

اس نے ٹیلی فون کے پاس آ کر ریسیور اٹھایا پھر اسرانی کے فون نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ ہو گیا۔ اس نے کہا ''میں ثمر سلطانہ بول رہی ہوں۔''

''ہاں بولو...... میں تمہارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔''

''کیا تم نے ابھی ٹی وی کے ایک چینل پر میرے بارے میں کچھ دیکھا ہے؟ سنا ہے؟''

''نہیں...... میں اپنے معاملات میں مصروف تھا۔ کیا ٹی وی پر کوئی خاص پروگرام آ رہا ہے؟''

''ہاں...... میرا پروگرام آ رہا ہے۔ مجھے سیٹھ ایشور لال کی قاتل قرار دیا گیا ہے۔ پولیس والے مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ ٹی وی پر میری تصویر دکھائی جا رہی ہے۔''

اس نے پریشان ہو کر کہا ''اوہ گاڈ! یہ تو بہت برا ہوا۔''

''اس سے بھی برا ہو جاتا اگر میں ٹی وی کا یہ چینل دیکھے بغیر باہر نکل جاتی۔ لوگ تو مجھے دیکھتے ہی پکڑ لیتے اور تھانے پہنچا دیتے۔''

''تم ابھی گھر میں ہی رہو۔ میں آ رہا ہوں۔ پھر باتیں ہوں گی۔''

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اسی وقت اس نے اپنے اندر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا پھر فوراً ہی سانس روک لی۔ اسرانی نے اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ وہ کسی بھی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور اپنے اندر آنے والوں کو بھگا دیا کرے گی۔

اس وقت بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا لیکن اسرانی نے پوری تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے یہ عمل نہیں کیا تھا کہ اگر کوئی دوبارہ اس کی دماغ میں آئے یا اس سے بات کرنا چاہے تو اسے بات کرنا چاہیے یا نہیں۔ وہ چنڈال کے سلسلے

میں تو محتاط تھی۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو اچھی طرح پہچانتی تھی کیونکہ وہ کئی بار دماغ میں آ چکا تھا اور انیتا سے باتیں کرتا رہا تھا۔

وہ سر جھکائے سوچ رہی تھی کہ ایسے ہی وقت پھر پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی کہ کسی نے جلدی سے کہا "پلیز...... سانس نہ روکنا۔ میری ایک بات سن لو۔ تم خطرے میں ہو۔ میں تمہاری حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کون ہو؟ اور میرے دماغ میں کیسے پہنچ گئے ہو؟"

ثمر سلطانہ ایسے وقت اپنے اندر بے چینی سی محسوس کر رہی تھی۔ پھر اندر سے انیتا کی آواز ابھری "یہ...... یہ میرا فرمان ہے مجھے بولنے دو۔ سلطانہ مجھے بولنے دو۔ یہ میری جان ہے۔ میری زندگی ہے۔ میں ہزاروں میں اس کی آواز کو پہچان سکتی ہوں۔"

ادھر فرمان کہہ رہا تھا "ابھی میں ٹی وی پر جرائم کے سلسلے میں پروگرام دیکھ رہا تھا۔ اس وقت تمہارے بارے میں ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی۔ پھر تمہاری تصویر بھی دکھائی گئی۔ میں تمہاری تصویر کی آنکھ میں جھانکتا ہوا تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ تم چاہو تو مجھ پر بھروسا کر سکتی ہو۔ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جتنی اچھی طرح تمہاری حفاظت کر سکے گا۔ شاید کوئی دوسرا نہ کر سکے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی باہر گاڑی کی آواز سنائی دی۔ کالیا اسرانی آ گیا تھا۔ وہ بولی "پلیز...... ابھی چلے جاؤ۔ میرا ایک ساتھی آیا ہے۔ میں پھر کسی دن تم سے بات کروں گی۔"

"وعدہ کرو۔ جب میں آؤں گا تو سانس نہیں روکو گی۔ مجھ سے دوستی کرو گی۔ مجھ پر بھروسا کرو گی۔"

"میں تمہارے بارے میں سوچوں گی۔ ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ پلیز چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ثمر یہ تو سمجھ گئی تھی کہ آنے والا انیتا کا محبوب ہے۔ وہ اس کے اندر اس کے لیے تڑپ رہی ہے لیکن کچھ بول نہیں پا رہی ہے۔

دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فرمان کو اپنے اندر نہ آنے دے۔ وہ آئے گا تو انیتا اسی طرح تڑپتی مچلتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جوش اور جذبے کے تحت پوری طرح بیدار ہو جائے اور اس کے اندر بولنے لگے تو پھر وہ دماغ میں آنے والا اس کی آواز بھی سن لے گا پھر اپنی محبوبہ کو پہچاننے کے بعد اسے اس کے اندر سے ابھارنے کی کوشش کرے گا۔

حالات کا تقاضا یہ تھا کہ وہ فرمان سے بھی دوستی کرے کیونکہ وہ در بدر ہو گئی تھی۔ گھر کی رہی تھی نہ گھاٹ کی۔ اسرانی کی تابعدار بن کر اس کے رحم و کرم پر تھی۔

اب عقل یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا مل رہا ہے تو اس سہارے سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کسی بھی برے وقت میں کام آ سکتا ہے۔

کالیا نے بیڈ روم میں آ کر پوچھا "تم نے ٹی وی پروگرام میں کیا دیکھا ہے؟"

وہ اس پروگرام کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی پھر بولی "تم نے تنویمی عمل کے دوران میں میرے بارے میں پوری ہسٹری معلوم کی ہے۔ میں کن حالات سے گزر کر یہاں تک آئی ہوں، تم اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے نہ تو ان دو غنڈوں کو ہلاک کیا ہے اور نہ ہی سیٹھ ایشور لال کو قتل کیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ میں لاکھوں روپے کے ہیرے جواہرات اور نقد رقم چرا کر لائی تھی۔"

وہ بولا "میں یہ ساری باتیں معلوم کر چکا ہوں اور تم سے کہہ چکا ہوں کہ جب تم اپنی نیند پوری کر کے بیدار ہو جاؤ تو میرے ساتھ مل کر ارچنا کو تلاش بھی کرو گی اور جس ہوٹل میں تمہارا قیام تھا وہاں جا کر اپنا وہ بیگ لے آؤ گی جس میں وہ نقد رقم اور ہیرے جواہرات موجود ہیں۔"

"بے شک...... مجھے وہاں جا کر وہ ساری قیمتی چیزیں لے آنا چاہئیں مگر کیسے جاؤں؟ باہر جاتے ہی پہچان لی جاؤں گی۔"

"فکر نہ کرو۔ میں میک اپ کرنے کا ماہر ہوں۔ میک اپ کا کچھ ضروری سامان ساتھ لے کر آیا ہوں۔ آئینے کے سامنے بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے چہرے کو ایسا تبدیل کر دوں گا کہ کوئی پہچان نہیں پائے گا۔"

وہ ایک آئینے کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ اسرانی اپنے ساتھ ایک بڑا سا بیگ لے کر آیا تھا۔ اسے کھول کر اس میں سے میک اپ کا سامان نکالنے لگا۔ اس کے بیڈ روم میں پہلے سے بھی کچھ میک اپ کا سامان موجود تھا۔ اسمگلنگ کے دھندے میں ایسی چیزوں کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اور وہ اس سلسلے میں میک اپ کا ماہر تھا۔

وہ اس کے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ وہ فرمان کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا لینا چاہیے یا نہیں؟ وہ عجیب دوراہے پر کھڑی ہوئی تھی۔ ایک طرف اسے ہر حال میں ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سہارا لینا چاہیے تھا۔ وہ سہارا مضبوط ہوتا اور دوسری طرف سہارا لینے سے انیتا کی بن آتی اسے کسی وقت بھی اپنے محبوب کے سہارے ابھرنے کا موقع مل جاتا اور اس کا محبوب اسی کی حمایت کرتا۔ ثمر سلطانہ کو ثانوی حیثیت دیتا یعنی اس کے جسم سے انیتا کو ابھار کر اس پر حاوی کر دیتا اور ثمر سلطانہ کو پہلے کی طرح پیچھے دھکیل دیتا۔ اور وہ خاموشی سے اس کے جسم میں فریاد کرتی رہتی لیکن کوئی اس کی فریاد سننے والا نہ ہوتا۔

وہ کسی آخری فیصلے تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ بری طرح الجھی ہوئی تھی۔ لے دے کر یہی ایک خیال ذہن میں آ رہا تھا کہ وہ فرمان سے اس سلسلے میں بات کرے گی۔ اگر وہ اپنی محبوبہ پر اسے ترجیح دے گا اور ثمر سلطانہ کی حیثیت برقرار رکھے گا تو پھر وہ اس سے دوستی کر لے گی اور اسے اپنے دماغ میں آنے دیا کرے گی۔

اسے اپنے اندر انیتا کی سوچ سنائی دی "ہمارا ذہن ایک ہے مگر سوچ مختلف ہے۔ تم جو سوچ رہی ہو، وہ میں سن رہی ہوں۔ یہ سراسر زیادتی ہے کہ تم میرے محبوب کو میرے خلاف بھڑکاؤ گی۔ اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے اس سے دوستی کرو گی۔ اور مجھے اسی طرح اندر ہی اندر کچل کر رکھو گی۔ یہ ظلم ہے، مجھ سے انصاف کرو۔"

اس نے کہا "جب تمہارا باپ تمہیں مجھ پر حاوی کر رہا تھا تب میرے ساتھ تم نے انصاف کیوں نہیں کیا؟ مجھے کچل کر کیوں رکھا؟"

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ اب میری عقل میں بات آ رہی ہے کہ ہم دونوں کو مل جل کر اس جسم میں رہنا چاہیے۔ اگر ہم میل ملاپ سے نہیں رہیں گے، ایک دوسرے کی مخالفت ہوتی رہے گی تو کسی موقع پر کبھی میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گی اور کبھی تم مجھے نقصان پہنچایا کرو گی۔ اس طرح زندگی نہیں گزرے گی۔"

ثمر سلطانہ نے کہا "یہ تم عقل کی بات کر رہی ہو۔ ہم اس پہلو پر مزید غور کریں گے۔ اور متفق ہو کر متحد ہو کر رہیں گے۔"

اس کے چہرے پر میک اپ ہو رہا تھا۔ وہ تبدیل ہو رہی تھی۔ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ کالیا اسرانی کی تعریفیں کر رہی تھی۔ وہ اس فن میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے چہرے کے حسن کو برقرار رکھتے ہوئے اسے تبدیل کر دیا تھا۔

اس نے آئینے میں ہر زاویے سے اپنے آپ کو دیکھا۔ پھر خوش ہو کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم نے کمال کیا ہے۔ میں تو سوچ رہی تھی، تبدیل ہونے کے بعد نہ جانے کیسی بدصورت دکھائی دوں گی مگر تم نے مجھے پہلے کی طرح خوبصورت ہی رکھا ہے۔ اب میں باہر جاؤں گی تو کوئی مجھے پہچان نہیں پائے گا۔"

"ہاں...... لباس تبدیل کرو۔ اور باہر چلنے کی تیاری کرو میں بھی اپنے کمرے میں جا کر چینج کر رہا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ وہ دروازے کو بند کر کے الماری سے ایک نئی ساڑی نکال کر پہننے لگی۔ پہننے کے بعد اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا۔ مسکرانے لگی۔ ایسے ہی وقت فرمان کی آواز سنائی دی۔ پلیز سانس نہ روکنا۔ اس حقیقت کو سمجھو کہ میں تمہاری بہتری کے لیے آیا ہوں۔"

وہ بولی "تم میری بہتری کیوں چاہتے ہو۔ میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"میں نے اسکرین پر تمہیں دیکھا۔ تو تم بہت اچھی لگیں۔ میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں۔ نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی محبوبہ ہے۔ میری زندگی میں بالکل سناٹا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"ہاں۔ ضرور پوچھو؟"

"کیا ابھی تک تم نے کسی سے محبت نہیں کی؟"

"ہاں...... کی ہے میری ایک محبوبہ ہے۔ بعد میں، میں نے اس سے شادی کی وہ میری جان تھی۔ میں اسے بہت چاہتا تھا لیکن حالات نے اسے مجھ سے جدا کر دیا۔"

"اگر کبھی وہ تمہیں مل جائے تو؟"

"جو مر جاتے ہیں، وہ اس دنیا میں کبھی واپس نہیں آتے۔ وہ مر چکی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ مرنے کے باوجود بھی وہ کہیں زندہ ہے۔"

"تمہیں یہ یقین کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ اس کا باپ بہت بڑا جادوگر ہے۔ آتما شکتی کا حامل ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی دوسرے جسم میں پہنچا دیا ہے۔ پتا نہیں وہ اس جسم میں کیسی ہے۔ کیا کر رہی ہے؟ اس جسم میں مجھے پہچان سکے گی یا نہیں؟"

انیتا اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اندر ہی اندر تڑپ رہی تھی۔ مچل رہی تھی۔ ثمر سلطانہ سے خوشامدیں کر رہی تھی کہ اسے بات کرنے کا موقع دے۔ وہ اپنے عاشق اور دیوانے کو بتانا چاہ رہی تھی کہ وہ اس کے یقین کے مطابق زندہ ہے اور جہاں وہ پہنچا ہوا ہے وہیں اس کی آواز سن رہی ہے لیکن اس سے بات کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اسے مجبور بنا دیا گیا ہے۔

فرمان نے کہا "ثمر سلطانہ! میں تمہارے دماغ میں رہ کر کچھ عجیب سا محسوس کر رہا ہوں۔ جیسے تمہارے ایک سے زیادہ خیالات گڈمڈ ہو گئے ہوں۔ ابھی تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

وہ بولی "تم تھوڑی دیر کے لیے جاؤ۔ میں تم سے بعد میں

بات کروں گی۔"

"ٹھیک ہے...... اگر تم پریشان ہو تو میں جا رہا ہوں لیکن میرا موبائل فون نمبر یاد رکھو۔ تم جب بھی چاہو اس فون نمبر پر مجھ سے رابطہ کر سکتی ہو۔"

اس نے اپنے موبائل فون کا نمبر بتایا پھر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی ثمر سلطانہ نے کہا "تم ایسے وقت کیوں بولتی ہو جب وہ موجود رہتا ہے۔"

انیتا نے کہا "تم میری بات کیوں نہیں مانتیں؟ کیا ہم دونوں اس سے دوستی نہیں کر سکتے؟ تم دوستی کرو۔ میں محبت کروں گی۔ میرے محبوب کو مجھے پا لینے دو۔ تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ مجھے اس سے ملنے سے نہ روکو۔ اسے معلوم ہونے دو کہ میں تمہارے اندر موجود ہوں۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اسے ضرور بتاؤں گی لیکن ذرا صبر کرو۔ مجھے اس سے باتیں کرنے دو۔ اسے اچھی طرح سمجھنے دو۔"

"تم اسے سمجھ کر کیا کرو گی؟ وہ میرا محبوب ہے؟"

"فضول باتیں نہ کرو۔ جب وہ میرے قریب آئے گا۔ تمہیں چاہے گا اور تم سے باتیں کرے گا تو مجھے ہاتھ بھی لگائے گا۔ کیونکہ یہ جسم انیتا کا نہیں ہے۔ وہ میرے جسم پر اپنا حق جمائے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ اسے سمجھا دوں گی۔ وہ تمہارے جسم کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ صرف دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کرے گا۔"

ثمر نے کہا "میری عمر زیادہ نہیں ہے لیکن میں اتنی بھی نادان نہیں ہوں۔ پہلے چھونے کو دل چاہتا ہے پھر پکڑنے کو دل چاہتا ہے پھر جکڑنے کو دل چاہتا ہے اور تم اپنی اس خواہش پر کبھی قابو نہیں پا سکو گی۔ یہی چاہو گی کہ فرمان آ کر تم کو اپنے سینے سے لگائے اور تم اس کی دھڑکنوں سے لگ جاؤ۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم فرمان کو کبھی اپنے قریب نہیں آنے دو گی اور وہ دماغ میں آئے تو اس سے بات بھی نہیں کرنے دو گی۔"

"میں اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ کوشش کروں گی کہ تمہارے ساتھ انصاف کروں لیکن اس طرح کہ مجھے نقصان نہ پہنچے۔ ابھی زیادہ بحث نہ کرو۔ مجھے سوچنے سمجھنے دو اور یہ یاد رکھو کہ آئندہ فرمان آئے گا تو تم بالکل خاموش رہو گی۔ جذبات چاہے جتنے بھی بھڑکتے ہوں، کچھ نہیں بولو گی۔ اگر بولو گی تو میں فرمان کو آئندہ اپنے دماغ میں آنے نہیں دوں گی۔"

کالیا اسرانی نے دروازے پر دستک دی۔ وہ اٹھ کر دروازہ کھول کر باہر آ گئی پھر اس کے ساتھ باہر آ کر کار میں بیٹھ گئی۔ اس نے کار اسٹارٹ کی پھر آگے بڑھاتے ہوئے بولا "کیا تم ڈرائیو کرنا جانتی ہو؟"

"ہاں...... میں ڈرائیو کر لیتی ہوں۔ ابھی ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"اپنے ہوٹل میں چلو جہاں تم نے قیام کیا تھا۔ وہاں سے اپنا سامان لے آؤ اور وہیں بیگ کھول کر دیکھو۔ تمہاری نقدی اور ہیرے جواہرات موجود ہیں یا نہیں۔"

وہ ہوٹل کے اس کمرے میں آ گئی۔ اس نے بیگ کھول کر دیکھا تو تمام چیزیں موجود تھیں۔ وہ خوش ہو کر بولا "تم بہت اچھی ہو۔ میرے پاس آتے ہی مجھے فائدہ پہنچانے لگی ہو۔"

اس نے کہا "ان میں سے ایک ہیرا اور یہ دو موتی مجھے پسند ہیں انہیں میں رکھوں گی۔"

"بے شک...... تم جو چاہو رکھو۔ باقی مجھے دے دو۔ ہماری دوستی اسی طرح قائم رہے گی۔"

"اب ہم یہاں سے کہاں جائیں گے؟"

"ارچنا کو تلاش کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی تک اسی شہر میں ہے۔ جب تک وہ تمام ہیرے فروخت نہیں ہو جائیں گے۔ وہ یہاں سے جا نہیں سکے گی۔ ہیرے لے کر ادھر ادھر جائے گی تو اس کے لیے خطرات بڑھتے جائیں گے۔ کسی پولیس والے کی گرفت میں بھی آ سکتی ہے۔ کسی بدمعاش کے ہتھے بھی چڑھ سکتی ہے۔ اسی لیے وہ یہیں رہے گی۔ اسی شہر میں چھپ کر رہے گی اور ہیرے جواہرات کے بیوپاریوں سے سودا کرتی رہے گی۔ جب ہیرے فروخت ہوں گے تب ہی یہاں سے کہیں جا سکے گی۔"

اس نے کاؤنٹر پر آ کر ہوٹل کا بل ادا کیا پھر اس کے ساتھ کار میں آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ڈرائیو کرتا ہوا ڈائمنڈ مارکیٹ کی طرف جانے لگا۔ وہاں ہیرے جواہرات کے بیوپاری خاصی تعداد میں موجود تھے۔ وہ بہت بڑی مارکیٹ تھی۔ اس کی ہر دکان میں ہیروں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔

وہ مارکیٹ کے ایک حصے میں آ کر رک گیا پھر بولا "تم کار میں بیٹھی رہو۔ میں ذرا دو چار بیوپاریوں سے بات کر کے آتا ہوں۔ یہاں کے کئی بیوپاریوں نے ارچنا کو میرے ساتھ دیکھا ہے۔ وہ اسے پہچانتے ہیں۔ اس کے بارے میں شاید کچھ بتا سکیں گے۔"

وہ بولی "میں یہاں بیٹھی بور ہوتی رہوں گی۔ اگر ...

...گیم کھیلتی رہتی دل بہلاتی رہتی۔"

"میں تمہیں ایک نیا موبائل فون ابھی خرید کر دوں گا۔ ذرا اپنا کام کر لوں۔ پھر یہ کہ تمہیں ابھی کوئی گیم نہیں کھیلنا ہے۔ کھڑکی سے باہر اور ونڈ اسکرین کے پار آگے پیچھے دیکھتی رہو۔ شاید کہیں ارچنا نظر آ جائے......"

وہ وہاں سے چلا گیا۔ انیتا نے کہا "پلیز...... فرمان سے فون پر بات کرو اس نے تم کو اپنا موبائل نمبر دیا ہے۔"

"میں کیسے بات کروں؟ میرے پاس فون نہیں ہے۔"

"آس پاس دیکھو کہیں پبلک ٹیلی فون بوتھ ہوگا۔ یا پبلک کال کا کوئی آفس ہوگا۔ وہاں سے تم اسے فون کر سکتی ہو۔"

وہ اسے ٹالنے کے لیے بولی "میں پبلک کال آفس میں بیٹھ کر اس سے بات نہیں کروں گی۔"

"بات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے صرف فون کر کے اتنا کہہ دو کہ بات کرنا چاہتی ہو۔ وہ خود ہی ہمارے خیالوں میں آ جائے گا۔"

ثمر سلطانہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر ہی فون بوتھ نظر آیا۔ اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہاری بے قراری کو سمجھتی ہوں۔ اس سے بات کروں گی۔ تم اس کی آواز سنو گی۔ خبردار! جو تم بولیں تو میں فوراً ہی سانس روک کر اسے بھگا دوں گی۔"

انیتا نے کہا "میں وعدہ کرتی ہوں۔ ایک لفظ نہیں بولوں گی۔ خاموش رہوں گی اور اپنے محبوب کی آواز سنتی رہوں گی۔"

وہ کار سے نکل کر ٹیلی فون بوتھ میں آ گئی۔ وہاں ایک لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ وہ دس روپے لے کر اپنا کارڈ پنچ کرنے کے لیے دیتا تھا اور دس منٹ تک بات کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ اس نے اسے دس روپے دے کر اس کا کارڈ لیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ہی فرمان کے نمبر ڈائل کرنے کے بعد انتظار کرنے لگی۔ رابطہ ہوا پھر تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آواز سنائی دی۔ وہ بولی "میں ثمر بول رہی ہوں۔ ابھی تنہا ہوں۔ تم آ سکتے ہو؟"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر چشم زدن میں اس کے اندر آ گیا۔ خوش ہو کر بولا "...... تمہارا شکریہ تم نے جلدی رابطہ کیا ہے۔ میں بے چینی سے تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

وہ آہستہ سے چلتے ہوئے کار میں آ کر بیٹھ گئی پھر پوچھا "تمہیں مجھ سے بات کرنے کی بے چینی کیوں تھی؟"

"تم ایک تو خوب صورت ہو۔ دوسرے کچھ عجیب سی ہو۔ میں نے تمہارے اندر ایک سے زیادہ خیالات کو گڈمڈ محسوس کیا ہے۔ اس لیے میری دلچسپی تم سے بڑھ گئی ہے۔"

اس نے بات بنائی "ہاں...... کبھی کبھی میری ذہنی رو بہک جاتی ہے میرے اندر ایک سے زیادہ خیالات گڈمڈ ہونے لگتے ہیں۔ میں پریشان ہو جاتی ہوں۔ اس وقت بالکل تنہائی چاہتی ہوں۔"

"پریشانی کے عالم میں کبھی تنہائی ہو تو سکون ملتا ہے اور کبھی کوئی دل جوئی کرنے والا ہو تو اس وقت بھی سکون ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب بھی تمہارے خیالات گڈمڈ ہوں تو میں موجود رہوں۔ تمہاری پریشانی دور کر سکوں۔ ہو سکتا ہے یہ کوئی دماغی مسئلہ ہو۔ میں اس مسئلے کا حل تلاش کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا شکریہ اگر مجھے اس سلسلے میں تمہاری ضرورت ہوگی تو تم سے ضرور تعاون حاصل کروں گی۔"

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور ملوں گی لیکن ابھی نہیں، میں اپنے ایک معاملے میں بہت مصروف ہوں۔ وقت ملے گا تو پھر تمہیں بتاؤں گی کہ کب اور کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"اگر تم کسی اہم معاملے میں الجھی ہو تو مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری الجھن دور کر سکتا ہوں۔"

"تمہارا شکریہ...... یہ معاملہ میں اکیلے ہی نمٹانا چاہتی ہوں۔ ویسے ایک بات پوچھوں۔"

"ہاں۔ ضرور پوچھو؟"

"تم نے کہا تھا کہ تم کسی کو بہت چاہتے تھے۔ اس سے شادی بھی کی تھی اور وہ تم سے بچھڑ گئی ہے۔ مر گئی ہے اس کے باوجود وہ زندہ ہے یہ کیا قصہ ہے مجھے بتاؤ؟"

انیتا چپ چاپ سن رہی تھی، خوش ہو رہی تھی کہ ثمر سلطانہ اس کے بارے میں باتیں کر رہی ہے۔ فرمان نے کہا "میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس کا باپ ایک جادوگر ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کی آتما کو کسی جسم میں پہنچا دیا ہے۔ میں جب یہ سوچتا ہوں کہ وہ کہاں ہوگی؟ کیا کر رہی ہوگی؟ اور کس حال میں ہوگی؟ تو بے چین ہو جاتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اسے بہت زیادہ چاہتے ہو۔ کیا نام ہے اس کا؟"

"اس کا نام انیتا ہے۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔"

"جب اسے تلاش کر رہے ہو تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟ صاف صاف کہو۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"صاف بات تو یہ ہے کہ میں حسن پرست ہوں مجھے خوب صورتی بہت اچھی لگتی ہے۔ میں نے ٹی وی اسکرین پر تمہیں دیکھا تو بہت اچھی لگیں۔ میرے دل میں آیا کہ میں

تمہاری مدد کروں۔ پولیس والے اور نہ جانے کون کون اس وقت تمہارے پیچھے پڑیں گے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہارے بہت کام آ سکتا ہوں۔"

"تم صرف میرے کام آنے کی باتیں کررہے ہو۔ باتیں بنارہے ہو اصل بات کرو۔ کیا صرف حسن پرست ہو یا مجھ سے اور بھی زیادہ توقعات رکھتے ہو؟"

"میں تم سے بہت زیادہ توقع نہیں رکھتا ہوں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ حسن پرست ہوں۔ مجھے خوب صورتی بہت متاثر کرتی ہے۔ میں ایک ساتھی چاہتا ہوں لیکن صرف دور ہی دور دوستی کی حد تک میں اپنی انیتا کو تلاش کرتا رہوں گا۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ مجھے کہیں نہ کہیں ضرور ملے گی۔"

انیتا سن رہی تھی۔ خوشی سے نہال ہورہی تھی۔ وہ بے اختیار بول پڑی "میرے فرمان میری جان! تمہاری محبت سچی ہے ہم ضرور ملیں گے اور بہت جلد ملیں گے۔"

فرمان نے حیرانی سے کہا "ثمر سلطانہ! تمہارے خیالات پھر گڈمڈ ہورہے ہیں۔ مجھے ایک اور آواز دھیمی دھیمی سی میٹھی سی سنائی دے رہی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

وہ بولی "تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ میں کہہ چکی ہوں کہ کبھی کبھی ذہنی رو بہک جاتی ہے۔ میرے اندر خیالات گڈمڈ ہوجاتے ہیں۔ اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔ پلیز...... اس وقت چلے جاؤ پھر تم سے رابطہ کروں گی۔"

یہ کہہ اس نے سانس روک لی۔ انیتا تڑپنے لگی۔ گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگی "سانس نہ روکو اسے نہ بھگاؤ۔ اسے فون کرکے پھر بلاؤ۔ یہ تم نے کیا کیا؟"

ثمر سلطانہ نے غصے سے کہا "اور تم نے کیا کیا ہے؟ وعدہ خلافی کی ہے۔ تم نے کہا تھا کہ خاموش رہوگی۔ کیا تم اس طرح اسے اشارے دے رہی ہو کہ میرے اندر موجود ہو؟ اور اسے میرے پاس صرف تمہاری خاطر آتے رہنا چاہیے۔"

"مجھے معاف کردو۔ میں جذبات میں بہک گئی تھی۔ آئندہ کچھ نہیں بولوں گی۔"

"بکواس مت کرو۔ اب میں تم پر بھروسا نہیں کروں گی۔ خاموش رہو۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔"

وہ پھر گڑگڑانے لگی۔ منت سماجت کرنے لگی۔ لیکن ثمر اس وقت پتھر بن گئی یہ طے کرلیا کہ اب اس سے بات نہیں کرے گی۔ وہ چیختی رہے، چلاتی رہے اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

زندگی ان دونوں کو ایسے موڑ پر لے آئی تھی جہاں وہ ایک انار کی دو بیمار بن گئی تھیں۔ انیتا اسے محبوبانہ انداز [illegible] چاہتی تھی اور ثمر سلطانہ اپنی ضرورت کے مطابق ایک [illegible] جاننے والے کو ضروری سمجھ رہی تھی۔ وہ انیتا کے لیے ضروری تھا اور ثمر سلطانہ کے لیے بھی...... ایک طرح [illegible] سوکنیں بن گئی تھیں...... اور ایک سوکنیں کبھی ایک [illegible] ساری زندگی ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔

☆☆☆

بیلا او برائے خوشی سے کھل گئی تھی۔ تاش کے پتوں [illegible] صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ وہ اب تک جس آئیڈیل [illegible] انتظار میں تھی جسے خوابوں اور خیالوں میں دیکھتی رہی [illegible] اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حمزہ خان ہے۔

کبریا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا "تم [illegible] پہلے ہی تمہارے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر کہا تھا کہ [illegible] آئیڈیل جلد ملنے والا ہے اور تاش کے پتوں نے کہہ دیا [illegible] مل چکا ہے اور وہ میں ہوں۔"

بیلا کا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں خوشی سے اور جذبات [illegible] شدت سے لرز رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شرماری [illegible] کبریا اس کے پاس آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ دونوں [illegible] دوسرے کے قریب ہوگئے۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہے [illegible] وہ بولا "تم ایک عرصے سے میرا انتظار کررہی تھیں۔ اب تمہارے پاس، تمہارے قریب آ گیا ہوں...... کچھ بولو۔"

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، آنکھیں چار ہوئیں [illegible] نظریں جھکا کر بولی "میں کیا کہوں؟ اس وقت مجھے اتنی خوشی [illegible] رہی ہے کہ آج کا دن میں کبھی بھلا نہیں سکوں گی۔"

وہ دونوں اپنے اپنے طور پر مسرتوں کا اظہار کر [illegible] لگے۔ پھر کبریا نے کہا "میں ہاتھ کی لکیریں پڑھتا ہوں [illegible] تاش کے پتوں کو پڑھ لیتی ہو۔ ہم نے اپنے اپنے علم [illegible] ذریعے ایک دوسرے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل [illegible] ہیں۔ کیا آئندہ بھی ایک دوسرے کے بارے میں کچھ جا [illegible] کے لیے ہم اپنے اپنے علم کا سہارا لیں گے؟ یا ایک دوسرے سے سچ بولیں گے؟ کہ میں کیا ہوں اور تم کیا ہو؟"

"میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی تم جیسے آئیڈیل کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ پھر خوابوں اور خیالوں میں دیکھنے لگی تھی۔ تمہارا چہرہ واضح نہیں تھا پھر بھی میں یقین سے کہتی ہوں کہ میں تمہیں ہی دیکھتی آئی ہوں۔ آج تم مل گئے ہو اور میں تمہیں کھونا نہیں چاہوں گی۔ دل کی گہرائیوں سے تمہیں چاہتی رہوں گی۔ اس لیے تمہارے سامنے سچی رہوں گی۔ اپنی کوئی بات تم سے نہیں چھپاؤں گی۔"

"تم سچ بولو گی تو میں بھی سچ بولوں گا۔"

"میں تاش کے پتوں کے ذریعے قسمت کا حال بتاتی ہوں لیکن ایسا کرنے سے پہلے اپنے سامنے آنے والوں کے خیالات پڑھ لیتی ہوں۔ یعنی میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "یعنی جب میں تمہارے پاس آیا تو اس سے پہلے ہی تم نے فون پر میری آواز سن کر میرے خیالات پڑھ لیے تھے؟"

"ہاں...... میں تمہارے خیالات پڑھتی رہی تھی۔"

"تم نے میرے اندر آکر کیا معلوم کیا؟"

"یہی کہ تم حمزہ خان ہو، ایک بزنس مین ہو، تمہاری زندگی میں ایک سدا سہاگن آئی تھی مگر تمہاری وہ محبت ناکام رہی اور رہے گی۔ کیونکہ وہ ایک مکمل لڑکی نہیں ہے اور نہ ہی وہ آپریشن کے ذریعے مکمل ہونا چاہتی ہے۔ اس لیے تم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے ہو پھر تاش کے پتوں نے بھی کچھ اسی طرح کی صورت حال بتائی تھی۔"

"تم نے بڑی حد تک درست معلومات حاصل کی ہیں۔ یہ درست ہے کہ میری زندگی میں ایک سدا سہاگن آئی تھی۔ اب وہ مجھ سے دور ہوگئی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تقدیر کبھی اسے مجھ سے ملائے گی یا نہیں۔"

"کیا تم اسے بہت چاہتے ہو؟"

"ہاں...... بہت زیادہ چاہتا ہوں۔"

"کیا مجھ سے بھی زیادہ اسے چاہو گے۔"

"اس کی اور تمہاری چاہت میں بڑا فرق ہوگا۔ میں نے کبھی اس کے جسم کو حاصل کرنے کی تمنا نہیں کی۔ وہ ایک پاکیزہ محبت چاہتی تھی اور میں اس سے ایسی ہی محبت کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ تمہارے ساتھ رومانی اور جذباتی تعلق رہیں گے۔ بات آگے بڑھے گی تو شادی ہوگی۔ ہمارے بچے ہوں گے۔ صرف تم ہی میرے بچوں کی ماں بنو گی۔"

"تمہاری سچائی مجھے اچھی لگ رہی ہے۔ تم صاف صاف کہہ رہے ہو کہ اسے بے انتہا چاہتے ہو اور چاہتے رہو گے۔ اور مجھ سے بھی محبت کرو گے۔ شادی کرو گے۔ مجھے اپنے بچے کی ماں بناؤ گے۔ بس مجھے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"ابھی کچھ سچائیاں ایسی ہیں جنہیں تم نہیں جانتیں۔"

اس نے چونک کر کبریا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کر بولا "میں بھی تمہاری طرح ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑی پھر خوش ہوکر بولی "کیا تم سچ بول رہے ہو؟"

''ہاں...... جب تم میرے دماغ میں آ کر میرے خیالات پڑھ رہی تھیں تو میں سمجھ رہا تھا کہ تم میرے اندر موجود ہو۔ میں مطمئن تھا کہ تم میرے چور خیالات نہیں پڑھ سکو گی۔''

''اچھا...... تو تم بھی میری طرح چور دماغ رکھتے ہو؟ میرے دماغ میں بھی کوئی آ جائے تو وہ سطحی طور پر خیالات پڑھ سکتا ہے لیکن میرے چور خیالات کے خانے تک کبھی نہیں پہنچ پاتا۔''

وہ دونوں ہنسنے لگے۔ بیلا نے ہنستے ہنستے اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا وہ بولا ''میرا نام حمزہ خان نہیں ہے۔''

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولا ''تم میرے چور خیالات پڑھ نہیں پائیں۔ میرا نام کبریا علی تیمور ہے۔ میں عالمی شہرت رکھنے والے فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔''

وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ بولا ''کیا تم نے میرے پاپا کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ کچھ جانتی ہو؟''

وہ اثبات میں سر ہلا کر بولی ''ٹیلی پیتھی کا علم سیکھنے کے دوران میں میرے ڈیڈی بتایا کرتے تھے کہ فرہاد علی تیمور کتنی اونچی چیز ہے۔ اور کیسا ناقابلِ شکست انسان ہے۔ میں نے تمہارے پاپا کا تمام ریکارڈ پڑھا ہے۔ پوری ہسٹری سے واقف ہوں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم اتنے زبردست ٹیلی پیتھی جاننے والے کے بیٹے ہو اور پھر میرے آئیڈیل ہو۔''

اس نے خوش ہو کر اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ وہ بولا ''میں نے اپنے خاندان کے بارے میں بتایا ہے۔ اب تم بتاؤ۔ تم کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو؟''

''میں جس خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ وہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اس خاندان میں بچپن ہی سے بچوں کو پراسرار علوم سکھا دیے جاتے ہیں۔ تم نے راسپوٹین کا نام تو سنا ہوگا۔''

''میں نے صرف یہ نام سنا ہی نہیں ہے، اچھی طرح جانتا بھی ہوں۔ موجودہ راسپوٹین چہارم جس کا نام ولاڈی میر ہے۔ وہ ہمارا جانی دشمن ہے۔''

اس نے سینے پر سے سر ہٹا کر اسے دیکھا پھر کہا ''یہ اچھا ہی ہے کہ تم میرے بتانے سے پہلے ہی اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو اور اسے دشمن سمجھتے ہو کیونکہ وہ میرا بھی دشمن ہے۔''

وہ دشمنی کی وجہ بتانے لگی کہ کس طرح ان سوتیلوں نے اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر اس کی ماں کو طلاق دلائی تھی اور پھر انہیں روس سے باہر جانے کے لیے کہہ دیا تھا۔ تب سے وہ ماں کے ساتھ ہندوستان میں آ کر رہنے لگی ہے۔

کبریا اس کی یہ ساری ہسٹری پہلے سے جانتا تھا۔ اس نے کہا ''تمہارا نام بیلا نہیں انابیلا ہے۔''

''ہاں...... میرا یہی نام ہے تمہیں کیا پسند ہے؟''

''مجھے انابیلا کہنا اچھا لگے گا۔''

''جو تمہیں اچھا لگے گا وہی مجھے بھی اچھا لگے گا۔ میں آج تک اس نام کو اس لیے چھپاتی رہی کہ میرے دشمن ولاڈی میر تک یہ بات پہنچے گی کہ انابیلا نامی کوئی لڑکی ہندوستان میں رہتی ہے تو وہ ہم سے دشمنی کرنے یہاں پہنچ جائے گا۔''

''اب تمہیں اس کی دشمنی سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ تم تنہا نہیں ہو۔ تمہارے پیچھے ایک سے بڑھ کر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے پہاڑ موجود ہیں۔''

''ہاں...... میں تمہاری محبت پر ہمیشہ فخر کروں گی۔ مجھے تم سے ملنے کے بعد بڑا اطمینان بڑی آسودگی اور بڑا حوصلہ ملا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ولاڈی میر نے تمہارے پاپا سے ٹکرانے کی جرأت کیسے کی ہے؟''

کبریا اسے عدنان کے بارے میں بتانے لگا کہ ولاڈی میر اس بچے کو اپنے لیے منحوس سمجھتا ہے اور اس کا علم یہ کہتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہے گا تو ولاڈی میر زوال پذیر رہا کرے گا اور بہت جلد موت کے منہ میں پہنچ جائے گا۔ اس بچے کی موت ولاڈی میر کو طویل عمر دے سکتی ہے۔

انابیلا نے حقارت سے کہا ''یہ ولاڈی میر میرا سوتیلا بھائی بہت ہی خبیث ہے۔ ایک معصوم بچے کے پیچھے پڑ گیا۔ اب میں اس سے خوف زدہ رہ کر روپوش نہیں رہوں گی۔ مجھے تمہاری طرف سے بہت حوصلہ بہت قوتیں مل رہی ہیں۔ میں اسے چیلنج کروں گی۔''

''تمہاری یہ باتیں سن کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے بھتیجے عدنان کی حفاظت کے لیے جدوجہد کرو۔''

''تم مجھے اس کے دماغ میں پہنچاؤ۔ میں اس بچے سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''میں نے عدنان کے بارے میں تمہیں ایک اہم بات نہیں بتائی ہے وہ یہ کہ اس کے دماغ میں مختلف قسم کے خیالات گڈمڈ رہتے ہیں۔ کوئی اس کے خیالات پڑھ نہیں پاتا اور جب کبھی وہ کسی ایک خیال پر مرکوز رہتا ہے تب اس کے خیالات پڑھے جا سکتے ہیں لیکن اسے مخاطب نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے ذہن پر اثر انداز ہوا جا سکتا ہے۔ اسے مخاطب کرو تو وہ نہیں سنتا اور نہ ہی ہماری سوچ کی لہریں اسے متاثر کرتی ہیں۔''

''یہ تو بڑا عجیب وغریب دماغ ہے۔ مجھے حیرانی ہو رہی ہے۔''

''اتنی بڑی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پتا نہیں کیسے کیسے انسان اور کیسے کیسے دماغ بنائے ہیں۔ ہم جیسے جیسے زندگی گزارتے ہیں، ویسے ہی مختلف قسم کے عجوبے سامنے آتے ہیں۔ میرا وہ بھتیجا عدنان بھی ایک عجوبہ ہے۔''

''تم نے ابھی کہا ہے کہ اس کی ماں شیوانی مر چکی ہے۔ اس کی جگہ دوسری ایک ہم شکل ماں ہے۔ اس کا نام انامیریا ہے۔ کیا میں اس کے ذریعے اس بچے کو دیکھ سکتی ہوں؟''

عدنان ابھی میری مما سونیا کے ساتھ ہے۔ میں تمہیں ممی کے پاس لے چلتا ہوں۔ وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔''

''بے شک مجھے بھی بہت خوشی ہوگی۔ ابھی چلو......''

وہ کبریا کے دماغ میں آ گئی۔ وہ اسے لے کر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ عدنان کے علاوہ اس کے وہ عارضی فیملی بھی موجود تھی۔ جس میں دو بچے اور ایک ڈمی شوہر تھا اور وہ ڈمی شوہر جیک ٹلر تھا۔

کبریا نے سونیا سے کہا ''مما! میں نے آپ سے انابیلا کا ذکر کیا تھا۔ میری اس سے بہت اچھی دوستی ہو گئی ہے۔ ہم تقریباً ہم مزاج ہیں اور ہماری دوستی انشاء اللہ قائم رہے گی۔''

سونیا نے کہا۔ ''ایسی بات ہے تو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ کبھی مجھے بھی اس سے ملاؤ۔''

''میں اسے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ یہ آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''ہیلو انابیلا! کیا تم میرے اندر موجود ہو؟''

انابیلا نے خوش ہو کر کہا ''یس مما! میں آپ کے پاس آ کر فخر محسوس کر رہی ہوں کہ ایک بہت بڑے اعلیٰ خاندان میں آ گئی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''میں چاہوں گی کہ تم ہمیشہ میرے خاندان میں رہو۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ تمہارے سوتیلے، تمہارے جانی دشمن ہیں۔ اب تمہیں ان کی طرف سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے۔''

''مما! آپ کے پاس آ کر ایسا لگ رہا ہے جیسے میں فولادی قلعے میں آ گئی ہوں۔ اب تو میں بدترین دشمنوں سے بھی خوف زدہ نہیں رہوں گی۔ آپ کے پوتے عدنان کے بارے میں، میں نے بڑی عجیب وغریب باتیں سنی ہیں۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''وہ ادھر...... اس سیٹ پر کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔''

اس نے عدنان کو بلایا۔ وہ اس کے پاس آ کر بولا ''کیا بات ہے؟ گرینڈ مما!''

''ہمارے خاندان میں ایک نئے فرد کا اضافہ ہوا ہے تمہارے انکل کبریا کے ساتھ آئی ہیں انہیں وش کرو۔''

عدنان نے سونیا کے چہرے کو تکتے ہوئے کہا ''ہائے مس! میں آپ کو ویلکم کہتا ہوں۔ آپ میرے دماغ میں آ سکتی ہیں۔''

وہ فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گئی پھر بولی ''مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے اپنے اندر بلایا ہے۔''

وہ خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ وہ

اس کی سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا تھا۔ کبریا نے کہا ”میں بھی عدنان کے اندر ہوں۔ یہ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا ہے۔ تم بھی اس کے اندر آ کر اس سے بات نہیں کر سکو گی۔ صرف یہ معلوم کر سکو گی کہ یہ کہاں ہے؟ اور کیا کر رہا ہے؟“

”مما! ابھی میرے اندر ممی آئی تھیں کہہ رہی تھیں کہ میرے لیے خطرہ ہے۔ مجھے پیرس ائر پورٹ میں محتاط رہنا چاہیے۔“

سونیا اس کی یہ بات سن کر پریشان ہو گئی۔ کبریا اور انابیلا بھی اس کی باتیں سن رہے تھے۔ کبریا نے انابیلا سے کہا ”عدنان کو جب بھی آگہی ملتی ہے تو وہ بالکل درست ہوتی ہے اور یہ بات اب یقینی ہے کہ پیرس ائر پورٹ پر گڑبڑ ہونے والی ہے۔“

انابیلا نے کہا ”پھر تو وہی خبیث کچھ کر رہا ہوگا۔“

سونیا نے کہا ”کبریا! اعلیٰ بی بی کو اور عبداللہ وغیرہ کو بلاؤ۔ صرف آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ یہ جہاز پیرس پہنچنے والا ہے۔ اس سے پہلے میں اپنے پوتے کی حفاظت کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔“

دوسری طرف ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور مہادھابی کے درمیان ٹھن گئی تھی۔ مہادھابی عدنان کو مار ڈالنا چاہتا تھا بلکہ ولاڈی میر اسے صرف اغوا کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنے کسی خفیہ اڈے میں پہنچا کر خود اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا چاہتا تھا۔

مہادھابی نے اس سے کہا ”بے شک تم بھی اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو مگر پہلے اغوا کرنا چاہتے ہو اور میں یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ اس بچے کے ساتھ سونیا ہے اور ان کے پیچھے نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں؟ وہ تمہارے اغوا کے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے۔“

ولاڈی میر نے کہا ”میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، تم مجھ سے تعاون کرتے رہو گے تو ہمارا اغوا کا منصوبہ ناکام نہیں ہوگا۔ میں کوئی نادان بچہ نہیں ہوں۔ میں نے اتنی دیر میں پیرس ائر پورٹ کے اندر اور باہر چھ آلہ کار بنا لیے ہیں۔ وہ سب میرے احکامات کے منتظر ہیں۔“

مہادھابی نے کہا ”اور میں نے وہاں دو آلہ کار بنائے ہیں۔ وہ دونوں مسلح ہیں۔ میرے ایک اشارے پر عدنان کو گولی مار دیں گے۔“

”اچھا چلو۔ ایک بات پر سمجھوتا کرو۔ اگر میرے آدمی عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام رہیں گے اور ائر پورٹ کے باہر کھڑی بلیک ہنڈا اکارڈ میں لے جا کر نہیں بٹھا پائیں گے تو تم اسے گولی مار دینا۔ اور اگر وہ بچہ اس گاڑی میں بیٹھ جائے اور میرے آلہ کاروں کے ساتھ چلا جائے تو پھر تم اسے نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔“

”ٹھیک ہے...... مجھے تمہاری یہ بات منظور ہے۔ میں ائر پورٹ کی عمارت کے اندر عدنان کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ باہر سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ تک پہنچنے کا انتظار کروں گا۔ اگر وہ پہنچنے میں ناکام رہا اور تمہارے آلہ کار اسے اغوا نہ کر پائے تو پھر میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ وہ میرے آلہ کاروں کا نشانہ بن جائے گا۔“

دو بدترین جانی دشمنوں کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ طیارہ ائر پورٹ کے رن وے پر پہنچ کر رک گیا تھا۔ مسافر وہاں سے اتر کر امیگریشن کاؤنٹر کی طرف آ رہے تھے۔ اور وہاں سے گزر کر لیگیج ہال پہنچ رہے تھے اور اپنا سامان ٹرالی میں رکھ کر باہر آ رہے تھے۔ وزیٹر لابی میں عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم تھا۔ وہ سب اپنے اپنے جاننے والوں کا استقبال کرنے آئے تھے۔

سونیا اپنی نئی فیملی کے ساتھ لیگیج ہال سے باہر آ رہی تھی۔ اس کے عارضی شوہر جیک کلر کے ساتھ دو بچے تھے۔ ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی تھی۔ سونیا نے عدنان کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ نہیں تھے۔ وہ ایک خیال پر مرکوز تھا۔ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم اور مہادھابی اس کے دماغ میں پہنچے ہوئے تھے۔ یہ معلوم کر رہے تھے کہ وہ سونیا کے ساتھ ہے اور سونیا نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اور وہ وزیٹر لابی میں آ رہی ہے۔

سونیا بہت محتاط تھی اور اپنے آس پاس آگے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ اس کے آگے بڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ وہ آگے پیچھے مسافروں کے درمیان رہتی ہوئی چل رہی تھی۔ تاکہ کہیں سے گولی چلے یا کوئی حملہ کرے تو براہ راست عدنان تک نہ پہنچ پائے۔ اس سے پہلے ہی وہ محتاط رہ کر دشمنوں پر جھپٹ پڑے۔

مہادھابی اور ولاڈی میر بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ صرف سونیا ہی نہیں، اس کے اندر چھپے ہوئے اور دوسرے آلہ کاروں کے اندر چھپے ہوئے ہمارے کئی ٹیلی پیتھی جاننے والے عدنان کی نگرانی کر رہے ہوں گے اور دشمن آلہ کاروں کو تلاش کر رہے ہوں گے۔

سونیا عدنان کا ہاتھ تھامے وزیٹر لابی میں آ گئی پھر عمارت سے باہر کی طرف جانے لگی۔ ایسے ہی وقت فائرنگ شروع ہو گئی۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آواز نے وہاں کھلبلی پیدا کر دی۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ عورتوں اور بچوں کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ اس بھگدڑ میں سونیا کے ہاتھ سے عدنان کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ وہ ایک طرف دوڑتی ہوئی جانا چاہتی تھی لیکن ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی اور پلٹ کر دیکھتی، عدنان غائب ہو چکا تھا۔ ادھر ادھر بھاگنے والوں کی بھیڑ میں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ فرش پر سے چیختی ہوئی اٹھنے لگی۔ اسے آوازیں دینے لگی ”عدنان! عدنان! تم کہاں ہو؟ عدنان......!“

وہ بوکھلا کر ادھر سے ادھر بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔ اسے تلاش کر رہی تھی اور بھاگنے والوں کے ہجوم میں دھکے بھی کھا رہی تھی۔

مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے جیک کلر کے اندر تھا اور اس کی آنکھوں سے سونیا کو پریشان حال ادھر سے ادھر بھاگتے دیکھ رہا تھا۔

ولاڈی میر کامیاب ہو چکا تھا اس کے آلہ کار عدنان کو اٹھا کر دوڑتے ہوئے سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اسے کار کے اندر بٹھایا پھر دوسرے ہی لمحے وہ کار وہاں سے اسٹارٹ ہو کر تیز رفتاری سے دور جانے لگی۔

مہادھابی نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے گولی نہیں چلائی اپنے وعدے پر قائم رہا۔ ولاڈی میر کو موقع دیا کہ وہ عدنان کو اغوا کر کے لے جائے۔

اعلیٰ بی بی نے اور کبریا نے سونیا کے پاس آ کر کہا ”مما! وہ کامیاب ہو چکے ہیں اور عدنان کو ایک سیاہ ہنڈا اکارڈ میں لے گئے ہیں۔“

سونیا نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر آرام سے چلتی ہوئی ایک طرف آئی وہاں پہنچ کر رک گئی پھر مسکرا کر ایک طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر کہا ”آؤ میری جان! وہ قیامت کے بازی گر اپنی اپنی بازی گریاں دکھا کر جا چکے ہیں۔ وہ قیامت تک بھی تمہاری دادی کی بازیگری کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ آؤ میرے ساتھ چلو......“

وہ اپنے پوتے کا ہاتھ تھام کر اطمینان سے ائر پورٹ کی عمارت سے باہر جانے لگی۔

عدنان تو ایک ہی تھا لیکن اسے دو کر دیا گیا تھا۔ ایک کو ولاڈی میر اغوا کر کے لے گیا اور دوسرے کو سونیا اپنے ساتھ لے آئی۔

طیارے میں سفر کرنے کے دوران میں ہی عدنان کو آگاہی ملی تھی کہ پیرس ائرپورٹ میں اس کے لیے خطرہ ہے۔ تب ہی سونیا نے فیصلہ کیا تھا کہ اس خطرے کو ٹالنا ہوگا، دشمنوں کو ڈاج دینا ہوگا۔

لیکن وہ انہیں کس طرح دھوکا دے سکتی تھی؟ ایک ہی راستہ تھا کہ جس عدنان کو وہ اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عدنان کے ذریعے انہیں دھوکا دیا جائے۔ ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ولاڈی میر فوراً ہی ہمارے پوتے کو ہلاک نہیں کرے گا۔ بلکہ اسے ایسی جگہ پہنچائے گا، جہاں وہ خود پہنچ سکے اور اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک کر سکے۔ اس کے پراسرار علوم اسے یہی سمجھا رہے تھے کہ اس بچے کو اس کے ہاتھوں سے ہلاک ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ ٹیلی پیتھی کی دنیا میں قوت اور برتری حاصل نہیں کر سکے گا۔ ہمیشہ زوال پذیر رہے گا۔

سونیا کے پاس تین بچے تھے۔ ایک عدنان تھا، ایک بچی یومی تھی اور ایک بچہ تھا جو عدنان کا ہم عمر تھا۔ وہ اسے عدنان کی جگہ لانا چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس بچے کو قربانی کا بکرا بنانے کے باوجود وہ بکرا نہیں بنے گا۔ اسے بعد میں بچا لیا جائے گا۔

اس نے اعلیٰ بی بی کو بلا کر کہا ”تم پارس اور انا میریا کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ اپنے طور پر آئینے میں شیوانی کا عکس دیکھ کر جس طرح عدنان کے اندر پہنچتی ہے، اسی طرح ابھی اس کے اندر پہنچ کر اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ تاکہ کوئی دشمن اس کے اندر نہ پہنچ سکے۔“

پھر اس نے عدنان کے ہم عمر بچے کو اپنے ساتھ والی دو سیٹوں پر لٹا دیا اور کبریا سے کہا ”اسے سلا دو...... اور اس پر تنویمی عمل کرو۔ اس کے ذہن میں یہ بات نقش کر دو کہ اب اس کے خیالات گڈمڈ رہا کریں گے۔ کوئی بھی اس کے اندر آئے گا تو نہ یہ کسی کی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکے گا اور نہ ہی کسی کی سوچ کی لہروں کا اثر اس پر ہوگا۔ اس کے ذہن کو بالکل عدنان کی طرح بنا دو۔“

اس بچے کا نام ایڈی تھا۔ کبریا نے اس پر بڑی توجہ سے عمل کیا تھا۔ اس کے ذہن کو بالکل عدنان کی طرح بنا دیا تھا پھر پندرہ منٹ تک گہری نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ جب وہ پندرہ منٹ بعد بیدار ہوا تو اس کے دماغ میں عدنان کی طرح خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ کبریا اعلیٰ بی بی، عبداللہ سب ہی باری باری اس کے اندر گئے تو اس نے ان کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ وہ اس کے اندر بولتے رہے مگر اس نے ان کی آواز نہیں سنی۔ وہ ذہنی طور پر بالکل ہی عدنان کی طرح ہو گیا تھا۔

تنویمی عمل کا یہی کمال ہے کہ کسی کے بھی دماغ کو جس سانچے میں ڈھالو وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

ادھر انا میریا نے اپنے چھوٹے سے آئینے کو نکال کر دیکھا۔ شیوانی کا عکس دکھائی دیا۔ انا میریا اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوبتی چلی جاتی تھی پھر اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کہاں پہنچ گئی ہے؟ جب تک وہ آنکھیں چاہتی تھیں اپنے سحر میں جکڑ کر رکھتی تھیں۔ وہ اسی طرح سحر زدہ رہی، اس کی آنکھوں میں ڈوبی رہی، عکس کو دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کہ شیوانی سے کہے گی اس کے بیٹے عدنان کے دماغ کو لاک کر دیا جائے۔ اس کے لیے خطرہ ہے، اسے اغوا ہونے سے اور ہلاک ہونے سے بچانا ہے لیکن وہ کچھ نہیں کہہ رہی تھی، صرف سوچ رہی تھی۔

ایک منٹ بعد ہی جب وہ ان آنکھوں کے سحر سے نکل گئی تو اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جاؤ، عدنان کے دماغ میں جاؤ......

وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتی تھی لیکن یہ قدرت کا کرشمہ تھا یا گہری روحانی وابستگی تھی کہ وہ ایک دم سے عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔

مگر اس بار وہ پہنچ نہ سکی، واپس چلی آئی اور عکس کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اس کے اندر پہنچنے میں ناکام کیوں ہو رہی ہوں؟“

شیوانی کی آنکھوں نے کہا ”اس کا دماغ لاک ہو چکا ہے۔“

وہ خوش ہو گئی۔ اس نے آئینے کو گریبان کے اندر رکھتے ہوئے پورس سے کہا ”کام ہو چکا ہے، اب کوئی دشمن ہمارے بیٹے کے اندر نہیں آ سکے گا۔“

کبریا، اعلیٰ بی بی اور عبداللہ سب ہی سونیا کی اس تدبیر پر عمل کر رہے تھے۔ ایسے وقت مہادھابی جیک کلر کے اندر پہنچا تھا۔ وہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کے ساتھ بحث میں الجھا ہوا تھا۔ ان کے درمیان یہی بحث جاری تھی کہ اگر ولاڈی میر پیرس ائرپورٹ میں عدنان کو اغوا کرنے میں ناکام رہا تو مہادھابی اس بچے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہیں اس کے آلہ کار اسے گولی مار دیں گے۔ جبکہ ولاڈی میر یہ نہیں چاہتا تھا۔

آخر ان دونوں کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ مہادھابی ایک خاص وقت تک اس کے اغوا ہونے کا انتظار کرے گا۔ اگر اغوا کرنے میں ناکامی ہوگی تو وہ اسے گولی مار دے گا۔

ولاڈی میر نے کہا ”ٹھیک ہے۔ ائرپورٹ کے باہر میری ایک سیاہ ہنڈا اکارڈ کھڑی ہوگی۔ میرے آلہ کار اس بچے کو اغوا کر کے اس گاڑی میں لے جا کر بٹھائیں گے۔ اگر وہ اسے اغوا کر کے کار تک نہ لا سکے۔ تب تم جو چاہو کر سکو گے۔“

وہ دونوں آدھے گھنٹے تک اس بحث میں مصروف رہے۔ اسی لیے مہادھابی عدنان کی طرف سے غافل رہا۔ وہ اپنے آلہ کار اور تابعدار جیک کلر کے دماغ میں بھی نہ آ سکا۔ پہلے وہ ولاڈی میر سے معاملات طے کرنا چاہتا تھا۔ جب طے ہو چکے تو اس نے جیک کلر کے اندر جا کر سونیا اور عدنان کو دیکھا پھر جیک کلر سے پوچھا ”یہاں حالات صحیح ہیں؟ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے؟“

اس نے جواب دیا ”بظاہر تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں یہ نہیں جان سکتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟“

”تمہیں یہ جاننے کے لیے عدنان کے اندر اور ان دو بچوں کے اندر جانا چاہیے۔ سونیا کے اندر جا کر بھی اس کے خیالات پڑھ سکتے ہیں۔ وہ محسوس نہیں کرے گی۔ کیونکہ اس کے کئی خیال خوانی کرنے والے آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں روکے گی۔“

جیک کلر نے کہا ”تم نے مجھے بری طرح اپنا پابند بنا رکھا ہے۔ میں تمہارے حکم اور اجازت کے بغیر خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر تم مجھے اجازت دیتے کہ ان کے اندر جا کر خیال خوانی کرو تو میں پہلے ہی یہ کام کر چکا ہوتا مگر میں تو یہاں کاٹھ کا اُلو بنا بیٹھا ہوا ہوں۔“

مہادھابی کو خیال آیا کہ وہ ولاڈی میر کے ساتھ بحث میں اس طرح مصروف رہا تھا کہ جیک کلر کو خیال خوانی کرنے کا حکم دینا بھی بھول گیا تھا۔ تقدیر ایسے ہی تماشے کرتی ہے۔ کبھی ذرا دیر کے لیے کسی کا حافظہ کمزور کر دیتی ہے، کبھی کسی کو دوسری طرف مصروف کر کے غافل بنا دیتی ہے۔ کبھی کوئی منزل پر پہنچنے والا ہی ہوتا ہے، صرف دو قدم رہ جاتے ہیں تو تقدیر اسے ٹھوکر مار کر گرا دیتی ہے۔ وہ اندھے منہ ایسے گرتا ہے کہ سر اٹھا کر منزل کو دیکھ بھی نہیں پاتا۔

ولاڈی میر اور مہادھابی کے ساتھ بھی یہی سب کچھ ہوا۔ وہ پیرس ائرپورٹ میں اپنی منزل کو دیکھتے رہے اور خوش ہوتے رہے کہ انہیں منزل مل چکی ہے۔ وہ عدنان کے دھوکے میں ایڈی کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے ولاڈی میر کے ایک آلہ کار کے اندر تھا اور وہ دونوں خوش ہو رہے تھے کہ عدنان کو اغوا کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ وہ سیاہ کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ مہادھابی نے پوچھا ”ولاڈی میر! اسے کہاں لے جاؤ گے؟ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے تعاقب میں چلے آئیں۔“

ولاڈی میر نے کہا ”ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارے آلہ کار اس گاڑی کے بھی آگے پیچھے بڑی دور تک ہیں۔“

”تمہیں یقین ہے کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے؟“

”پورا یقین ہے۔ مجھے یہی رپورٹ مل رہی ہے۔ تم بےفکر رہو۔“

”کچھ بتاؤ تو سہی، تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟“

”دیکھو مہادھابی! تم سے یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ اگر میں اغوا کے منصوبے میں ناکام رہا تو تم اسے گولی مار دو گے اب میں کامیاب ہو چکا ہوں، اسے لے جا رہا ہوں۔ اب یہ نہ پوچھو کہ کہاں لے جا رہا ہوں؟“

”کیوں نہ پوچھوں؟ کیا تم دوستی سے منکر ہو رہے ہو؟“

”میں تمہاری دوستی سے انکار نہیں کر رہا ہوں۔ ہمارے درمیان جو معاہدہ طے ہو چکا ہے اس کی بات اصولی طور پر کر رہا ہوں کہ جب میں اغوا کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں تو اس سے آگے یہ نہ پوچھو کہ میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں؟ میں اپنا وہ خفیہ اڈا اپنے باپ کو بھی نہیں دکھانا چاہوں گا۔“

”ایسا نہ کہو۔ جب تک عدنان زندہ ہے، اس وقت تک میرا معاملہ اس سے منسلک ہے۔ میں جب یقین کر لوں گا کہ یہ مر چکا ہے تب میں تمہارے خفیہ اڈے سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ آخر تم مجھے وہ اڈا کیوں بتانا نہیں چاہتے۔“

”اس لیے کہ میں ٹھیک چھ گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں، میں یہ نہیں چاہوں گا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا مجھے وہاں دیکھے، پھر میرے خلاف کوئی شیطانی چال چلے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔“

مہادھابی نے کہا ”میں نے تو یہ سوچا بھی نہ تھا کہ تم اتنی دور تک سوچو گے، مجھ پر اعتماد نہیں کرو گے اور یہاں پہنچ کر مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکنا چاہو گے۔“

”اس میں دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینکنے والی کون سی بات ہے؟ تم نے اپنا کام کیا، میں نے اپنا کام کیا میں اپنے وعدے کے مطابق اسے اغوا کر کے لے جا رہا ہوں، کامیاب ہو رہا ہوں، پھر تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تمہیں تو اس سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔ اب بچے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟“

”تم سمجھتے کیوں نہیں......؟ میں یقین کرنا چاہتا ہوں کہ

یہ واقعی مرجائے گا؟"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، تم اب سے سات یا آٹھ گھنٹے بعد اس بچے کے دماغ میں آنے کی کوشش کرنا، تمہیں جگہ نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ اس کا دماغ مردہ ہو چکا ہوگا۔ اب اس سے بڑا ثبوت اور کیا چاہو گے؟"

"تم بہت غلط باتیں کر رہے ہو۔ تم نہ جانے کب اس بچے کے پاس آؤ گے اور اسے ہلاک کرو گے؟ مجھے آٹھ گھنٹے تک سولی پر چڑھائے رکھو گے! یہ آٹھ گھنٹے سونیا اور فرہاد کے لیے بہت ہوتے ہیں۔ وہ عدنان کو تم سے چھین کر لے جائیں گے، میں اسی اندیشے میں مبتلا رہوں گا۔"

ولاڈی میر نے کہا "مجھے بھی یہی اندیشہ ہے، اس بچے کو اغوا کرنے کے بعد خطرات بڑھ گئے ہیں یہ میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں۔ مطمئن نہیں ہوں اور اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں کہ وہ لوگ اس بچے تک پہنچنے کی کوشش نہیں کر رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ بہت کچھ کر رہے ہوں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میرے خفیہ اڈے تک پہنچ نہیں پائیں گے۔"

"فرض کرو، وہ پہنچ جائیں گے تو اس وقت تم ان کے مقابلے پر تنہا ہو گے لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ رکھو ہم دونوں مل کر اس وقت بدلتے ہوئے حالات کا سامنا کر سکیں گے۔"

"سوری مسٹر دھابی! میں کہہ چکا ہوں، میں اپنے خفیہ اڈے تک کسی کو پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"میں تو ضرور پہنچوں گا۔ تمہارے ان آلہ کاروں کے دماغوں میں موجود رہوں گا۔ تم مجھے یہاں سے نہیں بھگا سکو گے۔"

اس سیاہ کار کی پچھلی سیٹ پر وہ بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس دو مسلح آلہ کار تھے اور ایک آلہ کار نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی۔ وہاں تین ایسے تھے جن کے دماغوں میں مہادھابی کسی وقت بھی جا سکتا تھا۔ اس نے مخاطب کیا "ولاڈی میر! تم خاموش کیوں ہو گئے؟ جواب دو۔"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ تب وہ بولا "معلوم ہوتا ہے، تم جا چکے ہو اور میرے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو، میرا تو کچھ نہیں بگڑے گا، یہ بچہ یہیں مر جائے گا۔ میں تمہارے ہی آلہ کاروں کے ذریعے اسے ختم کر دوں گا۔ تم اسے اپنے خفیہ اڈے تک نہیں لے جا سکو گے۔"

وہ بول رہا تھا مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ہی وہ گاڑی رک گئی۔ اس کے آگے ایک دوسری کار نے راستہ روک لیا تھا۔ پیچھے بھی ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی پھر دونوں گاڑیوں سے کتنے ہی گن مین دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے اس ہنڈا اکارڈ کے چاروں دروازے ایک جھٹکے کے ساتھ کھولے پھر گنیں سیدھی کر کے تڑاتڑ فائرنگ کرنے لگے۔ وہ بچہ سہم کر رونے لگا۔ چیخنے لگا۔ صرف چند سیکنڈ کے اندر ہی اس کار میں بیٹھے ہوئے ولاڈی میر کے تینوں آلہ کار مر گئے۔

مہادھابی کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ جھنجلا کر سوچنے لگا "ولاڈی میر نے یہ چال چلی ہے۔ میں جتنے آلہ کاروں کے دماغوں میں پہنچ سکتا تھا اس نے ان سب کو ہلاک کروا دیا ہے۔ اونہہ، وہ کتا اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی اور اس بچے کے دماغ میں پہنچا تو کبریا کے تنویمی عمل کے مطابق اس بچے کے دماغ میں کئی طرح کے خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ وہ اس بچے کے خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن یہ امید تھی کہ خیالات پھر نارمل ہوں گے۔ وہ پھر کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو وہ اس کے ذریعے یہ معلوم کر سکے گا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

مہادھابی کے اندر اب یہ بے چینی تھی کہ نہ جانے اس بچے کے اندر خیالات کی بھیڑ کب کم ہوگی؟ کب وہ ایک خیال پر مرکوز ہوگا؟ اور یہ اس کے ذریعے معلوم کر سکے گا کہ وہ کہاں پہنچ رہا ہے؟ اگر وہ اس اڈے تک پہنچ جائے گا تو پھر یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ وہ جگہ کہاں ہے؟ وہ اس وقت ایڈی کے اندر تھا مگر نہ تو کسی کی آواز سن سکتا تھا اور نہ ہی اپنی آواز اس بچے کو سنا سکتا تھا۔

کبریا نے ایڈی پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات نقش کی تھی کہ جب وہ مخصوص لب و لہجے کے ساتھ اس کے اندر آئے گا اور اسے حکم دے گا کہ ایک خیال پر مرکوز رہو اور اس کی بات سنتے رہو تو وہ کبریا کی بات سنے گا اور اسے گائیڈ کرے گا کہ وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے؟

کبریا کبھی کبھی اس کے دماغ میں آ کر اسے حکم دیتا تھا اور وہ ایک خیال پر مرکوز ہو جاتا تھا۔ کبریا اس کے ذریعے دیکھتا تھا کہ وہ ابھی تک ایک کار میں سفر کر رہا ہے تو پھر وہ اسے حکم دیتا تھا کہ اب اس کے ذہن میں خیالات کی یلغار شروع ہو جائے اور وہ کسی ایک خیال پر مرکوز نہ رہے۔ اس کے حکم کے مطابق اس کے دماغ میں پھر وہی گڑبڑ ہونے لگتی تھی۔

ولاڈی میر کے لیے مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مہادھابی اس بچے کے اندر ضرور موجود رہے گا۔ جب بھی وہ بچہ کسی ایک خیال پر مرکوز ہوگا تو مہادھابی اس کے ذریعے معلوم کر لے گا کہ اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟ اس طرح وہ

اس جگہ کا مکمل پتا ٹھکانا معلوم کر لے گا۔

ولاڈی میر کی دوسری مشکل یہ تھی کہ وہ عدنان کو کسی دوسرے کے ذریعے ہلاک نہیں کرا سکتا تھا۔ ورنہ اسے ختم کر دیتا تو مہادھابی کا وہ راستہ بھی بند ہو جاتا لیکن بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا بہت ضروری تھا۔ اس لیے وہ مجبور تھا، ابھی مہادھابی کا راستہ نہیں روک سکتا تھا پھر وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ کبھی کبھی وہ بچہ ایک خیال پر مرکوز ہو جاتا ہے تو اس کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ کار تیز رفتاری سے جا رہی ہے اور کس علاقے سے گزر رہی ہے؟ تھوڑی دیر بعد پھر اس کے خیالات گڈمڈ ہو جاتے تھے۔

اس نے اپنے آلہ کاروں کو حکم دیا تھا کہ اب وہ بچے کے سامنے کوئی بات نہ کریں۔ سب چپ رہیں ورنہ مہادھابی ان کے دماغوں میں چلا آئے گا پھر اس نے اپنے ایک آلہ کار سے کہا ”بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دو۔ تاکہ مہادھابی اس کے ذریعے میرے خفیہ اڈے کا پتا ٹھکانا معلوم نہ کر سکے۔“

کچھ دیر بعد ہی اس بچے کا ذہن پھر ایک خیال پر مرکوز ہو گیا لیکن مہادھابی اس کے خیال پڑھتے ہی مایوس ہو گیا۔ پتا چلا کہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور وہ اس کے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکے گا۔ اس کے آس پاس جو آلہ کار تھے وہ گونگے بنے ہوئے تھے۔ وہ ان کے اندر بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کبریا نے تنویمی عمل کے ذریعے ایڈی کے دماغ کو بالکل ہی عدنان کے دماغی سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ وہ کسی کی سوچ کی لہروں کو سن نہیں سکتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے اندر آ کر اس کے ذہن کو متاثر کر سکتا تھا اور جب متاثر نہیں کر سکتا تھا تو اس کے اندر زلزلہ بھی پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ مہادھابی اس کے اندر اتنے زلزلے پیدا کرتا کہ وہ بچہ بے ہوش ہو کر مر جاتا لیکن مہادھابی کے لیے ایسا کوئی چانس نہیں تھا۔ وہ اپنے اس مشن میں ولاڈی میر سے دھوکا کھا کر بری طرح ناکام ہو چکا تھا۔

اب اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا اور نہ ہی عدنان تک پہنچ سکتا تھا۔

پیرس میں ایک خوب صورت جھیل کے کنارے میرے اور میرے فیملی ممبران کے لیے کئی خوب صورت کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ انا میریا اور پورس وہاں ایک کاٹیج میں پہنچے ہوئے تھے اور سونیا، عدنان، پومی اور جیک کلر کے ساتھ دوسرے کاٹیج میں آ گئی۔ اس نے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بلا کر کہا ”یہ بات دشمنوں کو کیسے معلوم ہوئی کہ میں عدنان کے ساتھ اس طیارے میں سفر کر رہی ہوں؟ اور پیرس پہنچنے والی ہوں؟“

انا میریا نے کہا ”اگر ولاڈی میر راسپوٹین چہارم کو معلوم ہوتا کہ آپ عدنان کے ساتھ فلاں طیارے میں پیرس جا رہی ہیں تو وہ روم میں ہی حملہ کرتا اور عدنان کو اغوا کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ آپ لوگوں کے پیرس پہنچنے کا انتظار کبھی نہ کرتا۔ کیونکہ اسے یہاں سے زیادہ سہولتیں وہاں میسر ہیں۔“

پورس نے کہا ”میرا بھی یہی خیال ہے۔ ولاڈی میر کو روم میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ عدنان کو لے کر وہاں سے کب نکل رہی ہیں؟ اور کہاں جانے والی ہیں؟ جب آپ طیارے میں سوار ہو گئیں اور آپ کا سفر شروع ہو گیا تب ہی ولاڈی میر کو معلوم ہوا اور اسی لیے اس نے پیرس میں عدنان کو اغوا کرنے کی سازش کی۔“

سونیا نے کہا ”یہی سوال ذہن میں چبھ رہا ہے کہ ولاڈی میر کو کیسے معلوم ہوا، اسے کس نے یہ خبر دی کہ میں اس طیارے میں عدنان کے ساتھ آ رہی ہوں؟“

اس سوال کا جواب اتنی آسانی سے نہیں مل سکتا تھا۔ سونیا نے کہا ”میں یقین سے کہتی ہوں کہ یہ ضرور کوئی گھر کا بھیدی ہے، کوئی ہمارے درمیان چھپا ہوا ہے۔“

پورس نے کہا ”مما! ہمارے درمیان بھلا کون ہو سکتا ہے؟ یہاں تو کوئی کسی کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ سب اپنے ہیں۔“

سونیا نے کہا ”تم بھول رہے ہو، یہ جو بچے اور ان کا فرضی باپ ہے یہ سب اجنبی ہیں۔ اگرچہ ان پر تنویمی عمل کیا گیا ہے، انہیں اپنا تابعدار بنایا گیا ہے پھر بھی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ تنویمی عمل بھی ناکام ہو جاتا ہے اور ہم جسے تابعدار سمجھتے ہیں وہ تابعدار نہیں رہتا۔ مجھے پومی اور اس کے فرضی باپ پر شبہ ہے۔ میں چاہتی ہوں، ان پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے……“

اعلیٰ بی بی نے جیک کلر پر اور عبداللہ نے پومی پر تنویمی عمل کرنا شروع کیا۔ پومی کے اندر کوئی خاص بات نہیں تھی۔ وہ ایک نادان بچی تھی۔ جیسی باہر سے تھی، ویسی ہی اندر سے بھی تھی لیکن جیک کلر کا بھید کھلنے لگا۔

اعلیٰ بی بی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے زیرِ اثر لانے کے بعد اس کے اندر کی باتیں معلوم کر رہی تھی۔ یہ وہی وقت تھا جب مہادھابی خیال خوانی کے ذریعے ولاڈی میر کے ایک آلہ کار کے اندر تھا۔ اس کے ذریعے اس بچے کی نگرانی کر رہا تھا۔ جسے وہ عدنان سمجھ رہے تھے اور وہ ایسے وقت ولاڈی میر سے بحث میں الجھا ہوا تھا۔ اس خفیہ اڈے تک پہنچنے کی ضد کر رہا تھا۔ جہاں وہ اس بچے کو لے جا کر ہلاک کرنے والا تھا۔

وہ دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک بحث میں الجھے رہے اور وہ گاڑی اس بچے کو لے کر تیز رفتاری سے کہیں جاتی رہی۔ اس کی منزل کا کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور کب تک چلتی رہے گی۔

ادھر جیک کلر تنویمی عمل کے بعد سحر زدہ ہو کر کہہ رہا تھا کہ وہ مہادھابی اور سینڈی گرے تین دوست تھے۔ تینوں نے ہتھیار سپلائی کرنے کا دھندا کرنے کے لیے اپنے اپنے علاقے بانٹ لیے تھے۔ پچھلی اقساط میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ کس طرح دھندا کیا کرتے تھے؟ اور کروڑوں ڈالرز کمایا کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت عدنان ان کی زندگی میں آیا تو پہلے سینڈی گرے موت کے گھاٹ اتر پھر جیک کلر کی شامت آئی۔ وہ بھی مرنے ہی والا تھا کہ مہادھابی نے اسے بچایا اور اسے اپنا تابعدار بنا لیا۔

اس وقت جیک کلر زیرِ اثر رہ کر عالی سے یہی کہہ رہا تھا کہ اب وہ مہادھابی کا غلام ہے۔ وہ جو کہتا ہے وہ اسی پر عمل کرتا ہے۔ جب ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا اور اسے تین بچوں کا عارضی باپ بنایا تھا تو اس وقت مہادھابی اس کے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے اس عمل کو رہنے دیا تھا لیکن اس میں یہ اضافہ کیا تھا کہ جیک کلر ہمارے زیرِ اثر رہنے کے باوجود مہادھابی کا غلام بنا رہے گا اور مہادھابی جب بھی چاہے گا، اسے ہمارے اثر سے نکال لے گا۔

عالی نے کہا ”تم تینوں نے اس بچے کو قتل کر دینے کی انتہائی کوششیں کیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں تمہارا ایک ساتھی سینڈی گرے مارا گیا۔ دوسرے تم ہو، جو غلام بنے ہوئے ہو۔ تیسرا مہادھابی ہے، اس کی بھی شامت آ چکی ہے۔ بہرحال اس سے نمٹنے سے پہلے تم سے نمٹ لینا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پھر تمہیں غلام بنا کر ہمارے لیے مصیبت نہ بنے۔ فی الحال تم پندرہ منٹ کے لیے تنویمی نیند سو جاؤ۔ بیدار ہونے کے بعد تم آزاد رہو گے اور یہاں سے جہاں جانا چاہو سے جا سکو گے۔“

جیک کلر نے حیرانی سے پوچھا ”میں نے تمہارے بھتیجے عدنان کو مار ڈالنا چاہا، کیا تم مجھے سزا نہیں دو گی؟ مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہی ہو، اس آزادی کا مقصد کیا ہے؟“

”تمہیں بخشا نہیں جائے گا۔ سزائے موت ملے گی لیکن تم زندہ رہ کر ہر لمحہ مرتے رہو گے۔ موت چاہو گے مگر تمہیں موت نہیں آئے گی۔“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہو؟ پلیز…… مجھے ایسی کوئی سزا نہ دو۔ جو ناقابلِ برداشت ہو۔ مارنا ہو تو ایک ہی بار گولی مار کر ختم کر دو۔“

”تمہیں اتنی آسان موت نہیں ملے گی۔ میں تو تمہاری زندگی آسان بنانے والی ہوں۔ یہ دیکھو کہ جب تک تم ٹیلی پیتھی جانتے رہے کتنی ہی مشکلات سے گزرتے رہے، ہر لمحہ دشمنوں کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسروں کو زیر کرنا چاہتے تھے اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں زیر کرنا چاہتے تھے۔ اب ایسی کوئی بات نہیں رہے گی۔ تم پر اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کی جا رہی ہے۔ تمہیں اس علم سے محروم کیا جا رہا ہے۔“

وہ تڑپ کر بولا ”پلیز…… یہ ظلم نہ کرو۔ میرے پاس میری ایک یہی قوت ہے، جس کے ذریعے میں سر اٹھا کر چل سکتا ہوں۔“

”تم نے بہت سر اٹھایا ہے، بہت غرور دکھایا ہے۔ اتنا غرور کہ ایک معصوم بچے کو تم اپنے پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جانا چاہتے تھے۔ اب تمہارا وہ غرور ختم ہو جائے گا۔ تم ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارو گے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہیں ایک کیڑا مکوڑا سمجھ کر اپنے پیروں تلے کچل دیں گے یا تم پر تھوک کر گزر جائیں گے۔ بس اب گہری نیند سو جاؤ۔ پندرہ منٹ بعد بیدار ہو کر یہاں سے جہاں جانا چاہو، چلے جاؤ۔ کوئی تمہیں روکنے والا نہیں ہو گا۔“

ولاڈی میر نے مہادھابی کو اپنے راستے سے ہٹانے کا جو راستہ اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ جن آلہ کاروں کے دماغوں میں جا رہا تھا ان تینوں آلہ کاروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ صرف ایک وہی بچہ رہ گیا تھا۔ جس کے اندر رہ کر وہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے لیکن ولاڈی میر نے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھوا دی تھی۔ گویا مہادھابی کی آنکھوں پر پٹی چڑھا دی۔ اب وہ اس کے ذریعے بھی نہ کچھ دیکھ سکتا تھا، نہ سن سکتا تھا۔

اس نے جھنجلا کر اس بچے کے اندر زلزلہ پیدا کرنا چاہا جبکہ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ خیال خوانی کی لہریں اس کے ذہن پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں۔ اس نے خواہ مخواہ کوشش کی اور جھنجلا گیا، تھک ہار کر دماغی طور پر واپس آ گیا۔ وہ ولاڈی میر جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے سے بری طرح شکست کھا چکا تھا۔

دوستی کر کے دھوکا ملا تھا۔ وہ جھنجلا رہا تھا لیکن اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

ایسے وقت شکست کھانے والے تلملا کر رہ جاتے ہیں پھر ان کے پاس صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا پھر اس کا دھیان جیک کلر کی طرف گیا۔ اس نے سوچا کہ اب تو عدنان سونیا کے پاس نہیں رہا ہے۔ لہٰذا جیک کلر کو بھی اس کے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ اسے وہاں سے نکال کر لے آنا چاہیے۔ وہ دشمنوں میں رہے گا تو ایسا نہ ہو کہ کسی وقت اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔

یوں بھی اسے معلوم کرنا تھا کہ سونیا اب کہاں ہے؟ اور عدنان کو واپس لانے کے سلسلے میں وہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کر رہے ہیں؟ وہ جیک کلر کے اندر رہ کر اس کے ذریعے ولاڈی میر کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا تھا۔

اسے دوسری بار کامیابی کی امید ہوئی۔ وہ اس امید کے ساتھ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا جیک کلر کے اندر پہنچا تو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ ایفل ٹاور کی سیڑھیوں پر سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے خیالات بتا رہے تھے کہ وہ اچانک غافل ہو گیا تھا اور جب اپنے ہوش و حواس میں واپس آیا تو خود کو ایفل ٹاور کے علاقے میں دیکھ رہا تھا۔

عالی کے تنویمی عمل کے مطابق وہ بھول چکا تھا کہ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہے اور یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ جھیل کے کنارے ایک کاٹیج میں سونیا کے ساتھ تھا۔ یہ تمام باتیں اس کے دماغ سے نکل چکی تھیں۔

مہادھابی نے کہا "تم سونیا کے ساتھ تھے، اس کے تین بچوں کے باپ بنے ہوئے تھے۔ انہیں کہاں چھوڑ آئے ہو؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں تو ان کے ساتھ ائرپورٹ سے باہر آتا تھا پھر وہ مجھے کہاں لے گئے تھے یہ یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں بالکل غافل ہو گیا تھا اور اب خود کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ تم مجھے کہاں کہاں دوڑاتے رہو گے، کب تک پریشان کرتے رہو گے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں پریشان نہیں کر رہا ہوں۔ تمہیں خود سمجھنا چاہیے کہ جب تم سونیا کے ساتھ تھے تو یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیا کسی نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ اگر کیا ہو گا تو مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"بے شک۔ یہی بات ہے۔ انہوں نے تم پر عمل کیا ہے اور تمہیں غائب دماغ بنا کر یہاں پہنچا دیا ہے پھر انہوں نے اس عمل کے ذریعے یہ بھی معلوم کیا ہو گا کہ تم کون ہو اور یہاں کس کے ذریعے آئے ہو؟ تمہارے دماغ نے ان کے زیراثر آ کر انہیں میرے بارے میں بھی بتا دیا ہو گا۔"

"میں کیا بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم ابھی خیال خوانی کے ذریعے پومی کے اندر جاؤ اور اس کے ذریعے دیکھو کہ سونیا کہاں ہے اور عدنان کو واپس لانے کے سلسلے میں کیا کر رہی ہے؟"

اس نے حکم کی تعمیل کی، خیال خوانی کرنے کی کوشش کی مگر ٹیلی پیتھی کی اڑان بھول گیا۔ اس نے دوسری بار پھر تیسری بار کوشش کی۔ مہادھابی نے پریشان ہو کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے، کیا تم خیال خوانی بھول گئے ہو؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے، انہوں نے تنویمی عمل کے ذریعے مجھ سے میری یہ صلاحیت چھین لی ہے۔"

وہ دونوں کچھ دیر خاموش رہے پھر مہادھابی نے کہا "ہاں...... یہی بات ہے۔ انہوں نے اینٹی ٹیلی پیتھی دوا اسپرے کر کے تم سے خیال خوانی کی صلاحیت چھین لی ہے۔ اب تم زمین پر رینگنے والے غیر اہم کیڑے مکوڑے کی طرح ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "یہ نہ کہو۔ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔ ٹیلی پیتھی میری قوت ہے۔ دشمنوں نے یہ قوت مجھ سے چھین لی ہے۔ فار گاڈ سیک۔ ایسے وقت میرا ساتھ نہ چھوڑو۔ میری مدد کرو۔"

"میں کیا خاک مدد کر سکتا ہوں؟ تمہاری اب حیثیت کیا رہ گئی ہے؟ تم میرے کس کام آؤ گے جو میں تمہاری مدد کروں؟"

"دیکھو! کھوٹا سکہ بھی کسی وقت کام آ جاتا ہے۔ پلیز...... اس وقت میرا ساتھ نہ چھوڑو۔"

مہادھابی نے کہا "دیکھو...... تمہارے قریب ہی ایک صحت مند نوجوان دکھائی دے رہا ہے۔ تم اسے چھیڑو، اس سے جھگڑا کرو۔ اگر تم اس پر حاوی ہو جاؤ گے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

جیک کلر نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے جوان کو دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔ چند لمحوں کے لیے یہ بھول گیا کہ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیت سے محروم ہو چکا ہے۔ پہلے وہ کسی کو بھی چھیڑتا تھا یا کسی سے لڑتا جھگڑتا تھا تو اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے زیر کر دیتا تھا۔ چاہے وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو؟

اس نے جوان کے پاس آ کر اس کے سر پر ایک چپت

ماری۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر بولا "کیا تم پاگل ہو؟"

جیک کلر نے ہاتھ نچا کر کہا "پاگل ہو گے تم......! تمہارا باپ......"

اس جوان نے اس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر آگے آ کر اس سے لپٹ گیا۔ اس سے لڑنے لگا مگر وہ کوئی اچھا فائٹر نہیں تھا۔ نوجوان اس کی پٹائی کرنے لگا۔ جیک کلر مسلسل مار کھا رہا تھا۔ جب تکلیف ناقابل برداشت ہونے لگی تو اس نے گڑگڑا کر کہا "مہادھابی! میری مدد کرو۔ مجھے اس ہٹلر کی اولاد سے نجات دلاؤ۔"

مہادھابی نے کہا "میں نے تمہیں اس لیے لڑنے کو کہا تھا تاکہ تم اپنی حیثیت اور طاقت کا اندازہ کر لو کہ اب تم کچھ بھی نہیں رہے۔ تم میرے کسی کام نہیں آ سکو گے۔ اس لیے مار کھاتے رہو اور مرتے رہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ اس کے دماغ سے چلا گیا اور وہ بے چارہ مار کھاتے کھاتے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس مغرور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اب بے چارہ ہی کہنا چاہیے۔ نہ جانے وہ ابھی مزید کتنی ٹھوکریں کھا کر مرنے والا تھا؟ جو طاقت کے غرور میں یہ بھول جاتے ہیں کہ کبھی ان پر بھی بڑھاپا آئے گا، کمزوری آئے گی، زوال آئے گا، اور ان سے ان کی طاقت کسی وقت بھی چھینی جا سکتی ہے تو اس وقت ان کا انجام کیا ہو گا؟ وہ ایسی نہیں سوچتے، طاقت کے غرور میں سب کچھ بھول جاتے ہیں پھر تقدیر کی ٹھوکریں انہیں اسی طرح سمجھاتی ہیں۔ جس طرح جیک کلر کو سمجھا رہی تھیں۔

وہ سیاہ رنگ کی ہنڈا اکارڈ ایک جگہ رک گئی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے مسلح آلہ کاروں نے اس بچے ایڈی کو کار سے اتارا پھر اسے ایک مکان کے اندر لے گئے۔ کبریا ایڈی کے اندر تھا لیکن یہ دیکھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ مکان کیسا ہے اور کس جگہ ہے؟

ایڈی کو مکان کے ایک کمرے میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیے گئے پھر اس کی آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی۔ تب کبریا نے دیکھا، وہ ایک ایسے کمرے میں تھا۔ جہاں ایک بیڈ، دو کرسیاں، ایک میز اور ایک الماری رکھی ہوئی تھی۔ اٹیچڈ باتھ روم تھا۔ اس کے قریب ہی ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ وہ یوگا کا ماہر تھا۔ اسی لیے اسے ایڈی کے قریب رہنے کی اجازت دی گئی تھی۔

ولاڈی میر نے ایڈی کے دماغ میں کہا "ہیلو مہادھابی! میں جانتا ہوں، تم اس کے اندر موجود رہو گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کرو گے کہ اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟ مگر تمہیں مایوسی ہو گی۔ اس کے پاس کھڑا ہوا گارڈ یوگا کا ماہر ہے اور باقی آلہ کاروں کو میں نے باہر کر رکھا ہے۔ وہ سب گونگے بن کر رہیں گے۔"

کبریا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہو؟ کیا کوئی چالاکی دکھانے کا ارادہ کر رہے ہو؟ یاد رکھو...... ہم اس بچے کے ذریعے ایک دوسرے سے بول سکتے ہیں مگر اسے اپنی خیال خوانی کی لہروں سے متاثر نہیں کر سکتے۔"

کبریا بدستور خاموش رہا۔ ولاڈی میر نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پوچھا "تم بولتے کیوں نہیں......؟ کیا خاموش رہ کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تم اس کے اندر نہیں ہو۔ اس لیے میں آزادی سے کچھ بھی کر سکتا ہوں؟ نہیں مہادھابی! میں ایسا نادان نہیں ہوں۔ تم خاموش رہو، اور اس کے دماغ میں اس وقت تک بیٹھے رہو، جب تک میں یہاں پہنچ نہ جاؤں۔ مجھے یہاں تک پہنچنے میں پانچ چھ گھنٹے تو ضرور لگیں گے۔ تم انتظار کی سولی پر لٹکتے رہو۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔ کبریا نے سونیا کے پاس آ کر اعلیٰ بی بی اور عبداللہ وغیرہ کو وہاں آنے کے لیے کہا پھر انہیں تمام حالات بتانے لگا۔ سونیا نے پوچھا "جب تک ایڈی کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی گئی، اس وقت تک تم راستے کو پہچان رہے تھے؟"

"یس مما! میں دیکھ رہا تھا اور بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ٹیلی پیتھی جاننے کو بتاتا جا رہا تھا کہ ہم ہائی وے پر سے گزر رہے ہیں پھر انہوں نے ایک مقام پر

راستہ بدل دیا تھا۔ میں نے یہ ساری باتیں اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بتائی ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "جب اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تو پھر کتنی دیر تک گاڑی چلتی رہی؟"

"تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ کار چلتی رہی پھر ایک جگہ رک گئی۔"

"ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ آدھے گھنٹے کے فاصلے تک مختلف سمتوں میں خیال خوانی کے ذریعے دوڑ لگائیں۔ مختلف لوگوں کو آلہ کار بنا کر ان کے ذریعے جگہ جگہ پہنچتے رہیں۔ اس طرح اس مکان تک رسائی حاصل ہو سکے گی۔"

وہ سب سونیا کی ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ راسپوٹین چہارم چھ گھنٹے میں اس جگہ پہنچنے والا تھا اور امید یہ تھی کہ اس سے پہلے ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے وہاں پہنچ جائیں گے۔ اس معصوم بچے ایڈی کو قربانی کا بکرا بنایا گیا تھا۔ اب اس کی جان بچانا اور اس کی حفاظت کرنا ہمارا فرض تھا اور سونیا اس کے لیے بجی جان کی بازی لگا دینے والی تھی۔ اس سلسلے میں سب سے سنسنی خیز بات یہ تھی کہ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم خود وہاں آنے والا تھا اور سونیا اچھی طرح اس کی خیریت دریافت کرنے والی تھی۔

چنڈال جوگیا رہائی پانے کے لیے اپنی جان لڑا رہا تھا، ذہن لڑا رہا تھا۔ ایسی چالاکیوں سے کام لے رہا تھا کہ اس کی نگرانی کرنے والے افسران اس کی مکاریوں کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔

وہ چار یوگا جاننے والے افسران کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی وہاں سے رہائی حاصل کر سکتا تھا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کی مدد کرنے کے لیے اس کا معمول اور تابعدار ٹونی جے اس کے ساتھ تھا اور ان کا ایک آلہ کار، ایک سفاک قاتل اندرا کوٹھانی شملہ میں موجود تھا اور ان کے حکم کا منتظر تھا۔ میں ایسے وقت خیال خوانی کے ذریعے چنڈال جوگیا کی مدد کر رہا تھا۔ میں نے ایک یوگا جاننے والے آرمی افسر ہردیو سنگھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ دوسرے آرمی افسر جگدیش راٹھور کو زخمی کر دیا تھا اور اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ ایسا کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ چنڈال جوگیا کسی طرح اس بل سے باہر نکل آئے اور میں اسے زخمی کر کے اس کے اندر پہنچ جاؤں۔ یہ معلوم کر سکوں کہ اس کے ساتھ جو مہادیو بھاٹیا نامی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، وہ کون ہے؟ اچانک کہاں سے آ گیا ہے؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟

دو یوگا جاننے والے افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا یہ سمجھ رہے تھے کہ چنڈال خیال خوانی کے ذریعے ان کے ایک ساتھی افسر کو قتل کر چکا ہے اور اسی نے دوسرے کو زخمی بھی کیا ہے۔ اسی طرح وہ ایک ایک افسر کو قتل کرتا جا رہا ہے اور اب وہ ان دونوں کی شہ رگ تک بھی پہنچنے والا ہے۔

وہ دونوں بہت زیادہ فکرمند ہو گئے تھے۔ انہیں اپنا بچاؤ بھی کرنا تھا، چنڈال کی نگرانی بھی کرنی تھی، اسے خیال خوانی سے بھی روکنا تھا اور ایسا کرنے کے لیے انہوں نے اس رات چنڈال کو سونے نہیں دیا۔ اسے بیڈ روم سے بلا کر ڈرائنگ روم میں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ تاکہ وہ جاگتا رہے، باتیں کرتا رہے اور خیال خوانی کے ذریعے ان کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے۔

چنڈال جوگیا اور ٹونی جے پریشان تھے کہ یہ کون ہے جو آرمی افسران کو قتل کر رہا ہے اور انہیں زخمی کر رہا ہے ٹونی جے نے زخمی افسر جگدیش راٹھور کے دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کی تھیں مگر وہ یہ نہیں جان سکا تھا کہ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔

چنڈال جوگیا کو رہائی دلانے کی پلاننگ یہ تھی کہ اسے جس بنگلے میں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا، اس بنگلے کے اندر آرمی کے دو افسران مانک لال اور راج تلک اروڑا موجود تھے۔ اس بنگلے کے باہر دو مسلح گارڈز تھے۔ ان گارڈز کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی ان تک پہنچا جا سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر مانک لال اور راج تلک اروڑا کو بے بس کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی چنڈال کی رہائی ممکن ہو سکتی تھی۔

اندرا کوٹھانی شملہ میں تھا۔ ٹونی جے نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ فوراً منالی پہنچے۔ اب وہاں پہنچنے میں اسے کم از کم تین گھنٹے ضرور لگتے اور جب وہ ادھر پہنچتا تو میں جگدیش راٹھور کے دماغ میں رہ کر اسے اس بنگلے میں لے جاتا۔ راٹھور اور اندرا کوٹھانی بنگلے کے باہر پہرا دینے والے مسلح گارڈز سے مقابلہ کرنے والے تھے اور اس مقابلے کے نتیجے میں کیا ہونے والا تھا ابھی ہم نہیں جانتے تھے۔ بس پلاننگ یہی تھی کہ ان دونوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہی بنگلے کے اندر پہنچا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ابھی اندرا کوٹھانی کے وہاں پہنچنے کا انتظار تھا۔

اس بنگلے کے اندر مانک لال اور راج تلک تشویش میں مبتلا تھے۔ اگرچہ انہوں نے چنڈال جوگیا کو اپنی نظروں کے سامنے رکھا تھا اور اسے خیال خوانی کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے پھر بھی بری طرح پریشان تھے۔

مانک لال نے کہا "تم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ہتھکنڈے سمجھ میں نہیں آتے۔ جب پانی سر سے گزر جاتا ہے

تب پتا چلتا ہے کہ تم لوگ کیسی چال گئے ہو؟"

چنڈال نے کہا "تم خواہ مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ نہ میں خیال خوانی کر رہا ہوں اور نہ ہی کوئی چال چل رہا ہوں۔ ہردیو کی موت کا ذمے دار مجھے نہ ٹھہراؤ۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی موت کیسے ہوئی ہے؟"

راج تلک اروڑا نے اسے گھور کر دیکھا پھر پوچھا "ہمارے دو افسران جو ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے تھے، وہ حادثہ کیسے ہوا تھا؟"

چنڈال جوگیا نے وہ حادثہ کروانے کے لیے بڑا زبردست ڈراما پلے کیا تھا۔ اس وقت اس نے انجان بن کر پوچھا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا اس حادثے کا ذمے دار بھی آپ مجھے ٹھہرانا چاہتے ہیں؟"

"بے شک۔ تم بہت ہی رازداری سے خیال خوانی کرتے رہے ہو۔ تم نے خیال خوانی کے ذریعے کسی کو آلہ کار بنا کر اس ہیلی کاپٹر میں ایک بم چھپا دیا تھا۔ جب ہمارے دونوں اعلیٰ افسران ٹونی جے کو لے کر یہاں آ رہے تھے تو تم نے دھماکا کر دیا۔ ٹونی جے کو بھی مار ڈالا اور ہمارے دو بہترین ساتھیوں کو بھی ختم کر دیا۔"

وہ بولا "اس دنیا میں بڑی بڑی ہستیاں ماری جا رہی ہیں، حادثات کا شکار ہو رہی ہیں یا قتل کی جا رہی ہیں۔ آپ ان سب کا الزام بھی مجھ پر تھوپ دیں۔ بھلا میں آپ کا کیا بگاڑ لوں گا؟ چپ چاپ سنتا رہوں گا لیکن آپ کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ واردات میں نے کی تھی اور ابھی جو ہردیو سنگھ کی ہلاکت ہوئی ہے اس میں بھی میرا ہاتھ ہے۔ کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

"ہم بہت جلد ثبوت حاصل کر لیں گے۔ تم ہمیں ایک سوال کا جواب دو۔ کیا ایسے خیال خوانی کی جا سکتی ہے کہ ہم سے باتیں کرنے کے دوران میں تم اندر ہی اندر خیال خوانی کے ذریعے کسی سے گفتگو بھی کر سکتے ہو؟"

"یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ دونوں خواہ مخواہ میری طرف سے اندیشوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ میں یہاں دماغی طور پر حاضر ہوں۔ آپ دونوں سے گفتگو کر رہا ہوں پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں یہاں دماغی طور پر حاضر بھی رہوں اور خیال خوانی کی پرواز کر کے اپنے دماغ کو کسی دوسری جگہ بھی پہنچا دوں؟ میرے پاس دو دماغ نہیں ہیں۔ آپ دونوں مضحکہ خیز بات کر رہے ہیں۔"

فون کی گھنٹی سنائی دینے لگی۔ مانک لال نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا کر کہا "ہیلو......؟"

دوسری طرف سے ہیڈ کوارٹر کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا "میں جنرل رگو دیر سنگھ بول رہا ہوں۔"

مانک لال ایک دم سے اٹھ کر اٹینشن ہو گیا پھر بولا "یس سر! میں مانک لال بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "کیا چنڈال جوگیا پوری طرح تمہارے قابو میں ہے؟"

"یس سر! آپ فکر نہ کریں۔ ہم نے اسے اچھی طرح جکڑ کر رکھا ہے۔"

"جکڑنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم نے اسے زنجیریں پہنا دی ہیں؟"

"نہیں۔ ہردیو سنگھ کی موت کے بعد ہم بہت محتاط ہو گئے ہیں۔ آج ہم اسے سونے نہیں دیں گے۔ ہم نے اسے اپنے سامنے بٹھا رکھا ہے۔ صبح تک جاگتے رہیں گے اور اسے بھی جگاتے رہیں گے۔ تاکہ یہ خیال خوانی کے ذریعے ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔"

"ہمارا ایک اور افسر جگدیش راٹھور کہاں ہے؟"

"سر! میں ابھی اس کے بارے میں رپورٹ دینے والا تھا۔ اسے بھی اسی کم بخت نے خیال خوانی کے ذریعے زخمی کر دیا ہے۔ چور کبھی چوری کا اقرار نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ بھی اپنا کوئی جرم تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ ہمیں یہ سمجھانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی خیال خوانی کرنے والا دشمن آرمی افسران کو ہلاک کر رہا ہے۔ جبکہ دماغ یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ بھلا کسی اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ہم سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

جنرل رگو دیر سنگھ نے کہا "تم دونوں خطرات کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے ہو۔ ذرا حساب کرو کہ اب تک تمہارے چار ساتھی افسران کو جانی نقصان پہنچ چکا ہے۔ دو افسران ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مارے گئے۔ ہردیو سنگھ کو آج قتل کر دیا گیا اور جگدیش راٹھور کو زخمی کیا گیا ہے۔ کیا اس کے بعد تم دونوں کی باری نہیں آ سکتی؟"

"اسی لیے ہم نے اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھا ہے۔ آج اسے سونے نہیں دیا جائے گا۔ دیکھتے ہیں، صبح تک کیا ہوتا ہے؟"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ پہلے ہی اپنی کسی پلاننگ پر عمل کر چکا ہو، اور اب اسے خیال خوانی کی ضرورت نہ رہی ہو؟ تم دونوں دھوکا کھا جاؤ گے اور یہ اپنی پلاننگ کے مطابق کچھ کر گزرے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے لے کر ہیڈ کوارٹر چلے آؤ۔ کہو تو میں ہیلی کاپٹر بھیج دیتا ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے انجکشن کے ذریعے بے ہوش کر دو۔ یہ جاگتا رہے گا تو تم

دونوں کو دھوکا دیتا رہے گا۔ تمہاری لاعلمی میں چپ چاپ خیال خوانی کرتا رہے گا اور تم لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔"

مانک لال نے کہا "سر! اسے آرمی ہیڈ کوارٹر لے جانا مناسب نہیں ہے۔ ہم اسے وہیں سے لائے ہیں اور فرہاد علی تیمور کو علم ہے کہ ہم نے اسے ہیڈ کوارٹر میں رکھا تھا۔ لہٰذا اسے وہاں لے جانا مناسب نہیں ہوگا۔ ہم آپ کے دوسرے مشورے پر ابھی عمل کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے انجکشن کے ذریعے جلد از جلد بے ہوش کر دو۔ وہ صبح تک غافل پڑا رہے گا۔ اگر اس کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی ہے، مددگار ہے تو اس کے دماغ میں آ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکے گا۔ فوراً میری ہدایت پر عمل کرو۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔ گڈ نائٹ......"

مانک لال نے ریسیور رکھ دیا پھر وہ راج تلک اروڑا کو ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں بولا "میں اسے گن پوائنٹ پر رکھتا ہوں۔ تم بے ہوشی کی دوا لے آؤ اور اسے انجیکٹ کرو۔ اسے صبح تک غافل رکھنا ہے۔"

وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرنج تھی اور اس سرنج میں ایک دوا بھری ہوئی تھی۔ چنڈال نے اسے دیکھتے ہوئے کہا "یہ کیا ہے؟ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مانک لال نے ریوالور نکال کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اگر تم سیدھی طرح انجکشن نہیں لگواؤ گے تو میں تمہیں گولی مار کر زخمی کروں گا پھر یہ انجکشن تمہیں لگا دیا جائے گا۔"

وہ بے بسی سے ریوالور کو دیکھنے لگا۔ ٹونی جے اس کے اندر تھا۔ کہہ رہا تھا "یہ دونوں تم سے بہت زیادہ خوف زدہ ہیں۔ شاید تمہیں نیند کا انجکشن دے رہے ہیں۔ تاکہ تم گہری نیند سو جاؤ اور خیال خوانی نہ کر سکو۔"

چنڈال نے کہا "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ میں تم سے باتیں نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی تم میرے اندر آ کر مجھے گہری نیند سے بیدار کر سکو گے۔ نہ جانے یہ کیسی دوا انجیکٹ کرنے والے ہیں؟"

"جیسی بھی دوا ہے، چپ چاپ انجکشن لگوا لو۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ یہ لوگ تمہیں جان سے نہیں ماریں گے۔ آج تمہاری خیال خوانی سے محفوظ رہنے کے لیے تمہیں گہری نیند سلا دیں گے۔"

مانک لال نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا "خاموشی سے بیٹھ جاؤ اور انجکشن لگواؤ۔"

وہ مجبور تھا۔ اسے بیٹھنا پڑا۔ راج تلک اروڑا نے اس کے قریب آ کر اس کی آستین اٹھائی پھر انجکشن کی سرنج اس کے بازو میں پیوست کرنے لگا۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل ہونے لگی پھر وہ سرنج نکال کر اسے پونچھتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چنڈال نے پوچھا "یہ سب کیا ہے؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس کی بہت ضرورت تھی۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح ہمیں دھوکا دے رہے ہو؟ لہٰذا آج کی رات ہم تم سے کوئی دھوکا نہیں کھانا چاہتے۔ اس لیے صبح تک تمہیں گہری نیند سلائے رکھنا چاہتے ہیں۔ یہیں صوفے پر لیٹ جاؤ۔ ہم تمہیں بیڈ روم میں نہیں جانے دیں گے۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پھر منہ کھول کر جماہی لینے لگا۔ تھکن اور غنودگی محسوس کرنے لگا۔ ٹونی جے نے کہا "میں تمہارے ذہن کو کمزور ہوتا محسوس کر رہا ہوں۔ نیند تم پر غالب آ رہی ہے۔ کوئی بات نہیں سو جاؤ۔ میں تمہاری رہائی کے انتظامات کر چکا ہوں اور اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے سمجھوتا ہو چکا ہے۔ تم نیند میں رہو گے تب بھی میں صبح تک تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

وہ اس کی باتیں سنتے سنتے صوفے پر پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

ٹونی جے خیال خوانی کے ذریعے جگدیش راٹھور کے اندر آیا۔ اب چنڈال اس کے کام نہیں آ سکتا اور نہ ہی اسے کوئی مشورہ دے سکتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا۔ اسے اپنی ذہانت سے اور اپنے طور پر کرنا تھا۔

اس وقت وہ یا تو اندرا کوٹھانی سے کام لے سکتا تھا یا پھر جگدیش راٹھور سے لیکن راٹھور میرے زیر اثر تھا۔ میری مرضی کے بغیر اس کے کام نہیں آ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے راٹھور سے کہا "میں تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں اس کے اندر موجود تھا لیکن براہِ راست اس سے باتیں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ راٹھور نے میری مرضی کے مطابق کہا "وہ ابھی میرے اندر موجود نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب تم ہمارے دماغ میں آؤ تو میں سانس نہ روکوں۔ تمہیں اپنے دماغ سے نہ بھگاؤں اور تم سے باتیں کروں۔ تم میرے عامل ٹیلی پیتھی جاننے والے کو جو پیغام دینا چاہتے ہو۔ مجھے دے دو۔ میں وہ پیغام اسے دے دوں گا۔"

"تم کیسے پہنچاؤ گے؟ کیا اس کا موبائل فون نمبر تمہارے پاس ہے؟"

"میرے پاس ان کا کوئی نمبر ہے نہ پتا ٹھکانا ہے۔ وہ خود ہی میرے اندر کسی وقت آ سکتے ہیں۔"

"پتا نہیں وہ کب آئیں گے؟ مجھے بہت ضروری باتیں کرنی تھیں۔"

"آپ لوگوں نے میرے اندر جو گفتگو کی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی اندرا کوٹھانی کا انتظار ہے۔ وہ تین گھنٹے کے اندر منالی پہنچے گا۔ اب تو دو گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ایک گھنٹا گزر چکا ہے میرا عامل انہی دو گھنٹوں کے اندر آ کر مجھے حکم دے گا تو میں بھی منالی کی طرف جاؤں گا۔ تمہیں دو گھنٹے تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"میرے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میرے خیال سے چنڈال کو بے ہوشی کی نیند سلا دیا گیا ہے۔ مجھے جلد از جلد کچھ کرنا ہوگا اور میں صرف اندرا کوٹھانی جیسے ایک آلہ کار پر تکیہ نہیں کروں گا۔ مجھے دوسرے کی بھی ضرورت ہے اور دوسرا تم سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"سوری۔ میں تمہارا تابعدار نہیں بنوں گا اور نہ ہی تمہارے کسی حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"تمہارا عامل دو گھنٹے کے اندر آئے گا۔ شاید ایک گھنٹے بعد آئے۔ ایک گھنٹا میرے لیے بہت ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے جگدیش کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا۔ وہ یک باری چیختا ہوا فرش پر گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ اس کی محبوبہ کوکی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ رونے لگی۔ اسے اِدھر اُدھر سے پکڑنے لگی۔ پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کچھ تو بتاؤ؟

وہ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس کا سر پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ دماغ پھٹنے والا ہے۔ سارے ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ٹونی جے کو بھی موقع ملا تھا۔ وہ بڑی دیر تک راٹھور کے دماغ میں رہا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ واقعی میں وہاں موجود نہیں ہوں۔ راستہ صاف ہے۔ اس وقت وہ اسے ذہنی عذاب میں مبتلا کر کے اپنا تابعدار بنا سکتا ہے۔

چنڈال اور ٹونی جے شروع سے ہی میری مداخلت پسند نہیں کر رہے تھے لیکن اس کی رہائی کے اس مرحلے پر میں ان کے درمیان چلا آیا تھا۔ اب وہ مجھے ہٹا نہیں سکتے تھے۔ اگر کسی طرح دور کر دیتے تو یہ اندیشہ رہتا کہ میں پھر کسی کو آلہ کار بنا کر کسی نہ کسی ذریعے سے ان کے قریب پہنچ جاؤں گا اور چنڈال کی رہائی کے معاملے میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگوں گا۔

اس بات کا اندیشہ زیادہ تھا کہ جب چنڈال رہائی پا لے گا تو میں چھپ کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ زخمی کر سکتا ہوں۔ اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں یا پھر ان کے درمیان رہ کر یہ معلوم کرنے کی ضد کر سکتا ہوں کہ مہادیو بھاٹیا یعنی ٹونی جے کون ہے کہاں سے آیا ہے؟ اور یہ ہندوستان میں اچانک کیسے پیدا ہو گیا ہے؟

وہ میرے ایسے کسی سوال کا نہ تو جواب دینا چاہتے تھے۔ نہ مہادیو بھاٹیا کی اصلیت کسی پر ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ ان کے لیے یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ چنڈال کی رہائی سے پہلے مجھ سے نجات حاصل کی جائے۔ مجھے اپنے راستے سے بہت دور کر دیا جائے تاکہ میں اس بنگلے تک نہ پہنچ سکوں۔

ٹونی جے اچھی طرح یہ سمجھتا تھا کہ منالی کے بنگلے تک پہنچنے کے لیے جگدیش راٹھور ہی میرا ایک خاص ذریعہ ہے۔ وہی یوگا جاننے والا اعلیٰ افسر جانتا ہے کہ منالی کے کس بنگلے میں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا وہ راٹھور کے اندر زلزلے پیدا کر کے اب اسے مجھ سے دور کرنے والا تھا۔

راٹھور کی محبوبہ کوکی کی طرف سے بھی اندیشہ تھا۔ میں کوکی کے دماغ میں رہ کر ٹونی جے کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے کوکی کے اندر بھی زلزلے پیدا کیے۔ وہ بے چاری زلزلے کے ایک دو جھٹکوں کے بعد ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔

راٹھور سانس روک کر اسے بھگانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ٹونی جے نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ جیسے ہی اس کے دماغ کی تکلیف کم ہوئی۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرنے لگا۔ اس نے مختصر طور پر اس کے دماغ میں صرف دو باتیں ہی نقش کیں۔ ایک تو یہ کہ آئندہ راٹھور ایک مخصوص آواز اور لب و لہجہ بن کر نہ تو اسے محسوس کرے گا۔ نہ ہی سانس روک کر اسے اپنے اندر سے بھگائے گا۔

باقی جتنی بھی خیال خوانی کی لہریں آئیں گی۔ وہ انہیں اپنے اندر ایک لمحے کے لیے بھی رکنے نہیں دے گا فوراً ہی سانس روک کر بھگا دے گا۔

دوسری بات یہ کہ وہ ایک مخصوص لب و لہجے کا پابند رہے گا۔ اس کا حکم سنتے ہی فوراً تعمیل کیا کرے گا۔

یہ مختصر سا عمل کرنے کے بعد اس نے اسے پندرہ منٹ تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بھی وہ اس کے دماغ میں موجود رہا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں اس کے اندر آتا ہوں یا نہیں؟ اور آتا ہوں تو اس کے تنویمی عمل کا توڑ کرتا ہوں یا

نہیں؟

میں بالکل خاموش رہا۔ مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اس کے تنویمی عمل کے دوران اس کے چور خیالات کے خانے میں موجود رہا تھا اور اس کے اندر اپنا یہ حکم مستحکم کرتا رہا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کا غلام رہے گا اور میرے احکام کی پابندی کرتا رہے گا۔

ایسا کرنے کے لیے مجھے اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس اس کے اندر موجود رہ کر اس سے پہلے والے عمل کو مستحکم کرنا تھا اور میں وہ چپ چاپ کرتا رہا تھا۔

جب راٹھور پندرہ منٹ کی تنویمی نیند سے بیدار ہوا تو ٹونی جے کو یقین ہو گیا کہ اس کے عمل کا توڑ نہیں کیا گیا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔

جب یہ یقین ہو گیا کہ میں راٹھور کے دماغ میں نہیں آسکوں گا تو اس نے اسے حکم دیا "فوراً یہاں سے اٹھو۔ یہ بنگلا چھوڑ دو اور سیدھے منالی کی طرف جاؤ۔ جب وہاں پہنچو گے تو میں بتاؤں گا کہ تمہیں وہاں کہاں آنا ہے؟ اور کیا کرنا ہے؟"

وہ اس کے حکم اور میری مرضی کے مطابق وہ بنگلا چھوڑ کر وہاں سے جانے لگا۔ میرا اندازہ تھا کہ اب ٹونی جے اندرا کوٹھانی کے پاس جائے گا۔ وہ ان دو آلہ کاروں کو کنٹرول کرنے والا تھا اور ان کے ذریعے اس بنگلے پر حملہ کرانے والا تھا۔ اس نے اپنی دانست میں مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا۔

میں اندرا کوٹھانی کے اندر پہنچا تو وہ مجھ سے پہلے پہنچا ہوا تھا اور اس سے سخت لہجے میں کہہ رہا تھا "تمہیں تین گھنٹے کے اندر منالی پہنچنے کے لیے کہا گیا تھا اور تم اب شملہ سے روانہ ہو رہے ہو؟"

وہ بولا "تو کیا فرق پڑتا ہے؟ کوئی ضروری تو نہیں کہ تم تین گھنٹے کے اندر کہو تو میں اسی وقت وہاں پہنچ جاؤں۔ میری اپنی بھی مصروفیات ہوتی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ تم معمول اور تابعدار ہو۔ تم سے جو کہا جائے گا۔ تم وہی کرو گے۔"

"سوری میں تمہارا نہیں، مسٹر چنڈال کا تابعدار ہوں۔ وہ مجھے حکم دیتے تو میں تین گھنٹے تو کیا ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاتا۔"

"مسٹر چنڈال نے کہا تھا کہ تم میری بات بھی مانو گے۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے۔ کیا تم بھول گئے ہو؟"

"مجھے یاد ہے۔ اسی لیے تمہارے حکم کے مطابق اب میں منالی کی طرف جا رہا ہوں۔"

اندرا نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "مسٹر چنڈال کہاں ہیں؟ میں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ سو رہے ہیں۔ ابھی ان سے باتیں نہیں کر سکو گے۔"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھے منالی کیوں بلا رہے ہو؟"

"مسٹر چنڈال کی بہتری کے لیے بلایا جا رہا ہے۔ وہاں انہیں قید سے رہائی دلانی ہے۔"

"واہ...... بہت خوب۔ اگر ان کو قید سے رہائی دلانی ہے تو کیا وہ ایسے وقت سو رہے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہیں تو جاگتے رہنا چاہیے اور مجھ سے بھی رابطہ رکھنا چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ ان کی رہائی کے لیے مجھے کیا کچھ کرنا ہو گا؟"

"میں تمہیں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے، تم میرے احکام کی تعمیل کرتے رہو گے تو وہ رہائی حاصل کر لیں گے۔"

"میری بات سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ میں ابھی ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاؤں گا۔ ایسے وقت ان کو بیدار رہنا چاہیے۔ مجھ سے باتیں کرنا چاہیے۔ میں کیسے سمجھ لوں کہ تم میرے عامل چنڈال کے لیے مجھے استعمال کر رہے ہو یا اپنی کسی ضرورت کے لیے مجھ سے اپنے احکام کی تعمیل کروا رہے ہو!"

"تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ تمہارا عامل تمہارا آقا اس وقت گہری نیند میں ہے۔ ورنہ ابھی وہ تمہارے پاس آتا تو تم اتنی لمبی باتیں نہ کرتے۔"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ ایسی مصیبت کے وقت اسے جاگنا چاہیے۔ وہ سو کیوں رہا ہے؟ اس کے سونے کے پیچھے راز کیا ہے؟ تم نے اسے کیوں سلا رکھا ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ میں نے اسے نہیں سلایا ہے۔ دشمنوں نے اسے گہری نیند کا انجکشن دیا ہے اور وہ صبح سے پہلے بیدار نہیں ہو سکے گا۔"

کوٹھانی نے میری مرضی کے مطابق کہا "ہو سکتا ہے تم نے اسے مار ڈالا ہو اور تم خوامخواہ اس کی گہری نیند کا بہانہ کر رہے ہو۔ مجھے منالی بلا کر ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔ مجھ پر تنویمی عمل کر کے مجھے اپنا غلام بنا لینا چاہتے ہو۔"

ٹونی جے نے پریشان ہو کر کہا "تم ایسے وقت میرے لیے مسئلہ نہ بنو۔ مسٹر چنڈال کو رہائی دلانے کے سلسلے میں جو کہہ رہا ہوں۔ وہ کرتے رہو۔ جب انہیں رہائی مل جائے گی تو تمہیں خود یقین آ جائے گا اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہوئی تو پھر تم میری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا اور نہ ہی مجھے اپنے دماغ میں آنے

کی اجازت دینا۔"

وہ میری مرضی کے مطابق بولا "میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں مگر مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ تم کون ہو؟ میں نے اب سے پہلے کبھی مہادیو بھاٹیا کا نام نہیں سنا تھا جو ٹیلی پیتھی جانتا ہو۔ تم اچانک کہاں سے پیدا ہو گئے ہو؟"

"تم فضول سوال نہ کرو۔ کار کی رفتار تیز کرو۔ جلد سے جلد منالی پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے بولا "یہ دیکھو میں تمہاری بات مان رہا ہوں۔ تم میری بات مانو۔ اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"سوری ابھی میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ کل مسٹر چنڈال کو رہائی مل جائے گی تو وہ خود میرے بارے میں تمہیں بتا دیں۔"

"وہ میرے عامل ہیں اور معمول کبھی اپنے عامل سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس لیے نہ میں کوئی سوال کر سکوں گا اور نہ وہ کوئی جواب دے سکیں گے۔"

"تم مجھے کیوں ایسی باتوں میں الجھا رہے ہو؟ میں کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اگر تم چنڈال کے سلسلے میں تعاون نہیں کرو گے۔ میری بات نہیں مانو گے تو چنڈال رہائی کے بعد تم سے خود ہی نمٹ لے گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہاری بات مان رہا ہوں اور ابھی منالی کی طرف آ رہا ہوں۔ تم جیسا کہو گے۔ اسی کے مطابق منالی میں اس کی رہائی کے لیے کوشش کروں گا۔"

ٹونی نے پوچھا "تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟"

"عورت ہے نام تو میں بھی نہیں جانتا۔"

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایک بہت ہی خطرناک مشن پر جا رہے ہو۔ اسے کیوں ساتھ لے جا رہے ہو؟"

"یہ مجھے شملہ میں ملی تھی۔ منالی میں رہتی ہے۔ اسے وہاں پہنچا دوں گا پھر تم جہاں کہو گے وہاں اپنا فرض ادا کرنے پہنچ جاؤں گا۔"

"تم اس عورت کی وجہ سے پہنچنے میں دیر کر رہے ہو۔ تم ہمارے کام کی اہمیت کو سمجھتے کیوں نہیں ہو! ہر بار اس میں دلچسپی لے رہے ہو اور کار کی رفتار سست کرتے جا رہے ہو۔"

"جب میں کہہ چکا ہوں کہ ایک گھنٹے کے اندر منالی پہنچ جاؤں گا تو پھر تمہیں پریشانی کیا ہے۔"

"پریشانی اس عورت کی ہے۔ پتا نہیں یہ کون ہے؟ اس کی وجہ سے ہمارا کام بگڑ سکتا ہے۔ تم اس سے بات کرو۔ مجھے اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے خیالات پڑھوں گا۔"

وہ ہنسنے لگا۔ اس نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

"یہ گونگی ہے نہ سنتی ہے نہ بولتی ہے۔"

"یہ گونگی تم سے کیسے پھنس گئی؟ اس نے تمہیں کیسے بتایا کہ یہ منالی میں رہتی ہے اور تم اسے منالی تک پہنچا دو۔"

"بچوں جیسی بات کیوں کرتے ہو؟ کیا اشاروں کی زبان سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا گونگے بہرے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے؟ اس نے ایک کاغذ پر لکھ کر کہا تھا کہ یہ منالی تک جانا چاہتی ہے اور میں اسے وہاں پہنچا دوں۔"

"تم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ فریب بھی ہو سکتی ہے؟ تمہیں دھوکا دے سکتی ہے؟ یہ گونگی نہیں ہو سکتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم کیا جانو؟ گونگی عورت کے ساتھ تنہائی کتنی دلچسپ ہو جاتی ہے۔ وہ بے چاری کچھ بول بھی نہیں سکتی۔ اس کے باوجود اس کی گونگی ادائیں چیختی رہتی ہیں۔"

وہ غصے سے بولا "خوامخواہ شاعری مت کرو۔ کام کی باتیں کرو۔ دیکھو تم ابھی ایک چھوٹے سے قصبے سے گزر رہے ہو۔ یہاں گاڑی روک کر اسے اتار دو۔ ورنہ یہ ہمارے لیے مصیبت بن سکتی ہے۔"

"سوری...... میں نے اس بے زبان سے وعدہ کیا ہے۔ اسے اس کی منزل تک پہنچاؤں گا۔ لہٰذا میں اسے پہنچا کر ہی تمہارا کام کروں گا۔"

"یہ میرا کام نہیں تمہارے آقا اور تمہارے عامل کا ہے۔ وہ جب نیند سے بیدار ہو گا تو تمہاری بد معاشیاں اور کوتاہیاں سن کر تمہیں جان سے مار ڈالے گا۔"

"اس گونگی کی قربت، اس کے بدن کی گرمی میری جان نکال رہی ہے۔ تم میری جان نکلنے کی بات نہ کرو۔ یہاں سے جاؤ اب تو آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ میں پہنچنے والا ہوں۔ جب مرد اور عورت تنہا ہوں تو تمہیں کسی کے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ کچھ تو شرافت سے کام لو۔ جاؤ یہاں سے۔"

یہ چنڈال کی رہائی کا آخری مرحلہ تھا۔ اس مرحلے میں بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ ایسے وقت میں بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی اور کی مداخلت نہ ہو اور وہ ایک عورت کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ نہ وہ جانتا تھا نہ ہم جان سکتے تھے کہ وہ سیدھی سادی بے ضرر ہے یا در پردہ نقصان پہنچانے والی ہے؟"

میں نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس قصبے میں گاڑی روکے اور اس عورت سے معذرت چاہے۔ اس سے کہے کہ وہ کسی بس کوچ یا پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی جائے۔

اس نے میری مرضی کے مطابق گاڑی روک دی پھر ایک کاغذ قلم لے کر اسے لکھ کر دیا کہ میں مجبور ہوں۔ اپنا راستہ

بدل رہا ہوں۔ منالی نہیں جارہا ہوں۔ اس لیے تم یہاں سے کسی بس یا ٹیکسی میں چلی جاؤ۔

اس نے لکھا ہوا کاغذ لے کر پڑھا پھر اسے ایک مٹھی میں دبا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ انکار میں سر ہلا کر اشاروں کی زبان میں سمجھایا کہ وہ نہیں جائے گی وہ اسی گاڑی میں منالی تک جانا چاہتی ہے۔

کوٹھانی نے اس کی طرف جھک کر ادھر کا دروازہ کھولتے ہوئے اسے دھکا دینے کے انداز میں کہا کہ چلو اتر جاؤ اور یہاں سے جاؤ۔ میں تمہارا ذمے دار نہیں ہوں۔

اس نے کاغذ قلم لے کر لکھا کہ تم نے شملہ میں مجھے منالی تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اور اسی شرط پر تم میرے بدن سے کھیلتے رہے۔ میرے کام آنے سے پہلے ہی اپنی فیس وصول کرتے رہے۔ اب تمہیں منالی تک جانا ہوگا۔

کوٹھانی نے وہ تحریر پڑھنے کے بعد کاغذ کو مٹھی میں بھینچ کر کھڑکی کے باہر پھینکا۔ اسے پھر باہر کی طرف دھکا دینا چاہا تو اس نے پرس میں ہاتھ ڈال کر فوراً ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ کوٹھانی چونک کر ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے پاس بھی لباس کے اندر ریوالور تھا۔ اس کار میں شاٹ گن چھپا کر رکھی گئی تھی لیکن اس گونگی نے اسے نشانے پر رکھ لیا تھا۔

وہ بولا ''یہ کیا کررہی ہو؟ اسے سامنے سے ہٹاؤ گولی چل جائے گی۔''

اس نے انکار میں سر ہلا کر اشاروں کی زبان میں کہا ''کار اسٹارٹ کرو......اور آگے چلتے رہو۔''

ٹونی جے نے جھنجلا کر اندرا سے کہا ''آخر وہی ہوا ناں۔ جس کا اندیشہ تھا۔ یہ مکار عورت ہے۔ گونگی نہیں ہے۔ اس سے بات کرو۔''

کوٹھانی نے اس عورت سے کہا ''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہارے جیسی گونگی کے پاس یہ پستول بھی ہوگا۔ تم گونگی نہیں ہو۔ مجھ سے بات کرو۔''

اس نے پستول کی نال کو اس کی پسلیوں سے لگا کر اس پر دباؤ ڈالتے ہوئے اشاروں میں کہا ''کار اسٹارٹ کرو اور آگے چلو۔''

اس عورت کے تیور کہہ رہے تھے کہ وہ گولی چلا سکتی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا ایک آلہ کار ضائع ہوجائے۔ میں نے اسے مجبور کیا۔ وہ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانے لگا۔ ٹونی نے کہا ''صرف کار نہ چلاؤ اس سے بولتے بھی رہو۔ معلوم کرو کہ وہ تمہارے پاس کیوں آئی ہے اور تم سے کیا چاہتی ہے۔''

کوٹھانی نے کار کو تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھو میں تمہاری بات مان رہا ہوں۔ تمہیں منالی تک پہنچادوں گا لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔ کیا میری ہی کار میں بیٹھ کر منالی تک جانا ضروری ہے؟''

وہ زبان سے بول رہا تھا۔ کار چلاتے ہوئے اسے لکھ کر نہیں دے سکتا تھا اور وہ اس کی بات نہیں سن رہی تھی۔ اس کا دھیان اپنے پستول کے نشانے پر تھا۔

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا سوچ رہا تھا کہ کس طرح چالاکی دکھائے۔ اچانک گاڑی روکے گا تو اس کا ہاتھ بہک جائے گا۔ پستول والا ہاتھ ادھر سے ادھر ہوگا تو وہ اسے دبوچ لے گا پھر اپنا پستول نکال کر اسے ختم کردے گا۔ وہ سفاک قاتل تھا۔ کئی طرح کے ہتھکنڈے جانتا تھا۔ اسے کسی نہ کسی طرح زیر کرسکتا تھا لیکن ایسے کرنے کے دوران میں اس سے کوئی غلطی ہوسکتی تھی۔ پستول چل سکتا تھا اور گولی اسے لگ سکتی تھی۔ اس طرح ہمارا ایک آلہ کار ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔

میں اسے ایسے ارادے سے باز رکھ رہا تھا اور ٹونی جے بھی شاید یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی کوئی غلطی نہ کرے۔ خوامخواہ ایک نیا مسئلہ پیدا ہوجائے گا۔ اگر وہ گونگی بھی ماری جائے گی تو وہ گرفتار ہوجائے گا یا پھر گرفتاری سے بچنے کے لیے فرار ہوگا۔ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتا پھرے گا اور ہمارا کام نہیں کرسکے گا۔

ٹونی جے بڑبڑا رہا تھا ''کوٹھانی......! اب تمہیں اپنی غلطی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ دیکھو یہ گونگی کیسی مصیبت بن گئی ہے۔ پتا نہیں کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کیا چاہتی ہے آگے جاکر کیا مسائل پیدا کرے گی؟''

کوٹھانی یہ سوچ سوچ کر پریشان ہورہا تھا کہ وہ اس گونگی کے خلاف کچھ کر کیوں نہیں پارہا ہے؟ وہ گاڑی کو اچانک روک کر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن ایسا کر کیوں نہیں رہا ہے؟

اس نے پوچھا ''اے مسٹر بھاٹیا! کیا تم میرے دماغ میں رہ کر ایسا کرنے سے روک رہے ہو؟ کیا مجھے اس گونگی کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہیے؟''

ٹونی جے نے کہا ''ہاں...... کچھ کرو گے اور تم سے غلطی ہوگی تو خوامخواہ مارے جاؤ گے۔ ہم تمہاری موت نہیں زندگی چاہتے ہیں اور تمہاری زندگی چاہنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ گونگی کو مار دیا جائے۔ بس کسی بھی طرح اس سے نجات حاصل کی جائے۔''

اس گونگی نے مجھے بھی الجھا دیا تھا۔ بس یہی ایک سوچ تھی کہ گڑبڑ کرے گی تو اسے سنبھالنا مشکل ہوجائے گا۔ وہ کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آسکتی تھی۔ اس نے ہمارے آلہ

...ر کو قابو میں نہیں کر رکھا تھا۔

ویسے یہ بات تھی کہ اس عورت کو چنڈال کے بنگلے کی ...رف نہیں لے جایا جائے گا۔ وہاں تو وہ اور بھی زیادہ گڑبڑ ...ر سکتی تھی۔ منالی پہنچ کر بھی ساتھ نہ چھوڑتی تو ایک خطرہ مول ...یا جاسکتا تھا کہ اس سے پستول چھیننے کی کوشش کی جاتی۔ بلا ...ے اندرا کوٹھانی اس کوشش میں مرجاتا۔ اس کے بعد ایک ہی ...آلہ کار جگدیش راٹھور رہ جاتا۔ یہ منظور تھا لیکن اس گونگی کی ...مداخلت منظور نہیں تھی۔

آخر کار وہ ڈرائیو کرتا ہوا منالی پہنچ گیا۔ گونگی اشاروں ...کے ذریعے اسے بتا رہی تھی کہ کہاں کہاں سے گزرنا ہے؟ وہ ...وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا گزرتا رہا۔ اس نے ایک بنگلے کے ...قریب کار روکنے کو کہا۔

کار رک گئی۔ گونگی نے ایک ہاتھ پرس میں ڈال کر ایک ...تہ کیا ہوا کاغذ نکالا پھر اسے اندرا کوٹھانی کی طرف بڑھایا۔ اس ...نے کاغذ کو لے کر اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ...اس نے کار کی اندرونی روشنی میں کاغذ کو پڑھنا شروع کیا۔ اس ...میں لکھا تھا ''آج جس ہوٹل میں تم نے مجھ سے دوستی کی وہاں ...میں نے سنا تھا کہ تمہارا نام اندرا کوٹھانی ہے اور تم بہت ہی ...سفاک قاتل ہو۔ اپنے پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتے۔ قانون ...کی گرفت میں نہیں آتے۔ تب ہی میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ...میرے دشمن سے تم ہی انتقام لے سکتے ہو۔ یہ جو سامنے بنگلا ...ہے۔ اس میں وہ اس وقت موجود ہے۔ بالکل تنہا ہے۔ تم نے ...اسے قتل کرنا ہے۔ جب تم اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالو گے۔ تب ...میں یہ پستول تمہارے سامنے پھینک دوں گی۔ تم چاہو تو مجھے ...بھی قتل کر ڈالنا لیکن ابھی تو میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔ ...پلیز......میرا یہ کام ابھی کرو۔''

اس نے وہ کاغذ پڑھ کر گونگی کو دیکھا۔ گونگی نے اشارے ...سے باہر چلنے کو کہا پھر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر جانے ...لگی۔ وہ دونوں کار سے نکل کر بنگلے کے احاطے میں آئے۔ ...باہر نیم تاریکی تھی۔ اندر بھی تاریکی ہی تھی لیکن کسی حصے میں کوئی ...کمرا روشن تھا۔ اس نے برآمدے میں آکر سرگوشی میں کہا ...''اندر پتا نہیں کتنے افراد ہیں اور دروازہ بھی کھلا ہے یا نہیں؟ ...کیا وہ ہمارے لیے دروازہ کھولے گا؟''

ٹونی جے نے اس کے اندر کہا ''بے وقوف! وہ گونگی ...بہری نہ سن رہی ہے نہ کچھ بولے گی۔ تم خود کال بیل کا بٹن ...دباؤ اور دیکھو کہ کیا ہوتا ہے؟''

اس نے کال بیل کا بٹن دبایا بنگلے کے اندر دور کہیں گھنٹی ...کی آواز سنائی دی۔ اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا کوئی نہیں

آیا۔ دروازہ نہیں کھلا۔ اس نے ہینڈل کو گھما کر ہاتھ ہٹایا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

مالک مکان شاید بڑے ہی کھلے دل کا مالک تھا۔ اس لیے اس نے دروازہ کھلا رکھا تھا لیکن ہمارا تجربہ کہہ رہا تھا کہ آگے خطرہ ہے۔ جسے شکار کرنے آئے تھے۔ اسے پہلے ہی سے معلوم ہو چکا ہے۔ وہ کھلا ہوا دروازہ اسے خوش آمدید کہہ رہا ہے۔ وہ اس کوتگی کے ساتھ اندر ایک کوریڈور میں آ گیا۔ ڈرائنگ روم میں روشنی تھی۔ وہ اس ڈرائنگ روم کے دروازے پر آیا تو دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ اندر جو شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر کوٹھانی چونک گیا۔

کوٹھانی بری طرح پھنس گیا تھا۔ شنکرا کے ہاتھ میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ شنکرا نے کوتگی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا پستول کوٹھانی کو دے۔ کوتگی نے اس کے اشارے کے مطابق وہ پستول اس کی طرف بڑھایا۔ کوٹھانی نے حیرانی سے اسے پھر شنکرا کو دیکھا پھر فوراً ہی لپک کر اس سے پستول لے لیا۔ اس کے بچاؤ کا ایک یہی راستہ تھا کہ وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرے۔ اس نے فوراً ہی ٹریگر دبایا۔ گولی چلائی۔

گولی نہیں چلی۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ ہی پتا چل گیا کہ پستول خالی ہے۔ وہ کوتگی اب تک اسے دھوکا دیتی آئی تھی۔ صرف اندرا کوٹھانی ہی نہیں ہم بھی دھوکا کھاتے رہے تھے۔ میں تو شنکرا کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ ٹونی جے نے بھی یہی کیا تھا۔ اب اس کا خیال تھا کہ اگر اندرا کوٹھانی مرجائے گا تو کوئی بات نہیں۔ شنکرا کو اپنا تابعدار بنایا جا سکتا تھا۔ اس کے ذریعے چنڈال کو رہائی دلائی جا سکتی تھی۔

میں اندرا کی موت نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ اگر وہ مرجاتا اور شنکرا زندہ رہتا تو اسے اپنا تابعدار بنانے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرنا پڑتا۔ اس کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی اور اب ہمارے پاس وقت نہیں تھا۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صبح سے پہلے ہی چنڈال کی رہائی کا مسئلہ حل ہو جائے۔

کوٹھانی سوچ کے ذریعے آوازیں دینے لگا۔ ٹونی جے کو پکارنے لگا "بھاٹیا! مسٹر بھاٹیا...... تم کہاں ہو؟ اس وقت تمہیں میرے پاس رہنا چاہیے۔ میری مدد کرنا چاہیے۔ تم شنکرا کے دماغ میں جا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتے ہو۔ وہ ریوالور مجھے دے سکتے ہو۔ پلیز کچھ کرو۔ ورنہ یہ مجھے مار ڈالے گا۔"

میں شنکرا کے ہاتھ سے ریوالور گرا سکتا تھا۔ وہ ریوالور اندرا کے پاس پہنچا سکتا تھا لیکن اس طرح ٹونی کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ ابھی وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ جگدیش کو اپنا معمول اور تابعدار بنا کر اس نے مجھے بالکل ہی اپنے راستے سے ہٹا دیا ہے اور اب میں ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔ لہٰذا میں ابھی اسے خوش فہمی میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔

اس وقت شنکرا کے سامنے کوٹھانی بالکل نہتا تھا۔ وہ اسے فوراً گولی مار سکتا تھا لیکن میں نے اسے روک رکھا تھا۔ اسے سوچ میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ ادھر اندرا کوٹھانی اسے باتوں میں لگانا چاہتا تھا تاکہ کوئی چالاکی دکھا کر اس کے ہاتھ سے ریوالور گرا دے۔ شنکرا نے کہا "تجھے یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ مجھے اس دیش کے انٹیلی جنس والے استعمال کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہی یہ ساری پلاننگ کی تھی۔ یہ کوتگی انٹیلی جنس کی ایک جاسوسہ ہے۔ میں اس کے ساتھ کچھ وقت گزار چکا ہوں۔ یہ بچ مچ کوتگی ہے۔ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق تمہیں یہاں لائی ہے۔ اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو انٹیلی جنس والوں کو خوشی ہوگی کہ تم اپنے برے انجام کو پہنچ چکے ہو اور اگر تم مجھے مار ڈالو گے تو اسی وقت میرے قتل کے جرم میں گرفتار ہو جاؤ گے اور پھانسی تک پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ بنگلے کے باہر تم چاروں طرف سے گھیرے جا چکے ہو۔"

وہ بول رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے قریب جا رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اسے اس کے قریب لے جایا جا رہا تھا۔ کیونکہ اتنی دیر ہو چکی تھی اور ٹونی جے پتا نہیں کیوں نہ تو اندرا کو قتل ہونے دے رہا تھا اور نہ ہی اسے بچا رہا تھا۔ شاید وہ اپنے کسی معاملے میں الجھ گیا تھا۔

شنکرا جیسے ہی اس کے قریب پہنچا۔ میں نے کوٹھانی کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ریوالور پر ایک لات ماری ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فضا میں اچھلتا ہوا دور جا گرا پھر ان دونوں نے اس ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی۔ دونوں ہی اس ہتھیار کے قریب گرے لیکن میں نے شنکرا کو دوسری طرف لڑھکا دیا۔ اس لیے وہ ریوالور کوٹھانی کے ہاتھ آ گیا پھر اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ شنکرا کو فرش سے اٹھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ وہیں لیٹے لیٹے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

پھر اس نے ریوالور کا رخ کوتگی کی طرف کیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ کیونکہ باہر پولیس اور انٹیلی جنس والے کوٹھانی کو گرفتار کرنے کے لیے موجود تھے۔ وہ کوتگی کی گردن دبوچ کر اس کو گن پوائنٹ پر رکھ کر بنگلے کے باہر آیا۔ بنگلے کے احاطے کے اندر اور باہر دور دور تک پولیس کی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میگافون کے ذریعے کہا جا رہا تھا کہ اندرا کوٹھانی تم چاروں طرف سے گھیر لیے گئے ہو۔ تم نے اس بنگلے میں شنکرا کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دیے جاؤ گے۔

کوٹھانی نے کہا "کوئی بات نہیں میں اکیلا نہیں مروں گا۔ میرے ساتھ یہ کوتگی بھی مرے گی۔ چلاؤ گولیاں!"

میں میگافون کے ذریعے بولنے والے اعلیٰ افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ میری مرضی کے مطابق اپنے لوگوں سے کہنے لگا "اپنی بندوقیں نیچے کر لو۔ کوئی گولی نہ چلاؤ۔ ہماری ایک جاسوسہ اس کے نشانے پر ہے۔ وہ سفاک قاتل ہے۔ اسے مار ڈالے گا۔"

سب نے اپنے ہتھیار جھکا لیے۔ وہ للکارتا ہوا اس کوتگی کو اپنی گرفت میں لے کر چلتا ہوا اپنی گاڑی کے پاس آیا پھر اس کا دروازہ کھول کر کوتگی کو دھکا دے کر اندر بٹھا کر خود بیٹھ گیا۔ ایسے وقت چیختا جا رہا تھا کہ خبردار! کوئی قریب نہ آئے۔ اگر قریب آ کر چالاکی دکھائی تو میں مرتے مرتے پہلے اسے ماروں گا۔

وہ کار اسٹارٹ کر کے تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ پولیس کی گاڑیاں بہت دور تھیں اور اس کے پیچھے آ رہی تھیں۔ ٹونی جے نے غصے سے کہا "تم گدھے ہو۔ میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ یہ کوتگی ہمارے اور تمہارے لیے مسئلہ بن سکتی ہے۔ اب دیکھو اسے یرغمال بنا کر لانے کے باوجود پولیس والے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔"

وہ بولا "بکواس مت کرو۔ میں پیچھا چھڑانا جانتا ہوں۔ تم میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"کیا ایسے ہی چلا جاؤں۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ ریوالور لے کر مجھے بھی دھمکیاں دو گے۔ اس کوتگی کو مار ڈالو گے تو میرا کیا بگڑے گا۔ چلو مار ڈالو اس کے بعد میں تمہیں خودکشی پر مجبور کر دوں گا۔ اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو میرے حکم پر چلو۔ تمہارے ایک طرف ڈھلان ہے۔ گہری پستی ہے۔ اپنی کار ادھر گرا دو مگر اس سے پہلے گاڑی سے چھلانگ لگا دو۔"

ٹونی جے نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے یہی کیا۔ گاڑی کو ایک دم ڈھلان کی طرف موڑا تو کوتگی اس سے کہیں زیادہ چالاک تھی۔ اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر چھلانگ لگا دی۔ دوسری طرف اس نے بھی چھلانگ لگائی۔ وہ گاڑی ڈھلان میں لڑھکتے ہوئے گہری کھائی کی طرف جانے لگی پھر شعلوں میں لپٹ گئی۔ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ آگ اور دھواں فضا میں بلند ہونے لگا۔

پتا نہیں وہ کوتگی کہاں چلی گئی تھی؟ کوٹھانی وہاں سے دوڑتا ہوا۔ ایک پہاڑی پر چڑھتا ہوا دوسری طرف جانے لگا۔ دوسری طرف ایک راستے پر پہنچ کر وہ ایک طرف دوڑتا رہا۔ ایک کار آ رہی تھی۔ اس نے سڑک کے درمیان میں کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے ریوالور تھام کر اس کا رخ کار کی طرف کیا پھر دھمکی دی کہ گاڑی نہ روکی گئی تو وہ گولی چلا دے گا۔

مجبوراً گاڑی والے کو رکنا پڑا۔ وہ دوڑتا ہوا آ کر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر ریوالور دکھاتے ہوئے بولا "چلو باہر نکلو۔"

اس نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے باہر کی طرف کھینچا۔ وہ بے چارہ کھنچتا چلا آیا۔ اس نے اسے دھکا دے کر سڑک کے کنارے پھینکا پھر اس گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے فرار ہونے لگا۔ پولیس والے گہری کھائی میں گرنے والی کار کو دیکھ رہے تھے۔ اس دھوکے میں رہ گئے کہ شاید وہ اس کوتگی کے ساتھ کار میں رہ کر ہلاک ہو گیا ہے۔

ٹونی جے جگدیش راٹھور کے اندر جا کر اسے حکم دے چکا تھا کہ وہ اس بنگلے میں پہنچے۔ جہاں چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا

گیا ہے پھر وہ کوٹھانی کے اندر رہ کر اسے اسی بنگلے کی طرف لے جانے لگا۔ بنگلے کے باہر ایک مسلح گارڈ کھڑا ہوا تھا۔ دوسرا مسلح گارڈ چھت پر کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں سے کہا گیا تھا کہ وہ آج رات بہت زیادہ محتاط رہیں۔ کسی قسم کا شبہ یا خطرہ محسوس ہو تو فوراً انہیں اطلاع دیں۔

راٹھور اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا گیٹ پر آیا پھر وہاں کے بنے ہوئے کیبن میں آ کر اس نے فون کے ذریعے مسلح گارڈ سے کہا ''میں راٹھور ہوں۔ گیٹ کھولو۔''

مسلح گارڈ نے جواب دیا ''سوری سر! ابھی حکم دیا گیا ہے کہ آپ کے لیے دروازہ نہ کھولا جائے۔ پلیز آپ واپس چلے جائیں۔''

وہ دونوں مسلح گارڈز بھی یوگا کے ماہر تھے ان کے دماغوں کے اندر پہنچا نہیں جاسکتا تھا۔ ویسے جگدیش یہ جانتا تھا کہ دونوں میں سے ایک گارڈ نیچے رہتا ہے ایک اوپر چڑھ کر دور تک دیکھتا رہتا ہے۔

اس بنگلے کے قریب ہی ایک اونچا سا درخت تھا۔ تیار شدہ منصوبے کے مطابق کوٹھانی اس درخت پر چڑھ گیا پھر وہاں سے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ دوسرا مسلح گارڈ نظر آ رہا تھا۔ پچھلے پہر کا چاند نکل چکا تھا۔ کوٹھانی نے چاند کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا پھر ٹریگر کو دبایا۔ ٹیلی اسکوپک گن کے ذریعے نشانہ درست لگا۔ وہ کسی آواز کے بغیر ہی وہیں اچھل کر چھت پر گر کر تڑپ کر مر گیا۔

اس کی گن میں سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ اس لیے آواز دور تک نہیں جاسکتی تھی۔ ایک طرف سے جگدیش راٹھور اور ایک طرف کوٹھانی درخت سے اترنے کے بعد احاطے میں داخل ہو گئے تھے۔ اب وہ دونوں باغیچے میں داخل ہو کر جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپ کر اس مسلح گارڈ کی طرف آ رہے تھے پھر انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ مسلح گارڈ نے بھی فائرنگ شروع کر دی لیکن وہ تنہا کب تک لڑ سکتا تھا، آخر کار مارا گیا۔

فائرنگ کی آواز اندر تک جا رہی تھی۔ مانک لال اور راج تلک اروڑا سمجھ گئے کہ دشمن آ پہنچے ہیں اور اب وہ اندر آنا چاہیں گے۔ مانک نے فون کے ذریعے مقامی آرمی کیمپ کے افسران کو فون پر مخاطب کیا پھر اپنے بنگلے کا فون نمبر اور پتا بتا کر کہا کہ یہاں فوراً پہنچا جائے۔ ہماری جان کو خطرہ ہے۔ مسلح دشمن باہر فائرنگ کر رہے ہیں۔ کسی وقت بھی دروازہ توڑ کر یہاں آ سکتے ہیں۔

ایسا بولنے کے دوران میں ہی باہر کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ وہ دونوں دندناتے ہوئے اندر آ کر سیدھے ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ وہاں مانک لال اور راج تلک اروڑا کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وہ ان کا رخ چنڈال کی طرف کیے ہوئے کھڑے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی راج نے کہا ''خبردار! اگر ہماری طرف گولی چلائی۔ ہم مرنے سے پہلے چنڈال کو مار ڈالیں گے۔''

چنڈال صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کسمسا رہا تھا۔ ہوش میں آ رہا تھا۔ اسے جو دوا انجیکٹ کی گئی تھی اس کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ مانک لال نے کہا ''راٹھور! تم ہمارے ساتھی ہو۔ آرمی کے بہت بڑے افسر ہو لیکن اس وقت دشمن بن کر آئے ہو اور یہ دشمنی اپنی مرضی سے نہیں کر رہے ہو۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمایا گیا ہے۔''

راٹھور نے کہا ''یہی سمجھ لو اور چنڈال کو ہمارے حوالے کر دو۔''

راج نے پوچھا ''پہلے یہ بتاؤ اس وقت تمہارے دماغ میں کون ہے؟ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ صرف چنڈال ہی خیال خوانی کے ذریعے واردات کر رہا ہے اور ہمارے ساتھیوں کو ہلاک کر رہا ہے اور ہم سے بھی دشمنی کر رہا ہے لیکن یہ تو اب تک بے ہوش پڑا ہوا تھا پھر تم کس کے معمول اور تابعدار ہو؟''

ٹونی جے نے جگدیش کی زبان سے کہا ''اس بحث میں نہ پڑو کہ میرے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟ بس کوئی ہے چنڈال کو یہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ اسی لیے میں یہاں اس کا آلہ کار بن کر آیا ہوں۔''

چنڈال آنکھیں کھول کر ان سب کو دیکھ رہا تھا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان آرمی افسران نے اسے گن پوائنٹ پر رکھا ہوا تھا۔

مانک نے کہا ''چنڈال! تم نے ہمیں بہت زبردست دھوکا دیا ہے۔ ابھی یہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا جو تمہاری مدد کر رہا ہے۔ یہ یقیناً ٹونی جے ہے۔ تم نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ ہمیں دھوکا دیا تھا کہ اسے یہاں لا رہے ہو لیکن تم اسے یہاں نہیں لائے تھے۔ اس کی ڈمی کو یہاں لا کر ہمارے دو افسران کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں مار ڈالا۔''

چنڈال نے کہا ''ہاں...... ایک دن تو یہ بھید کھلنا ہی تھا۔ اب چونکہ تمہارے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ تم دونوں تنہا رہ گئے ہو۔ اس لیے اپنے ہتھیار پھینک دو تو بہتر ہے۔ مجھے مارنا چاہو گے تو میرے یہ دونوں آلہ کار تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

مانک نے کہا ''ویسے بھی یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ لہٰذا ہم مرنے سے پہلے انہیں مار ڈالیں گے اور تمہیں بھی خیال خوانی کرنے کے لیے اس دنیا میں رہنے نہیں دیں گے۔''

میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ انکشاف ہوا تھا کہ چنڈال نے کسی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا۔ اب بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس امریکی کو ہندوستانی بنا دیا ہے اسے ہندی زبان سکھا دی ہے اور اس کا نام مہادیو بھاٹیا رکھ دیا ہے۔

یہ میرے لیے نئی بات تھی۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ چنڈال ایسی زبردست چال چلے گا۔ ہندوستان میں بیٹھ کر ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرے گا۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا پھر اسے ایک خالص ہندوستانی کے روپ میں پیش کرے گا۔

چنڈال نے کہا ''بھاٹیا! وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہیے۔ ورنہ یہ پوری آرمی کو یہاں بلا لیں گے۔ تم میری فکر نہ کرو۔ یہ مجھے گولی مارتے ہیں مارنے دو۔ میں اس قید سے تنگ آ چکا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ گولی چلاؤ۔''

اس کی بات پوری ہوتے ہی مانک اور راج نے ان دونوں کی طرف فائرنگ کی۔ وہ دونوں آلہ کار اچھل کر ادھر ادھر چلے گئے پھر انہوں نے جوابی فائرنگ کی۔ وہ بھی بچنے کے لیے صوفے کے پیچھے چھپ گئے۔ ایسے وقت چنڈال اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔

اب وہ شاید کالے جادو کے ذریعے اپنی حفاظت آپ کر رہا تھا۔ دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ ایسے وقت راج زخمی ہو گیا۔ ٹونی نے فوراً اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے مانک پر گولی چلائی۔ مانک لال وہیں ڈھیر ہو گیا۔ راج تلک پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ میں نے اپنے ساتھی اور اعلیٰ افسر کو گولی مار دی تو کیا میرے دماغ پر بھی ان لوگوں نے قبضہ جما لیا ہے؟

ٹونی نے کہا ''ہاں...... اب ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔ اپنی طرف گولی چلاؤ۔''

اس نے دوسرے ہی لمحے میں خودکشی کر لی۔ چنڈال خوش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر مستی میں کہنے لگا ''اے بھگوان! تیرا شکر ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد مجھے رہائی مل رہی ہے۔ اب میں آزاد رہ کر زندگی گزاروں گا۔''

ایسے وقت میں نے راٹھور کے ذریعے کہا ''نہیں چنڈال! اتنی خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ آرام سے بیٹھو اور مجھے مہادیو کی ہسٹری سناؤ۔ بلکہ مجھے اس کے دماغ میں پہنچا دو۔''

چنڈال نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ٹونی جے نے کہا ''اوہ گاڈ! معلوم ہوتا ہے کہ وہی اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ میں چھپ کر مجھے دھوکا دیتا رہا تھا۔ اب خود کو یہاں ظاہر کر رہا ہے۔''

چنڈال نے فوراً ہی کوٹھانی کے دماغ میں پہنچ کر راٹھور پر گولی چلائی۔ راٹھور لڑکھڑا کر پیچھے گیا پھر دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد اٹھ نہ سکا۔ چنڈال نے ناگواری سے کہا ''پتا نہیں یہ کم بخت کون ہے؟ دہلی سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے اب یہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسے وہ آلہ کار بنا کر میرے قریب آ سکے گا۔ بھاٹیا! اب مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ باہر کوئی گاڑی ہے؟''

''ہاں ایک نہیں دو گاڑیاں ہیں۔ ایک جگدیش کی ہے اور ایک اندرا کوٹھانی کی ہے۔''

وہ باہر جانے کے لیے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اسی وقت میں نے کوٹھانی کے ذریعے گولی چلائی۔ گولی اس کے قدموں میں فرش پر لگی۔ وہ ایک دم سے اچھل کر صوفے پر گر پڑا اور حیرانی سے کوٹھانی کو دیکھتے ہوئے بولا ''ابے او کتے کے بچے!

تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ اپنے عامل پر گولی چلا رہا ہے۔"

کوٹھانی نے کہا "کتے تو تم ہو۔ بھونکتے رہو گے اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے قریب پہنچتا رہے گا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ وہ میرے اندر نہیں آ سکتا تھا؟"

یہ سنتے ہی چنڈال پھر اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔ ٹونی کوٹھانی کے اندر آ کر اس کے ہاتھوں سے گن گرانا چاہتا تھا۔ اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے دماغ پر مضبوطی سے قبضہ جما لیا تھا کہ اس کے خیالات کی لہریں اسے متاثر نہیں کر رہی تھیں اور نہ ہی اس کے زیر اثر آ رہی تھیں۔

اس نے چنڈال کے پاس جا کر کہا "بہت گڑبڑ ہوگئی ہے۔ اس اجنبی ٹیلی پیتھی نے ہمارے اس آلہ کار کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ میری خیال خوانی کی لہریں اس کی خیال خوانی کے سامنے کمزور پڑ رہی ہیں۔"

وہ یہ سنتے ہی اور زور زور سے منتر پڑھنے لگا۔ میں نے کہا "چنڈال! تم اپنے منتروں کے ذریعے نہیں بچ سکو گے۔ میں تمہیں زخمی کروں گا اور تمہارے اندر آ جاؤں گا۔ تم نے مجھے بھاٹیا کے اندر نہ پہنچایا تو تمہیں مار ڈالوں گا۔"

وہ میری نہیں سن رہا تھا۔ زور زور سے منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ میں نے اسے پھر ایک بار وارننگ دی۔ وہ جب سنی ان سنی کرنے لگا تو میں نے کوٹھانی کے ذریعے ایک فائر کیا۔ گولی اس کے شانے پر جا کر لگی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا صوفے کی پشت سے لگ گیا پھر سیدھا بیٹھ کر منتر پڑھنے لگا۔ وہ اپنے زخم کو بھول رہا تھا۔ منتروں کو اہمیت دے رہا تھا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اب میری خیال خوانی کی لہروں کو روک نہیں سکتا تھا۔

اس کے ابتدائی خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ وہ آتما شکتی کے سلسلے میں منتر پڑھ رہا ہے اور یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہے کہ اسے مرنا ہے۔ لہٰذا وہ مرتے ہی اپنی آتما کو کسی دوسری جگہ پہنچانے والا ہے۔

میں عارضی طور پر بھول گیا تھا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتا ہے۔ ایک جسم کے مرنے کے باوجود وہ دوسرے جسم میں زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے اس کے اندر زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن نہ کر سکا۔ پتا چلا کہ ٹونی نے پوری طرح سے اس کے دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے کہ وہ زخمی ہونے کے باوجود دماغی طور پر کمزور نہیں ہے۔

میں نے اس کے دماغ میں پھر سے زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ منتر پڑھنا بھول جائے یا اس کے منتروں کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ تاکہ وہ آتما شکتی کے سلسلے میں ناکام رہے لیکن میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔

پتا نہیں اس نے تمام منتر پورے پڑھ لیے تھے؟ یا ان منتروں کا جاپ ادھورا رہ گیا تھا؟ میں اس سلسلے میں کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اسے ختم کر دینا ہی بہتر ہوگا۔ اگر منتر ادھورے رہ جاتے۔ تو وہ کبھی دوسری زندگی حاصل نہ کر پاتا۔ اگر اس نے منتر پورے پڑھ لیے ہوں گے تو یہ اس کی خوش قسمتی ہوگی۔ اسے نئی زندگی مل جائے گی۔

میں نے کوٹھانی کے اندر آ کر اس کے ذریعے گولی چلائی ایک کے بعد دو، دو کے بعد تین تڑاتڑ فائرنگ کرتے ہوئے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ صوفے پر سے اوندھے منہ گرتے ہوئے فرش پر آ گرا اور چاروں شانے چت ہوگیا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ سینے کی دھڑکنیں رک گئیں اور جسم ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا۔

ان لمحات میں وہ مر چکا تھا۔ اب وہ زندگی حاصل نہیں کر سکتا تھا مگر پتا نہیں اس کی آتما کس کے جسم کو زندگی دینے گئی ہوگی؟

☆☆☆

کالیا اسرانی کو تین کروڑ کے ہیروں کی فکر تھی۔ ارچنا وہ ہیرے لے کر فرار ہوگئی تھی۔ اب وہ ثمر سلطانہ کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا اسے تلاش کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اتنے قیمتی ہیرے لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر نہیں کرے گی۔ اسے کہیں نہ کہیں پکڑے جانے کا اندیشہ ہوگا۔ لہٰذا پہلے وہ انہیں فروخت کرے گی۔ رقم وصول کرے گی۔ اس کے بعد یہ شہر چھوڑ کر جائے گی۔

اسی یقین پر وہ اسے اس شہر کی تمام گلیوں اور شاہراہوں پر تلاش کر رہا تھا۔ جیولرز مارکیٹ پہنچ کر اس نے کار کو ایک فٹ پاتھ کے کنارے روکا پھر ثمر سلطانہ سے کہا کہ یہاں ایک جوہری سے میرا لین دین ہے۔ ارچنا کو بھی وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ شاید وہ ادھر آئی ہو۔ تم میرا انتظار کرو میں معلوم کر کے ابھی آتا ہوں۔

وہ اسے کار میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ جبکہ وہ تنہا نہیں تھی۔ انیتا بھی اس کے اندر سمائی ہوئی تھی اور یہ ضد کر رہی تھی کہ وہ فرمان کو اپنے اندر آنے دے اور اس سے بات کرے۔

گزشتہ اقساط میں ذکر ہو چکا ہے کہ ایک مل مالک کے قتل کے الزام میں پولیس والے ثمر سلطانہ کو تلاش کر رہے تھے اور اس کی تصویر انہوں نے ٹی وی چینلز کے ذریعے نشر کی تھی۔ فرمان نے وہ تصویر دیکھی تھی پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے دوستی کرنا چاہی کہ وہ پولیس والوں سے اسے بچائے گا۔ اس کی حفاظت کرے گا۔

ایسے وقت انیتا اس کے اندر فرمان کی آواز سن کر چونک گئی تھی۔ مچل رہی تھی اور ثمر سلطانہ سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے باتیں کرے وہ اس کا محبوب ہے۔ اس کا نام فرمان ہے۔ وہ اس کی محبوبہ بھی ہے اور دھرم پتنی بھی ہے۔

جب وہ محبت سے تڑپ رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ تب فرمان نے آواز سنی تھی لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے دور کہیں سے کوئی دوسری عورت بھی بول رہی ہے۔

اس نے ثمر سلطانہ سے پوچھا تھا کہ تمہارے اندر دوسری آواز کیسی ہے؟ ثمر سلطانہ نے بات بنائی تھی کہ اس کا ذہن کبھی کبھی ابنارمل ہو جاتا ہے۔ ایک کے بجائے کئی آوازیں ابھرنے لگتی ہیں پھر وہ نارمل ہو جاتی ہے۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ فرمان جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اس کے اندر انیتا کی موجودگی محسوس ہو۔ یہ بات بڑی مضحکہ خیز تھی کہ اس کے اندر کسی دوسری عورت کی آتما سمائی ہوئی ہے اور وہ ایک کے اندر دو ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پھر جب سے فرمان ثمر سلطانہ کے دماغ میں آنے لگا تھا۔ تب سے وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں لڑ رہی تھیں۔ جیسے دو سوکنیں ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔

ثمر کو ابھی فرمان سے محبت نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی ذات سے اس لیے دلچسپی تھی کہ اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے مددگار کی ضرورت تھی۔ اس کی عقل کہہ رہی تھی کہ فرمان اس کے برے وقت میں کام آ سکتا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ انیتا اس کے اندر رہ کر خود کو ظاہر کرے۔ اسے اپنی طرف کھینچے اور اپنی اہمیت جتائے۔ اس پر حاوی ہو جائے۔ اس کا محبوب اسے ترجیح دے اور اس کی اہمیت کو صفر کر دے۔ وہ پہلے بھی صفر ہو چکی تھی۔ اب نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اس نے انیتا کو وارننگ دی تھی کہ اگر وہ آئندہ فرمان کی موجودگی میں اس کے اندر بولے گی تو پھر وہ فرمان کو اپنے اندر آنے نہیں دے گی۔

جب کالیا اسرانی ثمر سلطانہ کو کار میں تنہا چھوڑ کر ایک جیولر کے پاس گیا تو انیتا اس کے اندر مچلنے لگی۔ کہنے لگی کہ فرمان کا موبائل فون نمبر تمہارے پاس ہے۔ پلیز اسے فون کر کے اپنے اندر بلاؤ۔ میں اس کی آواز سننا چاہتی ہوں۔

ثمر سلطانہ بھی اسے بلانا چاہتی تھی۔ صرف دوستی قائم رکھنا چاہتی تھی۔ جب انیتا بہت زیادہ خوشامد کرنے لگی۔ تو وہ گاڑی سے اتر کر قریبی ٹیلی فون بوتھ میں فرمان سے بات کرنے گئی۔ اس کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔ جب وہ فرمان سے بات کر رہی تھی تو انیتا اس کی آواز سن کر تڑپ رہی تھی۔ اس سے رہا نہ گیا۔ وہ بولنے لگی۔ اپنے فرمان کو پکارنے لگی۔ ایسے وقت ثمر سلطانہ نے سانس روک لی۔ فرمان کو اپنے دماغ سے بھگا دیا۔ وہ تڑپ کر بولی "یہ تم نے کیا کیا؟"

"تمہارے ساتھ اب میں یہی کروں گی۔ اب اسے کبھی نہیں بلاؤں گی۔ تم بہت جھوٹی اور مکار ہو۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی آواز نہیں سناؤ گی اور تم اسے پکار رہی تھیں۔"

انیتا پھر اس کی خوشامدیں کرنے لگی کہ وہ اسے اپنے اندر بلائے لیکن اس نے انکار کر دیا

اس کی سانس رکتے ہی فرمان اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اس نے پہلے بھی ثمر سلطانہ کے اندر کسی کی ہلکی ہلکی سی آواز سنی تھی۔ جیسے کوئی دور سے بول رہی ہو۔ اس کے الفاظ صاف طور سے سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ فرمان نے ثمر سے پوچھا تھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟

ثمر سلطانہ نے اس کے اس سوال کو ٹال دیا تھا۔ اب وہ دوسری بار آ کر پھر کسی کی آواز سن کر گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے اندر سے دو لڑکیوں کی آوازیں کیسے ابھرتی ہیں؟ ایک تو خود ثمر سلطانہ کی آواز ہے۔ دوسری کسی اور کی یہ ماجرا کیا ہے؟ اس نے اب سے پہلے ثمر کے اندر رہ کر کالیا کی آواز سنی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں بھی جا کر معلوم کرنا چاہیے۔ شاید اس کے خیالات سے ثمر سلطانہ کے بارے میں معلوم ہو سکے کہ یہ کس طرح اسرانی کے پاس آئی ہے؟ اور وہ اسے کس طرح تحفظ دے رہا ہے؟ شاید وہ سلطانہ کے اندر کی بات جانتا ہو کہ اس کے اندر سے دو آوازیں کیسی ابھرتی ہیں؟ اس کے دماغ میں یہ کیا ہوتا رہتا ہے؟ وہ اس بھید کو جاننا چاہتا تھا۔

پہلے وہ اسرانی کے دماغ میں اس لیے نہیں گیا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ سانس روک لے گا اور سمجھ لے گا کہ کوئی دشمن اس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ ثمر سلطانہ کو بھی منع کرے گا کہ کوئی اس کے دماغ میں آنا چاہے تو وہ ہرگز نہ آنے دے۔ اس طرح فرمان کا راستہ رک جائے گا۔ سلطانہ سے ابھی دوستی ہو رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ دوستی کی راہ میں کوئی رکاوٹ ہو۔

جب وہ اسے بار بار اپنے دماغ سے نکالنے لگی۔ کبھی دوستی کبھی دوری اختیار کرنے لگی تو اس نے مجبور ہو کر سوچا کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہی چاہیے۔ لہٰذا وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا کالیا کے اندر پہنچ گیا۔ اسے جگہ مل گئی۔ اس کا خیال غلط تھا کہ وہ یوگا کا ماہر ہوگا۔ ایسی کوئی بات

نہیں تھی۔ وہ اچھا خاصا صحت مند تھا۔ اس کے خیالات سے پتا چلا کہ وہ ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ اسمگلنگ کا دھندا کرتا ہے اور رات کو ضرور پیتا ہے۔

اس کی اس عادت نے فرمان کو اس کے اندر پہنچا دیا۔ وہ اس کے خیالات پڑھتا گیا اور حیرانی و خوشی سے یہ معلوم کرتا گیا کہ اس کی انیتا ثمر سلطانہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ کالیا نے اپنے تنویمی عمل کے ذریعے اسے جبراً چھپا دیا ہے۔ تاکہ وہ ثمر سلطانہ کو پریشان نہ کرے۔

فرمان نے اسرانی کے اندر سوال پیدا کیا کہ یہ انیتا کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟

''ہرگز نہیں ہے۔ پہلے انیتا کے باپ چنڈال نے ثمر سلطانہ پر ظلم کیا۔ یہ حالات سے گھبرا کر خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی طرح بچ جاتی۔ اس کی عزت بھی بچ جاتی اور اسے خودکشی کرنی نہیں پڑتی لیکن چنڈال نے اسے مار ڈالا اور اس کے اندر اپنی بیٹی کو پہنچا دیا۔ اس لڑکی سے اس کا خوب صورت جسم چھین کر اس پر ظلم کیا پھر اسے انیتا کے اندر کچل دیا۔ یہ بے چاری تڑپتی رہتی تھی۔ اپنی پوری شخصیت کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن جادو اور تنویمی عمل کے ذریعے چنڈال نے اپنی بیٹی کو اس پر حاوی کر رکھا تھا۔''

فرمان نے اپنے طور پر سوچا ''عجیب معاملہ ہے۔ اگر انیتا کے ساتھ انصاف کیا جائے تو ثمر سلطانہ کے ساتھ ناانصافی ہوتی تھی۔ اس کا جسم اپنا نہیں رہتا تھا۔ انیتا کے مصرف میں آجاتا تھا اور اگر انیتا کو اس کے اندر دبا کر رکھا جاتا تو یہ اس پر ظلم ہوتا کہ اسے ایک نئی زندگی دینے کے بعد ثمر سلطانہ کے اندر قیدی بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔''

اسرانی اس وقت ایک جیولر سے بات کر رہا تھا۔ ارچنا کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جیولر نے کہا ''ہاں...... وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک جوان بھی تھا۔ اس نے دو چھوٹے چھوٹے ہیرے دکھائے تھے اور کہا تھا کہ اس کے پاس اور بھی ہیں۔ پہلے ان کی قیمت طے کی جائے۔ میں نے قیمت بتائی لیکن بات نہ بن سکی۔ وہ یہ کہہ کر چلی گئی کہ اگر اسے اس کی مطلوبہ قیمت نہ مل سکی۔ تو وہ مجھے ہیرے لا کر دے گی اور رقم لے جائے گی۔''

اسرانی نے سوچتے ہوئے کہا ''اس کا مطلب ہے کہ وہ تمہارے پاس دوبارہ آسکتی ہے۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ اور کس جیولر کے پاس گئی ہوگی؟''

وہ بولا ''تھوڑی دیر پہلے رام آنند جیولر نے مجھ سے فون پر پوچھا تھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی لڑکی ابھی ہیرے لے کر آئی تھی؟ میں نے اس سے کہا کہ ہاں آئی تھی اور میں نے اسے اپنے حساب سے قیمت بتائی ہے۔''

اسرانی نے کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر کہا ''پھر تو وہ ضرور رام آنند جیولر کے پاس گئی ہے۔ سالی کہاں جائے گی؟ دیکھ لوں گا اسے۔''

وہ تیزی سے چلتا ہوا اس دکان سے نکلا پھر اسی مارکیٹ کی دوسری دکان کی طرف جانے لگا۔ رام آنند جیولر کی دکان مارکیٹ کے آخری سرے پر تھی۔ رام آنند اپنی دکان کی گدی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہیں کاؤنٹر کے پاس ایک جوان کھڑا ہوا تھا۔ اس پہلے جیولر نے فون کے ذریعے اسے بتا دیا تھا کہ کالیا اس طرف آرہا ہے اور وہ ارچنا کو تلاش کر رہا ہے۔ وہاں کے تمام جیولرز ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور چوری کا مال خریدنے میں ایک دوسرے کے رازدار بن کر رہتے تھے اور جو مال بیچنے آتا تھا۔ اسے کسی طرح کا نقصان پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ پولیس سے بھی بچائے رکھتے تھے۔

اسرانی نے دکان کے اندر آتے ہی پوچھا ''سیٹھ صاحب! ارچنا یہاں آئی تھی؟''

رام آنند نے انجان بنتے ہوئے پوچھا ''کون ارچنا؟''

''کیا اتنی جلدی بھول گئے؟ وہ دو بار یہاں میرے ساتھ آچکی ہے۔''

''اچھا وہ سندر سی لڑکی۔ جو تمہارے ساتھ ہیرے موتی کا دھندا کرتی ہے۔''

''ہاں...... وہ یہاں آئی ہے۔ مجھے سچ بتاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔ میرا تمہارا برسوں سے لین دین چل رہا ہے۔''

''اسرانی بھائی! کیسی باتیں کرتے ہو؟ تمہارے سامنے سندر چھوکری کیا چیز ہے۔ تم سے تو ہمارا لاکھوں کروڑوں کا دھندا چلتا ہے۔''

کالیا نے اس نوجوان کی طرف دیکھا پھر کہا ''میں تم سے اکیلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

رام آنند نے اس نوجوان سے کہا ''میں تم سے ابھی دھندے کی باتیں کروں گا۔ تم ادھر میرے کیبن میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں ذرا ان سے بات کرلوں۔''

وہ نوجوان وہاں سے اس کیبن کے اندر چلا گیا۔ فرمان خاموشی سے رام آنند کے خیالات پڑھ رہا تھا اور معلوم کر رہا تھا کہ ارچنا اسی دکان کے اس کیبن میں چھپی ہوئی ہے جہاں ابھی وہ نوجوان گیا ہے اور وہ نوجوان ارچنا کا ساتھی ہے۔

اسرانی اس سے کہہ رہا تھا ''ارچنا بہت ہی مکار لڑکی ہے۔ وہ میرے تین کروڑ کے ہیرے لے کر بھاگ گئی ہے۔ تم ان

ہیروں کو دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ تین کروڑ بھی کم ہیں لیکن وہ سور کی بچی انہیں اونے پونے بیچ کر یہاں سے بھاگ جائے گی۔''

''اسرانی بھائی! یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یہاں سے ہیرے بیچ کر ہی جائے۔ وہ دوسرے شہر میں جا کر بھی بیچ سکتی ہے۔''

''نہیں...... نہیں...... وہ بہت چالاک ہے یہ جانتی ہے کہ میں اس کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور میرے جیسے دھندا کرنے والوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ بہت قیمتی ہیرے لے کر کہیں چھپی ہوئی ہے پھر پولیس کا بھی ڈر ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ اتنا قیمتی مال لے کر جائے گی تو پکڑی جائے گی۔''

''تم اسے کہاں کہاں ڈھونڈتے پھرو گے؟ میرا وعدہ ہے کہ وہ جب بھی یہاں آئے گی۔ میرے پاس مال بیچنا چاہے گی تو میں فوراً ہی تمہیں فون پر بتا دوں گا۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا ''اچھا میں چلتا ہوں۔ اسی بازار میں دیکھتا ہوں۔ کہیں نہ کہیں تو ضرور ملے گی۔''

وہ اس سے مصافحہ کر کے چلا گیا۔ جیسے ہی وہ باہر گیا۔ رام آنند نے اپنے ملازم چھوکرے سے کہا ''جا اس کے پیچھے دور دور رہ کر دیکھ کہاں جاتا ہے؟ واپس آنے لگے تو فوراً بتا دینا۔''

وہ چھوکرا اسرانی کے پیچھے چلا گیا۔ رام آنند اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کیبن میں آیا۔ وہاں ارچنا اس جوان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بولی۔

''رام آنند جی! شکریہ آپ نے اس دشمن سے مجھے بچا لیا۔''

وہ اس کے قریب ایک صوفے پر بیٹھ کر بولا ''کیسے نہ بچاتا؟ تم مجھے یہ مال دو کروڑ میں دے رہی ہو اگر یہی ہیرے اس کے پاس ہوتے تو تین کروڑ سے کم نہ لیتا۔ تم مجھے فائدہ پہنچا رہی ہو۔ میں تمہیں فائدہ پہنچاتا رہوں گا۔ ایک گھنٹے کے بعد یہاں سے کلکتہ میل روانہ ہونے والی ہے۔ میرا آدمی ٹکٹ لے کر آرہا ہے وہ تمہیں ٹیکسی میں بٹھا کر اسٹیشن پہنچا دے گا۔''

اس کے ساتھی نوجوان نے اپنی جیب سے پانچ سو روپے نکال کر رام آنند کو دیتے ہوئے کہا ''آپ مہربانی کر کے ایک برقع منگوا دیں۔ ارچنا برقعے میں چھپ کر میرے ساتھ جائے گی تو ہمیں اس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ وہ ارچنا کو پہچان نہیں سکے گا۔''

رام آنند نے کہا ''پیسے اپنے پاس ہی رکھو۔ میں ابھی برقع منگوا دیتا ہوں۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر کیبن سے باہر چلا گیا۔ فرمان ارچنا اور اس کے ساتھی نوجوان کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ ارچنا اگرچہ اسرانی کو دھوکا دے رہی تھی لیکن وہ حالات سے مجبور ہو کر ایسا کر رہی تھی۔ کالیا نے اسے اپنی معمولہ اور کنیز بنا کر رکھا تھا اور اپنے جائز و ناجائز احکام کی تعمیل کراتا رہتا تھا۔ وہ اس سے پریشان ہو گئی تھی۔ نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔

جب اسے یہ موقع ملا کہ وہ تین کروڑ کے ہیرے لے کر فرار ہو سکتی ہے تو اس نے پھر یہی کیا تھا۔ وہ عادت کی بری نہیں تھی۔ اچھے مزاج کی حامل تھی۔ ایک اچھی خوشگوار زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ اس نے ایک شخص سے شادی کی تھی لیکن وہ ناکارہ نکلا تھا۔ اس سے طلاق ہو گئی تھی۔ وہ دربدر ہو گئی تھی۔ سوتیلی ماں اسے اپنے گھر میں پناہ نہیں دیتی تھی۔ ایسے وقت میں اسرانی نے پناہ دی تھی لیکن اس سے اسمگلنگ کا دھندا کرانے لگا تھا اور اس کے بدن سے ایسے کھیلنے لگا تھا۔ جیسے مفت کا مال ہو۔

جب اس سے دل بھر جائے گا۔ وہ کسی کام کی نہیں رہے گی تو اسے اپنی زندگی سے بھی دھکے دے کر نکال دے گا۔

اس کا مستقبل کہیں محفوظ نہیں تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ خود ہی اپنے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ کسی مرد کے بھروسے پر رہے گی تو اسی طرح ٹھوکریں کھاتی رہے گی۔ اب اس نے شیوا نامی نوجوان سے دوستی کی تھی۔ اسے محبت کرنے والے سے زیادہ ایک محافظ کی ضرورت تھی۔ شیوا اچھا خاصا تندرست جوان تھا۔ اس کے پاس ایک ریوالور رہا کرتا تھا۔ اس نے ریوالور دکھاتے ہوئے کہا تھا ''تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارا محافظ بنوں گا اور ساری زندگی تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔''

اسے کسی نہ کسی پر تو بھروسا کرنا ہی تھا۔ اس نے سوچا ''میرے پاس دولت ہے اور جب تک دولت رہے گی یہ نوجوان میرا فرماں بردار بن کر رہے گا۔ میں اسے کچھ عرصے تک آزماتی رہوں گی۔ اگر یہ سچا اور کھرا فرماں بردار ثابت ہوگا تو اس سے شادی کر کے ایک اچھی گھریلو زندگی گزاروں گی۔''

فرمان نے شیوا کے خیالات پڑھے۔ وہ ایک نکما نوجوان تھا۔ ہیرا پھیری کر کے زندگی گزار رہا تھا۔ تعلیم یافتہ تھا۔ کوئی روزگار نہیں تھا۔ کہیں نوکری نہیں ملتی تھی۔ اس لیے وہ غلط دھندوں میں پڑا ہوا تھا اور اب یہی دھندا اسے اچھا لگتا تھا۔ کم محنت سے زیادہ سے زیادہ آمدنی ہو جاتی تھی۔ کبھی فاقے ہوتے تھے اور کبھی ہزاروں روپے مل جاتے تھے۔ اس بار تو اسے دو کروڑ کی آسامی مل گئی تھی۔

فرمان ایسے لوگوں کے لیے دل میں ہمدردی رکھتا تھا جو اچھی زندگی گزارنا چاہتے ہوں لیکن جھوٹے اور دغا بازوں کے فریب میں آ کر ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ انہیں سنبھلنے اور ایک اچھی زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملتا۔ وہ سوچتا تھا کہ قدرت نے اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے تو اسے ایسے لوگوں کی مدد کرنا چاہیے۔ گرنے والوں کو سنبھالنا چاہیے اور انہیں ایک اچھی زندگی کی طرف لے جانا چاہیے۔

وہ ارچنا کے اندر اس کی سوچ میں بولا ''مجھے شیوا پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے تو میری خوب صورتی اور جوانی کم عذاب نہ تھی۔ سب ہی للچاتے تھے اور اب تو میرے پاس دو کروڑ روپے بھی ہیں۔ اس کے لیے تو یہ مجھے قتل بھی کر سکتا ہے۔ قتل نہ کرے تب بھی میری رقم لے کر مجھے دھوکا دے کر بھاگ سکتا ہے۔ میں پھر پہلے کی طرح دوسروں کی محتاج ہو جاؤں گی۔''

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی کہ میں کیا کروں؟ کس پر بھروسا کروں؟ کسی کی پیشانی پر یہ لکھا نہیں ہوتا کہ یہ دیانت دار ہے اور یہ مجھ سے وفا کرے گا۔ آزمانا تو ہوتا ہے اور آزماتے آزماتے کئی بار دھوکا کھانا پڑتا ہے۔

فرمان نے اس کی سوچ میں کہا ''تو پھر دھوکا کھانے سے پہلے ہی اسے آزمالینا چاہیے۔ میں نے اپنی زندگی سنوارنے کے لیے کالیا کو دھوکا دیا۔ یہ شیوا اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے مجھے دھوکا دے سکتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ میری رقم چرا کر فرار ہو جائے یا مجھے جانی نقصان پہنچائے۔ مجھے کسی نہ کسی طرح اس کی اصلیت معلوم کر لینا چاہیے۔''

وہ سوچنے لگی کہ وہ کس طرح سے اسے آزمائے؟

فرمان نے اس کے اندر تدبیر پیدا کی۔ وہ اس کے مطابق شیوا سے بولی ''تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ ذرا باہر جاؤ۔ دیکھو کہیں وہ دشمن واپس نہ آ جائے۔''

شیوا اس کا ہاتھ پکڑنے جا رہا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ ہٹا کر بولی ''تم تو بس رومانٹک موڈ میں رہتے ہو۔ موقع محل بھی نہیں دیکھتے اس وقت میں بہت پریشان ہوں۔''

''میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ میں تو ابھی اس کالیا کا منہ توڑ دیتا۔ اسے معذور بنا کر چھوڑ دیتا لیکن میں بات بڑھانا نہیں چاہتا۔ تم جب کہو گی اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔''

''اچھا اچھا۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ باہر جا کر دیکھو۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس نے کیبن کے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر اپنے بیگ میں

سے دو کروڑ کی گڈیاں نکالیں۔ وہ بڑے بڑے نوٹ تھے۔ اس لیے گڈیاں بہت زیادہ نہیں تھیں۔ اس نے اسے دوسرے بیگ میں منتقل کر دیا اور دوسرے بیگ کی چیزیں اس نیلے بیگ میں رکھ دیں۔ جس میں پہلے وہ رقم رکھی ہوئی تھی۔

کالیا اسرانی اسے تلاش کرتا رہا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ وہ تھک ہار کر ثمر سلطانہ کے پاس آ گیا۔ وہ اسی کار میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی بولی ''تمہیں سوچنا تو چاہیے تھا کہ میں ایک گھنٹے سے یہاں اکیلی بیٹھی ہوئی ہوں۔''

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر کے بولا ''ثمر سلطانہ! اس مارکیٹ میں اس کی موجودگی کا پتا چل رہا تھا۔ اس لیے میں اسے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پتا نہیں کم بخت کہاں غائب ہو گئی ہے؟''

وہ بولی ''گم ہونے والی چیز اتنی آسانی سے نہیں ملتی۔ اس کے لیے پریشانی تو اٹھانا پڑتی ہی ہے۔ بس تلاش کرتے رہو۔ کبھی نہ کبھی تو وہ مل ہی جائے گی۔''

اس نے اپنی رسٹ واچ کو دیکھتے ہوئے کہا ''ابھی ایک گھنٹے بعد ایک ٹرین کلکتہ جانے والی ہے اور ٹھیک ایک گھنٹے بعد ایک فلائٹ کھٹمنڈو جانے والی ہے۔ ہمیں دونوں جگہ جا کر دیکھنا ہوگا۔''

''ہم ایک ہی وقت دونوں جگہ کیسے جا سکتے ہیں؟''

''یہی تو میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں ریلوے اسٹیشن پہنچا کر خود ائیرپورٹ کی طرف چلا جاؤں۔ تم اسے تمام پلیٹ فارم اور ٹرین میں تلاش کرو گی۔''

''اگر وہ نظر آ جائے تو میں اسے کیسے روک سکوں گی؟''

''تم موبائل کے ذریعے فوراً ہی مجھے باخبر کرنا۔ میں تیر کی طرح وہاں پہنچوں گا۔ تم اسے باتوں میں لگائے رکھو گی۔''

''اچھی بات ہے مگر میں پریشان ہو رہی ہوں۔''

''اب کیا پریشانی ہے؟''

''یہی انیتا جو میرے اندر سمائی ہوئی ہے۔ پریشان کرتی رہتی ہے۔''

''میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے سلا دیا ہے۔''

''وہ کبھی کبھی بیدار ہو جاتی ہے۔ اپنے شوہر سے ملنے کی ضد کرتی رہتی ہے۔''

''یہ اس کا شوہر کہاں سے آ گیا؟''

''وہ شادی شدہ ہے۔ اس کے شوہر کا نام فرمان ہے اور وہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ انیتا کہتی ہے کہ میں اس سے رابطہ کروں تو وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری مدد کرتا رہے گا۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''خبردار! ابھی اس سے رابطہ نہ کرنا۔ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے اندر آنے نہیں دینا۔ انیتا بکواس کرتی ہے۔''

''وہ بکواس کر کے مجھے پریشان کرتی رہتی ہے۔ اسی لیے تم سے کہہ رہی ہوں کہ اس بار ایسا تنویمی عمل کرو کہ وہ ہمیشہ کے لیے سو جائے۔ کبھی بیدار نہ ہو سکے۔''

وہ پریشان ہو کر بولا ''یہ کم بخت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا باپ بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے جادو بھی جانتا ہے۔ اسے تو بالکل کچل کر رکھنا ہوگا۔ میں اس بار ایسا تنویمی عمل کروں گا کہ یہ ہمیشہ کے لیے تمہارے اندر سو جائے گی۔''

انیتا نے پریشان ہو کر اس کے اندر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ''بھگوان کے لیے ایسا نہ کرنا۔ میں تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے ہمیشہ کے لیے نہ سلانا۔ ایسا کوئی ظالم عمل نہ کرانا۔ کیا تمہیں کسی کا دل توڑنا اور دو دلوں کو جدا کرانا اچھا لگتا ہے؟''

سلطانہ نے غصے سے کہا ''بکواس مت کرو۔''

کالیا نے چونک کر پوچھا ''یہ کیا کہہ رہی ہو میں کیا بکواس کر رہا ہوں؟''

وہ ایک ہاتھ سے پیشانی کو چھوتے ہوئے بولی ''میں تمہیں نہیں انیتا کو کہہ رہی ہوں۔ اس وقت یہ میرے اندر مچل رہی ہے۔ گڑگڑا رہی ہے کہہ رہی ہے کہ میں تم سے کوئی عمل نہ کراؤں۔''

''اسے بکواس کرنے دو۔ تم اپنے کام پر توجہ دو۔ یہ لو ریلوے اسٹیشن آ گیا ہے۔ یہاں سے پلیٹ فارم نمبر ایک پر جاؤ۔ وہاں کلکتہ جانے والی ٹرین کھڑی ہوگی۔ تم انیتا کی فکر نہ کرو۔ ہم ارچنا سے نمٹتے ہی اس سے بھی نمٹ لیں گے۔''

اس نے فٹ پاتھ کے کنارے گاڑی روک دی۔ وہ کار سے اتر کر وہاں سے چلتی ہوئی اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہوئی۔ اس وقت انیتا کہہ رہی تھی ''میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ اپنے فرمان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اب تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ تم جیسا کہو گی۔ میں ویسا ہی کروں گی۔ کالیا

لالچی اور دھوکے باز ہے وہ کسی دن تمہیں دھوکا دے گا۔ تمہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ ایک بار فرمان سے رابطہ کر کے اسے تمام حالات بتاؤ اور اس سے مدد لو۔''

سلطانہ نے طنزیہ انداز میں کہا ''ہاں...... میں اس سے مدد لوں۔ تاکہ وہ تمہارے بہکانے میں آ کر مجھے تمہارے جادوگر باپ کے پاس پہنچا دے۔''

''میں قربان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے باپ سے اس کی پرانی دشمنی ہے۔ وہ میرے باپ سے اس لیے بھی نفرت کرتا ہے کہ وہ مجھ جیسی بیٹی کو بھی اس سے جدا کر دینا چاہتا ہے۔ ہم دونوں کو کبھی ملنے نہیں دیتا۔ وہ بہت اچھا انسان ہے۔ دوسروں کے لیے اس کے دل میں محبت اور ہمدردی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کے کام آتا ہے۔ تمہارے بھی کام آئے گا۔ تم ایک بار اسے آزما کر تو دیکھو۔''

یہ تو اس کے دل کی بات تھی۔ وہ تو خود چاہتی تھی کہ فرمان سے اس سلسلے میں دوستی کرے اور اس کی ٹیلی پیتھی کو اپنے لیے سہارا بنا لے لیکن ایک مضبوط سہارا بنانے کے لیے۔ وہ کسی سوکن کو پالنا نہیں چاہتی تھی۔

اور پھر ایسی سوکن کہ فرمان کو معلوم ہوتا کہ اس کی بیوی اس کی محبوبہ انیتا اس کے اندر سمائی ہوئی ہے تو وہ بے چین ہو جاتا اور اس کے لیے تڑپنے لگتا۔ بار بار اس کے دماغ میں آتا اور ہو سکتا ہے کہ جبراً چلا آتا پھر وہ اسے روک نہ پاتی۔ لہٰذا اسے فی الحال اپنے سے دور رکھنا ہی مناسب تھا۔

وہ انیتا کے مشورے کے مطابق بے شک فرمان کو آزمانا چاہتی تھی لیکن پہلے اپنے اندر انیتا کو ہمیشہ کے لیے سلا دینا چاہتی تھی۔ انیتا نے کہا ''میرا تمہارا دماغ الگ نہیں ہے۔ میں سب سن رہی ہوں۔ جو تم سوچ رہی ہو۔ تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ تم مجھے اپنے اندر سلا دو گی۔ مجھ پر عمل کراتی رہو گی۔ میں کتنی مجبور اور بے بس ہو گئی ہوں۔ میں اپنے محبوب اور پتی کو اپنی زندگی کے سب سے بڑے سہارے کو بھی سہارے کے لیے پکار نہیں سکتی۔''

ارچنا اپنے ساتھی کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر آئی تھی۔ اسٹیشن کے سامنے گاڑی سے اتر رہی تھی۔ اس نے وہ نیلا بیگ شیوا کو دے دیا تھا اور اسے کہا تھا ''اس میں بہت بڑی رقم ہے۔ اپنے پاس رکھتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔ کوئی بھی چھین کر بھاگ سکتا ہے۔''

شیوا نے بڑی خوشی سے وہ بیگ لے کر اپنے کندھے سے لٹکاتے ہوئے کہا ''فکر نہ کرو۔ میں تمہارے اس بیگ کی حفاظت آخری سانس تک کرتا رہوں گا۔''

وہ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اسٹیشن کی عمارت کے اندر آئے۔ شیوا بہت خوش تھا۔ بیگ کا وزن بتا رہا تھا کہ اس میں پوری رقم رکھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں سے اس بیگ میں ارچنا کو تمام رقم رکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اب اس کے دماغ میں یہ باتیں پک رہی تھیں کہ اس عورت کے ساتھ جانا اب کیا ضروری ہے؟ اسے جھانسا دے کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ یہ مانا کہ یہ خوب صورت ہے جوان ہے لیکن ایسی خوب صورت اور جوان عورتیں ان دو کروڑ روپوں میں بہت ملیں گی۔

فرمان اس کے ارادوں کو پڑھ رہا تھا اور اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس نے خود ہی اس کے فرار ہونے کا راستہ ہموار کیا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ارچنا کا کچھ نہ بگڑتا۔ بلکہ اسے ایک بہروپیے عاشق سے نجات مل جاتی۔

فرمان جانتا تھا کہ ثمر سلطانہ بھی کالیا کی طرح ارچنا کو تلاش کر رہی ہے۔ اس نے موبائل کے ذریعے رابطہ کیا۔

ثمر سلطانہ پلیٹ فارم پر آ کر دور دور تک نگاہ دوڑا رہی تھی۔ اسی وقت موبائل کا بزر سنائی دیا۔ اس نے فون نکال کر سے آن کیا پھر کان سے لگا کر کہا ''ہیلو......؟''

فرمان نے کہا ''میں بول رہا ہوں۔ تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دیتی ہو۔ فون پر تو مجھ سے بات کر لیا کرو۔''

اس کے اندر انیتا خوش ہو گئی۔ سلطانہ سے بولی ''پلیز...... اس سے بات کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ مداخلت نہیں کروں گی۔ منہ سے کچھ نہیں بولوں گی۔ بس اپنے محبوب کی آواز سنتی رہوں گی۔''

سلطانہ نے فون پر کہا ''ہاں...... بولو کیا بات ہے؟''

''میں جانتا ہوں کہ تم ارچنا کو تلاش کر رہی ہو۔''

''تم کیسے جانتے ہو؟''

''ہم جیسے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے دور تک پہنچنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ امرلال تمہیں یہاں اسٹیشن کے پاس چھوڑ کر خود ائرپورٹ گیا ہے لیکن وہ کبھی ارچنا کو نہیں پا سکے گا۔''

''کیا تم اس کی حفاظت کر رہے ہو؟''

''یہی سمجھ لو۔ وہ ایک مظلوم عورت ہے۔ کیا تم اس کی ہسٹری جانتی ہو؟''

''مجھے ہسٹری جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ضرورت ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کے بارے میں باخبر رہنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے تم انجانے میں کسی مظلوم کے ساتھ ظلم کرو۔ تو کیا یہ انسانیت ہو گی؟''

''تم محبت، انسانیت اور مظلومیت کی بہت باتیں کرنے

ہو۔ کیا سب سے ہی ہمدردی کرتے پھرتے ہو؟''

''میرا دل ہی ایسا ہے۔ میں کسی کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتا اور جو دکھ میں مبتلا ہو۔ اس کے دکھ دور کر دینا چاہتا ہوں۔ جہاں تک مجھ سے ہوتا ہے میں ایسا کرتا رہتا ہوں۔''

''کیا ارچنا یہاں سے فرار ہو چکی ہے؟''

''نہیں ابھی یہاں سے جانے والی ہے۔''

''کیا اسی ٹرین سے؟''

''سمجھ لو کہ اسی ٹرین سے جانے والی ہے۔ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''وہ کالیا کے تین کروڑ کے ہیرے لے کر جا رہی ہے۔''

''وہ ہیرے کالیا کے باپ کے نہیں ہیں۔ ارچنا یہاں سے امریکا گئی تھی وہاں سے ہیرے اسمگل کر کے لے آئی ہے۔ یہاں سے کچھ منشیات لے گئی تھی۔ وہاں بڑے خطرات سے کھیلتی رہی تھی اور یہ یہاں آرام کرتا رہا تھا۔ اب بتاؤ کہ وہ ان ہیروں کی اور ان ہیروں سے حاصل ہونے والی رقم کی حق دار ہے یا نہیں؟''

''میں کسی حق دار کو اس کا حق دلوانے کے لیے عدلت کی کرسی پر نہیں بیٹھی ہوں۔''

''تم اپنے اوپر اس بات کو سوچو اگر تمہارے ساتھ کالیا ایسا کرتا۔ تمہاری عزت سے کھیلتا رہتا تم سے اسمگلنگ کراتا۔ تمہیں خطروں میں ڈالتا اور تم گرفتار ہو کر کڑی سے کڑی سزا پاتی رہتی اور اسرانی اپنے ائر کنڈیشنڈ کمرے میں آرام کرتا رہتا تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوتی؟ کیا تم ظلم کو ظلم نہیں سمجھتیں؟''

وہ چپ رہی۔ وہ بولا ''اگر کالیا آگے چل کر تم پر ظلم کرے۔ تم سے ناانصافی کرے اور تمہیں پتا چل جائے کہ تمہارے ساتھ کیسی زیادتی ہو رہی ہے۔ تب تم میری مدد نہیں چاہو گی۔ کیا تم مجھ سے نہیں کہو گی کہ تم انصاف چاہتی ہو۔ اپنے حقوق چاہتی ہو؟''

وہ پریشان ہو کر بولی ''مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں جواب کیا دینا چاہیے؟ بس تم یہ بتاؤ کہ ارچنا کے سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟''

''یہی...... کہ تم اس کا پیچھا نہ کرو۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں اس کی مدد کر رہا ہوں اسے یہاں سے دور پہنچا رہا ہوں۔ تاکہ کالیا اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔''

''تمہاری باتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ ارچنا یہیں اسٹیشن میں ہے یا اس ٹرین میں ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد بھی میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی اور اسرانی کو بھی فون پر اطلاع نہیں دوں گی تو کیا یہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا؟''

''میں تمہیں پھر سمجھاتا ہوں کہ اس سے پہلے تم اس سے دھوکا کھاؤ، اسے دھوکا دو۔ عقل سے کام لو اس دنیا میں جب تک چالاکی نہیں دکھاؤ گی۔ ہوشیار بن کر نہیں رہو گی۔ اس وقت تک ٹھوکریں کھاتی رہو گی۔''

وہ قائل ہو کر بولی ''تمہاری بات میں وزن ہے۔ میں تمہاری بات مانتی ہوں۔ اسرانی سے کہہ دوں گی کہ وہ یہاں نہیں تھی۔''

''شاباش۔ تم نے دل خوش کر دیا ہے۔ تم بہت اچھی ہو۔''

''کیا میں ارچنا سے مل سکتی ہوں؟ یقین کرو میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔''

فرمان نے اسے اس کا سیٹ اور کمپارٹمنٹ نمبر بتایا اور کہا۔ ''جاؤ...... وہ ایک جوان کے ساتھ ہوگی یا پھر تنہا ہوگی اور برقع پہنے ہوئے ہوگی۔''

ثمر سلطانہ ادھر جانے لگی۔ انیتا نے کہا ''دیکھو...... میرا فرمان کتنا اچھا ہے۔ کس طرح مظلوموں کے کام آتا ہے۔ تمہاری دانش مندی بھی یہی ہوگی کہ تم جلد سے جلد کالیا سے پیچھا چھڑاؤ اور فرمان پر بھروسا کرو۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ اس کمپارٹمنٹ میں پہنچ گئی۔ ارچنا وہاں ایک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ شیوا سے کہہ رہی تھی ''مجھے پیاس لگ رہی ہے پلیز...... ایک ٹھنڈی بوتل لے آؤ۔''

''میں ابھی لاتا ہوں۔''

وہ جانے لگا تو اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا ''یہ بیگ کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ یہ بیگ میرے پاس رہے گا تو کوئی بھی مجھ پر حملہ کر سکتا ہے یا کالیا ہی آ سکتا ہے۔''

وہ مسکرا کر بولا ''فکر نہ کرو۔ وہ آئے گا تو میں اس کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔ ویسے تمہاری تسلی کے لیے یہ بیگ لے جاتا ہوں۔''

وہ اس بیگ کو اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔ ثمر سلطانہ اس کے سامنے آ گئی۔ وہ اس کو دیکھتے ہی گھبرا گئی۔ وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ''میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ کالیا اسرانی تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے لیکن میں اسے نہیں بتاؤں گی۔ یہ ٹرین تھوڑی دیر بعد چلی جائے گی۔ تم بھی چلی جاؤ گی پھر وہ کبھی تمہارے پیچھے نہیں آ سکے گا۔''

اس نے حیرانی سے ثمر کو دیکھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسرانی کی ساتھی اسے فرار ہونے کا موقع دے رہی ہے اور اسرانی کو دھوکا دینے والی ہے۔

اس نے بے یقینی سے پوچھا ''تم میرے ساتھ ایسی مہربانی کیوں کر رہی ہو؟ کیا میری رقم میں سے حصہ لینا چاہتی ہو؟''

سلطانہ مسکرا کر بولی ''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے فکر رہو میں تمہاری کمائی کا ایک پیسا بھی نہیں لوں گی۔ تمہیں جتنی بھی رقم ملی ہے وہ سب ہی لے جاؤ اور ایک اچھی زندگی گزارنے کی کوشش کرو۔''

وہ سلطانہ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولی ''میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکوں گی مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ تم اس کی ساتھی ہو پھر اس کے خلاف میری مدد کیوں کر رہی ہو؟''

سلطانہ نے کہا ''یہ تو میں پہلے سے جانتی تھی کہ اسرانی کوئی اچھا آدمی نہیں ہے پھر تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے نے مجھے بتایا کہ اس کے ساتھ رہ کر تم پر کیا گزری ہے۔ یہ باتیں میری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔''

ارچنا نے حیرانی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میرا تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں ہے؟''

''شاید وہ خود کو تم پر ظاہر نہیں کر رہا ہو لیکن تمہارے دماغ میں آ کر تمہاری مدد کر رہا ہے۔''

''تمہاری باتیں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔ کیا وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی میرے دماغ میں ہوگا؟''

''یہ تو میں نہیں جانتی۔ خود پوچھو۔''

فرمان نے کہا ''ہاں...... میں تمہارے اندر موجود ہوں۔''

ارچنا نے حیرانی سے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا پھر بولی ''تم سچ کہہ رہی ہو۔ میں نے ابھی اس کی آواز سنی ہے۔''

فرمان نے کہا ''تم شیوا پر اندھا اعتماد کر رہی تھیں۔ میں نے تمہارے اندر آ کر یہ خیالات پیدا کیے کہ اسے آزمانا چاہیے اور تم نے جو بیگ بدل دیا ہے۔ یہ سب میری وجہ سے ہی کیا ہے۔ میں ہی تمہارے دماغ میں ایسا کرنے پر مجبور کرتا رہا ہوں۔ اب وہ شیوا نیلا بیگ لے کر رفو چکر ہو گیا ہے۔ سمجھ رہا ہے کہ اس کے اندر دو کروڑ روپے رکھے ہوئے ہیں۔''

وہ خوش ہو کر بولی ''تم کون ہو۔ مجھ پر احسان کیوں کر رہے ہو؟ کیا میرے دوست بن کر رہنا چاہو گے؟ اور آئندہ بھی میری مدد کرو گے؟''

''میں وعدہ تو نہیں کرتا لیکن اپنی مصروفیات سے فرصت ملے گی تو کبھی تمہاری خبر لے لیا کروں گا اب تو تمہاری طرف سے بے فکر ہوں۔ شیوا یہاں تک آ سکے گا اور نہ ہی کالیا تمہیں پکڑ سکے گا۔ تم یہاں سے بہت دور جا رہی ہو۔ آئندہ کوشش کرنا کہ کسی پر اندھا اعتماد نہ کرنا۔ سوچ سمجھ کر اس رقم کو خرچ کرو گی تو تمہاری زندگی سنور جائے گی۔''

ارچنا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ گارڈ نے سیٹی بجائی تھی۔ ٹرین چلنے والی تھی۔ سلطانہ نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا ''جاؤ...... اور ایک نئی زندگی شروع کرو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔''

یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلتی ہوئی دروازے پر آئی اور پھر ٹرین سے اتر گئی۔ اسی وقت ٹرین چل پڑی۔ ان لمحات میں سلطانہ کو اپنا ذہن بہت ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔ اس نے ایک مظلوم عورت کے ساتھ نیکی کی تھی۔ اس کا دل مطمئن تھا اور وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے کہہ رہی تھی ''ربا...... ! میری بھی مدد فرما۔ مجھے بھی کالیا اسرانی جیسے لوگوں سے محفوظ رکھ...... آمین!''

انیتا نے اس کے اندر سے کہا ''تمہارے خدا نے تمہاری سن لی ہے۔ اسی لیے فرمان کو تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اسے قبول کرو۔ اسے آزماؤ۔ وہ تمہارا بہترین ساتھی ثابت ہوگا۔''

سلطانہ نے طنزیہ انداز میں کہا ''تمہارا مشورہ سر آنکھوں پر میں یہی کروں گی لیکن پہلے اسرانی سے تنویمی عمل کراؤں گی۔ تمہیں ہمیشہ کے لیے سلاؤں گی۔ اس کے بعد فرمان سے دوستی کروں گی۔''

انیتا کو چپ لگ گئی۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے پلیٹ فارم سے گزر کر اسٹیشن سے باہر آ گئی پھر فون کے ذریعے کالیا سے رابطہ کرنے لگی۔ اسے اطمینان تھا کہ اسرانی اب ارچنا تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ٹرین جا چکی تھی۔

اس نے رابطہ ہونے کے بعد کہا ''میں نے یہاں جانے والی ٹرین میں دیکھا ہے۔ پہلے کمپارٹمنٹ سے آخری کمپارٹمنٹ تک دیکھتی رہی ہوں۔ وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ کسی پلیٹ فارم پر بھی دکھائی نہیں دی۔ وہ یہاں نہیں ہے ائرپورٹ پر ضرور ہوگی۔''

اسرانی نے کہا ''یہاں بھی نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ کتے کی بچی اتنی بڑی رقم لے کر کہاں لے گئی ہے؟ تم اسٹیشن کے باہر انتظار کرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔''

رابطہ ختم ہو گیا۔ سلطانہ اپنے فون کو پرس میں رکھنا چاہتی

تھی۔ اسی وقت بزر سنائی دیا۔ اس نے آن کرکے کان سے لگا کر پوچھا ''ہیلو......! کون؟''

''میں فرمان بول رہا ہوں۔ میرے بار بار کال کرنے سے بیزار نہ ہونا۔ میں تمہاری بھلائی کے لیے بول رہا ہوں۔ ابھی اچانک مجھے یاد آیا کہ اگر کسی وجہ سے کالیا تم پر تنویمی عمل کرے گا تو وہ تمہیں سحر زدہ کرنے کے بعد تمہارے اندر کی باتیں معلوم کرلے گا پھر اسے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ تم نے ارچنا سے ملاقات کی تھی اور اسے اسرانی سے دور بھگا دیا ہے اور اسے کروڑوں روپوں کا نقصان پہنچایا ہے۔''

ثمر سلطانہ نے چونک کر کہا ''یہ بات تو میرے دماغ میں آئی ہی نہیں تھی۔ تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے مجھے وقت سے پہلے آگاہ کردیا۔ اب مجھے تنویمی عمل سے بچنا ہے۔''

''اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ عمل سے پہلے تم اس سے کسی بہانے دور ہوجانا یا داش روم چلی جانا۔ وہاں جاکر موبائل فون کے ذریعے مجھے بزر دو گی تو میں سمجھ لوں گا کہ تم مجھے مدد کے لیے بلا رہی ہو۔ لہٰذا دماغ کے دروازے کھلے رکھو گی میں وہاں پہنچ جاؤں گا تو اس کا باپ بھی تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکے گا۔ میری اس بات کو یاد رکھنا۔ اسے کبھی عمل کرنے کا موقع نہ دینا۔ میں فون بند کررہا ہوں۔ تم جب چاہو مجھے کال کرسکتی ہو۔''

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ ثمر سلطانہ اپنے موبائل فون کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔ فرمان اس کی زندگی میں رفتہ رفتہ اہمیت اختیار کرتا جارہا تھا۔

☆☆☆

انابیلا بہت خوش تھی۔ سونیا سے ملنے کے بعد بار بار اسی کے گن گا رہی تھی۔ جب وہ گیارہ برس کی تھی تو اس کے باپ راسپوٹین سوم نے سونیا کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ وہ سن کر حیران ہوتی تھی کہ کیا کوئی عورت اس قدر ذہین اور مکار ہوسکتی ہے اور ایسی حاضر دماغ کہ ایک سیکنڈ کے سویں حصے میں فیصلہ کرلیتی ہے کہ اسے کیا کرنا ہے؟ اور جب وہ کر گزرتی ہے تو پھر دشمن حیران و پریشان ہونے کے لیے زندہ نہیں رہتے۔

جب انابیلا ٹیلی پیتھی سیکھنے لگی تو اس کے باپ نے بتایا کہ سونیا ٹیلی پیتھی نہیں جانتی ہے لیکن ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور سے زیادہ کارنامے انجام دیتی ہے۔ بعض اوقات فرہاد ٹیلی پیتھی جاننے کے باوجود ناکام رہتا ہے۔ اس کی خیال خوانی اس کے کام نہیں آتی۔ ایسے وقت سونیا ہی اس کے کام آتی رہتی ہے۔

اس کی یہ خوبیاں انابیلا کو کچھ سچی اور کچھ جھوٹی لگتی تھیں لیکن وہ اپنے باپ کی معلومات کو جھٹلا نہیں سکتی تھی۔

اب پہلی بار سونیا کے پاس آکر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ وہ سوچتی رہ گئی تھی کہ کتنی جلدی کبریا کی مما فیصلہ کرتی ہیں اور دشمنوں کے چھکے چھڑا دیتی ہیں۔ ولاڈی میر راسپوٹین چہارم نے عدنان کو اغوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور سونیا نے اسے اسی خوش فہمی میں رکھا تھا کہ وہ عدنان کو اغوا کررہا ہے اور اس دھوکے میں وہ کسی دوسرے بچے کو لے گیا تھا۔ سونیا نے کم سے کم وقت میں کتنی چالاکی سے بچے تبدیل کیے تھے۔ یہ تماشا انابیلا دیکھتی رہی تھی۔

اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اس کا جانی دشمن سوتیلا بھائی ولاڈی میر راسپوٹین چہارم سونیا سے مات کھا گیا تھا اور ایسا بے وقوف بن رہا تھا کہ مات کھانے کے بعد بھی اسے دھوکا کھانے کا علم نہیں ہورہا تھا۔ کبریا نے کہا ''انابیلا! تم اب تک اپنی ماں کے ساتھ چھپتی پھر رہی تھیں۔ اپنا وطن چھوڑ کر ہندوستان میں زندگی گزار رہی تھیں اور خود کو گمنام رکھنے کی کوشش کررہی تھیں کہ تمہارا وہ سوتیلا بھائی ولاڈی میر تم تک نہ پہنچ سکے۔''

انابیلا نے کہا ''مجھ سے زیادہ میری ممی خوف زدہ تھیں کہ وہ کہیں ہمارا پتا ٹھکانا معلوم کرتے ہی ہم پر حملہ نہ کردے۔ وہ بہت زبردست ہے۔ بہت ظالم ہے۔ کئی طرح کے پراسرار علوم جانتا ہے۔ میں اس سے کم تر تو نہیں ہوسکتی لیکن مجھے اس کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے؟''

''اب تو اندازہ ہوجانا چاہیے۔ میری مما سے سیکھو کہ ذہانت سے، جرأت سے اور حکمت عملی سے دشمن سے جب بھی مقابلہ کرو گی تو ناکامی نہیں ہوگی۔ دشمن تمہاری ذہانت اور طاقت سے مرعوب ہوجائے گا۔''

''بے شک...... اب مجھ میں حوصلہ پیدا ہوگیا ہے اور سب سے بڑے حوصلے کی بات تو یہ ہے کہ میں تمہاری فیملی میں آگئی ہوں۔ یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔''

''تم ہمارے درمیان رہ کر بڑے یقین کے ساتھ اپنے دشمن سے جنگ لڑسکو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہ جنگ ابھی سے شروع کردو۔''

''ابھی سے......؟ وہ کیسے......؟''

''ولاڈی میر کو مخاطب کرو۔ اسے چیلنج کرو۔ اسے بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور اس کے مقابلے میں کسی طرح کم نہیں ہو۔''

''میں نے اس کی آواز اور لب و لہجہ سنا ہے لیکن اس کے دماغ میں جانا چاہوں گی تو وہ سانس روک لے گا۔ مجھے اپنے اندر نہیں آنے دے گا۔''

''ہوسکتا ہے کہ تم جب اسے اپنا نام بتاؤ تو وہ اپنے کسی آلہ کار کا فون نمبر بتائے۔ تم اس سے بات کروگی تو اس آلہ کار کے دماغ میں رہ کر تم سے باتیں کرے گا۔''

''اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو......؟''

''تو...... تمہارا دوسرا سوتیلا بھائی الوپ کوف ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ تم اس کے دماغ میں آسانی سے جاسکتی ہو۔ میری بہن اعلیٰ بی بی اس بیمار کے دماغ میں جاکر خود کو انابیلا کہتی رہی ہے۔ تمہاری سوتیلی ماں ارنا کوف اور ولاڈی میر وغیرہ یہ معلوم کرکے پریشان ہوگئے ہیں کہ تم کہیں زندہ ہو اور پراسرار علوم جانتی ہو۔ ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو اور ان سب کو چیلنج کررہی ہو۔''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تمہاری بہن نے مجھ سے پہلے ہی میرا نام لے کر انہیں پریشان کردیا ہے۔ وہ یقیناً مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔''

''ہماری اب تک کی معلومات یہی ہیں کہ وہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ویسے اب تمہیں براہ راست انہیں چیلنج کرنا چاہیے کہ تم ان سے کسی طرح بھی کم تر نہیں ہو۔ ان کی طرح تمام پراسرار علوم جانتی ہو اور اپنے باپ راسپوٹین سوم کی جائز وارث ہو۔''

''ہاں...... میں اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان تمام سوتیلوں سے براہ راست گفتگو کروں گی لیکن پانچ گھنٹے کے بعد......''

کبریا نے پوچھا ''پانچ گھنٹے بعد کیوں......؟''

''اس بچے کو عدنان کے دھوکے میں اغوا کرکے کسی خفیہ اڈے میں پہنچایا گیا ہے اور ولاڈی میر وہاں پانچ گھنٹے کے اندر پہنچنے والا ہے۔ اس پر یہ انکشاف ہونے والا ہے کہ اس نے دھوکا کھایا ہے اور جس بچے کو اغوا کیا ہے وہ عدنان نہیں ہے۔ پہلے اسے اپنی شکست کا علم ہوجائے پھر دیکھتے ہیں کہ نتیجہ کیا ہوگا؟''

کبریا نے کہا ''نتیجہ تو برا ہوگا۔ کیونکہ وہ خود اسے دیکھنے پہنچ رہا ہے۔ مما کے نشانے پر آرہا ہے۔ وہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے اور دوسرے آلہ کار ہر طرف چھپے رہیں گے۔ اسے بچ کر جانے نہیں دیں گے گھیر کر مار ڈالیں گے یا زخمی کریں گے اور اس کی ٹیلی پیتھی کے ساتھ ساتھ اس کے تمام پراسرار علوم اس سے چھین لیں گے۔''

''میں اس کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''یہ تماشا دیکھنے سے پہلے تم بھی تماشا کرو۔ اسے ذہنی طور پر الجھا دو۔ تاکہ وہ عدنان کو حاصل کرلینے کی خوشی میں ہشاش بشاش نہ رہے۔ تمہاری طرف سے پریشان ہوتا رہے۔''

انابیلا نے کہا ''تم درست کہتے ہو۔ مجھے اسے پریشان کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ تر و تازہ نہ رہے۔ ذہنی طور پر الجھا رہے۔ دشمن کو ایک سمت سے نہیں۔ ہر سمت سے گھیرنا چاہیے۔ ہر سمت سے الجھاتے رہنا چاہیے۔''

کبریا نے پوچھا ''تم نے اپنے اس سوتیلے بھائی کا لب و لہجہ اور آواز سنی ہے؟''

''بہت عرصے پہلے سنا تھا۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے۔''

''میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم میرے دماغ میں آجاؤ۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو سمجھتی رہو۔ میں تمہیں وہاں پہنچا رہا ہوں۔''

وہ اس کے اندر آکر مسکرا کر بولی ''یہ لو پہلے میں تمہارے دل میں آئی تھی۔ اب دماغ میں آئی ہوں۔''

وہ جواباً مسکرا کر بولا ''میں نے دل کے دروازے پر باہر سے تالا ڈال دیا ہے۔ اب تم اندر سے نکل نہیں سکو گی۔ دل کے صنم خانے میں رہا کرو گی۔ اب مسئلہ دماغ کا ہے کہ ہمارے مزاج کس حد تک ملتے ہیں۔ ہم کس حد تک ایک دوسرے سے سمجھوتا کرتے ہیں۔ ابھی ہمیں ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے میں وقت لگے گا۔''

''جب دل ملے ہیں تو ذہن بھی مل جائیں گے۔ میرے تاش کے پتوں نے اور میری ہاتھ کی لکیروں نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم میرے اور صرف میرے بن کر ہی زندگی گزارتے رہو گے۔''

''تاش کے پتے ہوں ہاتھ کی لکیریں ہوں یا مقدر کا لکھا ہوا ہو۔ یہ سب کچھ بدلتا رہتا ہے۔ ابھی کچھ ہے تو کبھی کچھ ہے۔ تم کیا دیکھتی ہو کہ مسرتوں کا پیغام دینے والی ہاتھ کی لکیریں مصیبتوں کو آنے سے روک نہیں پاتیں۔ مسرتیں تو ضرور ملتی ہیں لیکن مصیبتیں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔''

''تم مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ ہم ایک ہوئے ہیں ایک ہی رہیں گے۔ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔''

''لوگ جذبات میں بہتے وقت حقائق کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ یہ سوچنا نہیں چاہتے کہ بہار کے بعد خزاں ضرور آتی ہے۔ خوشی کے بعد صدمات ضرور ملتے ہیں۔ ابھی ملن کی گھڑیاں ہیں۔ حالات کے ایک [illegible] جھٹکے [illegible] کے لمحات چلے آتے ہیں۔''

وہ بولی ''دیر نہ کرو۔ ولاڈی میر کو مخاطب کرو۔''

کبریا نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر ولاڈی میر کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو اس نے سانس روک لی۔ وہ دونوں واپس آ گئے۔ کبریا نے کہا ''تم ولاڈی میر کی سوچ اور لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچی تھیں لیکن میرا سہارا تھا۔ اب میرے سہارے کے بغیر خیال خوانی کی پرواز کرو۔ اس کی دماغ میں جاؤ۔''

انابیلا نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچی تو وہ ایک ذرا غصے سے بولا ''کون ہو تم۔''

وہ بولی ''انابیلا ...... شاید تم یہ نام بھول گئے ہو؟ اتنا کہہ دوں کہ تمہاری سوتیلی بہن ہوں۔''

''میری کوئی سوتیلی بہن نہیں ہے۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔ میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔''

''میں تمہاری مصروفیات اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم نے فرہاد علی تیمور کے بیٹے عدنان کو اغوا کیا ہے میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔''

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے ایک فون نمبر بتاتے ہوئے کہا ''تم اس نمبر پر جس سے بات کرو گی وہ میرا آلہ کار ہوگا۔ میں اس کے اندر آ کر تم سے بات کروں گا۔''

اس نے سانس روک لی۔ انابیلا کی خیال خوانی کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ کبریا سے بولی ''اس نے اپنا فون نمبر دیا ہے۔ وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے مجھ سے بات کرے گا۔''

کبریا نے مسکرا کر کہا ''میرا اندازہ درست نکلا۔ میں جانتا تھا کہ وہ ایسا ہی کوئی طریقہ اختیار کرے گا۔''

وہ اپنا موبائل فون نکال کر نمبر پنچ کرنا چاہتی تھی۔ کبریا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''اتنی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی۔ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا کرو۔''

اس نے پوچھا ''اب کیا ہوا؟''

''وہ اپنے آلہ کار کے ذریعے تمہارے موبائل فون کا نمبر معلوم کر لے گا۔''

''تو پھر کیا کرنا چاہیے؟''

''میرا موبائل فون لے کر اس سے رابطہ کرو۔ ایک تو یہ کہ وہ براہِ راست تمہارے موبائل فون کا نمبر معلوم نہیں کر سکے گا۔ دوسری بات یہ کہ جب تم اس آلہ کار کے اندر پہنچو گی تو میں اس کی آواز سنتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جماؤں گا اور اس کے سی ایل آئی پر جو میرے فون کا نمبر آ رہا ہوگا اسے غلط کرنے کی کوشش کروں گا۔ ایک دو نمبر کی ہیرا پھیری کرنے سے پورا نمبر غلط ہو جائے گا۔''

انابیلا نے کبریا کا موبائل فون لے کر وہ نمبر ڈائل کیے پھر کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کسی شخص کی آواز سنائی دی ''ہیلو ......! کون ہے؟''

کبریا نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا وہ سی ایل آئی پر نمبر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس کے دماغ میں رہ کر ایک نمبر کی غلطی کر دی۔ ولاڈی میر بھی اس آلہ کار کے دماغ میں تھا۔ اس نمبر کو خود نہیں پڑھ سکتا تھا۔ آلہ کار کے ذہن سے ہی معلوم کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے ذہن نے جو نمبر بتایا۔ وہی ولاڈی میر نے نوٹ کر لیا۔

وہ بولی ''میں انابیلا بول رہی ہوں اور تمہارے عامل سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

دوسری طرف سے ولاڈی میر نے اپنے عامل کی زبان سے کہا ''ہاں ...... میں بول رہا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم واقعی انابیلا ہو؟ میں کیسے یقین کروں کہ تم وہی ہو جو خود کو کہہ رہی ہو؟''

انابیلا نے کہا ''یقین نہ کرو تو مجھے ایکس وائی زیڈ سمجھ لو۔ صرف تم ہی نہیں، میری سوتیلی ماں بھی مجھے تلاش کر رہی ہے۔ جب تلاش کر لے گی اور مجھ سے رابطہ ہوگا تو اسے بھی میری ہی آواز اور میرا ہی لب و لہجہ سنائی دے گا۔ اس وقت یقین آ جائے گا۔''

''ایک طویل مدت کے بعد تم نے مجھ سے رابطہ کرنا ضروری کیوں سمجھا ہے؟''

''تم سے براہِ راست نہ سہی۔ بالواسطہ رہا ہے۔ میں تمہارے اور اپنی سوتیلی ماں کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔ تم سب مجھے تلاش کر رہے ہو۔ یہ تماشے میں دیکھ رہی ہوں لیکن آج تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس لیے تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔''

وہ فخر سے بولا ''ہاں ...... میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تم یہ کیسے جانتی ہو؟''

''میں نے کہا ناں۔ میری معلومات کے ذرائع ایسے ہیں کہ تم کبھی سوچ بھی نہ سکو گے کہ میں اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہوں۔''

''بہت زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔ میں جب چاہوں گا تمہاری شہ رگ تک پہنچ جاؤں گا۔''

''تم ڈینگیں مار رہے ہو۔ جب تمہیں میرے موجودہ حالات کا علم ہوگا کہ میں کتنی قوتیں حاصل کر چکی ہوں تو مجھ سے منہ چھپاتے پھرو گے۔''

''زیادہ نہ بولو۔ یہ بتاؤ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے فرہاد کے پوتے کو اغوا کیا ہوا ہے؟''

''میں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ تم اب سے تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے اندر اس خفیہ اڈے میں پہنچنے والے ہو۔ جہاں فرہاد کے پوتے کو پہنچایا گیا ہے۔''

وہ حیرانی سے بولا ''اوہ گاڈ! تم یہ بھی جانتی ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیسے جانتی ہو؟ ابھی جواب دو۔ ورنہ بہت برا ہوگا۔''

''کیا برا ہوگا؟ کیا اپنے اس آلہ کار کو مار ڈالو گے؟ کیونکہ میں تو تمہاری مٹھی میں نہیں ہوں؟''

''تم میرے سوال کا جواب نہیں دے رہی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم یہ سب کچھ کیسے جانتی ہو؟ میں نے بڑی رازداری سے اس بچے کو اغوا کیا ہے اور جس جگہ پہنچایا ہے اس جگہ کا علم کسی کو بھی نہیں ہے۔ کیا تم جانتی ہو کہ وہ جگہ کہاں ہے؟''

''سچ تو یہ ہے کہ میں نہیں جانتی۔ یہ جاننے کے لیے ہی تم سے رابطہ کیا ہے۔ کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ وہ جگہ کہاں ہے اور تم خود واقعی وہاں پہنچ رہے ہو؟''

''تم نے مجھے کیا ایسا بے وقوف سمجھا ہے کہ تمہیں اس جگہ کا پتا ٹھکانا بتا دوں گا اور تمہیں اپنے سامنے آنے کی دعوت دوں گا؟''

''جب مجھے تلاش کر رہے ہو تو کبھی نہ کبھی سامنا ہوگا ہی تو پھر آج کیوں نہ سہی؟''

''میں تمہاری جیسی چھپکلی سے نہیں ڈرتا۔ جس وقت بھی تمہارا سامنا کروں گا تو ایک چٹکی میں مسل کر رکھ دوں گا لیکن آج میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ جب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی کسی سے بات نہیں کروں گا لیکن ایک مدت کے بعد تم مجھ سے مخاطب ہوئی تھیں۔ اسی لیے اتنی بات کر لی ہے۔ ابھی تو مجبوری ہے میں جا رہا ہوں۔ پانچ گھنٹے کے بعد پھر تمہارے پیچھے پڑوں گا تو آخری سانس تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔''

اس کے آلہ کار نے اس کی مرضی کے مطابق رابطہ ختم کر دیا۔ انابیلا نے فون بند کر کے اسے کبریا کو دیتے ہوئے کہا ''وہ عدنان کے سلسلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے... فی الحال مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔ دیکھتے ہیں۔ اب چار ساڑھے چار گھنٹے بعد کیا ہوتا ہے؟''

یہ تجسس تو سب کو ہی تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟ ایک معصوم بچے کو عدنان کی جگہ بھیجا گیا تھا۔ اس کی جان ہر حال میں بچانی تھی۔ کیا سونیا اسے بچا سکے گی؟

سونیا کی پوری توجہ اس بچے پر تھی۔ وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی کہ اسے زندہ سلامت واپس لے آئے اور اس کے ساتھ ولاڈی میر کو بھی ہر طرف سے گھیر لے اور اسے فرار ہونے کا موقع نہ دے۔

جھیل کے کنارے سونیا اپنے کاٹیج میں تنہا تھی۔ کبھی ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ کبھی بیٹھ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں ہمارے کتنے ہی خیال خوانی کرنے والے آ رہے تھے جا رہے تھے اور اسے اپنی مصروفیات بتا رہے تھے۔ ولاڈی میر تک پہنچنے کا ذریعہ وہی بچہ تھا۔ وہ سب اس کے دماغ میں تھے اور دیکھ رہے تھے کہ ایک گاڑی لے کر اسے کہاں کہاں سے گزر رہی ہے۔

آخر ایک جگہ پہنچ کر ولاڈی میر کے حکم سے اس بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ اس کے بعد ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کر سکا کہ اب اس بچے کو کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ پھر بھی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ ذہانت سے سمجھا جا سکتا تھا۔ انہوں نے ہائی وے سے ایک طرف مڑنے کے بعد دوسرے راستے پر تقریباً پانچ منٹ کا راستہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے بچے کی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ سونیا نے کہا ''اب تم لوگ اس علاقے میں دور تک جاتے رہو۔ وہ راستہ جتنی شاخوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اتنی شاخوں میں پھیلتے رہو۔ ہر علاقے میں پہنچ کر معلوم کرو کہ اس نمبر اور اس رنگ کی

گاڑی کہاں دیکھی گئی ہے؟"
ہمارے تقریباً چھ خیال خوانی کرنے والے اس سلسلے میں مصروف تھے۔ ان کے علاوہ عبداللہ بھی تھا پھر اعلیٰ بی بی انا بیلا اور کبریا بھی وقتاً فوقتاً خیال خوانی کے ذریعے ان افراد تک پہنچتے رہے تھے۔ اس طرح وہ دور تک اس سیاہ گاڑی کو تلاش کرتے جا رہے تھے۔ اس گاڑی کا نمبر بھی انہیں اچھی طرح یاد تھا۔

انا میریا اور پورس دوسرے کاٹیج میں عدنان کے ساتھ تھے۔ انا میریا خیال خوانی نہیں کرتی تھی لیکن عدنان پر جب بھی کوئی مصیبت آتی یا کوئی مسئلہ پیش آتا تو آئینے میں شیوانی کو دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ جاتی تھی۔ اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ عدنان ان کے پاس موجود تھا۔ اس لیے وہ تینوں اپنے کاٹیج میں اطمینان سے تھے اور اس نتیجے کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ بچہ زندہ سلامت واپس آئے گا یا نہیں؟

انا میریا نے کہا "پورس تم یہ جانتے ہو کہ مجھے کبھی کبھی آگاہی ملتی ہے اور کبھی شیوانی آئینے کے اندر آ کر مجھ سے بہت کچھ بولتی ہے۔ شیوانی کے ذریعے میری غیر معمولی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"ہاں...... میں یہ سب کچھ جانتا ہوں اور مجھے شیوانی پر بڑا پیار آ رہا ہے کہ وہ موت کے بعد بھی میرے بہت کام آ رہی ہے اور تمہیں اپنی سوکن نہیں سمجھ رہی ہے۔ بلکہ اپنے بچے کی ماں بنا کر اس نے تمہیں میرے پاس بھیج دیا ہے۔"

"ہم دونوں کو شیوانی کا احسان مند ہونا چاہیے۔ میں تو اس کے ہر حکم اور ہر ہدایت پر عمل کرتی ہوں۔ تمہیں بھی کرنا چاہیے۔"

"بے شک...... وہ ہمیں اب تک فائدہ پہنچاتی آ رہی ہے۔ ہمارے بچے کی محافظ بن کر رہتی ہے۔ میں تو اس کی ہر بات پر عمل کرتا رہوں گا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ شیوانی جو کہے گی تم اس پر عمل کرو گے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں وہ ہم سے کچھ کہہ رہی ہے کیا؟"

"وہ جو کہہ رہی ہے۔ شاید تم اس کی بات نہیں مانو گے۔ اس کی ہدایات پر عمل نہیں کرو گے۔"

"وہ ہمیں کبھی نقصان پہنچانے والی بات نہیں کہتی ہے۔ میں اس کی بات ضرور مان لوں گا۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ وہ کہہ کیا رہی ہے؟"

انا میریا جھجکتے ہوئے بولی "تمہاری مما عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا چاہتی ہیں اور یہ شیوانی کو منظور نہیں ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"یہ میں نہیں شیوانی کہہ رہی ہے اور سچ پوچھو تو میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

پورس نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر کہا "تعجب ہے۔ تم مما کی مخالفت کرو گی؟"

"عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جاتے وقت وہ بھی میری مخالفت کریں گی۔ کیونکہ میں یہودی ہوں۔ تمہارے ادارے کے اکابرین اور جناب تبریزی صاحب مجھے کبھی ادارے میں قدم رکھنے نہیں دیں گے۔"

پورس کو چپ لگ گئی۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ اس نے اس پہلو پر توجہ نہیں دی تھی کہ انا میریا یہودی ہے اور وہ بابا صاحب کے ادارے میں عدنان کے ساتھ قدم نہیں رکھ سکے گی۔

اگرچہ بابا صاحب کے ادارے میں کسی غیر مسلم کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے باوجود جو اس ادارے میں آنے سے پہلے یا آنے کے بعد اسلام قبول کر لیتے تھے۔ انہیں اس ادارے میں آنے اور رہنے کی اجازت مل جاتی تھی کہ رسوتی نے وہاں رہ کر روحانیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ کبریا کی پہلی محبوبہ میرا بھی اس ادارے میں کچھ عرصے کے لیے آئی تھی۔ جناب تبریزی جانتے تھے کہ وہ اسلام قبول کرنے والی ہے لیکن اس کی طبیعت اس قدر خراب ہوئی تھی اور وہ اپنے انکل وغیرہ سے ملنے کے لیے اس طرح بے تاب ہوئی تھی کہ اسے ادارے سے واپس جانے کی اجازت دے دی گئی تھی پھر وہ واپس نہ آ سکی۔ موت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

ایسے کئی افراد تھے۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس ادارے میں رہ کر نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔ الپا نے پارس سے شادی کی تھی پھر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس لیے اسے کبھی بابا صاحب کے ادارے سے پذیرائی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ دشمن بن کر رہتی آئی تھی۔

وہی الپا اب بالکل تبدیل ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن ہمارے لیے کام کر رہی تھی اور بڑی دیانت داری سے کر رہی تھی۔ میری اور سونیا کی بیٹی بنی ہوئی تھی۔ اسے ہماری اور بابا صاحب کے ادارے کی طرف سے عزت مل رہی تھی، وقار مل رہا تھا اور ہر طرح کا تحفظ حاصل ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ کیونکہ وہ یہودی تھی اور آخری

سانس تک یہودی رہنا چاہتی تھی۔
کسی سے جبراً اس کا مذہب تبدیل نہیں کرایا جا سکتا۔ یہ اپنے اپنے دل و دماغ کا معاملہ ہوتا ہے۔ انسان اپنے مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور کسی بھی عقیدے اور مذہب کو قبول کرتا ہے۔

اسلام میں جبر نہیں ہے۔ کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاتا۔ ویسے دنیا کا کوئی بھی مذہب ہو۔ وہ دل سے قبول کیا جاتا ہے اور جب ایک بار دل سے قبول کر لیا جاتا ہے تو پھر اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اسی لیے انا میریا سے بھی یہ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کرے۔ یہ اس کی اپنی مرضی پر تھا اور اس کی مرضی ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ یہودی ہے اور یہودی رہے گی۔ بابا صاحب کے ادارے میں کبھی نہیں جائے گی۔

یہ انا میریا کا اپنا فیصلہ تھا۔ اس پر کوئی جبر نہیں کر سکتا تھا لیکن اس میں خرابی یہ تھی کہ وہ عدنان کو بھی اس ادارے میں جانے سے روکنا چاہتی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ اس کے آئینے میں شیوانی نے آ کر اس سے یہی کہا ہے کہ عدنان کو بھی اس ادارے میں نہیں جانا چاہیے۔

شیوانی کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ وہ بھی جب تک زندہ رہی۔ اس نے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں قدم نہیں رکھا۔ اب یہاں ایک نہیں دو مائیں تھیں۔ ایک ہندو تھی شیوانی دوسری یہودی تھی انا میریا اور وہ دونوں عدنان کو بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روکنا چاہتی تھیں اور باپ مسلمان تھا وہ اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا لیکن وہ اختلافات نہیں چاہتا تھا۔ اس معاملے کو محبت اور سمجھوتے سے طے کرنا چاہتا تھا۔

اس نے انا میریا کو سمجھایا "دیکھو اس وقت مما سے اختلاف نہ کرنا۔ وہ اپنے پوتے کو لے جانا چاہتی ہیں۔ لے جانے دو۔ بعد میں انہیں سمجھایا جائے گا۔ تم جب کہو گی، بابا صاحب کے ادارے سے عدنان باہر لایا جائے گا۔ وہ تم سے مل لیا کرے گا۔ جب تک تم چاہو گی وہ تمہارے پاس رہے گا پھر وہ ادارے میں جا کر تعلیم و تربیت حاصل کرتا رہے گا۔ یہ تمہارے بیٹے کی بہتری کے لیے کہہ رہا ہوں۔"

"اتنی بڑی دنیا میں صرف بابا صاحب کا ادارہ ہی ایسا رکھا ہے کہ جہاں میرے بیٹے کی تعلیم و تربیت ہو۔ اس دنیا میں ایسے بڑے بڑے ادارے ہیں۔ جہاں ہمارے بیٹے کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بہترین تربیت بھی ہو سکتی ہے۔"

وہ اس سے زیادہ بحث نہ کر سکا۔ سونیا نے فون کے ذریعے کہا "میرے کاٹیج میں آ جاؤ۔ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے اس خفیہ اڈے کا پتا معلوم کر لیا ہے۔ جہاں اس بچے کو لے جا کر چھپایا گیا ہے۔"

اس نے کہا "مما! میں ابھی آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر انا میریا سے کہا "ہمیں کامیابی ہو رہی ہے۔ اس اڈے کا پتا چل گیا ہے۔ چلو مما بلا رہی ہیں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں انگڑائی لے کر لیٹتے ہوئے بولی۔ "میں تو تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ پلیز تم چلے جاؤ۔ میں یہاں عدنان کے ساتھ باتیں کرتی رہوں گی تو میری تھکن دور ہو جائے گی۔"

وہ اپنے کاٹیج سے نکل کر ساتھ والے دوسرے کاٹیج میں آ گیا۔ وہاں سونیا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا "مما! کیا ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے مطمئن ہیں کہ وہی خفیہ اڈا ہے یا دھوکا ہو رہا ہے؟"

"نہیں۔ انہوں نے علاقے کے کئی لوگوں کو آلہ کار بنا کر یہ معلوم کیا ہے کہ وہ بنگلا اکثر خالی رہتا ہے۔ آج وہاں ایک سیاہ ہنڈا اکارڈ آئی تھی۔ اس کی پچھلی سیٹ پر ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ دو مسلح افراد اس بچے کو لے کر اس بنگلے کے اندر گئے

تھے۔ تیسرا شخص اس کار کو ڈرائیو کرتا ہوا کہیں چلا گیا تھا۔"

پورس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ولاڈی میر اس خفیہ اڈے میں چھ گھنٹے بعد پہنچنے والا تھا اور چھ گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔"

ایک خیال خوانی کرنے والا سونیا کو بتا رہا تھا کہ اس بنگلے کے اندر اس بچے کو لے جانے کے بعد آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی ہے۔ جس کمرے میں اسے رکھا ہوا ہے اس کے کھڑکی دروازے بند ہیں۔ اس کے پاس ایک مسلح شخص کھڑا ہوا ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے اور فون کے ذریعے ولاڈی میر سے باتیں کر رہا ہے۔

سونیا نے کہا "وہ اتنی جلدی نہیں آئے گا۔ وہ بنگلے کے اندر اور باہر ہر سمت میں نظر رکھے گا اور دیکھے گا کہ اس کے لیے کوئی خطرہ ہے یا نہیں ہے جب تک وہ مطمئن نہیں ہوگا اس وقت اس بنگلے کی طرف رخ نہیں کرے گا۔"

اس بنگلے کے چاروں طرف اور دور دور تک بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جاسوس موجود تھے اور خیال خوانی کے ذریعے اس بچے کے اندر رہ کر معلوم کیا جا رہا تھا کہ وہ ایک کمرے میں تنہا ہے۔ ایک یوگا جاننے والا مسلح گارڈ بھی کمرے میں آتا تھا اور کبھی باہر چلا جاتا تھا۔ اس نے فون کے ذریعے ولاڈی میر سے گفتگو کی تھی۔ تب اسے پتا چلا کہ ولاڈی میر آنے والا ہے لیکن وہ کب وہاں پہنچ رہا ہے؟ یہ اس نے اپنے مسلح گارڈز اور آلہ کاروں کو نہیں بتایا تھا۔

کبریا نے اس بچے پر تنویمی عمل کیا تھا اور اس کے عمل کے مطابق اس کے اندر زیادہ تر خیالات گڈمڈ رہتے تھے۔ ولاڈی میر اور ہمارے خیال خوانی کرنے والے بھی اس کے خیالات نہیں پڑھ سکتے تھے۔ صرف کبریا اس کے اندر رہ کر بہت کچھ معلوم کر سکتا تھا۔

وہ بچہ کبریا کی مرضی کے مطابق اس کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا اور کوئی ایسی چیز تلاش کرنے لگا۔ جس کے ذریعے اس مسلح گارڈ کو زخمی کر سکے۔ باہر ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ایک بڑھیا کے دماغ میں جگہ بنائی تھی پھر اسے آلہ کار بنا کر اس بنگلے کی طرف لے گیا۔ وہ اپنی چھڑی ٹیکتی ہوئی اس بنگلے کے احاطے میں آئی تو ایک مسلح گارڈ نے کہا "یہاں کیوں آ رہی ہو...... کون ہو تم......؟"

اس بوڑھی عورت نے کہا "میری بہو اور بیٹے نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میں کل رات سے بھوکی ہوں فار گاڈ سیک۔ مجھے کچھ کھلا دو۔ کچھ رقم دے دو۔ تمہارا بھلا ہوگا۔"

اس مسلح گارڈ نے اسے ایک ڈالر دیتے ہوئے کہا "یہ لو اور جاؤ یہاں سے، میں اس سے اور زیادہ نہیں دوں گا۔"

وہ بڑھیا اسے دعائیں دیتے ہوئے جانے لگی۔ ہمارے خیال خوانی کرنے والے نے اس گارڈ کے خیالات پڑھے۔ معلوم کیا کہ وہ مسلح گارڈ کون ہے جو تنہا کمرے میں جاتا ہے اور اس کے سوا کسی کو اس کمرے میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس گارڈ کے پاس آیا جو یوگا کا ماہر تھا۔ اس نے قریب آتے ہی ریوالور سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "ولاڈی میر سے کہو کہ جلدی آ جائے یہ بچہ اس کے ہاتھ سے نکلنے والا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسے گولی ماردی۔ تین گارڈز دوڑتے ہوئے ادھر آئے پھر اس سے بولے "یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ساتھی کو گولی کیوں ماری؟"

ہمارے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان مسلح گارڈز کے دماغوں پر قبضہ جمایا۔ جسے گولی ماری گئی تھی اسے ان گارڈز نے اٹھا کر بنگلے کے پیچھے ایک جھاڑی میں پھینک دیا۔ ایسے ہی وقت ایک بہت ہی قیمتی کار بنگلے کے سامنے آ کر رک گئی۔ اس میں بیٹھے ہوئے شخص نے موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ جہاں وہ بچہ بیٹھا ہوا تھا اس کمرے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ایک آلہ کار نے آ کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر کہا "ہیلو......!"

دوسری طرف سے آواز سنائی دی "یہاں جو گارڈ تھا۔ وہ کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں باس! ابھی تھوڑی دیر پہلے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر کہیں چلا گیا ہے۔ ہم نے پوچھا تو اس نے کہا کہ جلد ہی واپس آ جائے گا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

"میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا ہوں لیکن میری خیال خوانی کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مارا گیا ہے اور دشمن یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"باس! یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ کی نظروں میں ہے تو بتائیں۔"

ایک اور آلہ کار نے اس فون سننے والے سے کہا "ہمارے بنگلے کے سامنے ایک گاڑی آ کر رکی ہے۔ پتا نہیں کون اس میں بیٹھا ہوا ہے؟"

ولاڈی میر نے کہا "میں بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آس پاس کوئی دشمن تو نہیں ہے۔"

"باس! ہم مطمئن ہیں۔ ادھر کوئی دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی تسلی کرنا چاہتے ہیں تو اس گاڑی میں چاروں طرف گھوم کر دیکھ لیں۔ آپ کو کوئی نظر نہیں آئے گا۔"

"میرے پاس ایک ہی یوگا جاننے والا آلہ کار تھا۔ اس کی اچانک موت کہہ رہی ہے کہ میرے لیے خطرہ ہے۔ میں اندر نہیں آؤں گا۔ تم اس بچے کو باہر لے آؤ اور یہاں میرے سامنے کھڑا کرو۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے گولی ماروں گا۔"

اعلیٰ بی بی اور کبریا اس آلہ کار کے دماغ میں تھے جو ریسیور کان سے لگائے ولاڈی میر سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی گفتگو سنتے ہی اعلیٰ بی بی نے سونیا کے پاس آ کر کہا "مما! وہ ولاڈی میر نہیں ہے اس کی آواز اور لہجہ بدلا ہوا ہے۔ دشمن بہت چوکنا ہے۔ اس نے اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجا ہے۔ ہم اسے ابھی بے نقاب کر رہے ہیں۔"

اس نے حکم دیا تھا کہ بچے کو باہر لایا جائے۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے گولی مارے گا۔ اس بچے کی نگرانی کے لیے وہاں چھ آلہ کار تھے۔ ان میں سے ایک مارا گیا تھا۔ باقی پانچ دوڑتے ہوئے آئے اور اس کار کے چاروں طرف پھیل گئے۔ انہوں نے بندوقیں تان لیں۔ اس کار میں آنے والے کو نشانے پر رکھ لیا۔ کبریا نے ایک آلہ کار کے ذریعے کہا۔ "ولاڈی میر! یہ تم نہیں ہو تمہاری ڈمی ہے۔ ہم نے یہاں تمہارے تمام آلہ کاروں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اب یہاں کوئی تمہارا نہیں ہے۔ اس بچے کو یہاں تمہارے سامنے لایا جائے گا۔ تب بھی اسے گولی نہیں مارو گے۔ کیونکہ تم اسے اپنے ہاتھوں سے مارنا چاہتے ہو اور تم یہاں موجود نہیں ہو۔"

ڈمی ولاڈی میر کار سے باہر نکل آیا۔ اصلی ولاڈی میر نے اس کی زبان سے کہا "میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ آنکھیں بند کر کے یہاں موت کے منہ میں چلا آتا۔ میں جانتا ہوں کہ سونیا کتنی مکار ہے۔ وہ مجھے گھیرنے کے لیے ضرور کوئی چارہ ڈالے گی اور اس نے یہی کیا ہے۔"

کبریا نے کہا "ادھر تم نے اپنی ڈمی بھیجی ہے۔ ادھر ہم نے عدنان کی ڈمی کو تمہارے حوالے کیا تھا۔ جسے تم نے اغوا کیا ہے اور اتنی دور لے کر آئے ہو۔ وہ عدنان نہیں ہے۔ ایک دوسرا بچہ ہے۔ مما نے واقعی تمہارے سامنے چارہ ڈالا تھا مگر تم قسمت کے دھنی ہو بچ نکلے ہو۔"

ولاڈی میر نے کہا "مجھے اپنی جان بچ جانے کی خوشی ہے لیکن ناکامی کا بہت صدمہ ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سونیا ایسی مکاری دکھائے گی۔ بچہ بدل کر مجھے اُلّو بنائے گی۔"

اعلیٰ بی بی نے دوسرے آلہ کار کے ذریعے کہا "اپنی ایک ڈائری میں لکھتے جاؤ کہ تم نے مما سے پہلی بار بیچ سمندر میں شکست کھائی اور اب یہاں شکست کھا رہے ہو اور آئندہ بھی اپنی شکست کی تعداد اس ڈائری میں لکھتے رہو گے۔ اپنی اس ڈمی کا انجام دیکھو اور سوچو کہ یہ تمہارا انجام ہونے والا تھا۔"

اعلیٰ بی بی نے فائرنگ کا حکم دیا۔ چاروں طرف سے فائرنگ ہوئی۔ وہ ڈمی گولیوں سے چھلنی ہو کر فرش پر گر پڑا۔

ولاڈی میر کی سوچ کی لہریں واپس آ گئیں۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر جھنجلانے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ طیارے کے اندر کم وقت میں سونیا ایک بچہ بدل کر اسے اتنا زبردست دھوکا دے گی۔ وہ دوسری بار زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔

سونیا ایک آسیب کی طرح اس کے حواس پر چھا رہی تھی۔

وہ اپنی شکست پر بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ جھنجلانے کی وجہ یہ شرمندگی تھی کہ اس نے سونیا سے ایک بار نہیں دو بار مات کھائی تھی۔ وہ دونوں بار ہر پہلو سے محتاط رہنے کے باوجود سونیا کی چالبازی کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ اسی بات پر جھنجلاہٹ ہو رہی تھی کہ اس کی ذہانت ایسے وقت کام کیوں نہیں آئی؟

وہ دوسرے بچے ایڈی کو عدنان سمجھ کر اس کے پاس جانے والا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے اسے ہلاک کرنے والا تھا لیکن مہادھابی سے اس کی ٹھن گئی تھی اور وہ اس اندیشے میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مہادھابی کسی دوسرے ذریعے اور کسی دوسری چالبازی سے اس کے خفیہ اڈے کا پتا لگا سکتا ہے۔ وہاں آ سکتا ہے۔ لہٰذا اسے وہاں نہیں جانا چاہیے۔

اسی لیے اس نے اپنی ڈمی وہاں بھیجی تھی۔ اس کی اسی احتیاطی تدبیر نے اس کی جان بچالی تھی۔ مہادھابی تو وہاں تک نہ پہنچ سکا لیکن سونیا نے اس کے لیے خوب چارہ ڈالا تھا۔ ایک دوسرے بچے کو عدنان بنا کر پیش کیا تھا اور وہ آخری وقت تک دھوکا کھاتا رہا تھا۔

اس وقت وہ فرانس کے شہر نینسی میں تھا۔ سونیا، پورس انامیریا اور عدنان پیرس میں تھے۔ اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ وہ کسی وقت بھی پیرس پہنچ کر سونیا پر حملہ کر سکتا تھا۔ انتقامی کارروائی کر سکتا تھا لیکن سونیا نے اسے اعصاب شکن مات دی تھی۔ وہ اتنی جلدی انتقامی کارروائی کے لیے خود کو تیار نہیں کر سکتا تھا اور جلد بازی میں پھر ایک بار شکست کھانا نہیں چاہتا تھا۔

یہ اندیشہ بھی تھا کہ سونیا جیسی بلا کو کسی بھی ذریعے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ولاڈی میر نینسی شہر میں ہے اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے صرف چالیس منٹ میں پیرس سے نینسی پہنچا جا سکتا ہے۔ صرف چالیس منٹ میں وہ موت بن کر آ سکتی ہے۔

اس نے یہ طے کر لیا کہ فوراً ہی یہ شہر تو کیا، یہ ملک چھوڑ دے گا۔ سوئٹزرلینڈ یا جرمنی کی طرف چلا جائے گا۔ اس سے کچھ زیادہ ہی فاصلہ رکھے گا لیکن اتنا زیادہ فاصلہ بھی نہیں کہ بروقت عدنان تک نہ پہنچ سکے۔

اصل پریشان کن مسئلہ یہی تھا کہ اسے ہلاک کرنے کے لیے اس کے قریب جانا بہت ضروری تھا اور قریب جانے کے لیے بہت زیادہ دور جانا مناسب نہیں تھا۔ عجب مجبوری تھی نہ دور رہ سکتا تھا، نہ قریب آ سکتا تھا۔ حالات نے یہ اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ اس بچے کو ہلاک کرنے کے لیے ہر طرح کا خطرہ مول لینا ہو گا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

اس نے سوچتے سوچتے اچانک سانس روک لی۔ اسے پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہوئی تھیں وہ پھر سانس لینے لگا۔ ایسے وقت پھر پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے اس نے پوچھا ''کون ہو؟''

''میں انابیلا ہوں۔''

وہ غصے سے بولا ''چلی جاؤ یہاں سے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔''

''میں جانتی ہوں تم انگاروں پر لوٹ رہے ہو۔''

''بکواس مت کرو!''

''ایک منٹ کے اندر اپنے آلہ کار کے اندر آؤ.... میں وہیں آ کر تم سے بات کرتی ہوں۔''

''میں نے کہہ دیا کہ ابھی کسی سے بات نہیں کروں گا۔''

''اور میں نے کہہ دیا کہ ایک منٹ کے اندر تم نہ آئے تو پھر میں تمہیں کبھی نہیں ملوں گی۔ تمہیں یہ گمان ہے کہ تم مجھے ڈھونڈ نکالو گے اور میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں اپنی مرضی سے تو تمہارے روبرو آ سکتی ہوں یا تم سے رابطہ کر سکتی ہوں لیکن مرضی نہ ہو تو قیامت تک تم مجھے ڈھونڈ نہیں پاؤ گے۔ اچھی طرح سوچ لو ایک منٹ کے اندر اپنے اسی آلہ کار کے پاس آؤ جس کے ذریعے پہلے ہماری گفتگو ہو چکی ہے۔''

وہ اس کے دماغ سے چلی گئی۔ وہ بری طرح جھنجلانے لگا۔ ایک بہت بڑی شکست کھانے کے بعد بالکل تنہائی اور خاموشی چاہتا تھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا اس کے بارے میں ہر پہلو سے سوچنا چاہتا تھا۔ تاکہ آئندہ اس سے کوئی غلطی نہ ہو۔

لیکن انابیلا چیلنج کر کے گئی تھی کہ کہیں گم ہو جائے گی اور وہ قیامت تک اسے ڈھونڈ نہیں پائے گا اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا کہ اس کی سوتیلی بہن کتنی قوت اور کتنے وسیع ذرائع کی مالک بن چکی ہے؟

دشمن کی کمزوری اور شہ زوری دونوں پر نظر رکھنی تھی۔ اس لیے وہ مجبور ہو کر اپنے اس آلہ کار کے دماغ میں آ گیا تھا۔ وہ اپنے مقررہ وقت کے مطابق آ چکی تھی۔ چہکتے ہوئے بولی۔ ''مات کھانے والے کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔ دروازے دروازے جانا چاہیے۔ پتا نہیں کس در سے کامیابی کی بھیک مل جائے۔''

وہ غصے سے بولا ''میں کسی سے کامیابی مانگتا نہیں چھین لیتا ہوں۔''

''تم سے کامیابیاں کیسے چھین لی گئیں؟ یہ تماشے دو بار دیکھ چکے ہو۔ زیادہ ڈینگیں نہ مارو۔''

وہ دہاڑتے ہوئے بولا ''بکواس مت کرو۔ تم نے مجھے کس لیے بلایا ہے؟ کیا کہنا چاہتی ہو؟''

''یہی کہ ناکام ہونے کے باوجود قسمت کے دھنی ہو کہ آج تمہاری جان بچ گئی۔ ورنہ میں وہاں تمہاری تاک میں تھی۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم وہاں کیسے پہنچ سکتی ہو؟''

''اس خفیہ اڈے کے اندر اور باہر تمہارے جتنے آلہ کار تھے ان کے دماغوں میں جا کر.... معلوم کرو کہ ایک بوڑھی وہاں آئی تھی اور وہ بوڑھی میں ہی ہوں۔''

انابیلا نے یہ جھوٹ کہا تھا۔ ہمارے ایک آلہ کار نے ایک بوڑھی کو اس بنگلے کے سامنے پہنچایا تھا۔ انابیلا کا اس بوڑھی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن وہ ولاڈی میر کو یہ کہہ کر دہشت زدہ کرنا چاہتی تھی کہ صرف سونیا اور فرہاد علی تیمور ہی نہیں بلکہ اس کی سوتیلی بہن بھی اس پر کڑی نظر رکھتی ہے اور وہ جہاں جاتا ہے وہاں پہنچ جاتی ہے۔

ولاڈی میر کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کی بہن اتنی تیز طرار اور وسیع ذرائع کی مالک ہو گی کہ وہ خود اس خفیہ اڈے تک پہنچ جائے گی۔ اس نے معلومات حاصل کرنے کے لیے کہا ''ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔''

اس نے یہ کہہ کر اپنے ایک آلہ کار کے دماغ میں جا کر اس کے خیالات پڑھے تو پتا چلا کہ واقعی ایک بوڑھی عورت چھڑی ٹیکتی ہوئی اس بنگلے کے احاطے میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ اس آلہ کار نے اس بڑھیا کو ایک ڈالر دے کر رخصت کر دیا تھا پھر پتا نہیں وہ بڑھیا کہاں چلی گئی تھی۔

ولاڈی میر نے اپنے آلہ کار کے دماغ میں واپس آ کر کہا ''انابیلا! میں نے معلوم کیا ہے۔ تم ایک بوڑھی کو اپنا آلہ کار بنا کر وہاں پہنچی ہوئی تھیں۔''

''اور میں نہتی نہیں تھی۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہوا ہو گا کہ وہ بڑھیا چھڑی ٹیکتی ہوئی آئی تھی۔ وہ چھڑی دراصل ایک جدید قسم کی گن تھی۔ میں اس کے ذریعے تمہیں گولی مار سکتی تھی۔ افسوس تم نہیں آئے اپنی جگہ ڈمی کو بھیج دیا۔''

وہ حیرانی سے یہ باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ اس سوتیلی بہن کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ کس ملک میں ہے۔ اس کے برعکس وہ سوتیلی اس کی شہ رگ تک پہنچنے لگی تھی۔

اس نے جھنجلا کر پوچھا ''تم کہاں رہتی ہو؟ کیا کرتی ہو؟ تمہارے اتنے وسیع ذرائع کیسے پیدا ہو گئے ہیں؟ تم مجھے نادار اور مجبور نہ سمجھو میں تمہارے بارے میں ساری معلومات جلد سے جلد حاصل کر لوں گا۔''

''تم ضرور معلوم کرو۔ تمہیں روکا کس نے ہے؟''

''میرا اندازہ ہے کہ تم نے دو ہی راستے اختیار کیے ہیں یا تو تم نے اپنی کوئی تنظیم قائم کی ہے یا پھر فرہاد علی تیمور اور اس کے خاندان والوں سے دوستی کر رہی ہو؟''

وہ ہنستے ہوئے بولی ''تم اس طرح سوچتے رہو گے تو اور زیادہ الجھتے رہو گے۔ کیونکہ اگر میں نے کوئی تنظیم قائم کی ہے تو اس تنظیم کا سراغ لگاتے لگاتے عمر گزر جائے گی۔

''دوسری بات یہ کہ اگر میں نے فرہاد علی تیمور کی فیملی سے دوستی کی ہے تو تمہارے لیے یہ اور زیادہ فکر اور پریشانی کی بات ہو گی کہ جب بھی تم عدنان پر حملے کرو گے اور وہ اپنے پوتے کا بچاؤ کریں گے تو ایسے وقت مجھے بھی تمہارے بارے میں معلوم ہوتا رہے گا اور میں دوسرے ذریعے سے تم پر حملے کرتی رہوں گی جیسا کہ آج کرنے والی تھی لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں کہاں ہوں؟ کیا کر رہی ہوں؟ میرے ذرائع کیا ہیں؟ اس کے بارے میں خوب سوچتے رہو اور خوب الجھتے رہو۔ میں جا رہی ہوں۔ کبھی ضروری سمجھوں گی تو رابطہ کروں گی۔''

وہ چلی گئی۔ ولاڈی میر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر سوچنے لگا۔ سونیا نے اس کے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ وہ ایسا پہاڑ ثابت ہو رہی تھی جسے سر کرنا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایسے میں وہ سوتیلی بھی اس کے لیے زبردست چیلنج بن رہی تھی۔

اس کا دھیان مختلف سمتوں میں بٹ رہا تھا۔ ایک سمت سونیا تھی۔ دوسری سمت انابیلا اور تیسری سمت عدنان تھا۔ سب سے زیادہ فکر یہی تھی کہ اگر وہ بابا صاحب کے ادارے کے اندر چلا گیا تو پھر باہر پتا نہیں کتنے عرصے کے بعد آئے گا۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ رہی تھی کہ وہ اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی سے عدنان کو اس ادارے کے اندر جانے سے روک نہیں سکے گا۔ اب دوسرا راستہ یہی رہ گیا تھا کہ وہ اپنے پراسرار علوم سے کام لے۔

پہلے کالے جادو کے ذریعے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے۔ اس مقصد کے لیے اسے تنہائی کی ضرورت تھی۔ ایسی تنہائی کہ کالا عمل جاری رہنے کے دوران میں کوئی مداخلت نہ کرے۔

وہ اپنے ایک ذاتی بنگلے میں تھا۔ اس نے ملازموں کو بلا کر حکم دیا ''میں کھڑکی دروازے بند رکھوں گا۔ کوئی بھی ملنے والا آئے تو کہہ دینا کہ میں موجود نہیں ہوں۔ ٹیلی فون کی گھنٹی

بھی نہیں بجنی چاہیے۔ سارے کنکشن کاٹ دو۔ میں دو گھنٹے بعد اپنے کمرے سے باہر آؤں گا۔"

وہ اپنے بیڈروم میں آ گیا۔ دروازے کو بند کر کے اپنے ذہن کو یہ ہدایت دینا چاہتا تھا کہ پرائی سوچ کی لہریں اس کے اندر آئیں مگر اسے مخاطب کیے بغیر ہی چلی جائیں۔ اس کا دماغ کسی بھی سوچ کی لہر کو قبول نہ کرے۔

وہ اپنے ذہن کو ایسی ہی ہدایت دینا چاہتا تھا۔ اسی وقت سوچ کی لہریں محسوس ہوئیں۔ اس نے جھنجلا کر پوچھا "کون ہے؟"

اسے اپنی سوتیلی ماں ارنا کوف کی آواز سنائی دی "میں ہوں ارنا کوف!"

وہ بولا "ٹھیک ہے اپنے بیٹے کے دماغ میں جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے سانس روک لی۔ وہ جا چکی تھی ــ وہ تھوڑی دیر تک سانس لیتا رہا پھر خیال خوانی کے ذریعے اپنے سوتیلے بھائی اونوپ کوف کے دماغ میں پہنچ گیا پھر بولا "میں آ گیا ہوں۔ کیا بات ہے؟"

"میں یہ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں کہ تم اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے ہو یا نہیں؟ کیا وہ بچہ مر چکا ہے؟"

وہ ناگواری سے بولا "میں بہت مصروف تھا۔ اتنی سی بات معلوم کرنے کے لیے مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ وہ بچہ صرف تمہارے لیے نہیں بلکہ ہمارے پورے خاندان کے لیے بھی منحوس ہے۔ اس لیے بتاؤ کیا نتیجہ رہا ہے؟"

"نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے تو تقریباً دو گھنٹے پہلے بڑے فخر سے کہا تھا کہ عدنان تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے اور تم اسے اغوا کر کے اپنے خفیہ اڈے پر لے جا رہے ہو۔"

"بے شک۔ میں نے کہا تھا مگر وہ مکار اور ذلیل عورت اپنے پوتے کو بچانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے پوتے کی جگہ کسی دوسرے بچے کو میرے حوالے کیا تھا اور میں خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا۔"

ارنا کوف نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "شرم کرو شرم! تم ایک عورت سے دوسری بار مات کھا چکے ہو۔"

"زیادہ بکواس مت کرو۔ کوئی ضروری بات ہے تو وہ کرو؟"

"بہت عرصے پہلے تم نے کہا تھا کہ میں سوتیلی ماں ہوں۔ ایک عورت ہوں اور تم مجھے چٹکیوں میں مسل دو گے۔ یہ تمہارے لیے درس عبرت ہے دیکھو کہ ایک عورت کیا ہوتی ہے؟ وہ اپنے پوتے کی حفاظت کے لیے کیسی ذہانت سے کام لے رہی ہے اور میں بھی اپنے بیمار بیٹے کے لیے ایسی ہی ذہانت کا مظاہرہ کروں گی۔ ایک دن تمہیں پتا چلے گا کہ میں کیا کر رہی ہوں؟ کیا کرنے والی ہوں؟"

وہ ناگواری سے بولا "کیا تم نے مجھے یہی کہنے کے لیے بلایا ہے؟"

"نہیں میں جانتی تھی کہ تم پھر ناکام رہو گے۔ لہٰذا میں اس بچے کو بابا صاحب کے ادارے میں داخل ہونے سے پہلے روکنے کے انتظامات کر رہی ہوں۔ میری بیٹی تاشا کالے عمل میں مصروف ہے۔ میں اس سے تعاون کر رہی ہوں۔ ہم جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔ اس بچے کو اس ادارے میں داخل ہونے نہیں دیں گے۔ تم اسے ہلاک کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اب دیکھ لینا کہ ہم کس طرح کامیاب ہوتے ہیں۔"

"چلو اچھی بات ہے۔ تمہاری کامیابی میری کامیابی ہو گی لیکن سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ اس بچے کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرنا ہوگا۔ اگر میں ہلاک نہ کر سکا تو تم کرو گی یا ہمارے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ تب ہی نحوست ٹلے گی۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بھی کالا عمل شروع کرنے جا رہا ہوں۔ یہ بہتر ہوگا کہ دونوں طرف سے عمل جاری رہے گا تو وہ بچہ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جا سکے گا۔"

ارنا کوف اور ولاڈی میر دونوں سوتیلے تھے۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے لیکن عدنان کے معاملے میں ہم خیال ہو گئے تھے۔ عدنان کو ٹھکانے لگانے تک وہ ذاتی دشمنی کو بھول جانا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ دو طرفہ کالا جادو اپنا اثر دکھاتا رہے گا تو وہ بچہ ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ بابا صاحب کے ادارے میں نہیں جائے گا۔ کھلی دنیا میں رہے گا اور انہیں شکار کرنے کا موقع ملتا رہے گا۔

اب یہ کالے جادو کا اثر تھا یا تقدیر کا تماشا تھا کہ عدنان پیرس پہنچنے کے باوجود اب تک بابا صاحب کے ادارے میں نہیں گیا تھا۔ سونیا اسے لے کر جھیل کنارے والے کاٹیج میں تھی۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ دوسرے بچے ایڈی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

اب وہ بچہ ایڈی بھی واپس آ گیا تھا۔ سونیا نے اسے گلے لگا کر پیار کیا تھا۔ وہ طے کر چکی تھی کہ ان دو لاوارث بچوں یعنی ایڈی اور پومی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں داخل کرائے گی اور انہیں اچھی تعلیم و تربیت دلائے گی۔

پومی نے کہا "گرینڈ مما! ہم فن فیئر میلے میں جائیں گے کھیل تماشے دیکھیں گے۔"

عدنان نے بھی یہی ضد کی۔ وہ بچے بدترین حالات سے گزرتے ہوئے آئے تھے۔ ایڈی کے ذہن میں خوف سمایا ہوا تھا۔ سونیا پیار محبت سے اس کے اندر کا خوف مٹا رہی تھی۔ ان حالات میں لازمی تھا کہ ان بچوں کو خوب تفریح کرائی جائے۔

اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں تم تینوں کو فن فیئر میلے میں لے جاؤں گی اور پیرس کی بھی سیر کراؤں گی۔ آج اور کل خوب تفریح ہو گی پھر پرسوں بابا صاحب کے ادارے میں چلے جائیں گے۔"

پرسوں کا حساب یہ تھا کہ عدنان کو دونوں بچوں سمیت تیس یا چالیس گھنٹوں بعد بابا صاحب کے ادارے میں لے جایا جائے گا۔ اس طرح دو باتیں سمجھ میں آ رہی تھیں کہ تقدیر کو یہی منظور تھا۔

اور دوسری بات یہ سمجھ میں آ رہی تھی کہ کالا جادو اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ سیر و تفریح کے بہانے سے عدنان کو فی الحال بابا صاحب کے ادارے میں جانے سے روک رہا ہے۔

عدنان کو کئی سمتوں سے روکا جا رہا تھا۔ انا میریا بھی اسے وہاں جانے سے روک رہی تھی۔ وہ عدنان کو وہاں جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ اسے یہ منظور نہیں تھا کہ اس کا بیٹا وہاں تعلیم و تربیت حاصل کرے وہ پہلے ہی پورس کے سامنے اظہار کر چکی تھی۔

پورس اسے محبت سے سمجھا رہا تھا کہ وہ اعتراض نہ کرے اور مما کی مخالفت نہ کرے۔ فی الحال اسے جانے دے۔ وہ ہر ہفتے اس کے پاس آیا کرے گا۔ اتوار کا دن اس کے ساتھ گزار کر پھر ادارے میں چلا جایا کرے گا۔

وہ پورس کو بہت چاہتی تھی۔ اس کی قربت سے مسحور ہو جایا کرتی تھی۔ اس سے بحث نہیں کرتی تھی لیکن اس سے دور ہو جانے کے بعد شیوانی اس کے حواس پر چھا جاتی تھی۔ وہ چھوٹا سا آئینہ نکال کر اس کا عکس دیکھتی تھی۔ شیوانی کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتی تھی پھر ان آنکھوں میں ڈوب جایا کرتی تھی۔

تب اسے اپنے اندر شیوانی کی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی "انا میریا......! عدنان ہمارا بیٹا ہے۔ میں ہندو ہوں اور تم یہودی ہو۔ مجھے کبھی بابا صاحب کے ادارے میں بلایا نہیں گیا۔ حالانکہ میں نے پورس سے شادی کی تھی۔ اس کے بچے کی ماں بھی بن رہی تھی۔

"یہ بابا صاحب کے ادارے والے اپنے اصولوں پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ کسی غیر مسلم کو اس ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تمہارے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ تمہیں یا تو پورس کا ہم مذہب بننا ہوگا یا پھر اس ادارے سے دور رہ کر اپنے بیٹے عدنان کی قربت سے محروم رہنا ہوگا۔"

انا میریا نے کہا "پورس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے عدنان سے محروم نہیں رکھے گا۔ ہر ہفتے عدنان مجھ سے ملنے آئے گا۔ ہفتے کی رات اور اتوار کا پورا دن میرے پاس رہے گا۔"

"اور تم مطمئن ہو جاؤ گی؟ تمہیں ایک بیٹے کی محبت اور قربت بھیک کے طور پر ہفتے میں ایک دن ملے گی۔ کیا تمہاری ممتا کو تسلی ہو جائے گی؟"

"میں کیا کروں۔ پورس کو ناراض نہیں کرنا چاہتی وہ روٹھ جائے گا مجھ سے دور ہو جائے گا تو میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔ میں اسے دل و جان سے چاہنے لگی ہوں۔"

"بے شک...... تمہیں چاہنا چاہیے۔ میں بھی اسے دل و جان سے چاہتی تھی لیکن یہ کبھی نہیں بھولتی تھی کہ مجھے بابا کے ادارے والے پورس کی بیوی کی حیثیت سے مان مرتبہ نہیں دے رہے ہیں۔ یہی تمہارے ساتھ بھی ہوگا۔ تمہیں بھی پورس کی شریک حیات مان لیا جائے گا لیکن وہ عزت اور سماجی مرتبہ نہیں ملے گا جو تمہیں ملنا چاہیے۔ کیا یہ تمہاری توہین نہیں ہے کہ تمہارے بیٹے کو ادارے میں بلایا جائے اور تمہیں دھتکار دیا جائے؟"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے سچ مچ اپنی توہین کا احساس ہوتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟ بس ایک بات جانتی ہوں کہ اپنا مذہب چھوڑ سکتی ہوں اور نہ پورس کی محبت سے باز آ سکتی ہوں۔"

"میں اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ تم کچھ نہیں کر سکو گی۔ مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"پلیز شیوانی! اب عدنان کو ہم سے جدا نہ کرنا۔"

"میں تم سے جدا نہیں کروں گی۔ وہ کبھی کبھی تم سے ملتا رہے گا لیکن ان سب سے ملنے نہیں دوں گی۔"

"نہیں شیوانی......! یہ مناسب نہیں ہے۔ بار بار اسے اس کی دادی سے الگ نہ کرو۔ تم جانتی ہو کہ وہ کتنی خطرناک ہیں؟ تمہاری یہ آتما شکتی بھی اس کے سامنے کام نہیں آئے گی۔"

شیوانی ہنسنے لگی۔ ہنستے ہنستے آئینے کی سطح سے غائب ہو گئی۔ اب اس آئینے کی سطح پر انا میریا کو اپنا عکس دکھائی دے

رہا تھا۔ اس نے اس آئینے کو اپنے گریبان میں رکھ لیا۔

ایک انار تھا اور کئی بیمار تھے۔ سونیا کچھ چاہتی تھی اور دشمن کچھ اور چاہتے تھے۔ ولاڈی میر اور ارنا کوف طلسمی قوت سے کام لے رہے تھے۔ شیوانی کی آتما شکتی اپنی ضد پر تھی اور انا میریا پر یہودیت حاوی تھی۔ وہ پورس سے محبت کرنے کے باوجود مخالفین کی صف میں کھڑی ہوئی تھی۔ یعنی ہر طرف دشمن تھے۔ بیچ میں تنہا سونیا تھی۔ جو اپنے پوتے کو بابا صاحب کے ادارے میں لے جانے والی تھی۔

اور وہ دشمنوں سے بے خبر تھی کہ کون کیا کر رہا ہے؟ صرف ولاڈی میر کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ پھر کوئی گڑبڑ کرسکتا ہے۔ اس سے پھر ایک بار نمٹنے کے لیے تیار تھی۔

باہر کے دشمنوں سے نمٹنا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ جتنا گھر کے بھیدیوں سے ہوتا ہے۔ آستین کے سانپ کب ڈس لیں گے پتا نہیں چلتا۔

وہ تینوں بچوں کے ساتھ سیر و تفریح میں مگن تھی۔ ان کے ساتھ ہنس بول رہی تھی۔ بچے کبھی ادھر کبھی ادھر آ جا رہے تھے۔

ہجوم میں اِدھر اُدھر ہونے کے دوران میں ہی اچانک عدنان گم ہوگیا۔ سونیا فن فیئر کے گراؤنڈ میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگی۔ خیال خوانی کرنے والوں سے کہنے لگی کہ ڈھونڈو کسی طرح ڈھونڈو۔

بابا صاحب کے ادارے والے بھی وہاں بہ نفس نفیس موجود تھے۔ وہ بھی ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ اسے تلاش کر رہے تھے۔

سونیا نے فون کے ذریعے پورس کو مخاطب کیا پھر کہا۔ ”بیٹے! غضب ہوگیا۔ ہمارا عدنان پھر کہیں گم ہوگیا ہے۔“

وہ حیران و پریشان ہوکر بولا ”مما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ آپ کے ہاتھ سے آپ کا پوتا کیسے نکل گیا؟“

”میں کیا کہوں بیٹے! میں اس سے غافل نہیں تھی۔ تینوں کو سنبھال رہی تھی۔ کوئی کسی جھولے پر تھا کوئی کسی ریل گاڑی میں تھا اور کوئی کچھ کھانے پینے کی فکر میں تھا۔ میں تینوں کو سنبھال رہی تھی۔ ایسے میں ہی عدنان کہیں چلا گیا۔“

”عدنان گم ہونے سے پہلے کہاں تھا؟“

”میں نے اسے ریل گاڑی میں بٹھایا تھا۔ وہ ریل گاڑی مصنوعی پہاڑیوں اور جھاڑیوں میں سے گزرتی ہوئی واپس آنے والی تھی لیکن وہ جب واپس آئی تو اس میں عدنان نہیں تھا۔ میں نے ان تمام مصنوعی پہاڑیوں اور جھاڑیوں کو دیکھ لیا۔ ہمارے جاسوس بھی تلاش کر رہے ہیں مگر وہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔“

”اوہ مما! یہ بار بار کیا ہو رہا ہے؟ کیا آپ کی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ اپنے پوتے کو کس طرح اپنے قابو میں رکھ سکیں گی؟“

”مجھے تو بڑا مان تھا کہ میرا پوتا مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ اب بھی میرا دل کہتا ہے کہ جہاں بھی گیا ہے وہاں سے واپس آئے گا لیکن دشمنوں سے ڈر لگتا ہے۔ کہیں وہ ولاڈی میر کے ہاتھ لگ گیا تو غضب ہوجائے گا۔“

”ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کیا کہہ رہے ہیں؟“

”وہی ایک بات کہہ رہے ہیں کہ عدنان کے دماغ میں خیالات گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ اس لیے کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ ان حالات میں صرف انا میریا ہی اس کے دماغ میں جاسکتی ہے۔ اس سے کہو کہ فوراً معلوم کرے۔“

پورس نے فون کا رابطہ ختم کر کے انا میریا کو عدنان کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ وہ بھی پریشان ہوگئی۔ اس نے فوراً ہی گریبان میں ہاتھ ڈال کر چھوٹے سے آئینے کو نکال کر اس میں دیکھا تو شیوانی دکھائی دی اس کی آنکھیں ہنستی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ انا میریا ان آنکھوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

ایسے وقت وہ عدنان کے دماغ میں پہنچ جایا کرتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے دیکھا۔ عدنان کے اندر کئی خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا ”شیوانی! یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تو اپنے بیٹے سے بات کرسکتی ہوں۔ یہ نہ تو مجھے محسوس کر رہا ہے نہ کچھ بول رہا ہے؟“

”یہ تمہیں محسوس کرے گا۔ تم سے بولے گا لیکن ابھی میں نہیں چاہتی کہ اس کی دادی کو اس کے باپ کو اور ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اس کا سراغ ملے۔ بیٹے کے دماغ سے واپس آ جاؤ کیونکہ میں بھی کئی گھنٹوں تک تم سے نہیں بولوں گی۔“

پورس اور انا میریا بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تلاش کرنے نکل گئے تھے۔ پیرس کی شاہراہوں گلیوں میں اور مختلف علاقوں میں ڈھونڈ رہے تھے۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے کتنے ہی جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے ائرپورٹ ریلوے اسٹیشن اور ہائی وے کی طرف چکر لگا رہے تھے۔ چند گھنٹوں میں کئی ہزار بچوں کو دیکھ چکے تھے لیکن ان میں عدنان کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اعلیٰ بی بی نے کہا ”مما! اسے کسی مکان کے اندر چھپا کر رکھا گیا ہے اب ہم لاکھوں مکانوں کے اندر جا کر اسے تلاش نہیں کرسکتے۔“

کبریا نے کہا ”مما! انا میریا عدنان کے اندر پہنچ سکتی ہے۔ اس سے بات کرسکتی ہے۔ ہمیں اس کے خیالات گڈمڈ دکھائی دے رہے ہیں لیکن وہ اس سے بات کرسکے گی اور معلوم کرسکے گی کہ وہ کہاں ہے؟“

سونیا نے پریشان ہوکر کہا ”تم یہ باتیں مجھ سے کیوں کر رہے ہو ابھی پورس کے پاس جاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ انا میریا کو عدنان کے پاس بھیجے۔ اس کے بارے میں معلوم کرے۔“

کبریا نے پورس کو مخاطب کرتے ہوئے یہی بات کہی۔ پورس نے کہا ”انا میریا عدنان کے اندر کئی بار جاچکی ہے مگر اس کے خیالات گڈمڈ ہیں وہ اس بار انا میریا کی سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہیں کر رہا ہے۔ نہ کچھ سن رہا ہے نہ جواب دے رہا ہے۔“

”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آج تک انا میریا اس کے دماغ میں جا کر اس سے بات کرتی رہی۔ ہم سب ناکام ہوتے رہے لیکن وہ کبھی ناکام نہیں ہوئی۔ عدنان صرف اسی کی سوچ کو قبول کرتا ہے پھر آج کیوں انکار کر رہا ہے؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ کیوں ایسا کر رہا ہے؟ وہ ناکام ہو رہی ہے۔ خود اس بات سے پریشان ہو رہی ہے۔ رو رہی ہے کہ اس کا کوئی سراغ نہیں مل رہا ہے۔“

کبریا نے واپس آ کر سونیا سے کہا ”مما! انا میریا بھی اس کے دماغ میں جا کر ناکام ہو رہی ہے اس کا بیان ہے کہ وہ عدنان کے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں کرسکتی۔ کیونکہ نہ وہ اس کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہے نہ جواب دے رہا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ سچ بول رہی ہے۔“

سونیا سوچ میں پڑ گئی پھر بولی ”پورس سے کہو کہ وہ انا میریا کے ساتھ کاٹیج میں واپس آئے۔ میں بھی وہاں پہنچ رہی ہوں۔“

کبریا نے سونیا کا پیغام پورس تک پہنچا دیا۔ اس نے کہا ”میں ابھی انا میریا کے ساتھ کاٹیج کی طرف واپس جا رہا ہوں۔“

اس خیال خوانی کے دوران انابیلا بھی کبریا کے ساتھ ساتھ تھی اور تمام حالات سے واقف ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کہا ”مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ انا میریا جھوٹ بول رہی ہے اور عدنان کو اس کی دادی سے کہیں دور لے گئی ہے۔ اسی نے اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔“

کبریا نے کہا ”سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کرے گی؟“

”یہی بات سمجھنے کی ہے۔ کیا تم اپنے بھائی پورس سے کچھ معلوم نہیں کرسکتے؟“

”میرا بھائی پورس اتنا ہی بتا سکے گا۔ جتنا انا میریا نے اسے بتایا ہے۔ اگر اس نے پورس سے جھوٹ کہا ہے تو پھر وہ جھوٹ کو ہی سچ سمجھتا رہے گا۔“

”مشکل یہ ہے کہ ہم انا میریا کے خیالات نہیں پڑھ سکتے اس کا ذہن تو پتا نہیں کیسا ہے۔ ہماری سوچ کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی ہیں۔ کچھ پڑھ نہیں پاتیں۔“

”یہ عورت بہت پراسرار ہے۔ بڑے ہی پراسرار انداز میں ہماری فیملی کے اندر آئی ہے۔ عدنان کے حوالے سے ہم نے اسے قبول کیا ہے۔ کبھی تو بالکل ایسا لگتا ہے کہ جیسے شیوانی زندہ ہوکر واپس آ گئی ہو اور کبھی یہ کہتی ہے کہ شیوانی اس کے اندر سما جاتی ہے اور وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھ کر عدنان کے اندر پہنچتی ہے۔“

گویا اسے پشت سے شیوانی کی مدد حاصل ہوتی ہے ورنہ وہ شیوانی نہیں ہے۔ اس کی اپنی ایک الگ شخصیت ہے اور وہ انا میریا ہے۔“

انا میریا اور پورس واپس آ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سونیا بھی آ گئی۔ سیدھی ان کے کاٹیج میں پہنچ کر انا میریا سے بولی ”کیا تم عدنان کے دماغ میں پہنچ نہیں پا رہی ہو؟“

وہ بولی ”مما! آپ جانتی ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی نہیں جانتی شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے اندر پہنچتی ہوں لیکن اب پہنچ نہیں پا رہی ہوں۔“

”کیا آئینے میں شیوانی کا عکس نظر نہیں آ رہا ہے؟“

”اس کا عکس نظر آ رہا ہے۔ وہ دکھائی دے رہی ہے۔“

”اس کی آنکھیں کیا تمہیں اپنی طرف نہیں کھینچتی ہیں؟“

”کھینچتی ہیں۔ میں ان آنکھوں میں ڈوب جاتی ہوں۔“

”تو پھر ان آنکھوں میں ڈوبنے کے بعد ہمارے پوتے کے دماغ میں پہنچ کیوں نہیں پاتی ہو؟“

وہ جواب دینے سے ہچکچانے لگی۔ پورس کی طرف دیکھنے لگی۔ پورس نے کہا ”مما! شیوانی اس سے تعاون نہیں کر رہی ہے۔“

”کیوں نہیں کر رہی ہے؟ اس نے پہلے کبھی ہم سے مخالفت نہیں کی۔ اسے کبھی ہم سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ اب کیا بات ہے؟“

''وہ کہتی ہے کہ عدنان باباصاحب کے ادارے میں نہیں جائے گا۔''

''کیوں نہیں جائے گا؟ اسے کیا اعتراض ہے؟''

''وہ کہتی ہے جب تک وہ میری شریک حیات بن کر رہی اس وقت اس کی پزیرائی نہیں کی گئی۔ اسے کبھی باباصاحب کے ادارے میں نہیں بلایا گیا۔''

سونیا نے کہا ''تم سب اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیتی تو اسے ضرور بلایا جاتا۔''

انا میریا نے کہا ''مما! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ جو آپ کا مذہب قبول نہ کرے۔ اسے باباصاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔''

سونیا نے کہا ''اس دنیا میں کتنے ہی مذاہب ایسے ہیں جو اپنی عبادت گاہوں میں دوسرے مذہب کے لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ یہ اپنے اپنے مذہب کے طور طریقے ہوتے ہیں۔

''تم یہودی ہو۔ تمہارے عبادت خانے میں کوئی مسلم جانا چاہے تو اسے داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اگر اجازت دیں گے تو اس پر کڑی نظر رکھیں گے۔ اس کے خلاف تحقیقات کی جائیں گی کہ وہ کیوں آیا ہے؟

''باباصاحب کے ادارے میں اس لیے ممانعت ہے کہ غیر مذہب کا کوئی آدمی آئے گا تو خوامخواہ اس پر شبہ کیا جائے گا۔ اس کے خلاف جاسوسی کی جائے گی۔ یہ دردسری لینا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے ناپسندیدہ عناصر کو باہر ہی روک دیا جاتا ہے۔''

انا میریا نے کہا ''پھر تو میں بھی ناپسندیدہ ہوں؟''

سونیا نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ بولی ''مجھے بھی کبھی باباصاحب کے ادارے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ میں یہودی ہوں۔''

سونیا نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا ''چونکہ تمہیں وہاں جانے نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے تم بھی یہ نہیں چاہتیں کہ عدنان وہاں جائے اور تعلیم وتربیت حاصل کرے؟''

انا میریا نے جواب نہیں دیا۔ سر جھکالیا۔ سونیا نے پوچھا۔ ''خاموش کیوں ہو جواب دو؟''

وہ جھجکتے ہوئے بولی ''دیکھیں یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ سوالات نہ کریں۔''

''تمہارا کوئی بھی معاملہ ذاتی ہوسکتا ہے لیکن جب میرے پوتے کا معاملہ آئے گا تو وہ ذاتی نہیں ہوگا۔ وہ ہم سب کا مشترکہ ہوگا۔''

وہ ایک کرسی پر بیٹھ کر بولی ''عدنان میرا پوتا ہے۔ فرہاد علی تیمور کے بیٹے پارس اور پورس ہیں۔ پورس کا بیٹا عدنان ہے۔ فرہاد کی نسل آگے بڑھتی جارہی ہے اور اس نسل کا تعلق دادی دادا سے پہلے ہوگا۔ اس کے بعد پھر کسی سے ہوگا۔''

انا میریا نے کہا ''سب سے پہلا حق پیدا کرنے والی ماں کا ہوتا ہے۔''

''پیدا کرنے والی شوہر کی اور شوہر کے باپ کی نسل پیدا کرتی ہے۔ اگر اس نسل کے بارے میں کوئی غلط فیصلہ کرے تو مذہبی نقطہ نظر سے اور قانونی طور پر وہ فیصلہ قابل قبول نہیں ہوتا۔ تم چاہو گی کہ تم یہودی ہو تو تمہارا بیٹا یہودی ہوجائے تو یہ ممکن نہیں ہے؟ جو باپ ہوگا وہی بیٹا ہوگا جو بیٹا ہوگا وہی پوتا ہوگا۔''

وہ اسی طرح سر جھکائے ہوئے بولی ''ٹھیک ہے جو مرد ہوتا ہے۔ اسی کے نام سے دین ہوتا ہے۔ اسی کے نام سے دنیا ہوتی ہے۔ آئندہ نسلیں مرد کے حوالے سے چلتی ہیں۔ عورت کے حوالے سے نہیں۔ لہٰذا میں کچھ نہیں بولوں گی۔ چپ رہوں گی۔''

''تمہیں جو کرنا ہے وہ چپ چاپ کررہی ہو۔ اس لیے خاموش رہو گی۔ اب یہ یقین ہوگیا ہے کہ عدنان کو تم نے پھر کہیں بھٹکا دیا ہے۔''

''آپ مجھے غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ کے بیٹے پورس کے ساتھ تھی۔ ہر لمحہ ساتھ تھی۔ کبھی اس سے دور ہوکر عدنان کے پاس نہیں گئی۔ کہیں جاکر اس بچے کو چھپا کر نہیں آئی ہوں۔''

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بظاہر پورس کے ساتھ ساتھ رہی ہو اور در پردہ عدنان کے دماغ میں جاکر اسے دوسری جگہ بھٹکا دیا ہے۔ اسے کہیں محفوظ جگہ پہنچادیا ہے تاکہ بعد میں اس سے مل سکو۔''

''آپ خوامخواہ مجھ پر شبہ کررہی ہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔ شیوانی اسے کہیں لے گئی ہے۔ آپ یقین کریں وہ مجھے بھی کچھ نہیں بتارہی ہے۔''

''کیا تم شیوانی کی آنکھوں میں ڈوب کر عدنان کے دماغ میں نہیں گئی تھیں؟''

''بے شک گئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تھا۔ بار بار اسے پکارتی رہی تھی لیکن وہ میری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے اور یہ تو آپ کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے بھی بتائیں گے کہ اس کے اندر رہ کر کچھ معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے خیالات گڈمڈ ہورہے ہیں۔''

سونیا اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر بولی ''شیوانی نے اپنی زندگی میں ہم سے کبھی شکایت نہیں کی۔'' اس نے ہانگ کانگ میں پورس سے شادی کی تھی پھر ہانگ کانگ سے لندن تک اس کے ساتھ زندگی گزارتی رہی تھی۔ آخری وقت وہ اٹلی آئی تھی۔ وہیں زچگی کے دوران وفات پا گئی تھی۔

پورس نے تائید میں سر ہلا کر کہا ''ہاں۔ اس نے مجھ سے بھی اپنی زندگی میں کوئی شکایت نہیں کی کہ اسے بابا صاحب کے ادارے میں کیوں نہیں لے جایا جا رہا ہے؟ کبھی اس نے یہ خواہش ظاہر نہیں کی۔''

انا میریا نے کہا ''میں تمہیں پوری روداد بتا چکی ہوں کہ میں بھی غفلت کے دوران میں یہی سب کچھ دیکھتی رہی کہ میری شادی تم سے ہوئی میں تمہارے بچے کی ماں بنی پھر اٹلی پہنچی وہاں میں نے عدنان کو جنم دیا۔ میں نے بھی تم سے کبھی شکایت نہیں کی کہ مجھے بابا صاحب کے ادارے میں کیوں نہیں لے جاتے؟ لیکن اب شیوانی شکایت کر رہی ہے تو میں کیا کروں؟''

پورس نے کہا ''اس سے کہو مجھ سے بات کرے۔ مجھ سے شکایتیں کرے۔ میں اسے مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔''

سونیا بار بار انا میریا کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پوچھا ''ایک بات بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟ کیا عدنان کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو؟ سچ سچ بتاؤ؟''

وہ بولی ''آپ عورت ہیں۔ اپنے دل سے پوچھیں۔ کسی بھی عورت کے دل سے پوچھیں۔ کیا وہ اپنے بچے کو اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہے گی؟''

''تمہاری باتوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عدنان کا بابا صاحب کے ادارے میں جانا تمہیں منظور نہیں ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو؟''

انا میریا نے نظریں جھکا لیں۔ پورس نے کہا ''تم شیوانی کے ذریعے عدنان کے اندر جاتی ہو اور آج بھی گئی تھیں تو تمہیں ناکامی ہوئی ہے۔ تم عدنان کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ اسے واپس نہیں لا سکتیں؟''

''ہاں یہ میری مجبوری ہے۔''

''مجبوری ہے یا فریب ہے۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ تم عدنان کے دماغ میں جا کر ناکام رہی ہو اور وہ تمہاری سوچ کی لہروں کو نہیں سن رہا ہے؟''

''میں تمہاری ہونے والی شریکِ حیات ہوں۔ تمہیں مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔''

سونیا نے کہا ''جھوٹ سچ کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس موضوع پر بحث نہ کی جائے۔ میں چاہوں تو انا میریا کو عبرت ناک سزا دے سکتی ہوں۔ اس نے میرے پوتے کو مجھ سے دور کیا ہے لیکن میں صبر کر رہی ہوں۔ یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ ممتا کے جذبے سے ایسا کر رہی ہے۔ میرے پوتے کو ماں کی محبت دے رہی ہے۔ ابھی وہ جہاں بھی ہے اس کے یا شیوانی کے سائے میں ہوگا۔ اس لیے میں اطمینان سے ہوں۔ ابھی اس کے خلاف کچھ نہیں کہوں گی۔''

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے کے انداز میں ذرا دور گئی پھر پلٹ کر بولی ''پورس! اسے یہاں سے لے جاؤ۔ یہ ہماری فیملی میں اس وقت تک واپس نہیں آئے گی۔ جب تک کہ میرے پوتے کو ساتھ نہیں لائے گی۔ کیا تم اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہو گے۔''

پورس نے کہا ''مما! آپ دیکھ رہی ہیں کہ یہ شیوانی کی ہم شکل ہے اور یہ میرے بیٹے کو بھرپور ممتا دے رہی ہے۔ اسی لیے میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔''

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا ''پتا نہیں تم لوگوں کو یہودی لڑکیاں کیوں پسند آتی ہیں؟ پہلے پارس نے الپا سے شادی کی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا۔ کبھی ان میں محبت ہوتی رہی۔ کبھی نفرتیں پیدا ہوتی رہیں۔ وہ یہودی تھی یہودی رہی۔ اس نے ہمیں طرح طرح سے نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں۔

''بہر حال اب اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ وہ راہِ راست پر آ گئی ہے۔ ویسے وہ آج بھی یہودی ہے لیکن ہماری دشمن نہیں ہے۔ ہمیں دل و جان سے چاہنے لگی ہے۔ ہماری بیٹی بنی ہوئی ہے۔ ہم بھی اس کی سرپرستی کر رہے ہیں اور اسے عزت دے رہے ہیں۔''

پورس نے کہا ''مما! آپ اطمینان رکھیں۔ انا میریا بھی آپ کے سامنے جھکے گی۔ ہماری محبت کو تسلیم کرے گی۔ یہ اپنا مذہب تبدیل کرے یا نہ کرے لیکن ہمارے عدنان کو ہماری مرضی کے مطابق پرورش پانے دے گی۔''

''الپا کو راہِ راست پر آنے میں برسوں لگ گئے۔ پتا نہیں یہ کتنے برس لگائے گی؟ ادھر وہ کبریا بھی کچھ ایسی ہی حماقت کر رہا ہے۔ انابیلا بھی یہودی ہے۔ مجھے تو یہی کہنا چاہیے کہ میری قسمت خراب ہے۔ میرے سارے بیٹے یہودی لڑکیوں کی طرف مائل ہیں۔ میں اور کیا کہہ سکتی

ہوں۔''

انابیلا کبریا کے شانے پر سر رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ فوراً ہی ...انی طور پر حاضر ہو کر ذرا دور ہٹ گئی۔ کبریا کو تکنے لگی۔ کبریا ...نے اسے دیکھ کر پوچھا ''کیا ہوا؟''

وہ بولی ''تمہاری مما درست کہہ رہی ہیں۔ میں بھی تو ...یہودی ہوں۔ کیا میرے ساتھ بھی ایسے ہی مسائل پیدا ہوں ...گے؟''

کبریا اس کا منہ تکنے لگا۔ جب کوئی جواب نہیں بن پاتا تو ...جانے والا ایسے ہی منہ تکنے لگتا ہے۔

☆☆☆

مجھے پورا یقین تھا کہ چنڈال میرے حصار میں آ گیا ہے ...بچ کر نہیں جائے گا۔ بچنا چاہے گا تو میں اسے زخمی کر کے ...اس کے دماغ کے اندر پہنچ جاؤں گا۔

ایسے وقت میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ آتما ...شکتی جانتا ہے۔ اگرچہ میں اس کی ایسی غیر معمولی صلاحیتوں ...سے واقف تھا لیکن اس وقت بھول گیا تھا۔

جب اس نے اپنی موت کو قریب سے دیکھا تھا۔ تب ...سے ہی وہ منتر پڑھنے لگا تھا اور میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے بچاؤ ...کے سلسلے میں کوئی منتر پڑھ رہا ہے۔ اس وقت بھی مجھے یاد نہیں ...آیا کہ وہ آتما شکتی کے ذریعے اپنی آتما کو دوسرے جسم میں پہنچا ...کر پھر سے نئی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

اگر اس وقت مجھے یاد آ جاتا تو میں اسے کبھی نہیں مارتا اور ...نہ ہی مرنے دیتا۔ اسے زندہ گرفتار کرتا۔ مہادیو بھاٹیا یعنی ٹونی ...جے کو بھی اس کے دماغ سے بھگاتا رہتا۔

اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کو منتر پڑھنے کا موقع نہ ...دیتا۔ اس طرح وہ زندہ میرے قابو میں رہتا۔

اب مجھے مان لینا چاہیے کہ میں اس حد تک بوڑھا ہو گیا ...ہوں کہ میری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ اسی کمزوری کے ...باعث اتنا اچھا موقع میں نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔

اپنے اپنے مقدر کی بات ہوتی ہے۔ اس کے مقدر میں ...حیاتی لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ بچ نکلا۔

اب پتا نہیں وہ کہاں گیا ہوگا؟ کس کے جسم میں داخل ہو ...کر ایک نئی زندگی حاصل کر چکا ہوگا؟ یہ بات صرف اس کا راز ...دار ساتھی مہادیو بھاٹیا عرف ٹونی جے ہی جانتا ہوگا۔ چنڈال ...نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ کوئی ٹونی جے کی اصلیت معلوم ...نہ کر سکے۔

لیکن میں نے ایک یوگا جاننے والے افسر کے خیالات ...پڑھ کر بہت کچھ معلوم کیا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ انڈیا میں آنے کے بعد کہاں ہے؟ اور کس حیثیت سے یہاں کی سوسائٹی میں رہ رہا ہے؟

میں دوسرے معاملات میں بھی مصروف رہتا تھا اور ہمارے یوگا جاننے والے بھی سونیا کے ساتھ مصروف تھے۔ اس لیے میں انہیں ٹونی جے کی تلاش میں نہیں لگا سکتا تھا اور تلاش کرنا بھی ضروری تھا۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ہندوستانی بن کر چھپتا رہے۔ یہ جاننا ضروری تھا کہ چنڈال آرمی والوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد وہاں ٹونی جے کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟

اب تو دو ہی طرح سے ان کا سراغ مل سکتا تھا۔ ایک تو یہ کہ چنڈال نئے جسم میں پہنچنے کے بعد کبھی کوئی غلطی کرے تو ظاہر ہو جائے یا ٹونی جے کسی طرح نظروں میں آ جائے تو اس کے ذریعے چنڈال کا سراغ مل جائے۔

وہ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ تھے۔ جیسے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نظر میں آتا تو دوسرا بھی چھپ نہیں پاتا۔

ہاں...... ایک تیسرا راستہ بھی تھا کہ میں امریکی اکابرین سے رابطہ کروں۔ ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی بتاؤں کہ ان کا ایک ساتھی اغوا کیا گیا ہے اور اس طرح کہ اب اس کی اصلیت باقی نہیں رہی۔ اس کا نام شخصیت اور مذہب سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ ہندوستانی بن کر انڈیا میں ہے۔

اب یہی مناسب تھا کہ امریکی کے پیچھے دوسرے امریکیوں کو لگا دیا جائے۔ وہی اپنی ذات برادری والے سے نمٹ لیں گے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ایک امریکن آرمی کے اعلیٰ افسر کے پاس پہنچ کر کہا ''ہیلو؟''

وہ اپنے اندر سوچ کی لہروں کو سنتے ہی چونک گیا پھر خلا میں تکتے ہوئے بولا ''کون ہو تم......؟''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کون ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو کہ ٹیلی پیتھی جانتا ہوں۔ اس لیے تم سے ملاقات کا وقت مقرر کیے بغیر چلا آیا ہوں۔''

''تمہارے آنے کا کوئی مقصد ہوگا؟''

''بے شک کسی مقصد سے ہی آیا ہوں۔ تم لوگوں کو ایک بہت بڑے نقصان سے بچا کر فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''تمہارے اس دوستانہ انداز میں سچائی ہے تو پھر مجھے بڑی خوشی ہوگی۔''

''میں ابھی ثابت کر دوں گا کہ کس طرح فائدہ پہنچانے والا ہوں؟''

''جب اتنے اچھے دوست بن رہے ہو تو اپنا نام بھی بتادو۔''

''رفتہ رفتہ سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں ابھی ایک سوال کرنا ہوں۔ تمہارے تمام امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں ایک کا نام ٹونی جے ہے۔ وہ آج کل کہاں ہے؟''

''تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''اس لیے کہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔''

وہ افسر سوچ میں پڑ گیا پھر بولا ''ٹونی جے پچھلے تین ہفتوں سے خاموش ہے۔ ہم میں سے کسی سے رابطہ نہیں کررہا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہفتوں اور مہینوں گم رہتے ہیں اس کے بعد پھر رابطہ کرتے ہیں۔ ہمیں اس کا انتظار ہے کہ وہ پھر ہمارے دماغ میں آکر ہمیں مخاطب کرے گا۔''

''ایسا اب کبھی نہیں ہوگا۔ وہ کبھی تم لوگوں کے دماغ میں نہیں آئے گا۔ تمہیں یقین نہیں آرہا۔ ہے تو اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہو کہ وہ اسے تلاش کریں۔ دیکھیں وہ کہاں ہے؟''

''میں کہتا ہوں کہ اس وقت میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کررہا ہے؟''

''دیکھو میری بات کا برا نہ ماننا۔ کہیں تم نے تو اسے اغوا نہیں کیا ہے؟''

''میں اگر ایسا کرتا تو ٹونی کو اپنا معمول اور تابعدار بنانے کے بعد تم لوگوں کو چیلنج کرتا۔ اس کی مخبری کرنے یہاں نہ آتا۔''

''سوری...... میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میری بات کا برا نہ ماننا۔ میں اطمینان کرلینا چاہتا ہوں کیا تم مجھے تھوڑا وقت دو گے؟ میں اس سلسلے میں دوسرے اکابرین اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے رابطہ کرکے باتیں کروں گا۔''

''بے شک۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔''

میں وہاں سے چلا آیا۔ سیٹھ ہریش چندر ناگ پور کا ایک کروڑپتی بزنس مین تھا۔ چالیس برس کا جوان مرد تھا۔ ایسی جوانی میں اس کے دن پورے ہوگئے تھے۔ تقدیر میں جو لکھا تھا۔ اس کے مطابق اسے مرجانا چاہیے تھا اور وہ مرگیا تھا۔

ایسے ہی وقت چنڈال جوگیا اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ سیٹھ ہریش چندر جو اپنی تقدیر کے لکھے کے مطابق مرگیا تھا۔ اب وہ پھر چنڈال کے مقدر سے زندہ ہوگیا۔

گھر والوں نے دور اور نزدیک کے رشتے داروں نے یہی سمجھا تھا کہ سیٹھ جی کا گیان ہو چکا ہے۔ ان کی سانس بھی اکھڑ چکی ہے، نبض تھم گئی۔ دل کی دھڑکن بھی خاموش ہوگئی۔ انہوں نے اپنے اطمینان کے لیے ڈاکٹر کو بلایا۔ اس نے معائنہ کیا۔ نبض تھام کر دیکھی تو وہ چلنے لگی۔ دل کی دھڑکنیں بولنے لگیں پھر جسے مردہ سمجھا جارہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

سب لوگ حیران بھی ہوئے۔ خوش بھی ہوئے۔ جو اس کی موت چاہتے تھے۔ انہیں مایوسی ہوئی جو اس کی زندگی چاہتے تھے وہ خوشی سے رو پڑے۔

اس کی دھرم پتنی خوشی کے مارے روتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ چنڈال نے دل ہی دل میں کہا ''یہ باسی مال کہاں سے آگیا؟ کیا اسے بھگتنا پڑے گا۔''

وہ جلدی سے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے بولا ''کیا کررہی ہو؟ اس طرح کیوں لپٹ رہی ہو؟ مجھے سانس تو لینے دو۔''

بیٹے اور بیٹیوں نے ماں کو پکڑ کر ذرا دور کیا۔ چنڈال اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں آیا تھا اور اب اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ معلومات حاصل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ کیونکہ چنڈال کے اور سیٹھ ہریش چندر کے دماغ مشترکہ ہوگئے تھے۔ فوراً ہی معلومات حاصل ہوسکتی تھیں۔

پھر بھی اس نے کہا ''میں تنہائی چاہتا ہوں۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ۔ کسی کی ضرورت ہوگی تو میں آواز دے کر بلالوں گا۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔''

وہ سب وہاں سے جانے لگے۔ اس کی دھرم پتنی نے کہا ''میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے قدموں میں لپٹ کررہوں۔ بھگوان نے میرے سہاگ کی رکھشا کی ہے۔ میں ابھی جاکر پوجا کروں گی اور غریبوں کو کھانا کھلاؤں گی۔''

وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔ چنڈال نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا۔ مہادیو بھاٹیا یعنی ٹونی جے کے اندر پہنچا۔ وہ اسے محسوس کرتے ہوئے بولا ''میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔ تم کہاں پہنچے ہوئے ہو؟ اپنا موجودہ نام و پتا بتاؤ؟''

''میں سیٹھ ہریش چندر کے جسم و دماغ میں ہوں۔ یہ ناگ پور کا ایک کروڑپتی بزنس مین ہے۔ تم میرے دماغ میں آؤ اور خیالات پڑھتے رہو پھر سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔ میں بھی کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

چنڈال کو جو نئی زندگی ملی تھی۔ وہ اس کے مطابق

انتظامات میں مصروف ہوگیا تھا اور ٹونی جے اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

میں ایک گھنٹے میں پھر اس امریکی آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ تمام امریکی اکابرین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے محسوس کرتے ہی بولا ''میں تمہارا ہی انتظار کررہا تھا۔ یہاں ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والے خیال خوانی کے ذریعے موجود ہیں۔''

میں نے کہا ''ان خیال خوانی کرنے والوں سے پوچھو۔ کیا انہیں ٹونی جے کے دماغ میں جگہ مل رہی ہے؟''

''نہیں۔ شاید اس کی آواز اور لب و لہجہ بدل گیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اسے اغوا کرلیا گیا ہے اور اس پر تنویمی عمل کرنے کے بعد کسی نے اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے۔''

ایک امریکی حاکم نے کہا ''تم ہمیں بہت بڑے نقصان سے آگاہ کرنے آئے ہو۔ ہم تمہارے شکرگزار ہیں۔ پلیز بتاؤ وہ کہاں ہے؟ اسے کس نے ٹریپ کیا ہے؟''

میں نے کہا ''یہ تو تم سب کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ انڈیا میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ جس کا نام چنڈال جوگیا ہے۔''

''ہاں اس کے بارے میں ہم کچھ جانتے ہیں اور بہت کچھ جاننے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہمارے جاسوس اس کا سراغ لگانا چاہتے ہیں لیکن پتا نہیں انڈین اکابرین نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟''

ایک اور حاکم نے کہا ''اگر تم چنڈال جوگیا کے بارے میں بھی جانتے ہو تو ہم اس کے بارے میں تم سے بہت کچھ پوچھنا چاہیں گے لیکن پہلے اپنے پیارے ٹیلی پیتھی جاننے والے ٹونی جے کے بارے میں تشویش ہے۔ اس کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

''چنڈال نے تمہارے اس ٹونی جے کو اغوا کیا ہے۔ اسے اپنا معمول اور تابعدار اس طرح بنایا ہے کہ وہ اس کے دماغ کو پوری طرح واش کرچکا ہے۔ وہ اپنا ماضی بھول چکا ہے۔ اسے یاد نہیں ہے کہ وہ ایک امریکی باشندہ ہے اب وہ خود کو ہندوستانی سمجھ رہا ہے۔''

''اس کے ہندوستانی سمجھ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا وہ ہندی بول سکے گا۔ کیا وہ ہندی کلچر کو جانتا ہے؟''

''ٹیلی پیتھی کے ذریعے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ چنڈال تنویمی عمل کے ذریعے اس کے ذہن میں ہندی زبان اور ہندی کلچر نقش کرچکا ہے۔ وہ سر سے پاؤں تک دل سے

دماغ تک مکمل ہندوستانی بن چکا ہے اور اس کا موجودہ نام مہا دیو بھاٹیا ہے۔ یعنی ہندوستان میں اب ایک نہیں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔"

تمام امریکی اکابرین پریشان ہو کر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ بولنے لگے پھر ایک نے کہا "یہ ہندوستانی حکمران آستین کا سانپ ہیں۔ ہماری آستین میں رہتے ہیں۔ ہم سے وفاداری کی قسمیں کھاتے ہیں۔ ہماری دوستی کے گن گاتے ہیں اور درپردہ دشمنی کرتے جا رہے ہیں۔"

ایک امریکی اعلیٰ افسر نے کہا "اب سے پہلے بھی چنڈال جوگیا نے ہمارے اہم راز چرائے تھے۔ ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ اب یہ دوسری بار اس نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے پاس صرف چار ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے رہ گئے تھے۔

ان میں سے ایک کو انہوں نے اغوا کرایا ہے اور اسے اپنا غلام بنالیا ہے۔"

ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا نام ماؤز ہنٹر تھا۔ اس نے کہا "میں دن رات خیال خوانی کے ذریعے ہندوستانی اکابرین کے دماغوں کے اندر آتا جاتا رہتا ہوں۔ ان کے آرمی افسران کے بھی خیالات پڑھتا ہوں۔ پتا چلا ہے کہ چھ یوگا جاننے والے آرمی افسران نے چنڈال کو قیدی بنا کر رکھا ہے۔"

میں نے کہا "تمہاری معلومات پرانی ہو چکی ہیں۔ اب چنڈال ان کا قیدی نہیں ہے۔ اس نے ان چھ یوگا جاننے والے افسران کو ہلاک کر دیا ہے اور رہائی حاصل کر لی ہے۔"

میں انہیں بتانے لگا کہ وہ کس طرح آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم بدل چکا ہے اور اب وہ کہاں ہے؟ کس روپ میں ہے؟ یہ میں بھی نہیں جانتا۔ میں اسے تلاش کر رہا ہوں لیکن تنہا اسے ڈھونڈ نہیں پاؤں گا اس لیے اس کے حالات تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اب تم لوگ جو مناسب سمجھو وہ کرو۔

ایک آرمی افسر نے کہا "ہمارے لیے اور کیا مناسب ہوگا۔ ہم تو انڈین اکابرین کی ایسی کی تیسی کر دیں گے۔ انہیں وارننگ دیں گے اور اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کا مطالبہ کریں گے۔"

میں نے کہا "کیا وہ تسلیم کر لیں گے کہ انہوں نے تمہارے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے؟ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اب وہ پہلے والا ٹونی جے نہیں رہا ہے۔ وہ خود تم لوگوں کے خلاف کہے گا کہ نہ تو اس کا نام ٹونی جے ہے اور نہ ہی وہ امریکن ہے۔ وہ ایک ہندوستانی ٹیلی پیتھی جاننے والا مہا دیو بھاٹیا ہے پھر تم کیسے یہ ثابت کرو گے کہ انہیں مجرم الزام دے رہے ہو؟"

ایک حاکم نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک۔ ہم الزام نہیں دے سکیں گے۔ انہوں نے جس طرح چھپ کر ہم پر وار کیا ہے۔ ہمیں نقصان پہنچایا ہے۔ ہم بھی چھپ کر انہیں نقصان پہنچائیں گے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر نے کہا "میں دن رات خیال خوانی کے ذریعے ہندوستان میں رہ کر بہت کچھ کر رہا ہوں۔ میں نے وہاں کی ایک حسین دوشیزہ کو اپنی معمولہ اور تابعدار بنایا ہے۔ میں اس کے دماغ میں یہ نقش کر رہا ہوں کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اب وہ ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرنے والی ہے۔ یہ اعلان کرنے والی ہے کہ ہندوستان میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔"

میں نے تائید میں کہا "بے شک یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے چنڈال جب ایک نئی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے بارے میں سنے گا تو چونک جائے گا۔ اس کے پیچھے پڑ جائے گا۔ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

پھر میں نے اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماؤز ہنٹر سے کہا "اگر تم میرا تعاون چاہتے ہو تو اپنی اس معمولہ کا نام بتاؤ؟ میں ہندوستان میں تمہارے بہت کام آؤں گا۔"

اس نے کہا "اس حسینہ کا نام انجلی ہے اور وہ دہلی میں رہتی ہے۔"

میں نے کہا "اتفاق سے میں بھی دہلی میں رہتا ہوں۔"

ماؤز ہنٹر نے کہا "مسٹر! میں نے اپنا نام بتا دیا۔ اپنی معمولہ اور تابعدار کا نام بھی بتا دیا۔ اب تمہیں اپنا نام بتانا چاہیے۔ اگر واقعی ہم سے تعاون کرنا چاہتے ہو اور انجلی کا پتا معلوم کرنا چاہتے ہو تو پلیز خود کو نہ چھپاؤ۔"

میں نے کہا "میں خود کو نہیں چھپاؤں گا مگر اس سے پہلے یہ کہہ دوں کہ دوست کبھی دشمن بن جاتے ہیں اور دشمن کبھی دوست بن جاتے ہیں۔ میں تم لوگوں کا دشمن فرہاد علی تیمور ہوں لیکن ان حالات میں دوست بن کر کام آ سکتا ہوں۔ منظور ہے تو میرا تعاون حاصل کرو۔ ورنہ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر ایک اعلیٰ حاکم نے کہا "مسٹر فرہاد! تمہارے تعاون کا شکریہ۔ تم نے بڑی اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ آئندہ بھی تم سے تعاون کی توقع ہے۔ ہم ابھی فیصلہ کریں گے کہ آئندہ بھی تم سے تعاون حاصل کیا جائے۔ تم سے دوستی کی جائے یا نہیں" "پلیز ہماری بات کا برا نہ ماننا ہمیں فیصلہ کرنے کا وقت دو۔"

"جتنا وقت چاہو لے سکتے ہو۔ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو ایک ماہ بعد ایک برس بعد جب بھی دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں دوستی کروں گا۔ دشمنی کرنا چاہو گے تو دشمنی کے بہت سے تماشے دیکھ چکے ہو۔ اوکے پھر کبھی رابطہ کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ میں ان کے تعاون کا محتاج نہیں تھا۔ مجھے جو معلومات فراہم کرنی تھیں۔ وہ کر چکا تھا تا کہ وہ چنڈال کے خلاف مضبوط محاذ بنا لیں۔

ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ماؤز ہنٹر بڑی مستعدی سے کام کر رہا تھا اور چنڈال تک پہنچنے کے لیے اچھا طریقہ کار اختیار کر رہا تھا۔ ایک ہندوستانی لڑکی کو ٹیلی پیتھی جاننے والی کی حیثیت سے پیش کرنے والا تھا۔

اس حسینہ کا نام انجلی تھا اور وہ دہلی میں رہتی تھی۔ میرے ذہن میں اسی وقت یہ تدبیر آ گئی کہ مجھے کس طرح انجلی تک پہنچنا چاہیے؟ بس میں ایک بار اس کی آواز سن لینا چاہتا تھا۔

ادھر چنڈال جوگیا نئی زندگی شروع کر رہا تھا۔ وہ اور ٹونی جے میرے سلسلے میں پریشان تھے۔ انہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میں کون ہوں؟

چنڈال نے کہا "بھاٹیا! یہاں دو ہی ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں جو مجھ سے دشمنی کر سکتے ہیں۔ ایک تو فرمان ہے اور دوسرا فرہاد علی تیمور۔ فرمان اتنا تیز طرار نہیں ہے جتنا کہ فرہاد ہے۔

وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا جتنی تیزی اور چالاکی سے آرمی افسران کے اس خفیہ اڈے تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اس نے مجھے ہلاک کیا تھا۔ اپنی دانست میں مجھے مار ڈالا ہے۔ تو یہ کام فرہاد کا ہی ہو سکتا ہے۔"

ٹونی جے نے پوچھا "تمہیں پہلی بار کب پتا چلا کہ ایک اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارا سراغ لگا رہا ہے؟"

وہ میرے بیٹے ہنس راج کے دماغ میں آیا تھا۔ میں اپنے بیٹے کو شراب پینے سے منع کرتا تھا لیکن اس رات اس نے ایک حسین عورت کے ساتھ شراب پی تھی۔ ایسے ہی وقت وہ میرے بیٹے کے دماغ میں آ گیا تھا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا کر تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ گیا تھا۔ میں اس کی تنویمی نیند پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس لیے مجھے پتا چل گیا تھا کہ کوئی میرے بیٹے کو ٹریپ کرنے کے بعد مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔"

''اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس حسین عورت کے اندر تھا۔ اس کے ذریعے تمہارے بیٹے تک پہنچا تھا۔''

''ہاں...... یہی بات ہے۔''

''اس عورت کا نام پتا بتاؤ؟''

''نام پتا پوچھ کر کیا کرو گے؟ وہ کسی کام نہیں آئے گی۔''

''ہوسکتا ہے تم سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ ایسی کوئی بات رہ گئی ہو جو تم اس عورت کے ذریعے معلوم نہ کرسکے؟ اور میں معلوم کرلوں۔''

چنڈال نے کہا ''اس کا نام بندیا تھا۔ میں نے اسے بھی مار ڈالا تھا پھر اس کی آتما کو ایک دوسری جوان لڑکی کے اندر پہنچا دیا تھا۔ اس جوان لڑکی کا نام تانی ہے۔ وہ بھکشن ہے۔ چونکہ بندیا تعلیم یافتہ ہے اور دولت مند ہے۔ اس لیے وہ اب بھکشن نہیں لگتی ہے۔ میں نے اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔ ہاں...... اتنا جانتا ہوں کہ اس نے پھر سے دولت حاصل کی ہے اور بڑے عیش و آرام سے زندگی گزار رہی ہے۔''

''ہمیں یہی سب کچھ معلوم کرنا چاہیے کہ اس نے بھکشن بننے کے بعد اپنی دولت و جائداد کیسے حاصل کی ہے؟ کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟ کون سا ذریعہ ایسا ہے جس نے اسے پھر سے دولت مند بنادیا ہے؟''

چنڈال نے قائل ہوکر کہا ''تم بہت دور کی سوچتے ہو۔ ٹھیک ہے میں تمہیں اس کے پاس پہنچاتا ہوں۔ تم معلومات حاصل کرو۔''

چنڈال نے اسے بندیا کے اندر پہنچا دیا۔ بندیا نے میرے تعاون سے تقریباً دو کروڑ روپے حاصل کیے تھے۔ اس رقم سے اس نے ایک چھوٹا سا بنگلا خرید لیا تھا اور وہاں بڑے آرام سے رہنے لگی تھی۔

ٹونی جے اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ اس کے مختصر سے اہم خیالات یہ تھے کہ بندیا اور اس کا باپ امیش بھاسکر اور بھائی یوگیش بھاسکر یہ سب شانتا بائی کو کسی طرح ہلاک کرکے اس کی دولت اور جائداد پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔

لیکن اس کے باپ نے جب بھی شانتا بائی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو وہ کسی نہ کسی طرح بچ گئی۔ جب شانتا بائی اپنی بیٹی کے ساتھ امریکا سے آئی تو تمام رشتے داروں نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔ سب نے مل کر ایک میز پر کھانا کھانا چاہا تھا۔ ایسے وقت امیش بھاسکر نے اس کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔

لیکن پتا نہیں کس طرح شانتا بائی کو پتا چل گیا۔ اس نے وہ کھانا نہیں کھایا۔ اس گھر کی پالتو بلی وہ کھانا کھا کر مرگئی۔

پھر بندیا نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر سازش کی شانتا بائی کے معتمد خاص دھرم ویر کو ٹریپ کرنا چاہا۔ وہ اسے شرمناک انداز میں ٹریپ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ذریعے شانتا کی دولت و جائداد پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔ اس نے ایک ہوٹل میں دھرم ویر کو بلایا تھا۔ وہاں خفیہ کیمرے نصب کیے گئے تھے۔ تاکہ شرمناک فلم اتاری جائے اور پھر اسے بلیک میل کیا جائے۔

لیکن اچانک ہی پانسا پلٹ گیا تھا۔ اس کیمرے سے دھرم ویر کی شرمناک تصاویر اتاری جانے والی تھیں۔ اس کے برعکس ایک ویٹر کے ساتھ بندیا کی شرمناک تصاویر اتر گئیں۔

ایک اجنبی اسے اور اس کے باپ کو ان تصاویر کے ذریعے بلیک میل کرنے لگا پھر کچھ روز بعد شانتا کی بیٹی نیہا (اعلیٰ بی بی) کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ نیہا کی بھی شرمناک تصاویر اتارنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن وہاں بھی بازی پلٹ گئی۔

جس نے اسے بدنام کرنا چاہا اسی کی شرمناک فلم تیار ہوگئی۔ کیسے تیار ہوئی؟ یہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

ٹونی جے نے اس حد تک خیالات پڑھنے کے بعد چنڈال سے کہا ''تم نے بندیا کی روداد اچھی طرح نہیں پڑھی اور نہ ہی توجہ دی۔ ورنہ صاف ظاہر ہورہا ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا شانتا بائی کے خاندان میں کہیں چھپا ہوا ہے۔''

چنڈال نے بے یقینی سے پوچھا ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

''تم خود ہی شانتا بائی اور اس کی بیٹی نیہا کے حالات پر غور کرو ان پر جب بھی مصیبت آئی تو وہ حیرت انگیز طور پر اس مصیبت سے نجات مل کرتے رہے اور دشمنوں کو شکست دیتے رہے کیا وہ ماں بیٹی جادو جانتی ہیں؟ کہ انہیں کھانے میں زہر دیا جائے تو خبر ہوجاتی ہے۔ بیٹی کو اغوا کیا جائے اس کی شرمناک فلم بنانے کی پلاننگ کی جائے تو وہ پلاننگ الٹی ہوجاتی ہے اور فلم تیار کرنے والا خود ہی شرمناک فلم کا ایک کردار بن جاتا ہے اور پھر بے موت مارا جاتا ہے؟''

چنڈال اس کی باتیں سن رہا تھا اور سر جھکائے غور کررہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''شانتا بائی کی دولت و جائداد حاصل کرنے کے لیے معتمد خاص دھرم ویر کو ٹریپ کرنے کی کوشش کی۔ بندیا اسے بلیک میل کرنا چاہتی تھی۔ اس کے برعکس وہ خود بلیک میل ہونے لگی۔ اس کی بھی شرمناک ویڈیو فلم تیار ہوگئی۔ کیا یہ سب

جادو ہے یا پھر ٹیلی پیتھی کے ذریعے ایسا ہوتا رہا ہے؟

چنڈال نے کہا ''وہ یوگا جاننے والے افسران مجھے تینوں وقت اچھا کھلاتے پلاتے رہے لیکن ذہنی کرب میں مبتلا رکھتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں دوسری طرف دھیان نہ دے سکا۔ میں نے سرسری طور پر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا پتا معلوم نہ ہوسکا۔''

ٹونی جے نے کہا ''ہمیں دھرم ویر کے خیالات کو اچھی طرح پڑھنا چاہیے۔ مجھے اس پر شبہ ہے۔''

چنڈال نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''میں اس کے خیالات کو اچھی طرح پڑھ چکا ہوں۔ وہ ایک پکا بزنس مین ہے۔ نہ ٹیلی پیتھی جانتا ہے نہ جادو ٹونے پر یقین رکھتا ہے۔ میں تمہیں اس کے دماغ میں پہنچاتا ہوں۔ تم اپنی تسلی کے لیے اس کے خیالات پڑھتے رہو۔''

میں اپنی بیٹی عالی سے باتیں کررہا تھا۔ ہم ڈرائنگ روم میں تھے۔ عدنان کے مسئلے پر گفتگو کررہے تھے۔ سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ انا میریا درپردہ سونیا کی مخالفت کرنے لگی تھی۔ اسے عدنان کا بابا صاحب کے ادارے میں جانا منظور نہیں تھا۔ سب سے تکلیف دہ بات یہ تھی کہ مذہبی بحث چھڑ گئی تھی۔ شیوانی خود کو ہندو اور انا میریا خود کو یہودی کی حیثیت سے منوانا چاہتی تھی اور یوں منوانے کے لیے عدنان کو مہرہ بنایا جارہا تھا۔

عالی سے بات کرتے کرتے اچانک میرا ذہن تبدیل ہوگیا۔ جناب تبریزی صاحب نے میرے اور سونیا کے دماغ پر ایسا روحانی عمل کیا تھا کہ جب بھی کوئی پرائی سوچ کی لہر ہمارے دماغ میں آتی تھی تو اچانک ہی ہم اندر سے تبدیل ہوجاتے تھے۔ اس وقت جو ہماری حیثیت ہوتی تھی۔ ہماری شخصیت ہوتی تھی۔ اسی کے مطابق ہم بولنے لگتے تھے اور ہمارا ذہن اسی شخصیت کے حوالے سے سوچنے لگتا تھا۔

اس وقت بھی میرا ذہن دھرم ویر کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ میرے سامنے عالی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اسے شانتا بائی کی بیٹی نیہا کہنے لگا۔ وہ بھی سمجھ گئی کہ میں نے موضوع کیوں بدل دیا ہے اور اسے نیہا کیوں کہہ رہا ہوں۔

اس وقت ہم نہیں جانتے تھے کہ ہمارے دماغ میں کون آیا ہوا ہے؟ عالی بھی اس بات کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کے دماغ میں بھی کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کے لیے آئے گا۔ اس لیے ذہنی طور پر مستعد ہوگئی تھی۔

ہم پہلے عدنان اور انا میریا کے سلسلے میں باتیں کررہے تھے۔ اب اچانک ہی عالی نے کہا ''انکل! جب سے میری ممی شادی کرکے اس خاندان میں آئی ہیں تب سے دشمن ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ہم بے انتہا دولت مند ہیں۔ یہی ہماری بدنصیبی ہے۔ اسی وجہ سے ہم پر جان لیوا حملے کیے جاتے ہیں۔''

میں نے کہا ''نیہا! میں تمہارے خاندان کی پوری ہسٹری جانتا ہوں۔ بھگوان کی کرپا سے تم ماں بیٹی دشمنوں سے کسی نہ کسی طرح محفوظ رہتے ہو۔ کبھی کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی غیبی مدد تم ماں بیٹی کو بچاتی رہتی ہے۔''

وہ بولی ''ہاں انکل! میں بھی اکثر یہی سوچتی ہوں کہ بھگوان نے ہماری سلامتی کے لیے کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا کر بھیجا ہے۔ جو چھپ کر ہماری مدد کرتا ہے۔ کیا آپ اندازہ کرسکتے ہیں؟ کہ وہ کون ہوسکتا ہے؟''

میں نے ہنستے ہوئے کہا ''بیٹی! یہ ہماری بچپنا سوچ بھی ہوسکتی ہے۔ بھلا ایسا کون فرشتہ ہوگا۔ جو چھپ کر ہماری مدد کرتا ہوگا۔ سامنے نہیں آتا ہوگا۔ اس کا کوئی مطلب نہیں ہوگا؟ کوئی غرض نہیں ہوگی اور وہ خواہ مخواہ باڈی گارڈ کی طرح ہمارے ساتھ لگا رہتا ہوگا؟ کیا ہماری دنیا میں ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو کسی مطلب کے بغیر دن رات کسی کے کام آتے رہیں؟''

عالی نے انکار میں سر ہلا کر کہا ''نہیں انکل! میں نے تو ایسے لوگ نہیں دیکھے۔ ممی دن رات پوجا میں لگی رہتی ہیں سادھو سنیاسیوں سے لگی رہتی ہیں۔ وہ ضرور کسی ایسے پہنچے ہوئے سنیاسی سے مل چکی ہیں جو ان کی مدد کررہا ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو تمہاری ممی کو چاہیے کہ ہمیں اس سلسلے میں کچھ بتائیں؟''

''وہ کیا بتائیں گی؟ جبکہ وہ خود ہی نہیں جانتی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے وہ سنیاسی میری ممی کی لاعلمی میں مدد کررہا ہو۔ کیونکہ کئی بار اس سلسلے میں ممی سے باتیں ہوچکی ہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھ سے کبھی نہ چھپاتیں اور آپ پر بھی تو اندھا اعتماد کرتی ہیں۔ آپ سے بھی تو اپنی زندگی کے گہرے راز نہیں چھپائے۔ ایسی بات ہوتی تو وہ ضرور آپ سے کہتیں۔''

اسی وقت شانتا بائی ڈرائنگ روم میں آتی عالی نے اٹھ کر آگے بڑھ کر کہا ''ممی آپ کی زندگی بہت لمبی ہے ابھی آپ کی ہی بات ہورہی تھی۔''

وہ آکر میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولی ''میں خطرات میں گھری رہتی ہوں پھر بھی زندہ سلامت ہوں۔ میری بیٹی پر بھی کوئی آنچ نہیں آتی۔ اس طرح تمہاری یہ بات درست ہے کہ میری زندگی لمبی ہے اور بھگوان کرے تمہاری زندگی مجھ سے بھی لمبی ہو۔''

عالی نے کہا ''ممی! میں ایک بات پوچھ رہی ہوں۔ آپ سچ بتائیں گی؟''

وہ بیٹی کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "یہ کیا کہہ رہی ہو؟ میں تم سے کیا کبھی سچ نہیں بولتی ہوں؟ تم سے کچھ چھپاتی ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے ممی! ہم یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں کہ ہم دشمنوں کے حملوں سے کس طرح بچ نکلتے ہیں؟ اور دشمن کس طرح آپ ہی آپ ناکام ہو جاتے ہیں؟ ایسا نہیں لگتا کہ ہمارے پیچھے کوئی چھپا دشمنوں کو دیکھ رہا ہے؟ انہیں ناکام بنا رہا ہے اور ہمیں سلامتی دے رہا ہے۔"

شانتا بائی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک ایسا ہی لگتا ہے۔ میں جتنا سوچتی ہوں۔ اتنا ہی ذہن اس طرف بھٹکتا ہے کہ ہمارے پیچھے ضرور کوئی ایسی طاقت چھپی ہوئی ہے۔ جو ہماری مدد کرتی رہتی ہے۔"

میں نے کہا "آپ اب سے چند ماہ پہلے کسی بہت بڑے سادھو مہاراج سے ملنے گئی تھیں۔ کیا انہوں نے آپ سے کچھ کہا تھا؟ کیا آپ کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"

شانتا بائی نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا "سب ہی سادھو مہاراج ایسا وعدہ کرتے ہیں۔ دان دکھشنا لیتے ہیں پھر اپنا استھان چھوڑ کر کہیں چلے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی سادھو مہاراج کو میری حالت پر ترس آیا ہو۔ میری جوان بیٹی کی معصومیت اور تنہائی نے ان کے دل پر اثر کیا ہو اور وہ غیب سے ہماری کچھ مدد کر رہے ہوں۔ بیٹی! بھگوان کی کرپا ہو تو کوئی بھی بات ناممکن نہیں رہتی۔"

ٹونی جے پہلے میرے خیالات پڑھتا رہا۔ اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد اس نے عالی کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے وہاں بھی اسے یہی معلوم ہوا کہ اس کا نام نیہا ہے اور اس نے یورپ اور امریکا میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔

اور میں یعنی دھرم ویر بچپن ہی سے اس کا استاد اور سرپرست بن کر رہتا آیا ہوں اور اس کی ماں شانتا بائی کا کاروبار سنبھال رہا ہوں۔

پھر وہ شانتا بائی کے بھی دماغ میں گیا تھا اور اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اس کی سوچیں معلوم کرنے کے بعد اسے اطمینان ہو گیا کہ ہم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی جادو ٹونا جانتا ہے۔ بلکہ ہم خود ایسی نامعلوم ہستی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ جو در پردہ ہماری مدد کر رہا ہے۔ وہ کون ہے یہ ہم نہیں جانتے؟

اور اب ٹونی جے کے اندر بھی تجسس پیدا ہو گیا تھا کہ واقعی کوئی ہمارے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

وہ ہم تینوں کے خیالات پڑھ چکا تھا۔ اس سے ہمیں یہ فائدہ پہنچا کہ ہم پر جو شبہ تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ یہ شبہ قائم رہا کہ ہمارے پیچھے کوئی چھپا ہوا ہے۔ اب وہ اسے تلاش کرنے کی فکر میں رہے گا۔

وہ چنڈال کے پاس آ کر بولا۔ "میں نے شانتا بائی، اس کی بیٹی اور دھرم ویر کے خیالات پڑھے ہیں۔ ان تینوں کا بھی یہی خیال ہے کہ کوئی ان کے پیچھے چھپا ہوا ہے اور ان کی مدد کرتا رہتا ہے۔ وہ حیران ہیں کہ کسی مطلب کے بغیر کوئی ان کے اس طرح کام کیوں آ رہا ہے؟"

چنڈال نے کہا۔ "وہ لوگ بہت دولت مند ہیں۔ یقیناً وہ مدد کرنے والا ان کی جائیداد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ابھی خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے۔ لیکن بعد میں شاید اس کی بیٹی کو فریب کرے گا۔ یا اس کی ماں کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ ان کی مدد کر کے احسان جتاتا رہے گا پھر ان کا محسن بن کر تمام جائیداد کا مالک بن بیٹھے گا۔"

"ٹونی نے کہا "ان تینوں کے خیالات پڑھنے کے بعد پتا چلا کہ ان کے پیچھے وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ فرہاد ہی ہو۔ ہمیں کسی طرح اسے بے نقاب کرنا چاہیے۔"

چنڈال نے کہا "کیسے بے نقاب کرو گے؟"

"میرے دماغ میں ایک تدبیر ہے۔"

"ٹھیک ہے اس تدبیر کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھو۔ ہمیں سب سے پہلے بھارتی حکمرانوں سے رابطہ کرنا چاہیے۔ وہ سب یوگا جاننے والے آرمی افسران کی موت پر حیران و پریشان ہیں۔ انہوں نے منالی کے اس بنگلے میں مانک لال اور راج تک اروڑا کے ساتھ میری لاش بھی دیکھی ہے۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ ان آرمی افسران کے ساتھ میں بھی مارا گیا ہوں۔ اب میں انہیں مخاطب کر کے چونکا دینے والا ہوں۔"

ٹونی جے نے پوچھا۔ "تم ان سے کیا کہنا چاہو گے۔"

وہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "میں باپ دادا کے زمانے سے ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی رہوں گا۔ اپنے دیش کی سیوا کروں گا۔ میں نے اسی جذبے سے بھارتی حکمرانوں کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن انہوں نے مجھے چھ یوگا جاننے والے افسران کے حوالے کر دیا۔ اب میں ان سے پوچھوں گا کہ کسی جرم کے بغیر مجھے قیدی بنا کر کیوں رکھا گیا تھا؟ کیوں مجھے ذہنی کرب میں مبتلا رکھا گیا تھا؟ میں ان سب کی ایسی تیسی کر دوں گا۔ ان سب کو ذہنی کرب میں مبتلا کروں گا وہ حکومت چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

''وہ حکومت چھوڑ کر جائیں گے۔ تو دوسرے سیاست دان آ جائیں گے۔ وہ بھی تم سے دوستی کرنا چاہیں گے؟ تم دوستی کرو گے تو تمہارے ساتھ پھر وہی ہوگا۔ بڑی چالاکی سے تمہیں پھانس لیا جائے گا قیدی بنا لیا جائے گا۔''

''میں ایک بار ٹھوکر کھانے کے بعد دوبارہ اسی راستے پر ٹھوکر نہیں کھاتا۔ میں ان حکمرانوں کا تختہ ہی الٹ دوں گا۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ابھی تو تم دیش بھگت بن رہے تھے کہ دیش کی سیوا کرنا چاہتے ہو۔ کیا تختہ الٹ دینے سے حکومت قائم رہے گی؟ ملک میں افراتفری پھیلے گی۔ باہر کے دشمن ہم پر حاوی ہونا چاہیں گے دیکھو تمہاری طرح میں بھی ہندوستانی ہوں۔ میں بھی اس دیش کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ ہم دونوں کا فرض ہے کہ ہم اس دیش کی سیاسی صورتِ حال کو نہ بگاڑیں۔ بلکہ اپنے ملک کو اندر باہر سے مضبوط کرتے رہیں۔''

''تم کیا چاہتے ہو۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''وہ اس بات سے مطمئن ہوں گے کہ ان یوگا جاننے والے افسران کے ساتھ تم بھی مر چکے ہو۔ اگر زندہ ہوتے تو ان سے بھی انتقام لیتے۔ کیوں کہ انہوں نے تمہیں آرمی افسران کی قید میں بھیجا تھا۔''

''ہاں میں ان کم بختوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہیں وہ سزائیں دوں گا کہ مرتے دم تک یاد رکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے انہیں سزائیں ضرور دی جائیں گی۔ لیکن ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ انہیں یہاں کا حکمران رہنے دو۔ وہ بظاہر اس دیش پر حکومت کرتے رہیں گے۔ لیکن در پردہ ہم ان کے حکمران بن کر رہیں گے۔''

وہ دونوں ایسی پلاننگ پر متفق ہو کر ایک اعلیٰ حاکم کے دماغ میں پہنچ گئے۔ چنڈال نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارے اندر بول رہا ہوں۔ جان سکتے ہو کہ میں کون ہوں؟''

ان دونوں کا خیال تھا کہ وہ اعلیٰ حاکم ان کی سوچ کی لہروں کو سنتے ہی اور ان کے نام معلوم ہوتے ہی گھبرا جائے گا۔ ان کے سامنے گڑگڑانے لگے گا۔ لیکن اس نے بڑے اطمینان سے کہا۔ ''ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ تم چنڈال جوگیا ہو۔''

''بے شک میں چنڈال ہوں۔ لیکن میرا شریر (جسم) تو مر چکا ہے۔ تم لوگوں نے منالی کے بنگلے میں مانک لال اور راج تلک اروڑا کی لاشوں کے ساتھ میری لاش بھی دیکھی ہوگی؟''

اس حاکم نے کہا۔ ''بے شک۔ تمہارے اس شریر کو چتا میں جلا دیا گیا ہے۔ ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ تم مر چکے ہو۔ لیکن ابھی پندرہ منٹ پہلے ہماری ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بتایا ہے کہ تم زندہ ہو۔''

چنڈال اور ٹونی جے یہ سنتے ہی چونک گئے۔ پھر پوچھا۔ ''تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ کیا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی تم سے رابطہ کرتی ہے؟''

''وہ صرف رابطہ نہیں کرتی ہے۔ دوستی بھی کرتی ہے۔ ہمارے درمیان دوستی کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ وہ ایک ہندوستانی لڑکی ہے۔ اپنے دیش کی سیوا کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے وہ ہمارے کام آتی رہے گی۔''

چنڈال نے کہا۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا ہمارے دیش میں ٹیلی پیتھی جاننے والے روز ہی پیدا ہونے لگے ہیں؟ میں نے تمہارے آرمی افسران سے یہ بات چھپا رکھی تھی کہ ہمارے دیش میں ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو چکا ہے اور وہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہے۔ کیا یہ تمہارے لیے حیرانی کی بات نہیں ہے؟''

''بالکل نہیں۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی نے بتایا ہے کہ تمہارے ساتھ جو ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے وہ ہندوستانی نہیں ہے۔ تم نے اسے امریکا سے امپورٹ کیا ہے اور اس پر ایک ہندوستانی کا لیبل لگا دیا ہے۔''

چنڈال اور ٹونی جے حیران ہو رہے تھے۔ چنڈال کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹونی جے کے سلسلے میں جس طرح وہ راز داری سے کام لے رہا ہے۔ کوئی اس کی اصلیت کو جان سکے گا۔ لیکن یہاں تو راز فاش ہو رہا تھا۔

ٹونی جے اپنے آپ کو یکسر بھلا چکا تھا۔ اس کا برین واش کیا جا چکا تھا۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک اور دل سے دماغ تک ایک ہندوستانی سمجھتا تھا۔ اس لیے وہ کبھی مان نہیں سکتا تھا کہ وہ ایک امریکی ہے اور اسے امریکا سے ٹریپ کر کے لایا گیا ہے۔

ٹونی جے نے اس اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''تم بکواس کر رہے ہو میں کوئی امریکی نہیں ہوں۔ خالص ہندوستانی ہوں۔ یہیں میرا جنم ہوا ہے اور یہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ یہ تم کس ٹیلی پیتھی جاننے والے کی بات کر رہے ہو؟ وہ سراسر فراڈ معلوم ہوتی ہے۔''

''وہ فراڈ نہیں ہے۔ وہ سچ بولتی ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتی ہے۔ اسی نے بتایا تھا کہ چنڈال اپنا جسم چھوڑ کر کسی دوسرے جسم کے اندر داخل ہو چکا ہے اور ایک نئی

زندگی حاصل کر چکا ہے۔ اس کی یہ بات اب سچ ہو رہی ہے۔ ابھی چنڈال میرے اندر بول رہا ہے۔ کیا ایسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو جھوٹ اور فراڈ کہا جا سکتا ہے؟''

''آخر وہ ہے کون؟ کیا نام ہے اس کا؟ وہ کہاں سے چلی ہے آئی ہے؟''

''اس کا نام انجلی ہے۔ ہم صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتی ہے۔ لیکن اپنی وفاداری کی قسم کھاتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ دیش بھگت ہے اور اپنے دیش کی سیوا کرنے کے لیے ہماری وفادار بن کر رہے گی۔''

چنڈال نے کہا ''پھر تو تم لوگ زبردست دھوکا کھا رہے ہو۔ تمہارے دیش میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نہیں ہے۔ ذرا عقل سے سوچو یہ کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔''

''ہم عقل سے یہی سوچ سکتے ہیں کہ تم اچانک کیسے پیدا ہو گئے تھے اور تمہارے بعد یہ اچانک مہادیو بھاٹیا کہاں سے پیدا ہو گیا ہے؟ تم اسے فراڈ کہتے رہو۔ لیکن ہم مان چکے ہیں کہ وہ سچی ہے اور واقعی دیش کی سیوا کرے گی۔ ہمارے ساتھ دوست بن کر رہے گی اور ہماری ہدایت پر عمل کرتی رہے گی۔''

ٹونی جے نے کہا۔ ''کیا اتنی سی بات تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ فرہاد علی تیمور بھی لڑکی کی آواز بنا کر تم لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے؟ یا فرہاد کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں بھی ہیں۔ ان میں سے کوئی انجلی بن کر دھوکا دے رہی ہے؟''

''اگر کوئی دوسری ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی بن کر ہمیں دھوکا دے رہی ہے تب بھی فائدہ پہنچا رہی ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں سچ کہا تھا کہ تم آتما شکتی کے ذریعے اپنا جسم بدل چکے ہو۔ دوسری حقیقت یہ بتائی کہ تمہارے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والا مہادیو بھاٹیا ہے۔ وہ ہندوستانی نہیں امریکی ہے۔ ابھی ابھی ہمارے آدمی امریکی حکام سے باتیں کر رہے ہیں۔ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ مر گیا ہے یا اغوا کیا گیا ہے؟ اگر ایسی کوئی بات ہوگی۔ تو یہ بات سمجھ میں آ جائے گی کہ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے۔ اسے اغوا کر کے خالص ہندوستانی بنا کے یہاں لے آتے ہو۔''

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اعلیٰ حاکم نے کہا ''جسٹ آ منٹ۔ میں ذرا فون اٹینڈ کر لوں۔ یہ ہاٹ لائن ہے اس فون پر ایمرجنسی کال ہی آتی ہیں۔''

اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ پھر کہا۔ ''ہیلو؟ میں بول رہا ہوں۔''

دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''سر! میں ہوم منسٹر ہوں امریکی سفیر نے مجھ سے شکایتیں کی ہیں۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ہمارے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے نے ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کیا ہے اور اسے ہندوستانی بنا کر انڈیا لے آیا ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے پوچھا۔ ''تم نے اس سفیر کو یہ نہیں بتایا کہ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا چنڈال جوگیا مر چکا ہے اور ہم اس کا شریر (جسم) چتا میں جلا چکے ہیں؟''

''میں نے اس سے یہی بات کہی تھی۔ لیکن وہ کہہ رہا ہے کہ چنڈال نے آتما شکتی کے ذریعے دوسری زندگی حاصل کی ہے۔''

''کیا وہ امریکی اکابرین آتما شکتی والی بات کو تسلیم کرتے ہیں؟''

''ہاں۔ وہ اس لیے تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ بات انہیں فرہاد علی تیمور نے بتائی ہے۔''

چنڈال اور ٹونی جے اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں رہ کر یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ میرا نام سنتے ہی ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ انہیں فوراً یقین ہو گیا کہ یہ بات میں نے امریکی اکابرین کو بتائی ہوگی اور میں ہی وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوں جو ایک عرصے سے ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

چنڈال نے اعلیٰ حاکم سے کہا۔ ''تم ان سے کہو کہ فرہاد ہمارا اور ہمارے دیش کا دشمن ہے۔ وہ ہمیں بدنام کرنے اور امریکی حکام کو ہمارے خلاف کرنے کے لیے ایسی جھوٹی باتیں کر رہا ہے۔''

اعلیٰ حاکم نے ہوم منسٹر سے یہی بات کہی۔ ہوم منسٹر نے کہا۔ ''سر! ہم سب یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد ہمارا دشمن ہے۔ یہ بات میں نے اس سفیر سے کہی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور انہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ ہمارے دیش میں کسی بھی امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اغوا کر کے نہیں لایا گیا ہے۔ لیکن وہ یہی کہتا ہے کہ یہاں ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ اس کا نام مہادیو بھاٹیا ہے اور یہ دراصل ان کا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والا ٹونی جے ہے۔ جسے تنویمی عمل کے ذریعے تبدیل کر کے خالص ہندوستانی بنا دیا گیا ہے۔''

ٹونی نے اس اعلیٰ حاکم کے دماغ میں کہا۔ ''یہ سراسر بکواس ہے۔ میں مہادیو بھاٹیا ہوں۔ میں پیدائشی ہندوستانی ہوں۔ یہ مجھے خوامخواہ الزام دے رہے ہیں اور فرہاد انہیں ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔''

لیکن چنڈال اچھی طرح جانتا تھا کہ میں درست کہہ رہا ہوں اور ٹونی جے کی حقیقت کو امریکی اکابرین تک پہنچا چکا ہوں۔ اب وہ لوگ یقیناً انتقامی کارروائیاں کریں گے اور ٹونی جے کو یہاں سے لے جانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

حکومتی سطح پر جو مخالفانہ اقدامات کیے جائیں گے وہ تو ایک الگ سی بات ہے۔ اس کے علاوہ ٹونی جے کو یہاں دن رات تلاش کیا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ امریکی جاسوس اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی بھی طرح اس کا سراغ لگالیں۔ پھر تو مشکل ہوجائے گا۔

وہ دانت پیستے ہوئے سوچ رہا تھا کہ میں اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہوں۔ اگرچہ یہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا تھا کہ اس کے ساتھ جو مہادیو بھاٹیا ہے وہ دراصل ٹونی جے ہے۔ نہ کوئی ثابت کرسکتا تھا۔ نہ کوئی گواہ ہے اور نہ ہی کوئی ٹونی جے کے اندر گھس کر اس کی اصلیت اگلوا سکتا تھا۔ اس کا ذہن تو بالکل ہی واش ہو چکا تھا۔ وہ اپنا ماضی یکسر بھول چکا تھا۔ کوئی بھی اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اس کا ماضی یاد دلانا چاہتا تب بھی اسے یاد نہ آتا۔ جبراً اس کے دماغ میں یہ بات ٹھونسی جاتی کہ وہ ٹونی جے ہے تو وہ شاید تنویمی عمل کے زیر اثر رہ کر اس بات کو قبول کرلیتا۔ لیکن اس عمل سے نکلنے کے بعد پھر خود کو ہندوستانی کہنے لگتا۔

چنڈال کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ٹونی جے کبھی بدظن ہوجائے گا۔ اسے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ وہ پورے یقین سے سمجھ رہا تھا کہ اب وہ مرتے دم تک مہادیو بھاٹیا ہی رہے گا۔

اس کی اصل پریشانی یہ تھی کہ میں اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اور یہ انکشاف ہوگیا تھا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا میں ہی ہوں اور بہت دنوں سے اس کا محاصرہ کر رہا ہوں اور جگہ جگہ اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہوں اور نہ جانے میں کیا کچھ کرنے والا ہوں؟

اس نے ٹونی سے کہا۔ ''میرے دماغ میں آؤ ہم اس سلسلے میں کچھ باتیں کریں گے۔''

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ٹونی نے کہا۔ ''میں تمہاری پریشانیاں سمجھ رہا ہوں۔ فرہاد علی تیمور صرف بھارتی اکابرین کو ہی نہیں۔ امریکی اکابرین کو بھی تمہارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔''

چنڈال نے کہا۔ ''وہ کم بخت اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ بھارتی اکابرین سے دوستی کرنا چاہے گا اور میرے خلاف بھڑکانا چاہے گا۔ تو وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ وہ ہمیشہ سے ہمارا دشمن رہا ہے۔ اس لیے اس نے بھارتی اکابرین کو الو بنانے کے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی کو پیدا کیا ہے۔''

''بے شک یہی بات ہے۔ اس کے خاندان میں بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی عورت انجلی بن کر بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہی ہے۔''

''کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورت نہ ہو تب بھی فرہاد بہت بڑا بہروپیا ہے۔ وہ کسی لڑکی کی آواز بنا کر گھنٹوں بول سکتا ہے اور دھوکا دے سکتا ہے۔''

''وہ بڑی چالاکی سے یہاں انجلی بن کر ہمارے بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہے اور وہاں خود کو ظاہر کر کے امریکی اکابرین کو تمہارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔''

''چھ یوگا جاننے والے اکابرین زبردست تھے مجھے تو یوں لگ رہا تھا۔ جیسے میں کبھی ان کی قید سے رہائی نہیں پاسکوں گا۔ لیکن اپنی حکمت عملی اور تمہارے تعاون سے رہائی پا رہا تھا کہ ایسے وقت فرہاد نے مجھے کسی چالاکی سے روکنے کی کوشش کی تھی اور تمہارے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ عین اس وقت جب ہم پوری طرح کامیاب ہو رہے تھے۔ تو وہ ہمیں ناکام بنانے آ گیا تھا۔ اگر مجھے آتما شکتی کا علم نہ آتا تو مر چکا ہوتا۔ ٹونی ابھی تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے ہو۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ نادیدہ موت ہے۔ ہمارے آس پاس موجود ہو سکتا ہے اور ہم اسے دیکھ نہیں پاتے۔ ہم دو نہیں دو ہزار ٹیلی پیتھی جاننے والے ہوں۔ تب بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ہماری بہتری اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے خلاف کبھی محاذ آرائی نہ کریں۔ بالکل چپ سادھ لیں۔''

ٹونی نے کہا۔ ''تم اس سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو۔ میں نے بھی اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ویسے دانش مندی یہ ہے کہ ہم کمزور دشمن سے کترا کر سلامت رہ سکتے ہیں تو اس سے بھی مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہم اس کے خلاف محاذ آرائی نہیں کریں گے۔ لیکن ہم جب بھی خیال خوانی کریں گے اور بھارتی اکابرین سے رابطہ کریں گے۔ تو وہ انجلی بن کر ان کے دماغوں میں آ کر ہماری باتیں سنتا رہے گا۔ ہم تو اس کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن وہ ہمارے خلاف بہت کچھ کرتا رہے گا۔''

ٹونی جے نے ایک ذرا توقف سے کہا۔ ''تم ناگ پور شہر میں پہنچے ہوئے ہو اور میں دہلی میں ہوں۔ ہمارے درمیان بہت فاصلہ ہے کہا تم وہیں رہو گے۔''

''مجھے دہلی پسند ہے۔ میں وہیں آؤں گا۔ ہم ایک ہی شہر میں رہیں گے لیکن ذرا دور دور رہا کریں گے۔ وہیں تمام حکمران، سول اور آرمی افسران اور دیگر سیاست دان رہتے ہیں۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے ان سے نمٹتے رہیں گے اور دور دور سے تماشا بھی دیکھتے رہیں گے۔''

''تو پھر کب آ رہے ہو؟''

''میں سیٹھ ہریش چندر کے جسم میں ابھی ابھی آیا ہوں پہلے یہاں کے کچھ حالات معلوم کرلوں۔ یہاں کے رشتے داروں اور دوست احباب کو دیکھ لوں۔ سیٹھ ہریش چندر بن کر رہنے کے لیے ان سب کو جاننا پہچاننا بہت ضروری ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ کل تک دہلی پہنچ جاؤں۔''

''میں یہاں تنہا رہتا ہوں۔ دن رات خیال خوانی کرنے کے بعد تفریح کا موڈ ہوتا ہے تو بالکل تنہائی محسوس ہوتی ہے۔ کوئی ساتھی نہیں ہوتا۔''

''تمہیں روکا کس نے ہے؟ خوب کھاؤ پیو اور کسی حسینہ سے دوستی کرلو۔''

''میرا مزاج ایسا نہیں ہے۔ یہاں آتے ہی تم نے اپنی بیٹی سے تعارف کروایا تھا۔ میں تو اسے دیکھتے ہی پسند کرنے لگا ہوں۔ اسے اپنی لائف پارٹنر بنانا چاہتا ہوں۔''

چنڈال نے افسوس کا اظہار کیا۔ ''میں کیا کروں؟ پتا نہیں میرے نصیب میں کیا لکھا ہے؟ کامیابی ملتی ہے لیکن ناکامی بھی ہوتی ہے۔ میری بیٹی پتا نہیں مجھ سے جدا ہو کر کہاں گم ہوگئی ہے؟ لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم اسے چاہتے ہو۔ اسے کسی طرح تلاش کرنے کی کوشش کرو۔''

''تمہاری بیٹی انیتا ممبئی میں تھی۔ پتا نہیں اب کہاں ہوگی۔ سوچتا ہوں۔ کیا ممبئی جا کر اسے تلاش کروں؟''

''اتنے بڑے شہر میں کہاں ڈھونڈتے پھرو گے؟ پہلے کسی طرح سراغ لگاؤ کہ وہ ہے کہاں؟ اگر ہمارا وہ دشمن فرمان ہماری نظروں میں آ جائے یا کسی طرح اس سے رابطہ ہو جائے تو شاید اس کے ذریعے انیتا کا سراغ مل جائے۔''

دروازے پر دستک سنائی دی۔ چنڈال خیال خوانی کرتے کرتے چونک گیا۔ ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کوئی آیا ہے میں نے منع کیا تھا کہ کوئی یہاں نہ آئے۔''

پھر اس نے ناگواری سے کہا۔ ''آ جاؤ۔''

دروازہ ہلکے سے کھلا۔ اس کے ساتھ ہی چنڈال کی آنکھیں حیرانی سے کھل گئیں۔ ایک نہایت ہی حسین بھرپور اور جوان عورت کھلے ہوئے دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ اس

نے ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا۔ چنڈال اپنا غصہ بھول گیا۔ اسے ایسے دیکھنے لگا۔ جیسے زندگی میں پہلی بار عورت کو دیکھ رہا ہو۔ اس کے حالات بھی کچھ ایسے ہی تھے۔ ایک طویل عرصہ قیدی بن کر رہا تھا۔ حسیناؤں کو دیکھنا تو دور کی بات تھی۔ ان کا تصور بھی اس قید خانے [illegible] نہیں تھا۔

اس نے اب تک کوئی رس بھری آواز نہیں سنی تھی۔ سیٹھ ہریش چندر کا جسم حاصل کرتے ہی اس کی پتنی آ کر اس سے لپٹ گئی تھی اور خوشی سے روتے ہوئے اپنی آواز سنا رہی تھی۔ کیسی بھونڈی آواز تھی۔ ایک عرصے بعد ایک گھسی پٹی عورت آ کر گلے لگ گئی تھی۔

کہاں وہ اور کہاں یہ۔ سراپا حسن و شباب جب اس نے نمستے کہا تو ایسے لگا جیسے وہ گنگناتی ہوئی سیدھی دل میں اتر رہی ہے۔

ٹونی جے نے کہا۔ ''مسٹر چنڈال! تم تو اسے دیکھتے ہی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو۔ میں نے اس کی آواز سن کر اس کے خیالات پڑھے ہیں۔ یہ تمہارے بڑے بیٹے کی ہونے والی بیوی ہے اس کے ساتھ تمہارے بیٹے کا رومانس چل رہا ہے۔''

وہ ناگواری سے بولا۔ ''کیوں بکواس کرتے ہو۔ یہاں میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ میرا خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔''

''تم بھول رہے ہو کہ تمہارا جسم سیٹھ ہریش چندر کا ہے اور اس میں جو خون گردش کر رہا ہے۔ اسی خون سے اس بیٹے نے جنم لیا ہے۔ تم اس رشتے سے انکار نہیں کر سکو گے۔''

''اچھا تم جاؤ۔ شاستا بائی اور اس کی بیٹی کے بارے میں سوچو کہ کس طرح ان کی نگرانی کرو گے اور کس طرح فرہاد تک پہنچ سکو گے۔''

ٹونی جے حکم کا بندہ تھا۔ فوراً ہی حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ وہ جوان عورت چونکہ ہونے والی بہو تھی۔ اس لیے اس کے پاس آ کر سامنے جھک کر اس کے پاؤں چھونے لگی۔ چنڈال کا فرض تھا کہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آشیرواد دیتا۔ لیکن اس نے اس کے بھرے بھرے بازوؤں کو تھام کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا کر رہی ہو؟ تم قدموں میں رہنے کے لیے نہیں۔ دل میں رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

وہ ایک دم سے چونک کر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں......؟''

وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی۔ چنڈال نے اس کے اندر پہنچ کر اسے کچھ کہنے سے روک دیا۔ اس کے اندر یہ خیال پیدا کرنے لگا کہ یہ مہیش چندر کے باپ ہیں لیکن عمر سے باپ نہیں لگتے۔ کیسے کبرو جوان ہیں۔ نئی زندگی ملتے ہی پہلے سے زیادہ جوان اور پرکشش نظر آنے لگے ہیں۔ میرا جی بھی چاہتا ہے کہ آگے بڑھ کر سینے سے لگ جاؤں لیکن مجھے لاج آ رہی ہے۔''

وہ سر جھکا کر شرمانے مسکرانے لگی۔ چنڈال نے سوچا اتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ اسے آہستہ آہستہ پگھلانا ہوگا۔ ورنہ بات بگڑ جائے گی۔ اس نے دونوں بازوؤں کو چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''دراصل مجھے نئی زندگی ملی ہے تو میں خوشی سے پاگل ہو رہا ہوں اور تم پر تو اتنا پیار آ رہا ہے کہ میں نے سینے سے لگانے والی بات کہہ دی۔ تم اس بات کا برا نہ منانا۔''

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی۔ ''نہیں آپ تو پتا......''

وہ اسے پتا کے جیسے کہنا چاہتی تھی۔ چنڈال نے اسے کہنے سے روک دیا۔ اس کی زبان دانتوں کے نیچے آ گئی۔ وہ تکلیف سے ایک دم تلملا گئی ہائے ہائے کرنے لگی۔ چنڈال نے جلدی سے اس کے چہرے کو تھام کر ادھر ادھر سے چھوتے اور سہلاتے ہوئے کہا۔ ''کیا ہوا؟ تمہیں کیا ہوا؟''

یہ کہتے ہی وہ اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ ایک دم سے آگے بڑھ کر اس کے سینے سے لگتے ہوئے بولی۔ ''پتا نہیں کیا ہو گیا تھا؟ میری زبان دانتوں میں آ گئی۔ تکلیف ہو رہی ہے۔ ہائے میں مر جاؤں گی۔''

وہ اسے دبوچتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔''

اس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ تڑپ کر الگ ہو گئی پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ ''یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ انکل نے تو میرے بازوؤں کو چھوڑ دیا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گئی۔''

چنڈال نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''دیکھو! گھر میں کسی سے نہ کہنا کہ تم اس طرح سے آ کر میرے سینے سے لگ گئی تھیں۔ اس گھر کے چھوٹے بڑے سب ہی برا مانیں گے۔ اس لیے اپنے دل کی بات کو دل میں ہی رکھو۔''

اس کا جسم و دماغ سیٹھ ہریش چندر کا تھا۔ ہریش چندر کے دماغ نے اندر ہی اندر احتجاج کیا۔ اسے ملامت کی۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ خبردار میری بہو کو ہاتھ نہیں لگاؤ۔''

لیکن اس نے اپنے ذہن سے ابھرنے والی اس آواز کو دبا دیا وہ پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ اس لیے سابقہ ہریش چندر اس کے مقابلے میں دب کر رہ گیا۔ چنڈال نے فیصلہ کیا کہ آئندہ منتر پڑھ کر اسے بالکل ہی کچل ڈالے گا۔

ادھر وہ گھبرا گئی تھی۔ پریشان ہو کر وہاں سے پلٹ گئی۔

وہ پھر اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ وہ دروازے تک جاتے جاتے رہ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ وہ گہری گہری سانس لیتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں ہونے والے سسر جی کی طرف کیوں مائل ہو رہی ہوں۔ میرا دل کیوں کھنچا جا رہا ہے؟ وہ مجھے اچھے کیوں لگ رہے ہیں؟''

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ اسے اپنی گردن پر گرم گرم سانسیں محسوس ہونے لگیں۔ وہ آ کر اس پر جھک گیا تھا۔ سرگوشی میں کہہ رہا تھا۔ ''جو دل کہتا ہے وہ مان لینا چاہیے۔ اپنے دل اور آنکھوں کو کون اچھا لگتا ہے۔ کسی کی طرف دل کھنچا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ تم کرو۔ ابھی جاؤ اور سنجیدگی سے سوچو۔ لیکن خبردار کسی سے کچھ نہ کہنا کہو گی تو بدنام ہو جاؤں گی۔''

اس کا منہ دروازے کی طرف تھا۔ وہ چنڈال کی مرضی کے مطابق اچانک ہی پلٹ کر اس سے لپٹ گئی اور کہنے لگی۔ ''میرا دل تمہارے لیے دھڑک رہا ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے؟ آپ مجھے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ میں میں کیا کروں؟ میں ڈگمگا رہی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

وہ بولا۔ ''ابھی جاؤ اور سوچتی رہو۔ رات کو ملاقات ہوگی۔ سوچنے کے لیے سارا دن پڑا ہے۔ اب جاؤ۔''

اس نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی۔ وہ فوراً ہی الگ ہو گئی۔ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر تیزی سے چلتے ہوئے دور ہوتی چلی گئی۔ چنڈال نے مسکرا کر دیکھا۔ پھر دروازے کو بند کر لیا۔ ایسے میں پھر اس کے اندر سے سابقہ ہریش چندر بولنے لگا۔ اعتراض کرنے لگا۔

اس نے فوراً ہی منتر پڑھنا شروع کیا۔ منتر پڑھنے کے بعد اس نے خاموش رہ کر اپنے اندر کہا۔ ''بولو سیٹھ! اب کچھ بول سکتے ہو؟''

خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہریش چندر کو گہری نیند آ گئی ہو۔

میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ شاستا بائی کی جوان بیٹی نیہا مر چکی تھی۔ لیکن میں نے خیال خوانی اور تنویمی عمل کے ذریعے شاستا بائی کا دماغ اس طرح پھیر دیا تھا کہ وہ میری بیٹی اعلیٰ بی بی کو اپنی بیٹی نیہا سمجھنے لگی تھی اور اسی کو بھرپور ممتا دے رہی تھی۔

کیونکہ نیہا بچپن سے ہی لندن اور نیویارک میں پرورش پاتی رہی تھی۔ اس لیے رشتے داروں نے اسے جوانی میں نہیں دیکھا تھا۔ جب اعلیٰ بی بی نے نیہا کی جگہ لی۔ تو سب نے اسے

شانتابائی کی بیٹی نیہا مان لیا۔

میرے تنویمی عمل کے مطابق وہ مجھ پر بھی اندھا اعتماد کر رہی تھی اور میں اس کے اعتماد کے مطابق اس کے کاروبار کو سنبھال رہا تھا اور اس کے دشمنوں سے اسے محفوظ رکھتا آ رہا تھا۔

ٹونی جے میرے شانتابائی اور اعلیٰ بی بی کے دماغوں میں آ کر ہمارے خیالات پڑھ چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر اور عالی پر شبہ نہیں کرے گا۔ عالی کو شانتابائی کی بیٹی تسلیم کرے گا اور مجھے شانتابائی کی دولت جائیداد کا ٹرسٹی مان لے گا۔ لیکن یہ شبہ ضرور کرے گا کہ شانتابائی اور اس کی بیٹی نیہا کے پیچھے ضرور کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا چھپا ہوا ہے۔ جو ان کی غائبانہ مدد کرتا رہتا ہے۔

ویسے یہ بھی ایک طرح سے اچھا تھا کہ چنڈال اور ٹونی جے شانتابائی پر شبہ کر رہے تھے اور خیال خوانی کے ذریعے آئندہ اس کی نگرانی کرنے والے تھے۔ اس طرح وہ شانتابائی اور عالی کے قریب رہ کر کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی غلطی سے میری گرفت میں آ جاتے۔

مخالفین کے درمیان یہی عمل کارفرما رہتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بار تو میں چنڈال کی شہہ رگ تک پہنچ گیا تھا۔ وہ خوش قسمتی سے بچ نکلا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اس بار کون کس کی شہہ رگ تک پہنچ پاتا ہے۔

چنڈال نے ابھی ایک نئی زندگی حاصل کی تھی۔ اسے کئی پہلوؤں سے محتاط رہنا تھا اور کئی معاملات نمٹانے تھے۔

اس کا سب سے اہم مسئلہ یہی تھا کہ وہ دشمن کو کیسے زیر کر کے اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ یا مجھ سے ہمیشہ کے لیے دور رہ کر محفوظ رہ سکتا ہے؟ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ اس کی بیٹی انیتا کہاں ہے؟ وہ بیٹی سے ٹونی جے کو منسوب کر کے اس سے دوستی اور رشتے داری کو مزید مضبوط کرنا چاہتا تھا۔

تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ وہ بھارتی حکمرانوں کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا تھا اور اس طرح ان پر در پردہ حکومت کرتے ہوئے ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔

ایسے وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی انجلی ان حکمرانوں کا سہارا بن کر آ گئی تھی اور اس کا کام خراب کر رہی تھی۔

اور وہ یقین کے ساتھ یہ سمجھ رہا تھا کہ انجلی نام کی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی نہیں ہے۔ یہ میں ہی ہوں جو انجلی بن کر بھارتی اکابرین کو دھوکا دے رہا ہوں اور اس کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہوں۔

یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایک امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے ماوز ہنٹر نے ایک ہندوستانی دوشیزہ کو اپنا معمول اور تابعدار بنالیا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات نقش کی ہے کہ وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے اور اس مقصد کے لیے بھارتی حکمرانوں اور دوسرے مخالفین سے رابطہ کر سکتی ہے۔

ایسا کرنے کے لیے جب انجلی خیال خوانی کی پرواز کرنا چاہتی تھی۔ تو ماوز ہنٹر اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات کو لے کر کسی بھارتی حاکم یا آرمی افسر کے دماغ میں پہنچ جاتا تھا اور انجلی کی حیثیت سے باتیں کرتا تھا۔

ماوز ہنٹر کو انجلی کی ضرورت اس لیے ہو رہی تھی کہ وہ ہندی زبان نہیں جانتا تھا۔ وہ انجلی کے اندر انگریزی میں جو کچھ کہتا تھا وہ ہندی ترجمہ ان حکمرانوں کے سامنے پیش کرتی تھی۔ پھر ماوز ہنٹر نے سوچا تھا کہ اگر وہ امریکی بن کر شکایت کرے گا اور یہ الزام دے گا کہ ان کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ٹونی جے کو اغوا کیا گیا ہے تو وہ لوگ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ اس امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دشمن سمجھیں گے۔

انہیں یقین دلانے اور اپنی باتوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس نے ایک ہندوستانی لڑکی ان کے سامنے پیش کی تھی اور وہ حکمران چنڈال سے بے زار ہونے کے بعد انجلی کو بہت بڑا سہارا سمجھ رہے تھے۔

اتنے سارے مسائل میں گھرنے کے باوجود چنڈال کو خرمستی سوجھ رہی تھی۔ اس کا دل دماغ اور خواہشات اس ہونے والی بہو سے چپک کر رہ گئی تھیں۔ اس کا نام لاجونتی تھا۔ بڑی لاج اور شرم والی تھی۔ اب حیران و پریشان ہو رہی تھی کہ سسر کے سامنے آتے ہی بے شرم کیوں بنتی جا رہی ہے؟

اس کے دل اور دماغ کو کیا ہو جاتا ہے؟ وہ اس بوڑھے کی طرف کیوں کھنچی جاتی ہے؟

اس نے ٹونی جے کو حکم دیا تھا کہ وہ فی الحال بھارتی حکمرانوں کو نظر انداز کرے اور بعد میں ان سے نمٹ لیا جائے گا۔ ٹونی جے اس کی بیٹی کو چاہنے لگا تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ابھی وہ اس کو کسی طرح تلاش کرے اور شانتابائی کے پیچھے لگ جائے اور فرہاد کا سراغ لگاتا رہے۔ آج رات اس کے پاس نہ آئے۔ ضرورت ہوگی تو وہ خود ہی اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

وہ رات کے انتظار میں بے چین رہا اور لاجونتی کے دماغ میں آتا جاتا رہا۔ اسے اپنی طرف مائل کرتا رہا۔ اس نے دوپہر..... کے وقت اسے تھوڑی دیر کے لیے سلا دیا تھا۔ بڑے بیٹے مہیش چندر کی طرف سے اس کا دل پھیر چکا تھا اور

اسے حکم دیا تھا کہ آج رات گیارہ بجے کے بعد جب سب لوگ سو جائیں گے تو وہ اس کے پاس چلی آئے گی۔

اس کا خاندان بہت بڑا تھا۔ بیوی بچے تھے۔ بہن بہنوئی ماموں چچا اور پتا نہیں کون کون رشتے دار اس بڑی سی کوٹھی میں بھرے رہتے تھے اور جب سے وہ بیمار ہوا تھا۔ تب سے تو رشتے داروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی اور اس کی دوبارہ زندگی ملنے کے بعد اور زیادہ بھیڑ لگنے لگی تھی۔ رشتے دار آ رہے تھے۔ حیرانی ظاہر کر رہے تھے اور مبارک باد دے رہے تھے۔

چنڈال نے یہ حکم دیا تھا کہ رات کے کھانے کے بعد تمام مہمان رخصت ہو جائیں۔ اس لیے کہ وہ یہاں بھیڑ ہنگامہ شور پسند نہیں کرتا۔ آرام کرنا چاہتا ہے۔

اس کے حکم کے مطابق تمام رشتے دار کھانے پینے کے بعد رخصت ہو گئے تھے۔ صرف گھر کے چند افراد رہ گئے تھے۔ وہ بھی آدھی رات کے بعد تک جاگتے رہتے تھے لیکن اس رات چنڈال نے ایک ایک کے دماغ میں جا کر انہیں تھپک تھپک کر سلا دیا۔

صرف بڑا بیٹا گھر میں موجود نہیں تھا۔ دوپہر سے ہی کہیں باہر گیا ہوا تھا اور رات کو شاید ہی آنے والا تھا۔ کاروباری معاملات میں الجھا ہوا تھا۔

جب سب ہی سو گئے۔ تب لاجونتی اپنے کمرے سے بن سنور کر باہر نکلی۔ صبح سسر کی بدلی ہوئی نیت نے اسے پریشان کیا تھا۔ وہ کبھی مائل ہو رہی تھی۔ کبھی اس سے کترا رہی تھی لیکن تنویمی عمل کے زیر اثر آتے ہی اس کی جھجک اور شرم ختم ہو گئی تھی۔

وہ اپنے کمرے سے ایسے نکلی تھی۔ جیسے اپنے عاشق سے ملنے جا رہی ہو اور وہ اس طرح ملنے کا حق رکھتی ہو۔ وہ ایسی بانکی سے بن سنور کر آئی تھی کہ چنڈال اسے دیکھتے ہی تڑپ گیا۔ آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے بولا "تم دن کو کلی تھیں۔ رات کو گلاب ہو گئی ہو۔"

وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی "کیا کر رہے ہو؟ دروازہ تو بند کرو۔ کوئی آ جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔ کوئی نہیں آئے گا۔ سب گہری نیند سو رہے ہیں۔ جب تک کسی کو جگایا نہیں جائے گا۔ اس وقت تک کوئی نہیں جاگے گا۔"

صبح لاجونتی پہلی بار اس کے کمرے میں آئی تھی اور اس نے اسے دیکھا تھا۔ تب ٹونی جے بھی اس کے دماغ میں تھا اور اس نے لاجونتی کی باتیں سنی تھیں۔ اس کے اندر جا کر اس کے خیالات پڑھے تھے۔ چنڈال کو سمجھایا تھا کہ وہ اس کی ہونے والی بہو ہے۔ اس پر نیت خراب نہ کرے۔

لیکن وہ بیٹے کے رشتے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ٹونی جے سمجھ گیا تھا کہ وہ بڈھا اپنی بہو پر ہاتھ صاف کر کے ہی رہے گا اور اسے ذرا بھی شرم نہیں آئے گی۔

ٹونی جے سارا دن دوسرے معاملات میں مصروف رہا تھا پھر رات کے وقت اس نے لاجونتی کے دماغ میں آ کر اس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا کہ اس پر مختصر سا تنویمی عمل کیا گیا ہے اور چنڈال نے اسے پوری طرح اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ وہ تمام لاج اور شرم بھول گئی ہے۔

وہ چنڈال کے دماغ میں نہیں آیا، جانتا تھا کہ اس کے پاس جائے گا تو وہ سانس روک کر اسے بھگا دے گا یا حکم دے گا کہ صبح تک اس کے دماغ میں نہ آئے۔ ضرورت ہوگی تو وہ خود آئے گا اور یہ بات وہ پہلے بھی کہہ چکا تھا۔

اس لیے وہ لاجونتی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا اور اس کے ذریعے چنڈال کی بدنیتی دیکھ رہا تھا۔ وہ بے چاری سحر زدہ ہو رہی تھی۔ ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اچانک ہی اس سے الگ ہو گئی۔ اسے دونوں ہاتھوں سے دھکا دیتے ہوئے بولی "تمہاری جوان بیٹیاں ہیں اور وہ میری ہم عمر ہیں۔ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم میرے بدن کو ہاتھ لگا رہے ہو۔ ایسا کرتے

ہوئے تمہیں یہ نہیں لگتا کہ تمہاری بیٹی کا بدن بھی ایسا ہی ہوگا؟"
چنڈال اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تنویمی عمل کے ذریعے اس کی معمولہ اور کنیز بن جانے والی یوں اس پر اعتراض کرے گی۔ وہ غصے سے بولا "یہ کیا بکواس کررہی ہو؟ کیا تم یہاں اپنی مرضی سے نہیں آئی ہو؟"

"میں تھوڑی دیر کے لیے بہک گئی تھی۔ اب تمہارا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

اس نے لاجونتی کے دماغ میں آکر اس کے خیالات پڑھے۔ ٹونی جے اس کے اندر یہ خیالات پیدا کررہا تھا کہ اس پر جو تنویمی عمل کیا گیا ہے۔ اس کا اثر اچانک ہی ختم ہوگیا ہے۔ اس تنویمی عمل میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی۔ شاید اس لیے ایسا ہوا ہے۔

اس نے اسے اپنی طرف مائل کیا تاکہ وہ بے اختیار اس کی طرف کھنچی چلی آئے۔ ایسا ہوا کہ وہ ایک قدم آگے بڑھتی پھر دو قدم پیچھے چلی گئی۔ ٹونی جے کی مرضی کے مطابق بولی۔ "مجھے تم سے ڈر لگ رہا ہے۔ تم کوئی جادو جانتے ہو۔ کسی طرح مجھے اپنی طرف کھینچتے رہتے ہو اور میں سمجھ نہیں پاتی کہ میرے ساتھ کیا ہورہا ہے۔ مجھے نہیں رہنا چاہیے۔ یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ رہی تھی۔ چنڈال آگے بڑھ کر اس کے راستے کی دیوار بن گیا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا "نہیں...... تم یہاں سے نہیں جاسکتیں۔ تم نے مجھے دیوانہ بنادیا ہے۔ میں یہ دیوانگی ختم کرکے ہی رہوں گا۔"

وہ اس کے دماغ پر حاوی ہونا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے حاوی ہوتا تھا پھر ٹونی جے لاجونتی کو اس کی گرفت سے نکال لیتا تھا۔ وہ اس کے قابو میں کبھی آتی تھی، کبھی غصہ دکھاتی تھی، چلاتی تھی اور اسے جھڑک کر اس سے دور ہوجاتی تھی۔

چنڈال نے پریشان ہوکر اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارے دماغ کے اندر کوئی گھسا ہوا ہے؟"

یہ کہہ کر وہ پھر اس کے دماغ کے اندر آیا پھر وہی سوال کرنے لگا "اگر یہاں کوئی موجود ہے تو مجھے بتائے۔ کون ہے؟"

اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد پھر وہی سوال دہرایا۔ خاموشی رہی پھر وہ بڑبڑانے لگا "نہیں...... تمہارے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ میرے تنویمی عمل میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی۔ میں تم پر پھر سے عمل کروں گا۔ چلو بیڈ پر لیٹ جاؤ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔ وہ ہاتھ جھٹک کر بولی "مجھے بیڈ پر لیٹنے کو کہہ رہے ہو۔ مجھ پر عمل کرنے کی بات کررہے ہو۔ تم ضرور کوئی جادو جانتے ہو۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میرے سسر جی تو پہلے ایسے نہیں تھے۔ وہ کوئی جادو ٹونا نہیں جانتے تھے۔"

اس نے بیڈ کی طرف سے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا "زیادہ نہ بولو۔ فوراً آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔"

وہ چیخ کر بولی "نہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ وہ چیختے چیختے ایک دم سے چپ ہوگئی۔ اس کے چپ ہوتے ہی دروازے سے گرجتی ہوئی آواز سنائی دی "یہ کیا ہورہا ہے؟"

چنڈال نے ایک دم سے پلٹ کر دیکھا تو سیٹھ ہریش چندر کا بڑا بیٹا مہیش چندر وہاں کھڑا غصے سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ لاجونتی دوڑتی ہوئی آکر اس سے لپٹ گئی۔ روتے ہوئے بولی "تمہارے پتا جی کو جانے کیا ہوگیا ہے؟ یہ میری عزت کے دشمن بن رہے ہیں۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔"

مہیش چندر تھوڑی دیر پہلے اس گھر میں داخل ہوا تھا۔ وہاں آتے ہی اس نے ماں کو نیند سے جگا کر کہا تھا کہ اسے بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے کے لیے دیا جائے۔

ایسے ہی وقت اس نے لاجونتی کی چیخ سنی تھی پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا تھا۔ اس کے پیچھے ماں بھی آگئی۔ یہ تماشا دیکھ کر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کا پتی دیو ہریش چندر اپنی ہونے والی بہو کے ساتھ ایسی شرمناک حرکتیں کرے گا۔

مہیش غصے سے کہہ رہا تھا "پتا جی! آپ کو تو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ یہ آپ کی ہونے والی بہو ہے، بیٹی سمان ہے اور آپ اس کے ساتھ کیسی حرکتیں کررہے تھے؟"

چنڈال نے کہا "بکواس مت کرو۔ تم سب جاؤ یہاں سے میرا ذہن ٹھیک نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا ہے؟ جب سے نئی زندگی ملی ہے۔ تب سے میں الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگا ہوں مجھے علاج کی ضرورت ہے ہمارے فیملی ڈاکٹر کو بلاؤ۔"

مہیش نے ناگواری سے کہا "اب آپ کو فیملی ڈاکٹر کی نہیں۔ پاگلوں کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ پاگل خانے میں آپ کو داخل کرنا چاہیے۔"

"مجھ سے بکواس مت کرو۔ ورنہ اپنی دولت وجائداد اور کاروبار تم سے چھین لوں گا۔ تمہیں کوڑی کوڑی کا محتاج بنادوں گا۔"

"مجھے محتاجی پسند ہے مگر ایک باپ کی بے غیرتی پسند نہیں ہے۔ اگر آپ سے غلطی ہوئی ہے تو آپ لاجونتی کے پاؤں چھوکر اس سے معافی مانگیں۔"

ماں نے کہا "نہیں بیٹے! یہ بڑے ہیں۔ یہ ہماری ہونے والی بہو کے پاؤں نہیں چھوئیں گے۔ تم انہیں کسی کے قدموں میں نہ جھکاؤ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

لاجونتی نے کہا "میں سسر جی کی بیماری کا حال سن کر یہاں آئی تھی۔ اب میں ایک منٹ بھی یہاں نہیں رہوں گی۔ مجھے میرے گھر پہنچادو۔"

مہیش چندر اپنی ہونے والی بیوی کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کی بیوی کمرے میں داخل ہوکر بولی "آپ میرے پتی ہیں۔ میں آپ کی ہزاروں غلطیاں معاف کردوں گی لیکن دنیا والے معاف نہیں کریں گے اور یہ بڑے شرم کی بات ہے۔"

وہ ناگواری سے بولا "بکواس مت کرو۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تنہائی چاہتا ہوں۔"

"آپ تمام رات اس قدر بیمار رہے کہ ڈاکٹر نے بھی جواب دے دیا تھا۔ صبح ہوتے ہی اچانک صحیح ہوگئے۔ ہم نے تو سمجھا تھا کہ مرچکے ہیں۔ بھگوان نے میرے نصیب سے آپ کو دوبارہ زندگی دی ہے لیکن آپ کو جب سے یہ نئی زندگی ملی ہے۔ تب سے آپ یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ کو تنہا چھوڑ دیا جائے۔ سارا دن دروازے کو بند کرکے اکیلے اندر بیٹھے رہے۔ کھانے کے وقت کھایا پھر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کیا آپ اس لیے تنہائی چاہتے تھے کہ اپنی ہونے والی بہو کو میلا کردیں؟ چھی چھی کتنی شرم کی بات ہے۔"

چنڈال نے ایک زوردار تھپڑ اسے رسید کیا۔ اس کا منہ گھوم گیا وہ پلٹ کر لڑکھڑا گئی۔ خود کو سنبھال نہ سکی فرش پر گر پڑی وہ بوڑھی اور بیمار تھی۔ سانس کی تکلیف میں مبتلا رہتی تھی۔ گرنے کے بعد فوراً ہی اٹھنے کی سکت نہ رہی۔ تھر تھر کانپنے لگی۔ ایسے میں چنڈال نے اس کی گردن پر زور کی لات ماری۔ اس بیمار بوڑھی کے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی پھر وہ وہاں سے ہل بھی نہ سکی۔

اس نے ٹھوکر مار کر کہا "چل اٹھ یہاں سے بھاگ جا۔" لیکن وہ اس کی آواز سے بہت دور جاچکی تھی۔ اٹھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ اب اسے اٹھانے والوں کی ضرورت تھی۔ چنڈال نے اسے غور سے دیکھا پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو خیال خوانی کی لہریں واپس آگئیں۔

اس کا دماغ مردہ ہوچکا تھا۔ وہ پریشان ہوگیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کی بے حیائی دیکھی گئی تھی۔ بڑا بیٹا ناراض ہوکر غصہ دکھا کر گیا تھا اور اب ایسے میں اس کی پتنی کی موت واقع ہوگئی تھی۔ بات بگڑتی جارہی تھی پتا نہیں اور آگے کیا ہونے والا تھا؟

اس نے ٹونی جے کو مخاطب کیا "فوراً میرے پاس آؤ۔ یہاں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

ٹونی جے جانتا تھا کہ وہاں کیا ہورہا ہے۔ اس نے اس کے اندر آکر انجان بن کر پوچھا "کیا بات ہے؟ کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

اس نے کہا "فوراً میرے خیالات پڑھو۔ ابھی معلوم ہوجائے گا۔"

وہ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بڑبڑانے لگا "کیا مصیبت ہے۔ اتنے عرصے تک قیدی بن کر رہا۔ عورت کی صورت تک دکھائی نہ دی۔ آج ایک جوان اور حسین عورت مل رہی تھی۔ وہ بھی مصیبتیں پیدا کرکے چلی گئی۔"

ٹونی جے نے کہا "مسٹر چنڈال! یہ تم نے کیا کیا؟ ہونے والی بہو کے ساتھ ایسی حرکتیں کی ہیں؟ اب یہاں تمہارا رہنا مشکل ہوجائے گا۔ بڑا بیٹا ہمیشہ تمہیں دشمن سمجھتا رہے گا۔ تم نے اس عورت کو مار ڈالا ہے۔ یہ تمہاری پتنی تھی۔"

اسی وقت اس کا دوسرا بیٹا اور دو بیٹیاں بھی چلی آئیں۔ رشتے کے دوسرے لوگ بھی آ گئے۔ بیٹے نے کہا ''ابھی مہیش بھیا نے مجھے فون پر بتایا کہ آپ کچھ پاگل سے ہو گئے ہیں اور ماتا جی آپ کے پاس ہیں۔ مجھے آپ کے پاس جانا چاہیے۔''

پھر اس نے فرش پر پڑی ہوئی ماں کی طرف لپکتے ہوئے کہا ''یہ ماتا جی کو کیا ہو گیا ہے؟''

اس کی بیٹیاں بھی ماں کے پاس آئیں تو پتا چلا کہ وہ مر چکی ہیں۔ جب اس کی لاش کو سیدھا کیا تو بیٹے نے چونک کر کہا ''ارے ماتا جی کی تو گردن ٹوٹ گئی ہے۔''

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ باپ کو غصے سے دیکھتے ہوئے بولا ''پتا جی! سچ بتائیں کیا آپ نے ماتا جی کی گردن توڑی ہے؟''

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا ''مجھے کیا معلوم تھا کہ اتنی کمزور ہے۔ میں نے غصے میں ہاتھ مارا...... تو یہ مر گئی۔''

وہ گرج کر بولا ''آپ نے غصے سے مارا ہے یا جان بوجھ کر ماتا جی کو قتل کیا ہے اور اتنی بے دردی سے کہ ماتا جی کی گردن ہی توڑ دی ہے۔''

وہ اپنے باپ کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑنے لگا۔ چنڈال نے اپنے آپ کو اس سے چھڑایا۔ اس سے زور آزمائی کی تو پتا چلا کہ وہ بہت زور آور ہے۔ ویسے بھی وہ باڈی بلڈر تھا۔ پہلوان دکھائی دیتا تھا۔ جب وہ خود کو نہ چھڑا سکا تو اس نے خیال خوانی کے ذریعے چھوٹے بیٹے رمیش چندر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔

اس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لی۔ ایک دم سے پیچھے ہٹ کر چنڈال کو دیکھتے ہوئے بولا ''یہ میرے دماغ میں ابھی کیا ہوا تھا؟ میں ٹیلی پیتھی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں آنا چاہتا ہو۔''

چنڈال نے کہا ''ہاں۔ میرا کوئی مددگار ہے۔ وہ تمہارے اندر آ کر تمہیں سمجھائے گا کہ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔''

''اچھا تو آپ کا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مددگار بھی ہے اسی لیے آپ ایسی حرکتیں کر رہے ہیں؟ تم میرے باپ نہیں ہو۔ میری ماں کا سہاگ نہیں ہو۔ اب تو وہ مر چکی ہے۔ تم نے ہی اسے مار ڈالا ہے۔''

یہ کہتے ہی ایک گھونسا اس نے چنڈال کے منہ پر جڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چکرا گیا۔ لڑکھڑا کر پیچھے جا کر ایک صوفے پر گر گیا۔ وہ چھوٹا بیٹا جس قدر شہ زور تھا۔ اسی قدر غصہ ور بھی تھا۔ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اس کی محبت دیکھ کر تمام رشتے دار کہتے تھے کہ وہ پہلے ماں کی پوجا کرتا ہے پھر بھگوان کی پوجا کرتا ہے۔

اس کا چچا اسے روکنے آیا تھا۔ اس نے اسے بھی دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ قریب ہی ایک پیتل کا گلدان رکھا ہوا تھا۔ اس نے گلدان اٹھا کر چنڈال کے سر پر دے مارا۔ اس کے دیدے پھیل گئے۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی پھر اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ سر پھٹ گیا تھا اور خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

ٹونی جے نے اس دوران میں بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح رمیش کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اندر زلزلہ پیدا کرے۔ اسے چنڈال پر حملہ کرنے سے روکے لیکن رمیش نے پرائی سوچ کی لہروں کو اپنے اندر آنے نہیں دیا۔ وہ کئی منٹ تک سانس روکنے کا عادی تھا۔ ٹونی جے جب بھی اس کے اندر جاتا یہی دیکھتا رہا کہ اس نے سانس روک رکھی ہے۔

جب وہ مایوس ہو کر چنڈال کے دماغ میں آیا تو اس کا سر پھٹ گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب وہ اپنے بے ہوش ساتھی کے دماغ میں رہ کر نہ اس کے خیالات پڑھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کے ذریعے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ وہاں اس فیملی میں اب کیا ہو رہا ہے؟

وہاں جب تک ہنگامہ برپا رہا وہ چنڈال کے سلسلے میں اس قدر مصروف رہا کہ دوسروں کی آوازیں سننے کے بعد کسی کے بھی دماغ میں نہیں گیا اور نہ ہی ان کے لب و لہجے پر توجہ دی۔ اب وہ ضرورت سمجھ رہا تھا کہ کسی کے اندر جا کر چنڈال کو فوری طبی امداد پہنچائے۔

وہ لاجونتی کے اندر جگہ بنا چکا تھا۔ اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ مہیش چندر کے ساتھ اپنے میکے پہنچ گئی تھی۔ اسی وقت مہیش نے اپنے موبائل فون کا بزر سنا۔ اسے آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے اس کا چچا بول رہا تھا۔

''مہیش! تم کہاں ہو؟ جلدی آؤ۔ یہاں بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ تمہارے پتا نے تمہاری ماتا کو مار ڈالا ہے۔ ان کی گردن توڑ دی ہے۔''

مہیش نے چیخ کر پوچھا ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میری ماتا جی کا دیہانت ہو چکا ہے؟''

لاجونتی نے چونک کر اس کی بات سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ''میں ایسے قاتل باپ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اسے مار ڈالوں گا۔''

ادھر سے چچا نے کہا ''بیٹے! رمیش تم سے زیادہ غصے والا ہے۔ اس نے تو تمہارے باپ کا سر پھوڑ دیا ہے۔ اس وقت

تمہارا باپ بھی ادھ مرا سا ہے۔ تم فوراً چلے آؤ۔"

ٹونی جے لاجونتی کے دماغ سے نکل کر مہیش کے دماغ میں پہنچ گیا تھا پھر اس کے اندر یہ سوچ پیدا کر رہا تھا کہ باپ جیسا بھی ہے اسے طبی امداد پہنچانا چاہیے۔ مہیش نے ٹونی کی مرضی کے مطابق فون پر کہا "چاچو! پتاجی کو فوراً اسپتال پہنچائیں۔ وہ جیسے بھی ہیں۔ ہمیں ان کا علاج کرانا ہے علاج کے بعد ہی ان سے نمٹیں گے۔"

ٹونی جے اس چاچا کے اندر پہنچ گیا۔ اس کے ذریعے دیکھا تو رمیش کہہ رہا تھا "چاچو! آپ میری ماتاجی کا کریا کرم کا بندوبست کریں میں اس خبیث باپ کو پاگل خانے پہنچا کر آتا ہوں۔ وہاں ڈاکٹروں سے میری جان پہچان ہے۔ وہ اسے یہاں نہیں آنے دیں گے۔"

چاچا نے ٹونی جے کی مرضی کے مطابق کہا "نہیں بیٹے! ایسا نہ کرو۔ اسے اسپتال لے جاؤ۔ مہیش ابھی آرہا ہے اس سے مشورہ کریں گے پھر وہ کہے گا تو اسے پاگل خانے بھی پہنچا دیں گے مگر اسے ابھی اسپتال لے جاؤ۔"

رمیش نے کہا "ٹھیک ہے میں اسے جہاں بھی لے جا رہا ہوں۔ کوئی میرے ساتھ نہ آئے۔"

اس نے چنڈال کو اٹھا کر کاندھے پر لادا پھر وہاں سے جانے لگا۔ چاچا ٹونی جے کی مرضی کے مطابق اس کے پیچھے چلتے ہوئے بولا "بیٹے! اپنے ساتھ ماما کو بھی لے جاؤ۔ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔"

وہ بولا "نہیں...... میں نے کہہ دیا کہ میرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا جو کہہ رہا ہوں۔ وہ کیا جائے۔"

ٹونی جے سمجھ گیا تھا کہ اسے باتوں سے روکا جائے تو نہیں رکے گا۔ زبردستی روکنا ہوگا۔ ڈرائنگ روم سے گزرتے وقت چچا نے دیکھا سینٹر ٹیبل پر پتھر کا ایک بڑا سا ایش ٹرے رکھا ہوا تھا۔ وہ بہت وزنی اور مضبوط تھا۔ چچا نے اس ایش ٹرے کو اٹھا کر رمیش پر حملہ کیا۔

رمیش نے چچا کے ہاتھ کو پکڑ کر حیرانی سے پوچھا "یہ کیا......؟ آپ چچا ہو کر مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں اور جو دشمن باپ ہے اسے اسپتال لے جانے سے روک رہے ہیں؟"

چچا نے کہا "ٹھیک ہے بیٹا! ٹھیک ہے۔ اگر تم اسپتال لے جا رہے ہو تو لے جاؤ۔ میں تم پر حملہ نہیں کروں گا۔"

"اس گھر میں کچھ عجیب سی باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ نے حملہ کیوں کیا؟ یہ بعد میں آ کر پوچھوں گا۔"

وہ چچا کو دھکا دیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا پھر اس کے پیچھے کوئی نہ جا سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ٹونی جے بھی رمیش کے دماغ میں نہ جا سکا اور یہ معلوم نہ کر سکا کہ وہ چنڈال کو کہاں لے جا رہا ہے؟

وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ چنڈال کی نگرانی اور اس کی حفاظت کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اسے انتظار کرنا تھا۔ چنڈال کے ہوش میں آنے کا۔ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہی وہ اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے؟ اور وہ کس حال میں ہے؟

☆☆☆

عدنان کی بار بار گمشدگی ایک مسلسل مسئلہ بن رہی تھی۔ اس بار دشمنوں اور غیروں نے نہیں اپنوں نے گم کیا تھا کہیں چھپا دیا تھا۔ یہ کبھی سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ جو شیوانی اور انا میریا اسے مسلسل ماں کی ممتا دیتی آرہی ہیں اور اس کی حفاظت کرتی آرہی ہیں۔ وہی دشمنی کریں گی اور اسے دادی اور باپ سے جدا کر دیں گی۔

انا میریا اپنے طور پر صفائی پیش کر رہی تھی کہ اس نے عدنان کو اغوا نہیں کرایا ہے اور اس سلسلے میں اس نے شیوانی کا ساتھ نہیں دیا ہے لیکن وہ کہاں تک سچ بول رہی تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کوئی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ جو بھی اس کے اندر جاتا تھا تو خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ کے آر پار ہو جاتی تھیں اور خیالات نہ سنائی دیتے نہ پڑھے جا سکتے تھے۔

پورس نے کہا تھا "انا میریا! تم کتنی سچی ہو۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ تمہارے خیالات کوئی بھی پڑھ نہیں سکتا ہے اور تمہارے اندر کی بات بھی معلوم نہیں ہو سکتی کہ تم شیوانی کا ساتھ دے رہی ہو یا نہیں؟"

ایسے وقت سونیا نے اس سے یہ اگلوایا تھا کہ وہ عدنان کو اپنے ساتھ رکھ کر اپنے طور پر تربیت دینا چاہتی ہے اور بابا صاحب کے ادارے میں اس کے جانے پر اعتراض کر رہی ہے۔

جب سونیا کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا "تم یہودی کی حیثیت سے اس کی پرورش کرنا چاہتی ہو اور یہی جھگڑے فساد کی بات ہے اور اس سے ہی اختلافات شروع ہو چکے ہیں بہتر ہے کہ اسے شروع ہوتے ہی ختم کر دیا جائے۔ اولاد ہمیشہ باپ کے نام سے اور باپ کی مرضی کے مطابق ہی پرورش پاتی ہے۔ لہٰذا ہمارا بیٹا پورس اور ہم اپنے پوتے کو تربیت دینا چاہتے ہیں۔ تم اسی پر راضی ہو جاؤ اور ہمیں بتا دو عدنان کہاں ہے؟"

انا میریا نے کہا "آپ لوگ میری بات پر یقین نہیں

کریں گے اور نہ ہی میں یقین دلا سکوں گی۔ میں عدنان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

سونیا نے کہا "پورس! تم اسے یہاں سے لے جاؤ۔ جب تک یہ عدنان کے ساتھ نہیں آئے گی۔ تو اسے بھی ہم اپنے خاندان میں قبول نہیں کریں گے۔"

پھر اس نے کہا "پہلے پارس نے ایک یہودی لڑکی الپا سے محبت کی شادی کی۔ اس کے ساتھ زندگی گزارتا رہا۔ اس سے کبھی محبت کبھی نفرت ہوتی رہی لیکن وہ کبھی ہمارے مزاج کے مطابق ہماری بہو بن کر نہ رہ سکی۔" پھر اس نے کہا "اب وہ راہِ راست پر آ گئی ہے۔ ہم اسے عزت دے رہے ہیں۔ مان مرتبہ دے رہے ہیں۔ اس کی قدر کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا ہے اور نہ ہم اسے ایسا کرنے کے لیے کہیں گے۔ وہ یہودی ہے یہودی ہی رہے گی۔ اس لیے اسے بیٹی بنانے اور عزت دینے کے باوجود بابا صاحب کے ادارے میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہی بات انا میریا کو بھی بری لگ رہی ہے کیونکہ یہ بھی یہودی ہے اور اپنے مزاج کے مطابق زندگی گزارنا چاہتی ہے اور ہمارے پوتے کو بھی اپنی طرح بنانا چاہتی ہے۔"

سونیا نے ادھر سے ادھر ٹہلتے ہوئے کہا "میرے تو شاید نصیب ہی خراب ہیں۔ میرے جتنے بھی بیٹے ہیں۔ سب نے یہودی لڑکیوں سے محبتیں کی ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ تیسرا بیٹا کبریا بھی یہودی لڑکی انابیلا سے محبت کر رہا ہے۔ اب دیکھتے ہیں۔ اس کی محبت کا انجام کیا ہوگا؟ اور ہونا کیا ہے؟ دو بیٹوں کے نتائج تو سامنے ہیں۔ تیسرے کا بھی کچھ ایسا انجام ہونے والا ہے۔"

انابیلا اور کبریا بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود تھے۔ اپنے بارے میں سنتے ہی وہ دونوں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئے۔ انابیلا کبریا کے شانے سے سر ٹیکے بڑی محبت سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے الگ ہو گئی۔ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

کبریا نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولی "ہوگا کیا؟ تمہاری مما جو کہہ رہی وہ سن رہے ہو؟ واقعی میں بھی یہودی لڑکی ہوں۔ ہم محبت کے جذبے سے تو ایک ہو گئے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں سوچا کہ ہماری آئندہ زندگی کیسے گزرے گی؟"

کبریا اس کا منہ تکنے لگا۔ وہ فوراً ہی کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیونکہ واقعی انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس دنیا میں کتنے ہی شادی شدہ جوڑے اپنے اپنے طور پر زندگی گزارتے ہیں۔ شوہر اپنے مذہب پر قائم رہتا ہے اور بیوی اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارتی ہے۔

وہ ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے لیکن جب اولاد ہوتی ہے تو یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ماں کے مذہب میں جائے گی یا باپ کے؟

کچھ فراخ دل لوگ یہ طے کرتے ہیں کہ بچے کو اس کے مزاج پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ مذہب اور جو عقیدہ اختیار کرے گا۔ اسی کے مطابق اپنے طور پر زندگی گزارے گا۔ ماں باپ اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ لیکن ایسا کرنا غلط ہوتا ہے۔ اولاد ہمیشہ ماں سے ہی متاثر ہوتی ہے۔ ماں سے زیادہ قریب ہوتی ہے اور اس سے زیادہ تربیت حاصل کرتی ہے۔ اس لیے وہ ماں کے مذہب اور عقیدے سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔

اس داستان کو مسلسل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ الپا نے پارس کی ایک بیٹی کو جنم دیا تھا اور برے حالات سے گزر رہی تھی۔ بدترین دشمنوں میں گھری رہتی تھی جو اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لینا چاہتے تھے۔ ایسے وقت جناب تبریزی نے اس کی مدد کی تھی اور اسے بچایا تھا۔

دراصل الپا نے جس بیٹی کو جنم دیا تھا۔ وہ پارس کی تھی جناب تبریزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک مسلمان کی بیٹی یہودی ماحول میں پرورش پائے اور ان دنوں الپا مسلمانوں کی بدترین دشمن بنی ہوئی تھی۔ اس لیے اس بیٹی کو اس کے سائے سے نکال کر بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اب وہ سات برس کی ہو گئی تھی۔ اس کا ذکر آگے اپنی داستان میں کروں گا۔

پارس کے بعد اب پورس کے بیٹے عدنان کا مسئلہ تھا۔ اس کی ماں شیوانی ہندو تھی۔ اب پرورش کرنے والی ماں یہودی تھی۔ یعنی پہلی ماں ہندو اور دوسری یہودی سونے پر سہاگہ ہو گیا تھا۔ اسی لیے اتنے اہم مسائل پیدا ہو رہے تھے اور اب موجودہ مسئلہ تو بہت زیادہ اہم ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کی دونوں مائیں ہمارے بابا صاحب کے ادارے کے خلاف ہو گئی تھیں۔

پارس اور پورس کے بچوں کے ساتھ جو ہوتا آیا تھا اور جو ہو رہا تھا اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا تھا کہ کبریا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو سکتا ہے۔

انابیلا نے بڑی محبت سے کبریا کا ہاتھ تھام کر پوچھا ”کیا ایسی کوئی بات ہو گی تو تم مجھے چھوڑ دو گے؟“

اس نے پوچھا ”ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو گا؟ ہم ابھی سے سوچ لیں کہ ایسا ہونے نہیں دیں گے۔“

وہ بولی ”ایک تدبیر ہو سکتی ہے۔ میں ماں نہیں بنوں گی۔ تم باپ نہیں بنو گے۔ نہ ہماری کوئی اولاد ہو گی اور نہ ہی کوئی جھگڑا پیدا ہو گا۔“

”تم ایک عرصے تک مجھے خوابوں اور خیالوں میں ڈھونڈتی رہیں۔ میں بڑے انتظار کے بعد تمہیں ملا ہوں۔ تم میری محبت میں باؤلی ہو کر ایسی باتیں کر رہی ہو لیکن جب شادی ہو جائے گی اور تمہارے اندر ممتا کا جذبہ پیدا ہو گا تو ماں بننے کا تمہارا دل چاہے گا۔“

”مجھ میں بڑی قوت ارادی ہے میں ممتا کے جذبے کو کچل دوں گی۔ ایسا کوئی جذبہ کوئی خواہش پیدا نہیں ہو گی۔“

”تم صرف اپنی بات کر رہی ہو۔ میری بات یہ ہے کہ ممی اور پاپا بھی راضی نہیں ہوں گے۔ وہ میری اولاد چاہیں گے۔“

”تمہارے دو بھائیوں سے تو اولاد پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اور کتنا چاہیں گے؟“

”وہ تیسری بہو سے بھی یہی چاہیں گے۔ وہ میرے بچوں کو بھی اپنی گود میں کھلانا چاہیں گے۔ اپنی نسل کو بڑھتے پھلتے پھولتے دیکھنا چاہیں گے اور میں انکار نہیں کر سکوں گا۔“

”یعنی...... تم بھی باپ بننا چاہو گے۔“

”بے شک۔ میں بھی یہی چاہوں گا کہ تمہاری گود میں میرا بچہ کھیلے۔ یہ سوچ کر ہی اتنی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا پھر یہ کہ تمام بھائیوں کی اولادیں ہوں گی اور میں لاولد رہوں گا۔ یہ اچھی بات نہیں ہو گی۔ کسی کے لیے بھی قابل قبول نہیں ہو گی۔“

وہ بڑے پیار سے تنک کر بولی ”تم تو ابھی سے جھگڑا کرنے والی باتیں کر رہے ہو؟“

یہ کہتے ہوئے وہ اس کے اور قریب ہو گئی۔ اس کے سینے پر اپنا سر رکھ کر اپنے بدن کی آنچ دینے لگی۔ اسے پگھلانے لگی۔ ایسے وقت نہ چاہتے ہوئے بھی پگھلنا پڑتا ہے۔ یہ بے اختیاری جذبہ ہوتا ہے وہ پگھلتے ہوئے بولا ”دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ ذہانت سے سوچا جائے تو کوئی نہ کوئی راستہ نکل ہی آتا ہے۔“

وہ بڑے پیار سے بولی ”تو تم راستہ نکالو نا؟“

ایک دوسرے کی قربت میں رہ کر سوچا جائے تو دور کی نہیں سوجھتی قریب کی سوجھتی رہتی ہے۔ وہ تقریباً ایک گھنٹے تک پلاننگ کرنا بھول گئے پھر جب غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کھانے کی میز پر آئے تو کبریا نے کہا ”میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔“

انابیلا نے کہا ”میرے ذہن میں بھی ایک تدبیر آئی ہے۔“

وہ بولا ”تو پھر بولو۔ تم کیا چاہتی ہو؟“

”ہم شادی کر لیں گے۔ جب اولاد کی بہت زیادہ خواہش ہو گی اور تمہارے ماں باپ بھی تقاضا کریں گے تو ہم کسی کا بچہ گود لے لیں گے اور اس بچے کو تمہارے مما اور پاپا کے حوالے کر دیں گے۔“

وہ ہنستے ہوئے بولا ”تم اسے بچوں کا کھیل سمجھ رہی ہو ہمارے خاندان میں اور بابا صاحب کے ادارے میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ سب ہمارے تمہارے اور دوسروں کے دماغوں میں گھس کر معلوم کر لیں گے کہ تم نے اولاد پیدا نہیں کی ہے۔ اسے کہیں سے لے آئی ہو۔“

”کیا مصیبت ہے ہم تم سب ہی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں اور ہمارے آگے پیچھے بھی سب خیال خوانی کرتے ہیں۔ واقعی یہ بات چھپی نہیں رہے گی۔ تم بولو کیا تدبیر سوچ رہے ہو؟“

”یہی کہ ہم شادی کر لیں گے۔ تم کہتی ہو کہ تمہارے اندر ماں بننے کی خواہش پیدا نہیں ہو گی۔“

”ہاں۔ میں یہ دعوے سے کہتی ہوں کبھی یہ نہیں کہوں گی کہ اولاد پیدا کرنا چاہتی ہوں۔“

”تو بس پھر ٹھیک ہے اولاد کے لیے میں دوسری شادی کر لوں گا۔“

وہ ایک دم سے بھڑک کر بولی ”نہیں۔ ہرگز نہیں۔ تم میرے سوا کسی کو بھی ہاتھ لگاؤ گے تو میں اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلے پیدا کرتے کرتے اسے مار ڈالوں گی۔“

”بس تو پھر سمجھو کہ ہماری شادی کبھی نہیں ہو سکے گی ہم صرف دوست بن کر رہ سکیں گے۔“

”نہیں۔ میں تو شادی کروں گی۔“

”تو پھر تم اس حقیقت کو سمجھ لو کہ میرے پاپا نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور میرے بھائیوں نے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کی ہیں۔ تم میری شریک حیات بن جاؤ گی۔ تو میں دوسری شادی کبھی نہیں کروں گا لیکن تم ماں بننا نہیں چاہو گی تو مجھے دوسری تو کیا تیسری شادی بھی کرنا ہو گی۔ اولاد کے لیے یہ ضروری ہے۔“

وہ چمچ اور فورک کو میز پر پھینکتے ہوئے بولی ”تم مسلمانوں میں یہی خرابی ہے۔ ایک کے بعد ایک شادی کرتے چلے جاتے ہو۔“

”کیا تمہارے یہودیوں میں ایسی شادیاں نہیں ہوتی

ہیں؟ اگر کھل کر نہیں ہوتیں تو چھپ کر ہو جاتی ہیں۔ ہر مذہب میں یہی ہوتا ہے صرف مسلمانوں کو ہی کیوں الزام دے رہی ہو؟"

وہ بولی "ہماری ملاقات تیس گھنٹے پہلے ہوئی تھی۔ پہلے دوستی ہوئی پھر محبت ہوئی پھر ہمارے درمیان تعلقات پیدا ہو گئے۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی کہ خود کو تمہارے حوالے کر دیا۔ سچ بولو۔ کیا مجھ سے اتنی جلدی دل بھر گیا ہے؟"

"بکواس کیوں کر رہی ہو؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں اور ساری عمر چاہتا رہوں گا۔ تمہارے سوا کسی دوسری کا تصور نہیں کروں گا لیکن جب بات اولاد اور آئندہ نسل بڑھانے کی ہو گی تو مجھے اپنے ماں باپ کے فیصلے کے سامنے جھکنا ہو گا۔"

وہ میز پر گھونسا مارتے ہوئے بولی "تم دوسری شادی نہیں کرو گے۔ تمہارے بچے میں پیدا کروں گی۔"

"ابھی تو تم ماں بننے سے انکار کر رہی تھیں؟"

"میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ جو میں نے ایسا کہا۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بنوں گی۔ میں تمہارے لیے اولاد پیدا کروں گی۔"

"پھر وہ اولاد عدنان کی طرح مسئلہ بن جائے گی۔"

"کوئی مسئلہ نہیں بنے گی۔ اولاد ہو گی تو اسے اٹھا کر بابا صاحب کے ادارے میں لے جانا میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

"جو بیویاں اپنے شوہر کی محتاج ہوتی ہیں۔ وہ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتیں۔ الپا ہمارے پارس بھائی کی محتاج نہیں تھی۔ ٹیلی پیتھی جانتی تھی اور پورے اسرائیل پر حکمرانی کرتی تھی۔ اس لیے وہ اپنے فیصلے خود کرتی تھی اور اس نے اپنی اولاد کے بارے میں بھی خود فیصلہ کرنا چاہا تھا۔ اسی طرح انا میریا بھی غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ وہ بھی پورس بھائی کی محتاج نہیں ہے اس لیے اپنا فیصلہ خود کر رہی ہے اور ہمارے لیے مسائل پیدا کر رہی ہے اور تم بھی کسی کی محتاج نہیں ہو۔ ٹیلی پیتھی کے بہت سے زندگی آپ گزار سکتی ہو پھر تم میرے فیصلے کے سامنے کیسے جھکو گی؟ جب وقت آئے گا تو تمہاری سرکشی دیکھنے کے قابل ہو گی۔ جیسے کہ ہم اب الپا اور انا میریا وغیرہ کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔"

"تم مجھے طعنے دے رہے ہو۔ میں یہودی ہوں تو ان یہودی عورتوں کی مثالیں دے کر میری انسلٹ کر رہے ہو؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کرسی اس کے پیچھے دوسری طرف الٹ گئی پھر بولی "میں نے اب تک اس موضوع پر تم سے بات نہیں کی تھی۔ اب بات کرنے پر معلوم ہو رہا ہے کہ تم کتنے تنگ نظر ہو۔ صرف اپنے ہی نقطہ نظر سے بات کرتے ہو۔ میری طرف سے نہ کچھ سوچتے ہو۔ نہ جذبہ رکھتے ہو۔"

"انا بیلا! مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں صرف اولاد کے معاملے میں اپنے والدین کے نقطہ نظر سے بات کر رہا ہوں۔ ورنہ میرے اور تمہارے درمیان کبھی اختلافات پیدا نہیں ہوں گے۔"

"اگر تم میرے لیے سچے ہو۔ مجھے دل و جان سے چاہتے ہو تو ابھی ایک فیصلہ کرو۔ اولاد ہو گی تو پہلی اولاد تمہاری ہو گی۔ دوسری میری ہو گی۔ تیسری تمہاری ہو گی۔ چوتھی میری ہو گی۔ اس طرح ہم اپنے اپنے طور پر ان بچوں کو تعلیم و تربیت دیں گے۔"

"تم بچے پیدا کرو گی یا راشن؟ راشن بانٹ کر کھایا جاتا ہے مگر بچے تقسیم نہیں کیے جاتے۔ ہم سے ہونے والے تمام بچے ہم دونوں کو چاہیں گے۔ ہم دونوں سے پیار کریں گے اور جو دینی اور دنیاوی قانون ہے اس کے مطابق بچے باپ کی مرضی کے مطابق تعلیم و تربیت حاصل کریں گے باپ کا نام اور مذہب اختیار کریں گے۔"

انا بیلا نے غصے سے پلیٹوں کی طرف ایک ہاتھ مارا۔ پلیٹیں ادھر سے ادھر بکھر گئیں۔ کچھ نیچے جا کر گریں۔ کبریا ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا پھر غصے سے بولا "یہ کیا حرکت ہے؟ کیا تم تہذیب اور طور طریقے بھول رہی ہو؟"

اس نے غصے سے کبریا کو دیکھا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ منہ پھیر کر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ کبریا نے اس کے پیچھے چیختے ہوئے کہا "تمہارا یہ انداز بتا رہا ہے کہ ہمارے لیے بہتری ہو گی کہ ہم وقت سے پہلے ہی سنبھل جائیں اور وہ غلطی نہ کریں۔ جو میرے دو بھائیوں نے کی ہے۔"

وہ انا بیلا کے بنگلے میں تھا۔ تیزی سے چلتا ہوا باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے جانے لگا۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ انا بیلا اپنی ماں کے ساتھ اس کرائے کے بنگلے کو چھوڑ دے گی اور کبریا کے بنگلے میں آ کر رہے گی۔ وہ ایک جان دو قالب بن کر رہنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے ہی حالات ناموافق ہو رہے تھے۔ ان کے مزاج اور عقائد ایک دوسرے کی راہ میں حائل ہو رہے تھے۔

دوسری طرف سونیا ان بچوں پوی اور ایڈی کو لے کر بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی۔ دونوں کی وہاں رہائش اور داخلے کی باتیں پہلے ہی طے ہو چکی تھیں۔ اس نے انہیں وہاں کے انچارج کے حوالے کیا پھر انٹر کام کے ذریعے جناب تبریزی سے رابطہ کیا پھر سلام کے بعد کہا "میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔ ابھی ملنا چاہتی ہوں۔ بہت پریشان ہوں۔"

"میں تمہاری پریشانیوں کو سمجھ رہا ہوں۔ چلی آؤ۔"

وہ ان کے حجرے میں آ گئی پھر ان کے سامنے دو زانو ہو کر سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے کہا "ہاں بیٹی! بولو تم کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟"

وہ بولی "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شیوانی کیا چیز ہے۔ یہ کیسی پراسرار قوت ہے؟ وہ ہمارے لیے پہلے باعث رحمت رہی اور باعث زحمت بن رہی ہے۔"

انہوں نے کہا "قدرت کے رازوں کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ کچھ راز ایسے ہوتے ہیں۔ جو رفتہ رفتہ خود ظاہر ہو جاتے ہیں اور وضاحت سے سمجھ میں آنے لگتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے۔ شیوانی بھی ایک ایسا ہی راز ہے۔ جسے قدرت کے سوا کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا کہ ایسے کردار کیا موت کے بعد بھی اپنی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ جو زندہ لگتے ہیں لیکن زندہ نہیں ہوتے۔"

انہوں نے آنکھیں بند کیں۔ کچھ سوچا پھر کہا "شیوانی تم میں سے کسی سے بھی رابطہ نہیں کرتی ہے۔ نہ عدنان کی دادی نہ دادا سے نہ باپ سے جو بھی صاحب عقل ہیں۔ اس دنیا کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ذہانت سے سمجھتے ہیں۔ ان سے شیوانی رابطہ نہیں کرتی۔" پھر انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا "وہ عدنان جیسے ایک نادان بچے سے رابطہ کرتی ہے۔ اس کے اندر آ کر بولتی ہے اور اس کے دماغ کو کنٹرول کرتی ہے۔"

سونیا نے کہا "لیکن جناب! وہ انا میریا سے بھی رابطہ کرتی ہے اور انا میریا نادان نہیں ہے۔"

"بے شک...... وہ ذہین ہے اور غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہے۔ بہت ذہین اور حاضر دماغ ہے لیکن اس کی ایک خامی یہ ہے کہ وہ خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں رہتی آئی ہے۔ پتا نہیں یہ کیسا قدرتی رشتہ تھا کہ وہ کبھی پورس سے نہیں ملی۔ شیوانی پورس سے ملتی رہی۔ اس سے شادی کی۔ اس کے ساتھ اس نے ازدواجی زندگی گزاری اور اس کے بچے کی ماں بن گئی اور یہ سب کچھ انا میریا کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ وہ خوابوں اور خیالوں میں یہی سب کچھ دیکھتی رہی اور پورس سے منسوب رہی۔ جب شیوانی بچے کی ماں بنی تو وہ بھی درد میں مبتلا رہی۔ ان لمحات میں وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ جب عدنان پیدا ہو گیا اور تم نے اسے دوسری عورت کی گود میں پہنچا دیا۔ تب انا میریا کو ہوش آیا اور وہ مطمئن ہو گئی کہ اس کا بچہ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ اس وقت تک شیوانی مر چکی تھی۔ ساری ممتا انا میریا کے اندر سما گئی تھی اور آج بھی وہ بھرپور ممتا کے ساتھ عدنان کے لیے بے چین رہتی ہے اور اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔"

"ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں کیا انا میریا نہیں جانتی کہ عدنان کہاں ہے؟"

''وہ جانتی ہے۔ اب بھی عدنان کے دماغ میں پہنچ کر اس کے خیالات پڑھ سکتی ہے۔ معلوم کر سکتی ہے کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ شیوانی نے اسے تاکید کی ہے کہ یہ راز کسی کو نہ بتائے۔ وہ بتائے گی تو اسے بھی عدنان سے دور کر دیا جائے گا۔''

''آخر شیوانی چاہتی کیا ہے؟''

''وہ اپنی زندگی میں ایک بہو کی حیثیت سے محروم رہی۔ تم نے اور فرہاد وغیرہ نے اسے کبھی اپنے پاس نہیں بلایا اور نہ ہی اسے بابا صاحب کے ادارے میں آنے کی اجازت دی گئی۔ وہ دین اسلام قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے اور پارس نے اس سے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ اپنا دھرم چھوڑ دے۔

وہ ایک ذرا توقف سے بولے ''اختلافات شروع ہو چکے ہیں۔ انا میریا یہودی ہے اور وہ بھی ہمارے ادارے کی مخالف ہے۔ ایک ماں ہندو دوسری یہودی۔ وہ دونوں عدنان کو یہاں آنے نہیں دیں گی۔''

سونیا نے کہا ''شیوانی ایک ناقابل فہم ہستی ہے۔ جب کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے اسے ہستی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ تو نابود ہو چکی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کیا کہا جائے؟ بہر حال وہ ناقابلِ فہم ہے۔ میں بڑے بڑے پہاڑوں اور خطرناک دشمنوں سے ٹکرا چکی ہوں۔ شیوانی سے بھی ٹکرا سکتی ہوں لیکن اس میں پتا نہیں ایسی کیا غیر معمولی صلاحیتیں ہیں؟ وہ کوئی روح یا آسیب ہے۔ کوئی بلا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''میں نے کہا ہے ناں بیٹی! یہ قدرت کے راز ہیں۔ خود سمجھنا چاہو گی تو وہ شیوانی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ وقت کا انتظار کرو۔ قدرت کو منظور ہو گا تو خود ہی وضاحت سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے کیا ہے؟ اور اپنی موت کے بعد بھی اس دنیا میں کیسے چلی آئی ہے؟ کیا ممتا میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ موت کے بعد بھی آدھی زندگی حاصل کر کے چلی آتی ہے؟ آدھی زندگی یعنی وہ ہے بھی اور نہیں بھی۔''

سونیا نے بڑے عزم سے کہا ''میں ایسی بلا سے نمٹنا خوب جانتی ہوں۔ اسے شکست دے کر ہی رہوں گی۔ اپنے پوتے کو اس سے چھین کر لاؤں گی۔ آپ سے صرف ایک تعاون چاہتی ہوں۔''

انہوں نے پوچھا ''بولو کیا چاہتی ہو؟''

''اب سے پہلے فرہاد پر مصیبتیں آئی تھیں۔ وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا۔ اپنے آپ کو بھول چکا تھا۔ ہم اسے تلاش کر رہے تھے لیکن اس کا سراغ نہیں مل رہا تھا۔ ایسے وقت میں نے آپ سے التجا کی تھی کہ میرے سونگھنے کی حس جو ختم ہو چکی ہے۔ وہ پھر سے بحال ہو جائے۔ میں فرہاد کی بو سونگھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ وہ جہاں بھی ہو گا۔ میں اسے وہاں سے لے آؤں گی۔''

''ہاں۔ تم نے مجھ سے التجا کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ جب بھی تم فرہاد سے چند سو گز کے فاصلے پر ہو گی تو اس کی بو پانے لگو گی لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ آپ ہی آپ اس کا سراغ مل گیا تھا۔''

''جی ہاں...... پھر میں نے بھی یہ نہیں چاہا کہ میری وہ سونگھنے کی صلاحیت پھر سے بحال ہو جائے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب اپنے پوتے کو تلاش کرنے کے لیے میری یہ صلاحیت ضروری ہو گئی ہے۔''

جناب تبریزی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر آنکھیں بند کر لیں۔ زیر لب کچھ ورد کرنے لگے۔ سونیا سر جھکا کر بیٹھی رہی۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا ''بیٹی جاؤ۔ جب تم اس ادارے سے باہر چلی جاؤ گی تو تمہاری سونگھنے کی صلاحیت بحال ہو جائے گی۔''

سونیا خوشی سے کھل گئی۔ اس نے جھک کر ان کے قدموں کو چھو لیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''جاؤ۔ میں تمہاری کامیابی کی دعائیں کرتا رہوں گا۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اپنے پوتے کو اس ادارے میں لے آؤں گی۔''

اس نے جھک کر انہیں سلام کیا پھر حجرے سے باہر آ گئی۔

ناگن پٹارے سے باہر آ چکی تھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات 47 ویں حصے
میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ 15 دسمبر 2005ء میں شائع ہو گا